زکوٰۃ | فطرہ | صدقہ | کس کو سوال حلال و حرام | سخاوت اور بخل | صدقہ کی فضیلت | بہترین صدقہ | خاوند کے مال سے بیوی کا خیرات دینا | کون صدقہ واپس نہ لے | روزہ کا بیان | چاند دیکھنا | سحری کھانا

روزہ کو پاک رکھنا
مسافر کا روزہ
معذور کی قضاء
نفلی روزہ
متفرقات
شب قدر
اعتکاف
فضائل قرآن
آداب تلاوت
متفرقات تلاوت
دعاؤں کا بیان
ذکر
اللہ تعالیٰ کے نام
تسبیح و تحمید
تکبیر
استغفار
متفرقات استغفار

الحمد للہ خالق الارض والسموٰت

کہ

جلد سوم

از کتاب لاجواب مفید شیخ و شاب مسمّٰی بہ

مرآۃ المناجیح

فطرہ - اعتکاف - زکوٰۃ - صوم - فضائل قرآن

دعاؤں کا بیان

ذکر - استغفار

اردو ترجمہ و شرح

مشکوٰۃ المصابیح

تاریخی نام

ذوالمرات

مصنف حضرت حکیم الامت الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ گجرات

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابُ الزَّکٰوۃِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ اِنَّكَ تَاْتِیْ قَوْمًا اَھْلَ کِتَابٍ فَادْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا

زکوٰۃ کا بیان ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا ۲؎ تو فرمایا کہ تم اہل کتاب قوم کے پاس جارہے ہو ۳؎ تو انہیں اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں ۴؎ اگر وہ اس میں فرماں برداری کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے اُن پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں ۵؎ پھر اگر وہ یہ بھی مان جائیں

۱؎ زکوٰۃ کے لغوی معنے ہیں پاکی اور بڑھنا رب تعالٰے فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی چونکہ زکوٰۃ کی برکت سے نفس انسانی بخل کے میل سے پاک و صاف ہوتا ہے نیز اس کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے اسی لئے اسے زکوٰۃ کہتے ہیں زکوٰۃ کا سبب بڑھنے والا مال ہے، اور اسکے شرائط اسلام، آزادی، عقل، بلوغ اور قرض سے مال کا خالی ہونا ہے، لہذا کافر، غلام، بچے اور دیوانے پر زکوٰۃ فرض نہیں حق یہ ہے کہ زکوٰۃ کا اجمالی حکم ہجرت سے پہلے آیا، اور اس کی تفصیل ۲ھ میں بیان ہوئی۔ لہذا آیات قرآنیہ میں تعارض نہیں، کُل چار مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے، سونا چاندی، مال تجارت، جنگل میں چرنے والے جانور، زمینی پیداوار (از مرقاۃ واشعہ) تفصیل احکام کتب فقہ میں دیکھو۔ پیداوار کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے، باقی مال تجارت و سونے چاندی کا چالیسواں حصہ ۲؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، اور خود بنفس نفیس انہیں ثنیۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پیدل، اُن سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے، جس پر حضرت معاذ بہت روئے، خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جارہے تھے، وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر ۳؎ اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں۔ اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا ۴؎ یعنی صرف مشرکین کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی دعوت دو، اور تمام کفار کو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں اور باقی موحد کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے وقت وہ ہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں، اور یہ کہ کفار کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے گا لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیئے، اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام کرنا سُنّت ہے، اور یہ کہ حکام اور آفیسران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں، حاکم مبلغ بھی ہونا چاہیئے۔ اور یہ کہ آفیسر ان و حکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں، ورنہ وہ تبلیغ نہیں کر سکتے ۵؎ یعنے جب وہ مسلمان ہو جائیں تو اُنہیں نماز

...لَكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

تو انہیں سکھانا کہ اللہ نے اُن پر زکوٰۃ فرض کی ہے ۱؎ جو اُن کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہیں کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی ۲؎ پھر اگر یہ بھی مان لیں تو اُن کے بہترین مالوں سے بچنا ۳؎ اور ستم رسیدہ کی بددعا سے ڈرنا کہ اُس کے اور رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں

کے احکام سُناؤ سکھاؤ چونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادت بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے، اسی لئے کلمہ پڑھانے کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا، خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ، عیدین، وتر وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا، صرف پانچ نمازوں کا فرمایا، یا تو اس وقت ان کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ تمام چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرمادی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص خاص کا ہے اسی لئے روزے کا ذکر نہیں زکوٰۃ کا ہے، حالانکہ روزہ زکوٰۃ سے پہلے فرض ہوچکا تھا، لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز عید یا وتر واجب نہیں اور نہ یہ حدیث حنفیوں کے خلاف ہے۔

۱؎ یہاں اِن بمعنے اِذا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوٰۃ کے احکام سکھاؤ، آہستگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ صرف بتادینا، حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں، تب تو زکوٰۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کردیں تو زکوٰۃ نہ سکھانا، کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہوجانے کی اجازت نہیں، لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوٰۃ کے لئے نماز شرط ہے۔ ۲؎ یعنے ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوٰۃ وصول کرکے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے۔ تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے کمانے کے لئے ہے، بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کافر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، دوسرے یہ کہ بلا سخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے، تیسرے یہ کہ مالدار صاحب نصاب زکوٰۃ نہیں لے سکتا، جیسا کہ لفظ فقراء اور ضمیر ھُم سے معلوم ہوا۔ ضرورۃً زکوٰۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں، یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو، یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہذا اپنی کچھ زکوٰۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار آدمی ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنے سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ خود غنی ہی ادا کریگا، اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوٰۃ حاکم اسلام وصول کرکے اپنے انتظام سے خرچ کریگا یہاں تُؤْخَذُ میں دونو صورتیں داخل ہیں۔ ۳؎ یعنے زکوٰۃ میں اُن کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ اس جملہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَھَبٍ وَّلَا فِضَّۃٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ صُفِّحَتْ لَہٗ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِیَ عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَیُکْوٰی بِھَا جَنْبُہٗ وَجَبِیْنُہٗ وَظَھْرُہٗ کُلَّمَا رُدَّتْ اُعِیْدَتْ لَہٗ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیُرٰی سَبِیْلَہٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَالْاِبِلُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَّا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا وَمِنْ

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی سونے چاندی والا نہیں جو اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے ۱؎ مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کے لئے آگ کے تپرے بنائے جائیں گے پھر اُن پر دوزخ کی آگ میں دھونکا جائیگا ۲؎ جس سے اُس کے پہلو پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی ۳؎ جب بھی لائے جائیں گے تو لوٹائے جائیں گے ۴؎ یہ دن بھر ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے حتے کہ بندوں میں فیصلہ کردیا جائے ۵؎ تو یہ جنت یا دوزخ کا اپنا رستہ دیکھے ۶؎ عرض کیا گیا یارسول اللہ تو اونٹ ۷؎ فرمایا ایسا کوئی اونٹ والا نہیں جو اُن کا حق ادا نہ کرے اور

کی زکوٰۃ نہ کی جائے گی کیونکہ اموالھم ارشاد ہوا ہے ۱۲؎ یعنے معاذ تم حاکم بن کر یمن جا رہے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم نہ مالی، نہ زبانی، کیونکہ اللہ تعالےٰ مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے اس میں درحقیقت تاقیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے، ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کہا تھا لایحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لا یشعرون۔ کہیں تم اے چیونٹیو حضرت سلیمان اور اُن کے لشکر سے کچلی نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو چیونٹی کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہذا اس حدیث سے صحابہ کا ظالم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے، کیونکہ فطرہ، قربانی یا حقوق العباد ادا کرنے پر وہ وعید نہیں جو یہاں مذکور ہے۔ ۲؎ یعنے اس کا سونا چاندی اولاً سخت گرم پتر بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے، پھر اُن گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لئے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا، اس کی تشریح قرآن کریم میں یوں ہے یوم یحمٰی علیھا فی نار جھنم۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہوتے، نیز آگ کے پتروں کو پھر آگ میں دھونکنا سمجھ میں نہیں آتا۔ ۳؎ چونکہ یہ بخیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا، انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر چل دیتا تھا، اس لئے یہ دونوں مقام ہی پر داغ لگائے جائیں گے، جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں کہ اُس نے ان سے ہی چوری کی۔ ۴؎ یعنے یہ پترے جب بھی اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائینگے تو تپا کر پھر اُس کے بدن پر ہی لوٹائے جائینگے، بار بار گرم کرکے لگائے جائینگے۔ ۵؎ یعنے یہ داغا جانا قیامت کے دن، دن بھر ہوتا رہے گا، لوگ اپنے حساب وکتاب میں مشغول ہونگے اور یہ سزا بھگت رہا ہوگا بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے، اور اس تکلیف کی وجہ سے اُسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا، نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز۔ ۶؎ یعنے بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے، یریٰ معروف ہے یا مجہول یعنے یہ عذاب تو زکوٰۃ نہ دینے کا ہوا اب اگر اور گناہ نہ ہوں یا ہوں تو رب تعالےٰ بخش دے تو جنت میں بھیجدے، اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزا میں کچھ عرصہ کے لئے دوزخ میں بھیجدے اس جگہ یہی

حَقَّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَّاحِدًا تَطَؤُهُ بِاَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِاَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلٰهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرٰهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ

اُن کا حق انہیں دوھنا بھی ہے انہیں گھاٹ پر لانے کے دن [1] مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ اُن اونٹوں کے سامنے کھلے میدان میں اوندھا ڈالا جائیگا جن میں سے ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا یہ اونٹ اُسے اپنے سُم سے روندھیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے [2] جب اُس پر پہلا اونٹ گذرے گا تو پچھلا اونٹ واپس ہوگا [3] یہ اُس دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتّٰی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یارسول اللہ پھر گائے بکریاں [4] فرمایا ایسا کوئی گائے اور بکریاں والا نہیں جو ان کا حق زکوٰۃ نہ دیتا ہو [5] مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اُن کے سامنے کھلے

توجیہ قوی ہے۔ یعنے سونے چاندی تو نجیل کو تپا کر لگائے جائیں گے، اگر اونٹوں کی زکوٰۃ نہ دی ہو تو اُن کی سزا کیا ہے اونٹ تو تپائے نہیں جاتے۔

[1] عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لئے گھاٹ یا کنوئیں پر لے جاتے تھے، اُس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا تھا، اونٹ والے اونٹنیاں دوھ کر اُن فقراء اور مسافروں کو دُودھ پلادیتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ یہ دُودھ پلانا بھی ان اونٹوں کا حق ہے۔ خیال رہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ تو فرض ہے مگر یہ دُودھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوتا لہذا یا تو اس سے مضطر فقراء کو دودھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو، یا پہلے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ یعنے شروع اسلام میں قربانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا۔ مرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پیاسی اونٹنیوں کو نہ دوہو صرف گھاٹ پلانے کے دن پانی پلاکر دوھو، یہ بھی خشک سالی کے زمانہ کے احکام میں سے ہے۔ [2] یعنے اس بخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اوندھا ڈال کر اس پر اس کے سارے اونٹوں کو گھمایا جائیگا، یہ سب بہت اونچے اور موٹے ہونگے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے۔ [3] یعنے یہ روندنے والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہونگے کہ اُس پر یہ قطار روندتی گذر جائے اور اس کا چھٹکارا ہوجائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہونگے، اور آخری اونٹ کے گذرنے پر پھر پہلا اونٹ اس پر آجائیگا، اصل عبارت اس کے برعکس تھی یعنے آخری کا ذکر پہلے تھا اُولیٰ کا بعد میں، جیسا کہ مسلم کی بعض روایات میں ہے، مبالغہ کے لئے آخری کو اُولیٰ فرمادیا گیا یعنے اس طرح لگاتار ہوکر اس پر گھومیں گے کہ گویا پچھلا اونٹ پہلا ہوجائیگا اور پہلا پچھلا، چونکہ اس کا بخل بھی دائمی تھا اس لئے یہ سزا بھی دائمی ہوئی، درمیان میں وقفہ نہ ہوا کہ اسے کچھ آرام مل جائے۔ [4] ان کا کیا حکم ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوٰۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے [5] مِنْهَا میں مِنْ بمعنے اجل یا بمعنے لام ہے یعنے بکریوں کی وجہ سے جو زکوٰۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوٰۃ میں جانور ہی دیا جائے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتے ہیں (مرقات)

قرونها لا يفقد منها شيئًا ليس فيها عقصاء ولا جلحاء ولا عضباء تنطحه بقرونها و
تطاءه بأظلافها كلما مر عليه أولها رد عليه أخراها في يوم كان مقداره خمسين ألف
سنة حتى يقضى بين العباد فيرى سبيله إما إلى الجنة وإما إلى النار قيل يا
رسول الله فالخيل قال فالخيل ثلثة هي لرجل وزر وهي لرجل ستر وهي لرجل
أجر فأما التي هي له وزر فرجل ربطها رياء وفخرا ونواء على أهل الإسلام فهي له

میدان میں ڈالا جائیگا جن میں سے کوئی جانور کم نہ ہوگا اُن میں نہ تو کوئی ٹیڑھے سینگ والا ہو نہ بنڈا لے یہ اُسے اپنے سینگوں سے گھونپیں اور کھروں سے روندیں گے ۲ے جب بھی پہلا گذرے گا تو پچھلا واپس ہوگا یہ اُس دن ہوتا رہیگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتّٰی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے ۳ے تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو گھوڑا فرمایا کہ گھوڑے تین طرح کے ہیں ۴ے ایک کے لئے گھوڑا گناہ ہے دوسرے کے لئے آڑ تیسرے کے لئے ثواب ۵ے جس کے لئے گھوڑا گناہ ہے وہ تو وہ شخص ہے جو دکھلاوے شیخی اور مسلمانوں کی عداوت کے لئے گھوڑا باندھے اس کے لئے

۱ے یعنے اگرچہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں ٹوٹے سینگ والی بھی تھیں، اور بعض بالکل بنڈی، مگر قیامت میں سب کے نوکیلے سینگ ہونگے، خیال رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، رب تعالٰے نے فرمایا ہے اول خلق نعیدہ پھر بعد میں اُن کے حالات بدلیں گے، لہٰذا یہ جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے، بعد میں سب کو سینگ ملیں گے، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ؛ ۲ے عربی میں گائے بھینس کے کھر کو ظلف کہتے ہیں جمع اظلاف، اور گھوڑے کی ٹاپ کو سُم یعنے بخیل کے یہ جانور اُسے سینگ بھی گھونپیں گے اور کھروں سے بھی روندیں گے، غرضکہ قربانی کے جانور پر سخی خود سوار ہوگا اور بے زکوٰتے جانور بخیل پر سواری کریں گے، جیسے اچھے معدہ والا جو بقدر ضرورت کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہوجاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے ؛ ۳ے اس کی شرح پہلے گذر چکی یعنے قیامت کے دن دورانِ حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہوگی۔ مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہوگا ؛ ۴ے خیال رہے کہ احناف کے نزدیک سائمہ گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے شوافع کے ہاں نہیں، لہٰذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں یعنے ان میں فقط زکوٰۃ کا سوال نہ کرو بلکہ غیر سائمہ یعنے گھر کھانے والا گھوڑا سواری کے لئے بھی ہو جس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اُس کا بھی یہ حکم ہے، اگر گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہ ہوتی، تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خچر گدھوں کی طرح یہاں بھی فرمادیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا۔ لہٰذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے، جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ ہم کیا خیرات کریں تو رب تعالٰے نے جواب دیا فلاں فلاں جگہ خیرات کرو (قرآن کریم) یعنے جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ سائل کے حال کے مطابق ہے ؛ ۵ے یعنے یا تو گھوڑا جو تجارت کے لئے نہ ہو وہ کسی کے لئے ثواب کا باعث ہے کسی کے لئے عذاب کا اور کسی کے لئے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لئے اُس کی نیت کے

وِزْرٌ وَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ لَمْ یَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِیْ ظُهُوْرِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِیَ لَهٗ سِتْرٌ وَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِیْ مَرْجٍ وَرَوْضَةٍ فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا كُتِبَ لَهٗ عَدَدَ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَكُتِبَ لَهٗ عَدَدَ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنٰتٌ

گناہ ہے۱ اور جس کے لئے گھوڑا پردہ ہے وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے گھوڑا باندھے۲ پھر اس کی پیٹھ میں اللہ کا حق بھولے۳ نہ اُن کی گردنوں میں۴ وہ گھوڑے اُس کا پردہ ہیں۵ لیکن وہ گھوڑے جو اُس کے لئے ثواب ہیں وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے کسی چراگاہ یا باغ میں باندھے۶ تو وہ گھوڑے اُس چراگاہ یا باغ میں کچھ نہیں کھاتے مگر جس قدر کھاتے ہیں اسی قدر اس کے حق میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اُن کے لید و پیشاب کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۷

اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں، جیسی نیت ویسا پھل یہی حکم عمارتیں بنانے اعلٰی لباس پہننے کا ہے۔

۱ یعنی جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو، دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل و خوار نظر آئیں، اور اگر کسی مسلمان سے میری لڑائی ہو جائے، تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے خلاف جنگ کروں، چوری ڈکیتی اسی کے ذریعہ کروں، جیسا کہ عام نمبردار، چوہدری اور چور ڈاکو گھوڑ اسی لئے رکھتے ہیں، ان کے لئے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے۔ ۲ یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں، یہ تو تیسری قسم میں آئیگا بلکہ اللہ کی راہ سے مراد اپنی دنیاوی ضرورتیں پوری کرنا ہے، کیونکہ مسلمان کا دنیا کمانا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کیلئے پالنا مراد ہے کہ تجارت بھی سبیل اللہ ہے، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ ۳ اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لئے عاریۃً گھوڑا دیدے جس سے وہ اپنا کام نکال لے، یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا بلا معاوضہ چھوڑ دے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکلتا ہے خیال رہے کہ نر گھوڑے، بیل، بھینسے اور بکرے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے، وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئیگا۔ ۴ گھوڑے کی پیٹھ کا حق تو وہ تھا جو اوپر ذکر ہوا، اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لئے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوۃ دے فی سیکڑہ ڈھائی روپے یہ جملہ امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کہ سائمہ اور تجارتی گھوڑے میں زکوۃ ہے جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا، دوسرے حقوق تو اس کی پیٹھ کے حق میں آگئے تھے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مومن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ نہیں وہاں گھوڑے سے مراد یا تو غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو، اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوۃ میں ملاحظہ کریں: خیال رہے کہ صرف گھوڑوں یا صرف گھوڑیوں میں زکوۃ نہیں بلکہ مخلوط میں زکوۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار (اشرفی) دیدے یا اس کی قیمت لگا کر ہر سات سو روپے سے چالیسواں حصہ زکوۃ نکال دے، چنانچہ حضرت عمر نے عبیدہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا، اُس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ اختیار دو (ہدایہ کفایہ وغیرہ)۔ ۵ یعنی آج اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پردہ ہیں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پردہ ہونگے یہ کلمہ دونوں کو شامل ہے۔ ۶ یعنی جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالے، چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لئے لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ بھی فرمایا

وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ اٰثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا
حَسَنَاتٍ وَّلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يَّسْقِيَهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ
لَهٗ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ
اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

اور ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گھوڑے اپنی رسی توڑ کر ایک دو ٹیلوں پر چڑھ جائیں مگر اللہ ان کے نشان قدم اور لید کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے [۱] اور انکا مالک انہیں لیکر کسی نہر پر نہیں گذرتا جس سے وہ کچھ پی لیں حالانکہ مالک پلانے کا ارادہ بھی نہ کرتا ہو مگر اللہ انکے پینے کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے [۲] عرض کیا گیا یارسول اللہ تو گدھے فرمایا گدھوں کے متعلق اس جامع آیت کے سوا کچھ حکم نازل نہ ہوا۔ جو ذرہ بھر نیکی کریگا اسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کریگا وہ دیکھے گا [۳] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے

گیا، اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگانِ خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل تر کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے: عربی میں مرج اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو: [۵] کیونکہ اس کھانے اور پیشاب و لید وغیرہ سے ان گھوڑوں کی بقا ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے: نیز یہ چارہ و گھاس مالک نے اپنے مال سے کھلایا اور یہ لید پیشاب اس چارہ سے بنا، معلوم ہوا کہ نیکی متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہے:

[۱] یہ گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں پئیں، وہ تو اس مالک کے لئے نیکیاں ہیں ہی، اگر مالک کے بغیر ارادہ رسی کو توڑا کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ لید پیشاب کریں تب بھی مالک کو ثواب ہے۔ خیال رہے کہ ثواب کے لئے اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نئی نیت لازم نہیں، مسجد بنانے والا مر بھی جائے تو اُسے قبر میں ثواب پہنچتا رہتا ہے، بناتے وقت کی نیت قیامت تک کام آتی ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ: خیال رہے کہ لید و پیشاب کا ذکر فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلہ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہو جاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا پوچھنا اور پھر مالک کے درجہ کا کیا کہنا، گھوڑا صرف مثال کے لئے ہے، اب گولی بارود، بندوق، توپ، ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لئے ہوں سب کا یہی حکم ہے: [۲] یعنی یہ سب کام کرتا ہے، گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک، اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس کی وجہ ابھی بیان ہو چکی: [۳] یعنی گدھوں میں زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے، خچر وغیرہ نیک نیتی سے پالے گئے تو ان میں ثواب ہے، اور اگر بد نیتی سے پالے گئے تو عذاب، اور اگر دنیوی کاروبار کے لئے ہیں تو نہ ثواب نہ عذاب، چونکہ اس آیت کے الفاظ تھوڑے ہیں اور مضامین و احکام بہت زیادہ، اس لئے اسے جامعہ فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ

أَتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْاٰيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ لَهٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا اِلَّا اُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْظَمَ مَا يَكُوْنُ وَاَسْمَنَهٗ تَطَاهُ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ

اللہ مال دے ۱؎ پھر وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو اُس کا مال قیامت کے دن اُس کے سامنے گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا جس کے دو گیسو ہونگے ۲؎ قیامت میں اُس کا طوق ہوگا پھر اُس کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر حضور انور نے یہ آیت تلاوت کی جو بخل کرتے ہیں الآیہ ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں ایسا کوئی شخص نہیں جس کے پاس اونٹ یا گائے یا بکریاں ہوں جن کا حق ادا نہ کرتا ہو ۴؎ مگر وہ جانور قیامت کے دن اتنے بڑے اور موٹے جتنے ہوسکتے ہیں کرکے لائے جائیں گے وہ اپنے کھروں سے اسے روندیں گے اور اپنے سینگ گھونپیں گے جب

ایک ہی بے مثال آیت ہے۔ اس لیے اسے فائدۃ فرمایا گیا، اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے۔ گدھوں اور خچروں میں نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ہاں اگر گدھے و خچر تجارتی ہیں، تو ان میں زکوٰۃ تجارت ہوگی ۔ ۱؎ وہ مال جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اونٹ بھی بقدر نصاب جس میں وجوب زکوٰۃ کی ساری شرطیں موجود ہوں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے، لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مال پر زکوٰۃ واجب ہو۔ ۲؎ جب تیلے زہریلے سانپ کی عمر زیادہ ہوجاتی ہے تو اس کے پھن پر قدرتی بال جم جاتے ہیں اور جب بہت زیادہ عمر ہوتی ہے تو اس کا زہر اتنا تیز ہوجاتا ہے کہ اس کی گرمی اور خشکی سے اس کے یہ بال جھڑ جاتے ہیں اسے اردو زبان میں گنجا سانپ کہتے ہیں اور عربی میں شجاع اقرع، ان میں سے خبیث ترین وہ ہوتا ہے جس کی آنکھوں پر دو کالے داغ ہوتے ہیں، اس کے زہر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کی سانس سے گھاس جل جاتی ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بے زکوٰۃ مال قیامت کے دن اسی سانپ کی شکل کا ہوگا، چونکہ یہ بخیل بھی اپنے مال پر سانپ کی طرح بیٹھ گیا تھا کہ کوئی غریب اس کے مال کی ہوا بھی نہ پاسکتا تھا اس لیے آج وہ مال اسی کے سانپ بن گیا، حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں دنیا میں بھی مال بشکل سانپ خواب میں نظر آتا ہے، بعض لوگ جب مال یا دفن کرتے ہیں تو اس میں پر آٹے کا سانپ بناکر بٹھا دیتے ہیں مشہور یہ ہے کہ پھر اسمیں قدرتی جان پڑجاتی ہے۔ ۳؎ قیامت کے مختلف مقامات ہیں اور اُن کے مختلف حالات، کبھی بخیل کا سونا چاندی اور سارا مال اس کے گلے کا سانپ ہوگا اور کبھی اس کا سونا چاندی آگ میں تپایا جائیگا جس سے اس کے پہلو اور پیشانی داغے جائیں گے یا بعض مال سانپ بنے گا اور بعض سے داغ لگے گا لہذا یہ حدیث اور مذکورہ آیت شریف داغ والی احادیث اور آیات کے خلاف نہیں یہ خیال رہے کہ یہ سانپ اس کے جبڑے چبائیگا اور اس میں اپنے زہر کا ٹیکہ دے گا جس سے اس بخیل کو تکلیف سخت ہوگی مگر جان نہ نکلے گی۔ ۴؎ یہاں حق سے مراد شریعت کا حق فرضی ہے یعنی زکوٰۃ، کیونکہ نفلی حق کے ترک پر عذاب نہیں ہوتا، جو کبھی بھی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی بھی یہی سزا ہے اور گنڈے دار

آخِرُهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ اُولٰهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْيَصْدُرْ عَنْكُمْ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ فَاَتَاهُ اَبِيْ بِصَدَقَتِهٖ

بھی آخری گذر جائے گا تو پہلا لوٹایا جائیگا حتے کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے [1] (بخاری و مسلم) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے والا آئے [2] تو وہ تم سے راضی ہو کر لوٹے [3] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے [4] فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی [5] تو آپ فرماتے الٰہی فلاں کی اولاد پر رحمتیں نازل کر [6] میرے والد اپنا صدقہ لائے

زکوٰۃ دیتا ہو کبھی دی کبھی نہ دی یا پوری نہ نکالی، اس کی بھی یہی سزا کیونکہ یہاں لَا یُؤَدِّیْ مطلق ہے۔ [1] اس کی سزا پہلے گذر چکی، یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ یہ وہی دنیا کے جانور ہونگے مگر جو دبلے تھے وہ موٹے ہو کر جو بے سینگ تھے وہ سینگ والے ہو کر اس بخیل پر مسلط ہونگے اور بخیل کو یہ عذاب دوران حساب میں ہوگا کہ لوگ حساب دے رہے ہونگے اور یہ پڑا ہوا کچلا جارہا ہوگا دوزخ کا عذاب اگر ہوا تو اس کے علاوہ ہوگا، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ قیامت میں جن وانس کی طرح جانور بھی زندہ کئے جائیں گے مگر دوزخ یا جنت میں بھیجنے کے لئے نہیں کیونکہ دوزخ صرف جن وانس کیلئے ہے اور جنت صرف انسانوں کیلئے بلکہ انہیں ایک دوسرے کا بدلہ دینے کے لئے فاسق مالکوں کو سزا دینے اور متقی مالکوں کی خدمت کرنے کے لئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ قربانی کا جانور مالک کی سواری ہو کر اسے پلصراط سے اُتارے گا اس کے بعد یہ جانور مٹی کر دیئے جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ اگر ایک جانور چند شخصوں کی ملکیت میں رہا تھا اور وہ سب بخیل تھے تو ان تمام مالکوں کو اپنے قدموں سے روندیں گے اور اگر کوئی جانور پہلے بخیل کی ملکیت میں رہا پھر دوسرے مالک کے پاس قربانی میں ذبح ہوا تو بخیل کو روندے گا اور اس کے بعد قربانی والے کی سواری بنے گا [2] مال ظاہری یعنے جانور اور پیداوار کی زکوٰۃ سلطان اسلام وصول کرتے اور اُسے صحیح مصرف پر خرچ کرتے تھے، یہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بہت آدمی ملازم رکھے جاتے تھے انہیں مصدق بھی کہتے تھے اور عامل بھی، سرکار فرماتے ہیں کہ ہمارا یا ہمارے بعد اسلامی عادل بادشاہوں کا زکوٰۃ وصول کرنے والا آدمی تمہارے پاس آئے [3] اس طرح کہ تم اس سے خندہ پیشانی سے ملو اور سارا ظاہری مال اسے دکھادو تاکہ وہ آسانی سے حساب کر کے زکوٰۃ وصول کرے اسے دیکھ کر غمگین نہ ہو، مال چھپانے کی کوشش نہ کرو ٹال مٹول سے کام نہ لو، بلکہ باطنی مال یعنے سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ بھی خوشدلی سے دی جائے اور مسکین کو خوش کر کے دی جائے۔ خدا کا شکر کیا جائے کہ اس نے ہمیں دینے کے قابل کیا نہ کہ لینے کے۔ [4] یہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں اور یہ عبداللہ کوفہ کے آخر صحابی ہیں جنہوں نے وہاں وفات پائی (اشعہ) [5] ظاہر یہ ہے کہ یہاں صدقہ سے مراد سونے چاندی وغیرہ باطنی مالوں کی زکوٰۃ ہے کیونکہ ظاہری مالوں کی زکوٰۃ تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا عامل جا کر خود اُن کے گھروں سے لاتا تھا، صحابہ کرام کی عقیدت یہ تھی کہ ہمارے صدقات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دست

WWW.NAFSEISLAM.COM

فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِىْ اَوْفٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَتِهٖ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقِيْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ ابْنُ الْوَلِيْدِ وَالْعَبَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ فَقِيْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ

تو آپ نے فرمایا الٰہی ابی اوفی کی اولاد پر رحمت کر۱ (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب کوئی شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا صدقہ لاتا تو آپ فرماتے الٰہی اس پر رحمت کر۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو صدقہ پر عامل بنا کر بھیجا عرض کیا گیا کہ ابن جمیل ۲ اور خالد ابن ولید اور عباس نے نہ دیا ۳ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل تو صرف اس لئے انکار کرتا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ رسول نے اسے غنی کر دیا ۴ لیکن خالد پر تم زیادتی کرتے ہو انہوں نے تو اپنی زرہیں

مبارک سے خیرات فرمائیں تاکہ اس ہاتھ کی برکت سے رب تعالےٰ قبول فرمائے اب بھی مسلمان ایصال ثواب کرتے وقت پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام شریف لیتے ہیں اسکی اصل یہ حدیث ہے ۶ اَللّٰهُمَّ صَلِّ درود ہے، حق یہ ہے کہ غیر نبی پر مستقلاً درود پڑھنا منع ہے حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد فرمانا آپ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ درود شریف آپ کا حق ہے آپ جس کو چاہیں اپنا حق دیں، بعض نے فرمایا یہاں صلوٰۃ لغوی معنے میں ہے مگر پہلا قول قوی ہے (مرقات ولمعات) حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس آیت پر عمل تھا صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ سنت یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا دینے والے کو دعائیں دے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اس وقت عامل کے لئے بھی نہ کہے کہ کہیں یہ دعا کرانا اس صدقہ کا عوض نہ بن جائے دیکھو یہ صحابہ اس وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے عامل کے لئے نہیں کہتے تھے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم دعائیں دیتے تھے، تو وہ ایسے کریم ہیں کہ عطا کرکے دعا دیتے ہیں شعر

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

۱ حضرت عبداللہ فخریہ طور پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہمیں اور ہمارے والد کو بھی مل چکی ہیں بعض نے فرمایا کہ یہاں لفظ آل زائد ہے مگر حق یہ ہے کہ آل اپنے معنے ہی میں ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم صرف ان لوگوں ہی کو نہیں بلکہ ان کے بال بچوں سارے گھر والوں کو بھی دعائیں دیتے تھے ۲ مصنف نے فصل صحابہ میں فرمایا کہ ابن جمیل کا ذکر صرف کتاب الزکوٰۃ میں آیا اس کے نام کا پتہ نہیں، فتح الباری میں ہے کہ اس کا نام عبداللہ یا حمید تھا پہلے یہ غریب آدمی تھا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مالداری کی دعا کرائی پھر مالدار ہو کر منافق ہو گیا اور زکوٰۃ کا انکار کرنے لگا اسی کے بارے میں یہ آیت کریمہ آئی وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ۔ یہ شخص عہد مرتضوی میں منافقت پر ہی فوت ہوا خیال رہے کہ ابن جمیل نے صراحتہً زکوٰۃ کا انکار نہ کیا تھا ورنہ مرتد اور واجب القتل ہو جاتا بلکہ حیلے بہانے بنائے جس سے اس کی کبیدگی خاطر محسوس ہوئی ۳ ابن جمیل نے تو بلا وجہ اور ان دو بزرگوں نے کسی

أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ
أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ
قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ عَلَى
الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

اللہ کی راہ میں وقف کردیں لے رہے عباس تو ان کی زکوٰۃ ساتھ میں اتنی اور میرے ذمہ ہے ۲ پھر فرمایا اے عمر کیا تمہیں خبر نہیں کہ انسان کا چچا اُس کے باپ کے برابر ہوتا ہے ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو جنہیں ابن لتبیہ کہا جاتا تھا صدقہ پر عامل بنایا ۴ جب وہ واپس ہوئے تو بولے یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ۵ تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا

معذوری ہے اس سے معلوم ہوا کہ حاکم یا استاد سے رعایا یا شاگردوں کی پس پشت شکایت کرنا جائز ہے یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے ۲ یعنے جمیل کا زکوٰۃ نہ دینا محض کفران نعمت کی بنا پر ہے کسی مجبوری سے نہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے ہیں، دیکھو یہاں بظاہر تینوں صاحبوں سے ایک فعل واقع ہوا مگر ملامت صرف ایک پر کی گئی جس کے دل میں کھوٹ تھا، دوسرے یہ کہ یہ کہہ سکتے ہیں اللہ رسول غنی کرتے ہیں اللہ رسول دونوں جہان کی نعمتیں بخشتے ہیں، رب تعالےٰ فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ اور فرماتا ہے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ شرک کہنے والے ان آیات واحادیث میں غور کریں۔ ۵ یعنے خالد اتنے سخی ہیں کہ انہوں نے نفلی طور پر اپنا سامان جنگ تک وقف کردیا ہے، تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ زکوٰۃ فرضی ادا نہ کریں، ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی ہی نہیں تم نے غلطی سے ان سے مطالبہ کیا، یا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے اپنا سب کچھ حتی کہ سامان جنگ بھی وقف کردیا اور مال وقف میں زکوٰۃ نہیں ہوتی، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ کچھ وقف کردینے سے نصاب کی زکوٰۃ کیسے معاف ہوگئی، اس جملے سے معلوم ہوا کہ منقول چیزوں کا وقف مطلقًا جائز ہے یہی امام محمد کا قول ہے شیخین کے نزدیک منقول چیز غیر منقول کے تابع ہوکر وقف ہوسکتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ واقف کا موقوف کو اپنے قبضہ میں رکھنا درست ہے جیسے بعض واقفین اپنی زندگی بھر تولیت اپنے لئے مقرر کرلیتے ہیں۔ ۲ اس جملے کی تفسیر میں بہت قول ہیں بعض نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دو سال کی زکوٰۃ پیشگی وصول فرما چکے تھے، بعض نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے وصول کرلیں گے ہم اس کے ضامن ہیں مگر یہ تفسیر اگلے جملہ کے موافق نہیں، ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی زکوٰۃ اپنے ذمہ لے لی اور فرمایا ان سے مت مانگنا ان کی زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اتنا ہی صدقہ نفلی ان کی طرف سے ہم ادا کریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ مالی عبادتوں میں نیابت جائز ہے یعنے ایک دوسرے کی طرف سے ادا کرسکتے ہیں حضرت عباس حضور علیہ السلام کے احسانات کے پہلے ہی عادی تھے انہیں خبر تھی کہ حضور انور میری زکوٰۃ ادا کردیں گے ۳ لہذا حضرت عباس جو میرے چچا ہیں وہ میرے والد حضرت عبداللہ کی مثل ہیں اس لئے مجھ پر ان کی خدمت لازم ہے، ان کی زکوٰۃ ادا کرنا یہ بھی ان کی خدمت ہے، اور اے عمر تم ان پر نہ تقاضا کرنا نہ ملامت بلکہ میرے اس رشتہ کی وجہ سے ان کا ہمیشہ ادب کرنا (ازمرقاۃ ولمعات)

وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِّنْكُمْ عَلٰى اُمُوْرٍ مِّمَّا وَلَّانِى اللّٰهُ فَيَاْتِىْ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اُهْدِيَتْ لِىْ فَهَلَّا جَلَسَ فِىْ بَيْتِ اَبِيْهِ اَوْ بَيْتِ اُمِّهٖ فَيَنْظُرَ اَيُهْدٰى لَهٗ اَمْ لَا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا يَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْهُ شَيْئًا اِلَّا جَآءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَحْمِلُهٗ عَلٰى رَقَبَتِهٖ اِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَّهٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرًا لَّهٗ خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْنَا عُفْرَةَ اِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ

اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا حمد و ثنا کے بعد سنو کہ ہم تم میں سے بعض کو ان چیزوں پر عامل بناتے ہیں جن کا اللہ نے ہمیں والی بنایا ۱؎ تو ان میں سے بعض آکر کہتے ہیں کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ نذرانہ دیا گیا تو وہ اپنے ابا اماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا پھر دیکھتا کہ اسے نذرانہ ملتا ہے یا نہیں ۲؎ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس میں سے کچھ نہ لے گا مگر قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھا کر لائیگا ۳؎ اگر اونٹ ہے تو وہ بلبلاتا ہوگا یا گائے ہے تو وہ چینختی ہوگی یا بکری کہ ممیاتی ہوگی ۴؎ پھر حضور نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ ہم نے حضور کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر عرض کیا الٰہی کیا میں نے تبلیغ کر دی

خیال رہے کہ صنو ایک جڑ کے دو درختوں کو کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ چونکہ چچا اور والد دادا کی اولاد ہوتے ہیں اس لئے اس اَفْصَحُ الْفُصَحَاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صنو فرمایا ۴؎ ان صاحب کا نام عبداللہ ہے قبیلہ بنی لتبیہ ہیں جو قحطان کا مشہور قبیلہ ہے (مرقات ولمعات) ۵؎ یعنی ان کے پاس وصول کردہ زکوٰۃ سے زیادہ مال تھا جو زکوٰۃ دینے والوں نے انہیں بطور ہدیہ علاوہ زکوٰۃ دیا تھا، یہ ان صحابی کی انتہائی دیانتداری ہے کہ اس ہدیہ کو گھر نہ رکھ گئے سب کچھ بارگاہ شریف میں پیش کر دیا اور اصل واقعہ بیان کر دیا۔

۱؎ یعنی صدقات و زکوٰۃ وصول کرنا ہمارے ذمہ ہے تم لوگ ہمارے نائب ہو کر جاتے ہو اور ہمیں تو صدقہ دینے والوں سے ہدیہ لینا منع ہے تو تمہیں کیوں جائز ہوگا ۲؎ یعنی یہ نذرانہ نہیں ہے بلکہ رشوت ہے کہ اس کے ذریعہ صاحب نصاب آئندہ اصل زکوٰۃ سے کچھ کم کرنے کی کوشش کریں گے، نیز جب اسے کام کی اجرت ہم دیتے ہیں تو یہ ہدیہ کیا چیز ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ حکام کے نذرانے اور خاص دعوتیں رشوت ہیں، ہاں حاکم عام دعوت ولیمہ وغیرہ کھا سکتا ہے، نیز جو نذرانے، ہدیہ اور ڈالیاں اس کے حاکم بننے کے بعد شروع ہوں وہ سب رشوتیں ہیں، ہاں جن لوگوں کے ساتھ اس کا پہلے ہی سے لین دین ہو اور اس کے معزول ہونے کے بعد بھی وہی لین دین رہے وہ رشوت نہیں، جیسے عزیزوں اور قدیمی احباب سے نیوتے بھاجی وغیرہ ان مسائل کی اصل یہ حدیث ہے۔ ۳؎ یعنی جو عامل زکوٰۃ میں چوری یا خیانت کرے یا زکوٰۃ دینے والوں سے رشوت وصول کرے غرضکہ بالواسطہ یا بلاواسطہ جس طرح بھی خفیۃً یا علانیۃً کچھ لے لفظ مِنْهُ ان سب کو شامل ہے (مرقات) غرضکہ یہاں زکوٰۃ کی چوری ہی مراد نہیں کیونکہ ان صاحب نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ خیال رہے کہ یہاں تو گردن کے اٹھانے کا ذکر ہے مگر قرآن شریف میں پیٹھوں پر لادنے کا ارشاد ہوا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ کیونکہ آیت میں کفار کا ذکر ہے اور یہاں گنہگار مسلمان کا، چونکہ کفار کے گناہ زیادہ اور بھاری ہوں گے اس لئے وہ پیٹھوں پر لادیں گے اور مسلمان گنہگار کے گناہ ان سے کم اور

اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قَالَ الْخَطَّابِيُّ وَفِيْ قَوْلِهٖ هَلَّا جَلَسَ فِيْ بَيْتِ اُمِّهٖ اَوْ اَبِيْهِ فَيَنْظُرَ اَيُهْدٰى اِلَيْهِ اَمْ لَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ كُلَّ اَمْرٍ يُتَذَرَّعُ بِهٖ اِلَى الْمَحْظُوْرِ فَهُوَ مَحْظُوْرٌ وَكُلُّ دَخِيْلٍ فِي الْعُقُوْدِ يُنْظَرُ هَلْ يَكُوْنُ حُكْمُهٗ عِنْدَ الْاِنْفِرَادِ كَحُكْمِهٖ عِنْدَ الْاِقْتِرَانِ اَمْ لَا هٰكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ٭ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اے مولیٰ کیا میں نے تبلیغ کردی؟ [۱] (مسلم، بخاری) الخطابی نے فرمایا کہ حضور انور کے اس فرمان میں کہ وہ اپنی ماں کے گھر یا باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا کہ دیکھتا کیا اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں اس کی دلیل ہے کہ جسے ممنوع کام کا ذریعہ بنایا جائے وہ بھی ممنوع ہے [۲] اور جو چیز عقدوں میں داخل ہو اس میں غور کیا جائے کہ آیا اس کا علیحدہ کا حکم دوسرے ملنے کے حکم کی طرح ہے یا نہیں [۳] شرح سنہ میں یوں ہی ہے۔ روایت ہے حضرت عدی ابن عمیرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

سکے ہوں گے، اس لیے گردن پر اٹھائیں گے، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیٹھ کی انتہا گردن ہے، لہذا گردن پر اٹھانا گویا پیٹھ پر ہی اٹھانا ہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے [۴] یعنی اگر خیانۃً یا رشوۃً اونٹ گائے بکری یا کوئی اور جانور بھی لیا ہو گا، تو اسے بھی اپنی گردن پر اٹھائے پھرے گا، بوجھ سے دبے گا بھی اور ان آوازوں کی وجہ سے سارے میں بدنام بھی ہو گا، معلوم ہوا کہ نیکیوں پر قیامت میں انسان سوار ہو گا، اور برائیاں انسان پر سوار ہوں گی، خیال رہے کہ اللہ تعالٰے قیامت میں مسلمانوں کے خفیہ گناہ نہ کھولے گا ستاری فرمائے گا، مگر جو بے غیرت دنیا میں علانیہ گناہ کریں، اور ان پر فخر بھی کریں وہ ضرور کھلیں گے، لہذا یہ حدیث عیب پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔ [۱] سبحان اللہ کیا پاکیزہ عرض و معروض ہے، رب تعالٰے سے کہہ رہے ہیں، بندوں کو سُنا رہے ہیں کہ میں اپنے فرض تبلیغ سے فارغ ہو چکا، اب کسی مجرم کو یہ عذر نہ ہو گا کہ مجھے خبر نہ تھی، تا قیامت ہر مسلمان پر بقدر ضرورت دینی مسائل سیکھنا فرض ہیں اب کوئی خود نہ سیکھے اور بے خبر ہے تو اس کا اپنا قصور ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوتاہی نہیں۔ [۲] یعنی جو کام بذات خود تو اچھا ہو مگر اس کے ذریعہ سے حرام کا ارتکاب کیا جائے، تو یہ اچھا کام بھی حرام ہو جائے گا، کیونکہ عامل بن کر جانا یا حاکم بننا اچھا کام ہے لیکن اگر رشوتیں لینے کے لیے کیا جائے تو حرام ہو گا، جیسے کسی غریب کو قرض دینا نیکی ہے، یا ضرورۃً کسی مقروض کی کوئی چیز رہن رکھ دی، اسکو لینا بھلائی ہے، لیکن اگر قرض پر سود لیا جائے یا گروی مکان سے نفع لیا جائے، تو یہ قرض بھی حرام ہو جائے گا [۳] یعنے جو عقد علیحدہ رہ کر حرام ہو گا وہ حلال سے مل کر بھی حرام ہو گا، اور جو علیحدہ ہو کر حلال ہو گا، وہ حلال سے مل کر بھی حلال رہے گا، یہ قاعدہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو شرعی حیلے ناجائز کہتے ہیں، مگر ہمارے ہاں ضرورۃً شرعی حیلے جائز ہیں، لہذا ہمارے ہاں یہ قاعدہ کلیہ نہیں، ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ردی کھجوریں زیادہ دے کر کھری کھجوریں کم لیں تو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سود ہو گیا، تمہیں چاہیے تھا کہ یہ ردی کھجوریں روپے کے عوض بیچتے، پھر اسی روپے کے عوض خریدار سے کھری کھجوریں لے لیتے دیکھو حرام سے بچنے کا یہ حیلہ ہے، غرضکہ ناجائز عقد جائز عقد سے مل کر کبھی تو خود جائز بن جاتا ہے اور کبھی جائز کر دیتا ہے، یہ قاعدہ خوب یاد رکھا جائے، ناپاک پانی پاک پانی میں مل کر کبھی خود پاک ہو جاتا ہے جیسے تالاب میں ڈالا جائے، اور کبھی اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے جیسے کنوئیں میں

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهٗ كَانَ غُلُولًا يَاْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كَبُرَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ اَنَا اُفَرِّجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَبُرَ عَلٰى اَصْحَابِكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيْثَ وَذَكَرَ كَلِمَةً لِتَكُوْنَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَلَا اُخْبِرُكَ

علیہ وسلم نے کہ ہم تم میں سے جسے کسی کام پر عامل بنائیں پھر وہ ہم سے سوئی یا اس سے زیادہ چھپالے تو یہ بھی خیانت ہے جسے وہ قیامت کے دن لائیگا[۱] (مسلم)

تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں آلایہ تو مسلمانوں پر بہت بھاری پڑا[۲] تو حضرت عمر بولے کہ تمہاری اس تنگی کو میں کھولتا ہوں[۳] آپ چلے عرض کیا یا نبی اللہ یہ آیت حضور کے صحابہ پر بھاری ہے حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے زکوٰۃ اسی لیئے فرض فرمائی کہ تمہارے باقی ماندہ مالوں کو پاک کردے[۴] اور میراثیں اسی لیئے فرض فرمائیں راوی نے کچھ کلام کیا تاکہ وہ پاک مال تمہارے بعد والوں کا ہو[۵] راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے تکبیر کہی[۶] پھر حضور نے فرمایا کہ کیا میں

[۱] یعنی خیانت چھوٹی ہو یا بڑی قیامت میں سزا اور رسوائی کا باعث ہے خصوصًا جو خیانت زکوٰۃ وغیرہ میں کی جائے، کیونکہ یہ عبادت میں خیانت ہے اور اس میں اللہ کا حق مارنا ہے اور فقیروں کو اُن کے حق سے محروم کرنا، رب تعالٰی فرماتا ہے ومن یغلل یات بما غل یوم القیمۃ خیال رہے کہ مَا فَوْقَهٗ سے مراد یا سوئی سے کم چیز ہے یا سوئی سے زیادہ۔ [۲] کیونکہ مسلمانوں نے کنز کے لغوی معنے مراد لیئے یعنی مطلقًا جمع کرنا، اور یہ سمجھے کہ سونے چاندی کو جمع کرنا بہر حال حرام ہے اور قیامت کے دن داغ کا باعث ہے حالانکہ بغیر کچھ جمع کیے دنیوی کاروبار نہیں چل سکتے [۳] یعنی آیت کے ظاہری معنے مراد نہیں ہوسکتے، کیونکہ اسلام درمیانی دین ہے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور قرآن کریم میانہ روی سکھانے والی کتاب، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس دین میں مال جمع کرنا مطلقًا حرام ہوجائے، پھر جہاد کیسے ہونگے اور زکوٰۃ کس چیز کی دی جائے گی، ہماری سمجھ میں غلطی ہے۔ [۴] یعنی یہاں کنز کے اصطلاحی معنے مراد ہیں کہ مال جمع رکھنا، اس سے اللہ کے حق نہ نکالنا، فقراء کے حقوق ادا نہ کرنا، خیال رہے کہ زکوٰۃ نکالنے سے مال ایسا ہی پاک ہوجاتا ہے جیسے جانور کا خون نکل جانے سے گوشت یا کیلے اور آم وغیرہ کا چھلکا علیحدہ کردینے سے مغز کھانے کے قابل ہوجاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ [۵] یعنی اگر مال جمع کرنا مطلقًا حرام ہوتا تو اس میں سے زکوٰۃ کیوں دی جاتی، اور مالک کے مرنے کے بعد بطور وراثت دوسروں کو کیسے ملتا، ان احکام سے معلوم ہورہا ہے کہ مال کا جمع کرنا منع نہیں بلکہ عبادت ہے، کیونکہ بہت سی عبادتوں کا موقوف علیہ ہے، اور عبادت کا موقوف علیہ بھی عبادت ہوتا ہے، زکوٰۃ جب ادا ہو جب مال پھر مالک کے پاس جمع رہے، اور میراث جب بٹے جب مرتے وقت تک مال مالک کے پاس جمع رہے، خیال ہے کہ وذکر کلمۃ راوی کا

بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ❊ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَاْتِيْكُمْ رُكَيْبٌ مُّبْغَضُوْنَ فَاِذَا جَآءُوْكُمْ فَرَحِّبُوْا بِهِمْ وَخَلُّوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُوْنَ فَاِنْ عَدَلُوْا فَلِاَنْفُسِهِمْ وَاِنْ ظَلَمُوْا فَعَلَيْهِمْ وَاَرْضُوْهُمْ فَاِنَّ تَمَامَ زَكٰوتِكُمْ رِضَاهُمْ وَلْيَدْعُوْا لَكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ❊ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَآءَ

تمہیں وہ بہترین چیز نہ بتاؤں جو آدمی جمع کرے وہ اچھی بیوی ہے کہ جب اُسے دیکھے تو پسند آئے اور جب اسے حکم دے تو وہ فرماں برداری کرے اور جب مرد غائب ہو تو اس کی حفاظت کرے۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر ابن عتیک سے۲؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے پاس غیر پسندیدہ سوار آیا کریں گے تو وہ جب آئیں تم انہیں خوش آمدید کہو اور جو وہ چاہتے ہوں اُن کے سامنے حاضر کردو۳؎ پھر اگر وہ انصاف کریں تو اس میں اُن کا فائدہ ہے اور اگر ظلم کریں تو اُنہیں مضر ہے تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل اُن کا راضی ہونا ہے چاہیے کہ وہ تمہیں دعائیں دیں ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ کچھ

قول ہے یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بھی فرمایا جو مجھے یاد نہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بعد والوں کو مال ملے گا۶؎ یعنی مسئلہ حل ہو جانے پر جناب فاروق اعظم کو خوشی ہوئی اور خوشی میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا، اس سے معلوم ہوا کہ دینی مسئلہ معلوم ہونے پر خوش ہونا اور خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا سنت صحابہ ہے۔

۱؎ یعنی اے عمر اگرچہ مال جمع کرنا جائز ہے، مگر تم لوگ اسے اپنا اصل مقصود نہ بنا لو، اس سے بھی بہتر مسلمان کے لئے نیک بیوی ہے کہ صورت بھی اچھی ہو اور سیرت بھی کہ اس کے نفع مال سے زیادہ ہیں، کیونکہ سونا چاندی اپنی ملک سے نکل کر نفع دیتے ہیں، اور نیک بیوی اپنے پاس رہ کر نفع دیتی ہے، سونا چاندی ایک بار نفع دیتے ہیں اور بیوی کا نفع قیامت تک رہتا ہے مثلاً رب تعالٰے اس سے کوئی نیک بیٹا بخشے، جو زندگی میں باپ کا وزیر اور بعد موت اس کا خلیفہ، حدیث شریف میں ہے کہ نکاح سے مرد کا دو تہائی دین مکمل و محفوظ ہو جاتا ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جمیلہ عورت کا چہرہ جمال الٰہی کا آئینہ ہوتا ہے، اور اس کی نیک خصلت صفات الٰہی کا مظہر ہوتی ہے، سبحان اللہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان کتنا جامع ہے عورت کی سیرت دو کلموں میں بیان فرمادی کہ جب خاوند گھر میں موجود ہو تو اس کی ہر جائز بات مانے اور جب غائب ہو یعنی سفر میں ہو یا مر جائے تو اس کے مال، عزت و اسرار کی حفاظت کرے یعنی امینہ و معتمدہ ہو۔ ۲؎ آپ انصاری ہیں، مشہور صحابی ہیں، آپ کے جنگ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے باقی سارے غزوں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، عمر شریف ۹۱ سال ہوئی، ۶۱ھ میں وفات پائی۔ ۳؎ یعنی آئندہ زمانہ میں کچھ سخت دل اور بد اخلاق حکام بھی ہوں گے، تم ان کی بد اخلاقی کی بنا پر زکوٰۃ کے انکاری نہ ہو جانا کہ تمہاری زکوٰۃ اللہ کے لئے ہے نہ کہ ان کے لئے بلکہ انہیں دیکھ کر خوش ہونا کہ ان کے ذریعہ تمہارا فریضہ ادا ہوگا، بعض دیندار غنی زکوٰۃ دیتے وقت فقیر کا احسان مانتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہمارا فرض ادا ہوا۔ ۴؎ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ظاہر ظہور ظلم کریں کہ زکوٰۃ سے زیادہ لیں یا زکوٰۃ کے ساتھ رشوت مانگیں اور تم دے دو کیونکہ ظلم پر امداد بھی ظلم ہے بلکہ

نَاسٌ يَعْنِي مِنَ الْأَعْرَابِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا إِنَّ نَاسًا مِنَ
الْمُصَدِّقِيْنَ يَأْتُوْنَا فَيَظْلِمُوْنَا فَقَالَ أَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنْ ظَلَمُوْنَا
قَالَ أَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ وَإِنْ ظُلِمْتُمْ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ ؁ وَعَنْ بَشِيْرِ بْنِ الْخَصَاصِيَّةِ
قَالَ قُلْنَا إِنَّ أَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُوْنَ عَلَيْنَا أَفَنَكْتُمُ مِنْ أَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُوْنَ
قَالَ لَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ ؁ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیہاتی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بولے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہمارے پاس آتے ہیں تو ہم پر ظلم کرتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو وہ بولے یا رسول اللہ اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں فرمایا انہیں راضی کرو اگرچہ تم ظلم کئے جاؤ[۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت بشیر ابن خصاصیہ سے[۲] فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں تو کیا ہم ان کی زیادتی کی بقدر اپنے مال چھپا لیا کریں فرمایا نہیں[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

مطلب یہ ہے کہ اگر ان کا کوئی فعل تمہیں ظلم معلوم ہو مگر واقعہ میں ظلم نہ ہو، تو تم اپنی رائے پر عمل نہ کرو ان کے حکم پر عمل کرو مثلاً زکوٰۃ میں درمیانہ جانور لینا چاہیئے، ایک جانور کو تم اعلیٰ سمجھتے ہو، وہ درمیانہ یا پیداوار کا سوال حصہ دینا چاہیئے، تم ایک ڈھیر کو سو من سمجھتے ہو تو وہ سوا سو من ہے تو تم ان کی بات مان لو، اب اگر واقعی وہ زیادہ لے گئے ہیں، تو اس کے جواب وہ دہ ہوں گے نہ کہ تم یا یہ کلام بطریق مبالغہ ہے کہ فرض کرو کہ واقعہ میں وہ ظالم بھی ہوں تو بھی تم اُن کا مقابلہ نہ کرو کہ اس میں سلطانِ اسلام کی بغاوت ہوگی، جس کے دبانے کے لئے وہ قوت خرچ کریں گے جس سے کشت وخون وفساد ہوگا بلکہ ان کے ظلم کی شکایت بادشاہ سے کرو اور ان کے خلاف قانونی کارروائی کرو لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے، اس میں ظلم کی اجازت نہیں دی گئی، اگرچہ پہلے معنے راجح ہیں، کیونکہ ان سے دعا لینے کا حکم دیا گیا، ظالم سے دعا کب لی جاتی ہے ؟

[۱] اس کی شرح پہلے گذر چکی یہ بدوی حضرات شرعی مسائل سے پورے واقف نہ تھے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر ہوتے تھے وہ قریباً تمام مسائل سے خصوصاً زکوٰۃ کے مسائل سے پورے خبردار ہوتے تھے، یہ دیہاتی حضرات اپنی کم علمی کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ عاملین ہم پر زیادتی کررہے ہیں، اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ تم ان کے جائز عمل کو ظلم ہی سمجھتے رہو مگر ان کی بات مانو اور ان کے کہے پر عمل کرو، انہیں راضی کرکے واپس کرو کیونکہ میرے صحابہ ظالم نہیں ہوسکتے، وہ میرے صحبت یافتہ وتعلیم یافتہ ہیں اور بشہادتِ قرآن کریم وہ سب عادل ہیں، لہذا اس حدیث میں نہ تو حکام کو ظلم کی اجازت ہے اور نہ اس سے صحابہ کا ظالم وفاسق ہونا ثابت ہوسکتا ہے، خیال رہے کہ جو کسی صحابی کو ظالم مانے وہ چیونٹی سے بھی زیادہ بے وقوف ہے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ چیونٹی نے اپنی سہیلیوں کو لشکر سلیمانی سے خبردار کرتے ہوئے یہ کہا لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یعنے ایسا نہ ہو کہ تم لشکر سلیمانی یعنے حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابہ کے پاؤں تلے روندی جاؤ اور انہیں خبر نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات جان بوجھ کر چیونٹی کو بھی ہیں

اَلْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاجَلَبَ وَلَاجَنَبَ وَلَاتُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَفَادَ

کہ زکوۃ کا سچا عامل اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے حتےٰ کہ اپنے گھر واپس آجائے ۱؎ (ابوداؤد ترمذی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ۲؎ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا نہ عامل ایک جگہ منگانا جائز ہے نہ دور لے جانا لوگوں کے صدقات ان کے گھروں میں ہی لئے جائیں ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مال حاصل کرے

پھیلائے، صحابہ کرام کی آپس کی جنگیں ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ دِيْنَهُمْ کے ماتحت ہوئیں، دیکھو یہاں حضور علیہ السلام نے ان لوگوں سے ظلم کی تفصیل نہ پوچھی، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ ظلم کرتے ہی نہیں۔ ۲؎ آپ کے والد کا نام معبد یا یزید ہے، ان کی کنیت خصاصیہ ہے، خصاصیہ ان کی ماں کا نام تھا کیونکہ وہ قبیلہ خصاص کی تھیں جو خاندان ازد کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ ۳؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاملوں کی شکایت کرنے والوں کا منشاء یہ تھا کہ انہیں کچھ نصاب چھپا لینے اور زکوۃ پوری ادا نہ کرنے کی اجازت دے دی جائے، اور اگر اجازت دے دی جاتی تو یہ سلسلہ ایسا بڑھ جاتا کہ دینا سے زکوۃ ہی مٹ کررہ جاتی، اس لئے فرمایا گیا چھپاؤ مت، اگر وہ زیادہ مانگیں تو ان سے مسئلہ شرعی پوچھو، نہ مانیں تو ان کے خلاف قانونی کاروائی کرو۔

۱؎ یعنے جیسے مجاہد جاتے آتے ہر حال میں عبادت کا ثواب پاتا ہے، ایسے ہی انصاف والا عامل ہر حال میں ثواب پائیگا، کیونکہ مجاہد اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ ہے، اور یہ عامل اسلامی قانون پھیلانے، مالداروں کو ان کے فریضہ سے فارغ کرنے اور فقراء کو ان کا حق دلانے کا ذریعہ، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نیت خیر ہو تو دینی خدمت پر تنخواہ لینے کی وجہ سے اس کا ثواب کم نہیں ہوتا، دیکھو ان عاملوں کو پوری اجرت دی جاتی تھی مگر ساتھ میں یہ ثواب بھی تھا چنانچہ مجاہد کو غنیمت بھی ملتی ہے اور ثواب بھی، حضرات خلفائے راشدین سواء حضرت عثمان غنی کے سب نے خلافت پر تنخواہیں لیں، مگر ثواب کسی کا کم نہیں ہوا، ایسے ہی وہ علماء یا امام و مؤذن جو تنخواہ لے کر تعلیم، اذان، امام کے فرائض انجام دیتے ہیں اگر ان کی نیت خدمت دین کی ہے تو ان شاء اللہ ثواب بھی ضرور پائیں گے۔ ہم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شرعی مسئلہ بتانے کی اجرت لینا حرام ہے مگر فتوے لکھنے کی اجرت لینا جائز، رب تعالٰے فرماتا ہے لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۲؎ خیال رہے کہ عمر ابن شعیب کی اسناد والی احادیث مسلم بخاری نے ہرگز نہ لیں کیونکہ یہ ہر جگہ اسی طرح اسناد کرتے ہیں، حالانکہ ان کی ملاقات اپنے دادا محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے نہیں، اور نہ ان محمد کی ملاقات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے، لہذا اسناد منقطع ہے متصل نہیں یہ بحث پہلے بھی ہو چکی ہے (مرقات) ۳؎ یعنے نہ تو عامل کو یہ جائز ہے کہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور لوگوں سے کہے اپنے اپنے مال جانور وغیرہ یہاں لاکر مجھے دکھاؤ اور حساب سے زکوۃ دو، کیونکہ اس میں مال والوں کو سخت دشواری ہوگی اور نہ مال والوں کو یہ جائز کہ اپنے جانور وغیرہ بکھیر دیں دور بھیجدیں کہ عامل انہیں گننے کے لئے دوڑا پھرے کہ اس میں عامل کو بہت تکلیف ہے بلکہ عامل لوگوں کے ریوڑوں اور باڑوں وکھیتوں

WWW.NAFSEISLAM.COM

مَالًا فَلَا زَکٰوۃَ فِیْہِ حَتّٰی یَحُوْلَ عَلَیْہِ الْحَوْلُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَذَکَرَ جَمَاعَۃٌ اَنَّھُمْ وَقَفُوْہُ عَلَی ابْنِ عُمَرَ ۔ وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ الْعَبَّاسَ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ تَعْجِیْلِ صَدَقَتِہٖ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَہٗ فِیْ ذٰلِکَ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اَلَا مَنْ وَلِیَ یَتِیْمًا لَہٗ مَالٌ فَلْیَتَّجِرْ فِیْہِ وَلَا یَتْرُکْہُ حَتّٰی تَاْکُلَہُ الصَّدَقَۃُ

تو اس میں زکوٰۃ نہیں حتےکہ اس پر سال گذرجائے [1] (ترمذی) اور ایک جماعت نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر پر موقوف کیا [2] روایت ہے حضرت علی سے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے ادا کردینے کے متعلق پوچھا تو حضور انور نے انہیں اس کی اجازت دی [3] (ابوداود ترمذی ابن ماجہ اور دارمی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا کہ جو کسی یتیم کا والی ہو جس کے پاس مال ہو تو وہ اس میں تجارت کرے اُسے چھوڑے نہ رکھے کہ زکوٰۃ کھا جائے [4]

[1] یعنے ادائے زکوٰۃ اور وجوب زکوٰۃ کے لئے کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہیں، جیسا کہ پنجاب میں ماہ رجب کو اور کاٹھیاواڑ میں ماہ رمضان کو زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا گیا ہے بلکہ جب مال پر سال گزرے گا زکوٰۃ واجب ہوگی خیال رہے کہ سال گذرنا زکوٰۃ کے لئے شرط وجوب ہے لہذا اگر کوئی مالک نصاب ہوتے ہی زکوٰۃ دینا شروع کردے اور سال پر حساب کرے یا چند سالوں کی زکوٰۃ یکدم ادا کردے تو جائز ہے، اس حدیث کے خلاف نہیں، نیز اصل نصاب پر سال گزرنا ضروری ہے زائد پر ضروری نہیں، لہذا اگر کسی کے پاس گیارہ مہینے تک ہزار روپے رہے اور بارھویں مہینہ دس ہزار روپے اور آگئے، تو یہ گیارہ ہزار کی زکوٰۃ دے گا اگرچہ اس دس ہزار پر تیس دن ہی گزرے ہیں، کیونکہ اصل نصاب یعنے ہزار پر سال گذر چکا، یہ مسئلہ بھی اس حدیث کے خلاف نہیں، اس کی پوری بحث فتح القدیر اور مرقات میں اسی مقام پر دیکھو اگر ہر پیسہ پر الگ سال گذرنا شرط ہو تو تاجروں کو مصیبت آجائے کیونکہ ان کے پاس روزانہ سینکڑوں روپے آتے جاتے رہتے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان مَنِ اسْتَفَادَ میں بڑی وسعت ہے، مال جیسے بھی حاصل ہو کما کر، وراثت سے یا کسی کے عطیہ سے بہرحال سال کے بعد اسمیں زکوٰۃ ہے کمانے ہی کی شرط نہیں [2] یعنے خود ان کا قول نقل کیا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہ کیا، اور ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ ایسی موقوف حدیثیں جن میں قیاس کو دخل نہیں مرفوع کے حکم میں ہیں، یعنے ان صحابی نے حضور علیہ السلام سے سن کر ہی کہی ہیں، [3] یعنے اگر کسی کے پاس بقدر نصاب مال آگیا، تو سال گزرنے سے پہلے اس کی زکوٰۃ دے سکتے ہیں، کیونکہ سال گذرنا زکوٰۃ کے لئے شرط وجوب ہے، اس کا سبب مال ہے، اسی طرح فطرہ کہ عید سے پہلے ادا کیا جا سکتا ہے، نماز کے لئے وقت وجوب کا سبب ہے اس لئے وہ وقت سے پہلے نہیں ہوسکتی، امام مالک کے ہاں زکوٰۃ بھی سال گزرنے سے پہلے نہیں دے سکتے، یہ حدیث امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کی دلیل ہے [4] اس

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ لِأَنَّ الْمُثَنَّى بْنَ الصَّبَّاحِ ضَعِيفٌ ۞

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُوْ بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ

(ترمذی) فرمایا ترمذی نے کہ اس کی اسناد میں کچھ گفتگو ہے کیونکہ مثنٰی ابن صباح ضعیف ہے تیسری فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے اور دیہاتوں میں جو کافر ہوئے وہ ہوئے [1] تو حضرت عمر ابن خطاب نے حضرت ابو بکر سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے جنگ کیسے کریں گے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا

حدیث کی بنا پر امام شافعی و مالک و احمد نے فرمایا کہ نابالغ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے ولی کو حکم دیا کہ یتیم کا مال تجارت سے بڑھاؤ، ایسا نہ ہو کہ ہر سال اس میں زکوٰۃ نکلتی رہے اور مال ختم ہو جائے، امام اعظم کے نزدیک بچے اور دیوانے کے مال میں زکوٰۃ نہیں، کیونکہ زکوٰۃ بھی نماز روزہ کی طرح محض عبادت ہے، جب ان پر نماز روزہ اور حج نہیں، تو زکوٰۃ بھی نہیں ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے باسناد صحیح روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخص مرفوع القلم ہیں، سونے والا حتی کہ جاگ جائے، بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے، دیوانہ تا آنکہ عاقل ہو جائے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابن مسعود سے روایت فرمائی، آپ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے، رہی یہ حدیث وہ چند طرح مجروح ہے کیونکہ تدلیس ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نہ عمرو ابن شعیب نے اپنے دادا محمد ابن عمرو کو دیکھا اور نہ ان کے دادا نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، مگر طریقہ بیان ایسا ہے کہ معلوم ہوتا ہے دونوں ملاقاتیں ثابت ہیں یعنے غیر متصل متصل معلوم ہوتی ہے اسی کو تدلیس کہتے ہیں نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ مثنٰی ابن صباح راوی ضعیف ہیں اور امام احمد نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، دارقطنی نے اس کی دو اسنادیں نقل کیں اور دونوں کو ضعیف کہا، بہر حال یہ حدیث قابل حجت نہیں، مذہب حنفی نہایت قوی ہے خیال رہے کہ محض عبادت بچے پر فرض نہیں، لیکن ٹیکس اور خراج بچے کے مال سے لے جائیں گے، کیونکہ وہ محض عبادت نہیں ان پر زکوٰۃ کو قیاس نہیں کر سکتے۔

[1] خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبیلہ غطفان فنزارہ، بنی سلیم وغیرھم نے وجوب زکوٰۃ کا انکار کر دیا اور بولے کہ رب تعالٰے فرماتا ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً یا رسول اللہ ان کے مال کی زکوٰۃ آپ وصول کرو جب وصول کرنے والے تشریف لے گئے تو زکوٰۃ بھی ختم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے انہیں مرتد قرار دیا اور ان پر جہاد کی تیاری فرمائی، اسی طرف قرآن کریم نے اشارہ فرمایا تھا وَمَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ الآیۃ یہ صدیقی جماعت ہی وہ جماعت ہے، جو ان مرتدین کی سرکوبی کے لیے رب تعالٰے کی طرف سے مقرر ہوئی، یہ خدا کو پیاری، خدا اسے پیارا خیال رہے کہ اسی عہد صدیقی میں بہت سے لوگ

حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَمَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَہٗ وَنَفْسَہٗ اِلَّا بِحَقِّہٖ وَحِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَاللّٰہِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ فَاِنَّ الزَّکٰوۃَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰہِ لَوْمَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَہَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُہُمْ عَلٰی مَنْعِہَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰہِ مَا ھُوَ اِلَّا رَاَیْتُ اَنَّ اللّٰہَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ

حتٰے کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ تو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا اس نے مجھ سے اپنے جان و مال بچالئے مگر حق اسلام کے ماتحت اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے [۱] تو حضرت ابوبکر نے فرمایا رب کی قسم میں اس پر جہاد کروں گا جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے [۲] اللہ کی قسم اگر وہ مجھے بکری کا بچہ نہ دیں جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس منع کرنے پر ان سے جہاد کروں گا [۳] حضرت عمر فرماتے ہیں خدا کی قسم میرا یہ حال ہوا کہ میں نے یہ یقین سے جان لیا کہ اس جہاد کے لئے ابوبکر

مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے لگے اور مرتد ہوگئے، پہلے مرتدین پر آپ نے لشکر کشی کی ہی تھی کہ وہ توبہ کر گئے، مگر ان دوسرے مرتدین سے بہت گھمسان کا رن پڑا جس میں اکثر قاری اور حافظ صحابہ شہید ہوگئے جس پر جمع قرآن کی ضرورت پیش آئی، اور حضرت صدیق نے قرآن پاک جمع فرمایا، اس موقعہ کی قرآن کریم نے اس طرح خبر دی قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَہُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ الخ

[۱] فاروق اعظم اولًا منکرین زکوٰۃ پر جہاد کے مخالف تھے، ان کی دلیل اس حدیث کے ظاہری الفاظ تھے کہ کلمہ گو پر جہاد کیسا جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ظاہری کلمہ پڑھنے والے منافقین پر جہاد نہ فرمایا، تو یہ مانعین زکوٰۃ تو دل سے کلمہ پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ کے سوا تمام فرائض کے معتقد ہیں تو ان پر آپ جہاد کیسے کر سکتے ہیں، فاروق اعظم کی پیش کردہ حدیث کی پوری شرح مکمل بحث کے ساتھ کتاب الایمان کے شروع میں ہو چکی کہ یہاں حتٰے بمعنی کے ہے۔ [۲] صدیق اکبر کا یہ جواب نہایت جامع اور مختصر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے عمر تم نے اپنی حدیث میں یہ لفظ نہ دیکھا اِلَّا بِحَقِّہٖ یعنی کلمہ گو کو حق اسلام کی وجہ سے قتل کیا جا سکتا ہے، نماز بھی حق اسلام ہے اور زکوٰۃ بھی اجو ان دونوں میں فرق کرے کہ نماز کو مانے، زکوٰۃ کا انکار کرے وہ یقینًا مستحق جہاد ہے، اب رہے منافقین، ان کے متعلق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں فرمادیا وَحِسَابُہُمْ عَلَی اللّٰہِ یعنی ہم دل سے بحث نہ کریں گے جو کوئی بظاہر اسلام کے سارے ارکان کا اقرار کرے ہم اس پر جہاد نہ کریں گے دل میں کچھ بھی ہو منافقین کسی رکن اسلامی کے زبان سے منکر نہ تھے، سبحان اللہ کیا پاکیزہ استدلال ہے [۳] یعنے عمر جب زکوٰۃ کا انکار تو بڑی چیز ہے، اگر وہ لوگ ظاہری مال یعنے پیداوار اور جانوروں کی زکوٰۃ ہمارے بیت المال میں داخل نہ کریں تب بھی تو وہ سرکوبی کے مستحق ہیں کیونکہ اس میں ایک سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دیدہ و دانستہ انکار ہے اس جگہ مرقات میں ہے کہ اگر کوئی قوم اذان دینا چھوڑ دے، تو سلطان اسلام ان سے بھی جنگ کرے گا کیونکہ اس میں شعار اسلامی کا بند کرنا ہے۔ خیال رہے کہ اب چونکہ بادشاہ عمومًا لاپرواہ اور احکام فاسق ہوگئے جن سے امید نہیں کہ زکوٰتوں کو ان کے مصرفوں پر صرف کریں لہٰذا اب انہیں کوئی زکوٰۃ نہ دی جائے اسی لئے صدیق اکبر نے مَنَعُوْنِیْ فرمایا یعنے مجھے اور مجھ جیسے عادل سلطان اسلام (جس کے سارے حکام منصف ہوں) زکوٰۃ نہ دیں تو ان پر جنگ ہوگی۔ مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ عثمان غنی کے زمانہ میں لوگوں کا حال بدل گیا تھا اس لئے آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے میں سختی نہ فرمائی بلکہ مال

لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ كَنْزُ اَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُلْقِمَهٗ اَصَابِعَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ؛ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكٰوةَ مَالِهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ عُنُقِهٖ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

کا سینہ ریخے کھولا ہے میں پہچان گیا کہ یہ جہاد برحق ہے[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر ایک کا خزانہ قیامت کے دن گنجا سانپ ہوگا جس سے اس کا مالک بھاگے گا اور وہ اسے ڈھونڈے گا حتی کہ اس کی انگلیوں کو لقمہ کرے گا[۲] (احمد)؛ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے مگر اللہ قیامت کے دن اس کے گلے میں اسے سانپ بنا کر ڈالے گا[۳] پھر آپ نے ہم پر اس دلیل میں قرآن شریف سے یہ آیت پڑھی کہ جو لوگ اللہ کے دیئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں الآیہ[۴]

والے اپنی زکوٰتیں خود دینے لگے اور کسی صحابی نے آپ کے اس عمل پر انکار نہ کیا خیال رہے کہ وجوب زکوٰۃ کا انکار کفر ہے ایسے لوگوں پر اسلامی جہاد ہوگا اور اس زمانہ میں خلیفۃ المسلمین کو زکوٰۃ نہ ادا کرنا بغاوت تھی جس پر ان کے خلاف تادیبی کاروائی حتی کہ جنگ بھی کی جا سکتی تھی، لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اور اس کے شروع میں کَفَرَ مَنْ کَفَرَ فرمانا بالکل درست ہے۔ مرقات میں یہاں ہے کہ احناف کے نزدیک حاکم کو جبرًا زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہیں، شوافع کے ہاں ہے یہ حدیث چونکہ منکرین زکوٰۃ کے متعلق ہے اس لیئے احناف کے خلاف نہیں۔[۱] یعنے میں نے حضرت صدیق کی رائے کی طرف رجوع کرلیا، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صدیق اکبر بعد نبی تمام مخلوق سے بڑے عالم اور بڑے سیاست دان تھے انہی کے علم پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا دفن اپنے حجرے میں ہوا انہی کے علم پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مال وقف بنا انہی کے علم پر اس جہاد کی تیاری ہوئی، اگر آج آپ تھوڑی سی نرمی کرتے، تو فرائض اسلامی کے انکار کا دروازہ کھل جاتا، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت آپ ہی کو جانشین امام نماز بنایا انہی کی سیاست سے حجاز بلکہ عرب میں امن وامان بحال ہوا اور فاروقی فتوحات کے لئے راستہ صاف ہوا دوسرے یہ کہ ایک شعار اسلامی کا انکار بھی ایسا ہی کفر ہے جیسے سارے ارکان کا انکار۔ تیسرے یہ کہ کلمہ گو مرتدین پر جہاد کیا جائے گا[۲] اس کی پوری شرح ابھی کچھ پہلے ہوچکی، چونکہ زکوٰۃ ہاتھ سے ادا کی جاتی ہے جس سے یہ بخیل محروم رہا اس لئے وہ سانپ اس کی انگلیاں بھی چبائے گا[۳] اس طرح کہ پہلے یہ مال سانپ بن کر اس کے پیچھے بھاگے گا، پھر اسے پکڑ کر اس کے گلے میں طوق بن کر پڑ جائے گا، انگلیاں بھی چبائے گا اور ڈستا بھی رہے گا، چونکہ گلے کا ہار ہر وقت نظر آتا ہے، اور جیب کے اندر کی چیز ہر وقت نظر نہیں آتی، اسی لئے یہ سانپ گلے میں پڑے گا تاکہ مالک دیکھ کر ہر وقت ڈرتا رہے اور محشر کے دوسرے لوگ پہچان جائیں کہ کنجوس ہے یہ واقعہ مسلمان کی عیب پوشی کے خلاف نہیں جیسے کہ ابھی عرض کیا جا چکا[۴] صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بخل صرف مال میں ہی نہیں ہوتا بلکہ مال، کمال، اعمال، احوال، افضال سب میں ہوتا ہے۔ لفظ مِنْ فَضْلِهٖ سب کو شامل ہے۔ عالم اور صوفی کو چاہیئے کہ

الآیۃ رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ ۔ وعن عائشۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما خالطت الزکوٰۃ مالا قط الا اھلکتہ رواہ الشافعی والبخاری فی تاریخہ والحمیدی زاد قال یکون قد وجب علیک صدقۃ فلا تخرجھا فیھلک الحرام الحلال وقد احتج بہ من یری تعلق الزکوٰۃ بالعین ھکذا فی المنتقی وروی البیھقی فی شعب الایمان عن احمد بن حنبل باسنادہ الی عائشۃ وقال

(ترمذی نسائی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کبھی زکوٰۃ مال میں مخلوط ہوگی تو اسے ہلاک ہی کردے گی [1] (شافعی اور بخاری نے اپنی تاریخ میں) اور حمیدی نے یہ زیادتی بھی کی کہ فرمایا ایسا ہوتا ہے کہ تم پر زکوٰۃ فرض ہو اور تم نہ نکالو تو حرام حلال کو ہلاک کردے [2] اسی حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے جو زکوٰۃ کو عین مال کے متعلق مانتے ہیں یوں ہی منتقے میں ہے

[3] اور بیہقی نے شعب الایمان میں امام احمد ابن حنبل سے روایت کی ان کی اسناد حضرت عائشہ تک ہے

لوگوں میں علم و ہدایت پھیلائیں اور نہ ان کی پکڑ مالی بخل سے زیادہ ہوگی، رب تعالٰی فرماتا ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ"

[1] مال میں زکوٰۃ مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ صاحب نصاب جس پر خود زکوٰۃ فرض ہو، وہ فقیر بن کر لوگوں سے زکوٰۃ لے اور اپنے مال میں ملا کر بڑھائے، دوسرے یہ کہ آدمی زکوٰۃ نہ نکالے، جو مال زکوٰۃ میں نکلنا چاہیے تھا وہ اپنے مال ہی میں رکھے، پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں اور دوسرے معنے زیادہ قوی، ہلاک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زکوٰۃ کے مخلوط ہونے کی وجہ سے سارے مال کی برکت مٹ جائے، اور کچھ دنوں میں مال ختم ہوجائے، یا کوئی ناگہانی آفت آپڑے، جس سے سارا مال برباد ہوجائے، جیسے بیماری، مقدمہ، چوری، ڈکیتی یا حرق و غرق یعنی جلنا ڈوبنا: دوسرے یہ کہ یہ سارا مال اگرچہ رہے تو مگر اس سے نفع لینا جائز نہ ہو کیونکہ حرام اور حرام سے مخلوط چیز نا قابل انتفاع ہے: دوسرے معنے ہی کی بنا پر صاحب مشکوٰۃ کا آئندہ کلام ہے۔ [2] قال کا فاعل امام بخاری ہیں یعنی حمیدی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کی یہ شرح فرمائی۔ [3] خیال رہے کہ امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ مالک کے ذمہ میں واجب نہیں ہوتی بلکہ عین مال میں ہوتی ہے، لہذا ان کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ اسی سے ادا کرنا پڑے گی، اس کی قیمت یا اس قیمت کا دوسرا مال زکوٰۃ میں نہیں دیا جاسکتا، بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری ہی دی جائے گی، اور سونے کی زکوٰۃ میں سونا اور چاندی ہی وہ زکوٰۃ کو قربانی یا ہدی پر قیاس کرتے ہیں کہ ان کی قیمت نہیں دی جاتی (لمعات): ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال کی زکوٰۃ مالک کے ذمہ میں ہوتی ہے، چاہے اس مال میں سے دے یا دوسرے مال میں سے یا قیمت حتی کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں خود سونا چاندی یا اس کی قیمت یا اس قیمت کی روٹیاں کوئی جانور کپڑا اسباب وغیرہ دے سکتا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کا منشا فقیر کو رزق پہنچانا اور اس کی حاجت روائی ہے ان بزرگوں کا اس حدیث سے دلیل پکڑنا کچھ ضعیف ہی سا ہے، کیونکہ ان حضرات نے لفظ خلط سے استدلال کیا ہے

أَحْمَدُ فِي خَالَطَتْ تَفْسِيرُهُ أَنَّ الرَّجُلَ يَأْخُذُ الزَّكٰوةَ وَهُوَ مُوسِرٌ أَوْ غَنِيٌّ وَإِنَّمَا هِيَ لِلْفُقَرَاءِ۔ بَابُ مَا يَجِبُ فِيهِ الزَّكٰوةُ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ

امام احمد نے مخلوط ہونے کے تفسیر یہ کی کہ کوئی شخص زکوٰۃ لے حالانکہ وہ خود مالدار غنی ہو زکوٰۃ تو غریبوں کے لیے ہے۔ ۱ باب کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے ۲ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ وسق چھوہاروں سے کم میں صدقہ واجب نہیں ۳ اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں صدقہ واجب نہیں ۴ اور پانچ عدد۔

کہ خلط مال کا ہوتا ہے نہ کہ ذمہ کا، مگر یہ ظاہر کے خلاف ہے، اسی لیے خود صاحب مشکوٰۃ اگلا کلام فرماتے ہیں۔

۱ اس توجیہ نے حدیث کو بالکل واضح کردیا کہ جو مال زکوٰۃ بن کر امیر کے پاس سے نکل چکا اسے گو غیر مستحق زکوٰۃ پکڑ کر اپنے مال سے ملالے اب خلط کے معنے بالکل واضح ہوگئے۔ ۲ خیال رہے کہ جانور سونا چاندی اور تجارتی مالوں میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے، البتہ سبزیاں میوے جو سال تک نہ ٹھہر سکیں ان میں اختلاف ہے۔ امام اعظم کے ہاں ان میں مطلقًا زکوٰۃ ہے، اور دیگر اماموں کے ہاں نہیں نیز کھجوروں اور چھوہاروں وغیرہ میں امام اعظم کے ہاں مطلقًا زکوٰۃ واجب ہے خواہ کتنے ہی پیدا ہوں، اور صاحبین کے ہاں جب پانچ وسق ہوں۔ ۳ وسق صاع ارطل عرب کے پیمانوں کے نام ہیں، ایک وسق ساٹھ صاع کا ہے، اور ایک صاع ہمارے ۸۰ تولہ والے سیر سے قریبًا ساڑھے چار سیر ہوتا ہے۔ تو اس حساب سے ایک وسق چھ من تیس سیر ہوا، اور پانچ وسق ۳۳ من ۳۰ سیر تقریبًا ہوئے، تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قریبًا ۳۴ من سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ یہ حدیث امام شافعی وغیرہم کی دلیل ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مطلقًا پیداوار میں زکوٰۃ ہے کم ہو یا زیادہ۔ امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے: وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ فَفِيهِ الْعُشْرُ اور بخاری کی وہ روایت ہے فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ أَوِ الْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ، اور مسلم شریف کی وہ روایت ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشْرُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ، اس آیت اور احادیث میں مطلقًا ما فرمایا گیا یعنی جو بھی زمین سے پیدا ہو اس میں دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ نیز عبدالرزاق نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز مجاہد اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ یہ سب حضرات فرماتے ہیں فِيمَا أَنْبَتَتِ الْأَرْضُ مِنْ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ الْعُشْرُ۔ زمین کی ہر تھوڑی بہت پیداوار میں دسواں حصہ ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ غلہ وغیرہ کے تاجروں پر زکوٰۃ تجارت پانچ وسق سے کم میں نہ ہوگی، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک وسق کھجور کی قیمت چالیس درہم تھی تو پانچ وسق کی قیمت دو سو درہم ہوئی، چاندی کا نصاب زکوٰۃ دو سو درہم ہی ہیں، اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں پیداوار کی ہی زکوٰۃ مراد ہے تو احادیث متعارض ہونگی اور تعارض کے وقت

ذَوْدٍ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِىْ عَبْدِهٖ وَلَا فِىْ فَرَسِهٖ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ لَيْسَ فِىْ عَبْدِهٖ صَدَقَةٌ اِلَّا صَدَقَةَ الْفِطْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْكِتٰبَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْبَحْرَيْنِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ

اونٹوں سے کم میں صدقہ واجب نہیں[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان پر[۲] نہ تو اسکے غلام میں صدقہ واجب ہے نہ اس کے گھوڑے میں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اسکے غلام میں زکوٰۃ تو نہیں مگر صدقہ فطر واجب ہے[۳] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے کہ حضرت ابوبکر نے جب انہیں بحرین بھیجا[۴] تو انہیں یہ فرمان نامہ لکھ کر دیا مہربان رحمت والے اللہ کے نام سے یہ زکوٰۃ کا فریضہ ہے

احتیاط اسی میں ہے کہ کم کی بھی زکوٰۃ نکالی جائے۔ خیال رہے کہ زکوٰۃ تجارت اور ہے زکوٰۃ پیداوار اور اس کی پوری تحقیق فتح القدیر میں اور اسی جگہ مرقات میں دیکھو خیال رہے کہ ان اماموں کے نزدیک سٹر گل جانے والے پھلوں اور سبزیوں میں بھی زکوٰۃ نہیں جو سال بھر ٹھہر سکے اس میں زکوٰۃ ہے: امام اعظم کے نزدیک ان میں بھی زکوٰۃ ہے، ان کے دلائل وہی ہیں جو ابھی مذکور ہوئے: [۲] ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا پانچ اوقیہ ۲۰۰ درہم ہوئے، اور دس درہم سات مثقال کے، اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا، اس حساب سے دوسو درہم باون تولہ چھ ماشہ ہوئے، یہ چاندی کا نصاب ہے، درہم کی قیمت کا اعتبار نہیں وزن کا لحاظ ہے۔

[۱] جانوروں کی زکوٰۃ کی تفصیل آگے آرہی ہے کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہوتی ہے جبکہ وہ سائمہ ہوں یعنی سال کا اکثر حصہ جنگل میں چریں مالک پر ان کے چارے کا خرچ نہ ہو، خیال رہے کہ ذود کے معنے ہیں عدد یا لفرایہ تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔ [۲] مسلمان کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر زکوٰۃ فرض نہیں، اسی لئے کوئی کافر مسلمان ہوجانے پر زمانہ کفر کی نہ نمازیں قضا کرتا ہے نہ زکوٰۃ دیتا ہے ہاں قیامت میں کفار کو عبادات نہ کرنے کی بھی سزا ملے گی رب تعالٰے فرماتا ہے کہ دوزخی کہیں گے قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ الخ لہذا حدیث و قرآن میں تعارض نہیں۔ [۳] تجارتی گھوڑوں اور غلاموں میں تمام اماموں کے نزدیک زکوٰۃ ہے اور سواری کے گھوڑے اور خدمت کے غلام میں کسی کے ہاں زکوٰۃ نہیں، ہاں جو گھوڑے سواری و تجارت دونوں کے لئے نہ ہوں ان کی مادہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ ہے کہ مالک یا تو فی گھوڑی ایک اشرفی دیدے یا اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ نکال دے، لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں سواری کا گھوڑا اور خدمت کا غلام مراد ہے: فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ گھوڑے اور غلام میں صاحبین کے مذہب پر فتوے ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں: اسی طرح مرقات میں ہے: خیال رہے کہ خدمت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب ہے، اس کی زکوٰۃ نہیں، نوکر چاکروں کا فطرہ آقا پر نہیں، کیونکہ یہ اس کے غلام نہیں۔ [۴] حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت انس کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا، تو انہیں جو قوانین لکھ کر دیئے ان میں زکوٰۃ کا قانون حسب ذیل تھا۔ خیال رہے کہ بحرین عرب کا ایک صوبہ ہے جو بصرہ سے قریب ہے، چونکہ یہ علاقہ دو دریاؤں کے بیچ میں ہے اس لئے اسے بحرین کہتے ہیں۔

الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُولَهُ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ

جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض فرمایا اور جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا ۱؎ تو جس مسلمان سے اس فہرست کے مطابق مانگا جائے وہ دے دے اور جس سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو نہ دے ۲؎ چوبیس اور اس سے کم اونٹوں کی زکوۃ بکری ہے کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری ۳؎ پھر جب یہ اونٹ پچیس کو پہنچیں تو پینتیس تک ایک یک سالہ مادہ اونٹنی ہے ۴؎ پھر جب چھتیس تک پہنچیں تو پینتالیس تک

۱؎ یعنی زکوۃ کا حکم اللہ نے دیا ہے اور اس کی تفصیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور کسی حکم پر بغیر تفصیل معلوم ہوئے عمل نہیں ہو سکتا، اسلئے بعد ہجرت زکوۃ دینا فرض ہوئی یہاں مرقات نے فرمایا کہ زکوۃ کا حکم ہجرت سے پہلے آیا مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفصیل بعد ہجرت بیان کی چنانچہ مکی آیتوں میں ملتا ہے اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ حضرت صدیق کا منشا یہ ہے کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ اپنے اجتہاد یا قرآن و حدیث میں تاویل سے نہیں بلکہ اللہ کے صریح حکم اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی بیان سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ فرضیت اور حرمت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کی جا سکتی ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے نماز و روزہ فرض کیا یا شراب و زنا حرام کیا ۲؎ یعنی اگر عامل یا حاکم مالک سے ظلماً زیادہ مانگیں تو زیادتی نہ دی جائے بلکہ اس تحریر کے مطابق ادا کی جائے یا ایسے ظالم کو بالکل زکوۃ نہ دی جائے مالک خود فقراء کو دے، کیونکہ فاسق بادشاہ اور حاکم کا خلاف شرع حکم نافذ نہیں (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز قانون یا حاکم کے ناجائز حکم پر عمل کرنا شرعاً واجب نہیں، بلکہ اگر قدرت ہو تو ایسے قوانین اور احکام کو توڑ دے، وہ جو پہلے گزر چکا کہ عاملوں کو راضی کرو اگرچہ وہ ظلم ہی کریں، اس کے تین چار مطلب پہلے بیان کئے جا چکے ہیں، یعنی جو چیز تمہیں ظلم معلوم ہو اور واقعہ میں ظلم نہ ہو، تو اس میں عامل سے نہ جھگڑو قانونی کارروائی کرو وغیرہ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ۳؎ یعنی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں، پانچ سائمہ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہے دس اونٹوں میں دو بکریاں پندرہ میں تین اور بیس میں چار، خیال رہے کہ اونٹ کا یہ نصاب پانچ ہے اور زیادتی معافی ہے، لہذا اگر کسی کے پاس نو اونٹ تھے اور زکوۃ دینے کے وقت چار ہلاک ہو گئے، تب بھی پوری بکری ہی دے گا، اس سے کچھ کم نہ کریگا، یہی حق ہے، اسی پر فتوے ہے ۴؎ یعنی چوبیس تک اونٹوں کی زکوۃ بکریاں سے دی جائے گی کہ ہر پانچ میں ایک بکری، اور اس کے بعد خود اونٹ سے ہی دی جائے گی، اور زکوۃ میں اونٹ کی مادہ لی جائے گی نہ کہ نر، بنت مخاض وہ اونٹنی ہے جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھدے، چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے سے حاملہ ہو جاتی ہے، اس لئے اسے بنت مخاض کہتے ہیں، یعنے حاملہ کی بچی، مخاض حمل کو بھی کہتے ہیں اور درد زہ کو بھی، رب تعالے فرماتا ہے فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ یعنے حضرت مریم کو انکا حمل یا درد زہ درخت کھجور کے پاس لایا۔

فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثٰى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّأَرْبَعِينَ إِلٰى سِتِّينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّينَ إِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّسَبْعِينَ إِلٰى تِسْعِينَ فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدٰى وَتِسْعِينَ إِلٰى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْجَمَلِ فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَّفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ وَّمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِّنَ

میں دو سالہ مادہ اونٹنی ہے [1] پھر جب چھیالیس کو پہنچیں تو ساٹھ تک میں چار سالہ اونٹنی یعنی اونٹ کے جفت کے لائق [2] پھر جب اکسٹھ کو پہنچیں تو پچھتر تک میں ایک پنج سالہ اونٹنی [3] پھر جب چھہتر کو پہنچیں تو نوے تک میں دو عدد دو سالہ اونٹنیاں [4] پھر جب اکیانوے کو پہنچیں تو ایک سو بیس تک دو چار سالہ اونٹنیاں نر اونٹ کی جفت کے لائق [5] پھر جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک دو سالہ اونٹنی ہے اور ہر پچاس میں چار سالہ [6] اور جس کے پاس صرف چار ہی

[1] یعنے بکریوں کی حالت میں پانچ پر نصاب بڑھتا تھا اور اب دس پر بڑھے گا، بنت لبون وہ دو سالہ اونٹنی ہے جو تیسرے سال میں قدم رکھ دے چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے کو دودھ پلاتی ہوتی ہے، اس لئے اسے بنت لبون کہتے ہیں یعنے دودھ پلانے والی کی بچی لبون لبن سے ہے بمعنے دودھ۔ [2] یعنے چھیالیس سے ساٹھ اونٹوں کی زکوٰۃ تین سالہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو جائے چونکہ اس وقت اونٹنی بوجھ اٹھانے کے لائق بھی ہو جاتی ہے اور نر کی جفتی کی مستحق بھی، اس لئے اسے حقہ کہتے ہیں یعنے مستحق جفتی، اسی سے حقیق ہے بمعنے لائق، رب تعالٰی فرماتا ہے حَقِيقٌ عَلٰى أَنْ لَّا أَقُولَ عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ [3] یعنے اس نصاب میں وہ اونٹنی واجب ہوگی جو پانچ کی ہو کر چھٹے سال میں قدم رکھ دے خیال رہے کہ جذع کے معنے ہیں اُگنا، اسی لئے درخت کی جڑ کو جذع کہتے ہیں کہ اس پر شاخیں اُگتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ چونکہ اس وقت اونٹنی کے سامنے دانت اُگ آتے ہیں اس لئے اسے جذع کہا جاتا ہے [4] ان عبارات سے پتہ لگ رہا ہے کہ دو نصابوں کے بیچ کی کسروں میں کچھ واجب نہیں، لہٰذا اگر ان میں سے کچھ گھٹ جائے، تو زکوٰۃ گھٹے گی نہیں [5] فتح القدیر میں ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب نماز کی رکعتوں کی طرح توقیفی چیزیں ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں، خیال رہے کہ اونٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ یا اس کی قیمت لی جائے گی، گائے اور بکریوں کی زکوٰۃ میں مادہ اور نر دونوں لئے جا سکتے ہیں۔ [6] اس کے ظاہری معنے پر بہت سے علماء کا عمل ہے کہ وہ ایک سو بیس اونٹوں کے بعد چالیس تک زکوٰۃ میں کچھ زیادتی نہیں کرتے، چالیس پر ایک بنت لبون بڑھاتے ہیں مگر امام نخعی اور سفیان ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم ایک سو بیس اونٹوں کے بعد پھر پہلے کی طرح زکوٰۃ میں زیادتی کرتے چلے جاتے ہیں چنانچہ انکے ہاں ایک سو پچیس اونٹوں میں دو حقے ایک بکری، اور ایک سو تیس میں دو حقے دو بکریاں، اسی طرح پہلی ترتیب کے مطابق زیادتی ہوگی، ان بزرگوں کی دلیل وہ حدیث ہے جو سیدنا علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو تُرَدُّ الْفَرَائِضُ إِلٰى أَوَّلِهَا اور وہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرو ابن حزم کو زکوٰۃ دیتوں وغیرہ کا فرمان نامہ لکھ کر دیا جس

الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فَفِيهَا شَاةٌ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ

اونٹ ہوں تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر مالک چاہے [1] جب پانچ کو پہنچیں تو اس میں ایک بکری ہے اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ پنجسالہ اونٹنی تک پہنچے اور اس کے پاس پنجسالہ ہو نہیں بلکہ چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی لے لی جائے اور اس کے ساتھ دو بکریاں اگر میسر ہوں یا بیس درہم [2] اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے اور اس کے پاس چار سالہ ہے ہی نہیں بلکہ پنجسالہ ہو تو اس سے پنجسالہ ہی وصول کر لی جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے [3] اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے مگر اس کے پاس دو سالہ ہی ہو تو اس سے دو سالہ ہی وصول کر لی جائے اور مالک دو بکریاں یا بیس درہم بھی دے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ کو پہنچے مگر مالک کے پاس چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی وصول کر لی جائے

بیس اونٹ کی زکوٰۃ کے بارے میں تحریر فرمایا اِنَّ الْاِبِلَ اِذَا زَادَتْ عَلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَةٍ اُسْتُوْنِفَتِ الْفَرِیْضَةُ۔ فتح القدیر نے اس مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی بہت تحریریں نقل فرمائیں جن میں سے بحوالہ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت عمر فاروق کی تحریر اور بحوالہ نسائی باب الدیات اور بحوالہ مراسیل ابوداؤد عمر ابن حزم کی تحریر نقل فرمائی۔ شرح کنز میں بہت سی احادیث جمع کی ہیں جن سب میں یہی ہے کہ ایک سو بیس کے بعد نئے سرے سے زکوٰۃ واجب ہو گی۔ یہ حدیث اگرچہ بخاری کی ہے مگر وہ احادیث بھی بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں اور امام بخاری کی پیدائش سے پہلے ہی اجتہاد مجتہدین کی بنا پر قوی ہو چکی تھیں اگر کسی کی اسناد میں بعد کو ضعف پیدا ہوا ہو تو ان مجتہدین کو مضر نہیں (از مرقات)

[1] یعنی اگر مالک چاہے تو چار اونٹوں سے ہی صدقہ نفلی ادا کرے۔ کتنا ادا کرے، یہ اسے اختیار ہے۔ [2] کیونکہ چار سالہ اونٹنی کی قیمت کم ہوتی ہے، پنجسالہ کی زیادہ، مالک نے چونکہ واجب سے کم زکوٰۃ دی ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے یا ساتھ میں دو بکریاں دے یا بیس درہم یعنی پانچ روپے۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں عموماً چار سالہ اور پنجسالہ میں اتنا ہی فرق ہوتا تھا اور بکری کی قیمت ڈھائی روپے ہی تھی اس لئے یہ فرمایا گیا، اب یہ حساب نہ ہوگا۔ اب تو ایک بکری چالیس پچاس روپے کی ہوتی ہے، اب آج کے حساب سے زیادتی کمی لی جائے گی۔ [3] اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی، یہ اس زمانہ کی قیمتوں کے حساب سے ہے۔

الحقة ويعطيه المصدق عشرين درهما او شاتين ومن بلغت صدقته بنت
لبون وليست عنده وعنده بنت مخاض فانها تقبل منه بنت مخاض ويعطي
معها عشرين درهما او شاتين ومن بلغت صدقته بنت مخاض وليست عنده
وعنده بنت لبون فانها تقبل منه ويعطيه المصدق عشرين درهما او شاتين
فان لم تكن عنده بنت مخاض على وجهها وعنده ابن لبون فانه يقبل منه وليس
معه شيء وفي صدقة الغنم في سائمتها اذا كانت اربعين الى عشرين ومائة شاة
فاذا زادت على عشرين ومائة الى مائتين ففيها شاتان فاذا زادت على مائتين الى ثلث
مائة ففيها ثلث شياه فاذا زادت على ثلث مائة ففي كل مائة شاة فاذا كانت سائمة

اور اُسے عامل بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ کو پہنچے اور دو سالہ اس کے پاس ہو نہیں بلکہ اُس کے پاس یکسالہ ہو تو اُس سے یکسالہ ہی وصول کرلی جائے اور اس کے ساتھ مالک بیس درہم یا دو بکریاں دے [1] اور جس کی زکوٰۃ یکسالہ کو پہنچے اور اس کے پاس یکسالہ ہو نہیں بلکہ اُس کے پاس دو سالہ ہو تو اُس سے وہ ہی وصول کرلی جائے اور اُس کو عامل بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور اگر مالک کے پاس زکوٰۃ کے مطابق یکسالہ مادہ ہو نہیں بلکہ اس کے پاس یکسالہ نر ہو تو اُس سے وہ ہی لے لیا جائے اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں [2] اور بکریوں کی زکوٰۃ میں [3] یعنی جنگل میں چرنے والیوں میں جب چالیس ہوں تو ایک سو بیس تک ایک بکری ہے [4] پھر جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو دو سو تک میں دو بکریاں ہیں اور جب دو سو سے زیادہ ہوں تو تین سو تک میں تین بکریاں ہیں جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری ہے [5] پھر جب کسی کی جنگل میں چرنے والی

[1] خلاصہ یہ ہے کہ اگر عامل نے زکوٰۃ سے زیادہ قیمتی جانور وصول کرلیا ہے تو بقدر زیادتی مالک کو واپس کرے اور اگر اس سے کم لیا ہے تو کمی پوری کرنے کے لئے کچھ اور بھی ساتھ لے، مگر لین دین میں حساب برابر رکھا جائے گا کیونکہ انصاف کرنا ہے [2] یعنی اونٹ کی زکوٰۃ میں مادہ ہی واجب ہے لیکن اگر مادہ نہ ہو تو اُس سے اونچی عمر کا نر لیا جائے گا تاکہ انوثیت کا بدلہ زیادتی عمر سے ہو جائے۔ خیال رہے کہ مادہ نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ مادہ موجود ہی نہیں، دوسرے یہ کہ موجود تو ہے مگر بیمار یا دبلی ہے، یا موجود تو ہے مگر بہت فربہ موٹی، نہایت اعلےٰ درجہ کی ہے اور زکوٰۃ میں درمیانی لی جاتی ہے ان تینوں صورتوں میں زیادہ عمر کا نر لیا جائے گا (مرقات)

[3] عربی میں بکری کو غنم کہتے ہیں، کیونکہ اس کے پاس دشمن سے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں اسلئے اسے ہر دشمن غنیمت کی طرح آسانی سے لے لیتا ہے۔ بھیڑ اور دُنبے بکریوں کے حکم میں ہیں [4] جنگل میں چرنے والی وہ بکری ہے جو سال کا اکثر حصہ جنگل کی قدرتی پیداوار کھا کر پلے اگر زیادہ حصہ گھر کے چارے پر گذارے تو اُسے علوفہ کہیں گے اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر تجارت کی بکریاں ہیں تو ان میں تجارتی زکوٰۃ ہے گھر چریں یا جنگل میں۔ خیال رہے کہ اگر بکریوں کے دودھ کی تجارت کرتا ہو نہ کہ عین بکری کی، تو ان میں تجارت کی زکوٰۃ نہیں [5] خلاصہ یہ ہے کہ بکری کا نصاب چالیس ہے خواہ خالص

الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِّنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَّاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ رَبُّهَا وَ
لَا تُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَيْسٌ اِلَّا مَا شَآءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ
مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَاِنَّهُمَا

بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو اُن میں زکوۃ نہیں لیکن اگر مالک چاہے تو (خیرات دیدے) ۱ اور زکوۃ میں نہ تو بڑھیا دی جائے نہ کانی ۲ اور نہ بکرا مگر یہ کہ عامل چاہے تو لے لے ۳ اور نہ تو متفرق مال کو جمع کیا جائے اور نہ زکوۃ کے ڈر سے جمع مال کو متفرق کیا جائے ۴ اور جو نصاب دو شریکوں کے درمیان ہو تو وہ آپس میں

؎ بکریاں ہوں یا بکری بکرے مخلوط، خالص بکروں میں زکوۃ نہیں، کیونکہ ان کی نسل نہیں چلتی، پھر پہلی کسر ۸۰ ہے جس میں زکوۃ نہیں بڑھتی، یعنے ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے، ایک سو بیس کے بعد پھر ۸۰ کسر ہے جس سے زکوۃ نہیں بڑھتی، دو سو تک دو بکریاں ہی واجب ہوتی ہیں پھر سو کسر ہے جن سے زکوۃ نہیں بڑھتی، تین سو تک تین ہی بکریاں رہتی ہیں، تین سو کے بعد بھی سو ہی کسر ہے چار سو پر ۴ بکریاں واجب ہوں گی، عام علماء کا یہی قول ہے، البتہ امام نخعی و حسن ابن صالح رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر تین سو پر ایک بکری بھی زیادہ ہو گی تو چار بکریاں واجب ہوں گی، مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے، ظاہری حدیث اسی کی تائید کر رہی ہے ؎ ۱ یہاں رجل سے مراد ہر بالغ عاقل مسلمان ہے مرد ہو یا عورت، یعنے چونکہ بکری کا نصاب چالیس ہے لہذا اگر اُنتالیس بکریاں بھی ہوں تو زکوۃ واجب نہیں ہو گی، ہاں اگر مالک کچھ صدقہ نفلی دیدے تو اسے اختیار ہے ؎ ۲ بوڑھی میں بیمار بھی داخل ہے اور کانی میں ہر اُس عیب والی جس سے قیمت کم ہو جائے، یہ حکم جب ہے جب مالک کے پاس جوان یا بے عیب بھی ہوں، لیکن اگر اسکے پاس ساری بوڑھی یا عیب والی ہی ہوں، تو انہی میں سے درمیانی بوڑھی یا عیب والی جائے گی (مرقات) ۳ صحیح یہ ہے کہ یہاں مصدق سے مراد صدقہ لینے والا عامل ہے نہ کہ دینے والا اور یہ استثناء صرف بکرے کی طرف لوٹ رہا ہے، یعنے زکوۃ میں بکرا نہ لیا جائے گا، ہاں اگر عامل بکرے ہی کو فقراء کے لئے مفید سمجھے تو لے لے، کیونکہ وہ فقراء کا وکیل ہے ان کی بھلائی کا لحاظ کرے، کبھی بکرا خصوصًا خصی قیمت میں بکری سے زیادہ ہوتا ہے اس جملہ کی اور بہت سی شرحیں کی گئی ہیں، لیکن فقیر کی یہ شرح سیدھی صاف اور بے گرد و غبار ہے ۴ یہ جملہ بہت جامع ہے جس کے بہت معنے ہو سکتے ہیں، اگر اس میں عامل کی طرف روئے سخن ہے تو معنے یہ ہوں گے کہ نہ تو عامل زکوۃ لینے کے لئے چند شخصوں کا تھوڑا مال ملا کر نصاب بنائے، مثلًا دو شخصوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہیں تو ان کو ملا کر چالیس بنائے اور زکوۃ لے لے یہ ناجائز ہے اور نہ زکوۃ بڑھانے کے لئے ایک شخص کے ایک مال کو متفرق کر دے مثلًا کسی کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں جن ایک بکری واجب ہوتی ہے عامل انہیں چالیس کے تین نصاب بنائے اور تین بکریاں لے لے یہ ناجائز ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی معنے کئے، اور اگر روئے سخن مالک کی طرف ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ مالک تمام زکوۃ کم کرنے یا بچنے کے لئے متفرق مال جمع نہ کرے مثلًا دو شخصوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں جن میں الگ الگ ایک بکری واجب ہوتی ہے، مگر یہ دونوں عامل کے سامنے اسے شرکت کا مال قرار دے کر ایک بکری دیں یہ جرم ہے یا دو آدمیوں کی شرکت میں چالیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے مگر عامل کے سامنے یہ دونوں تھوڑی دیر کے لئے

يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

برابر برابر ایک دوسرے سے لیں ۱ اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اگر صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں کچھ زکوٰۃ نہیں مگر یہ کہ مالک چاہے تو دیدے ۲ (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا اس زمین میں جسے آسمان یا چشمے سیراب کریں یا ہو فارغ ۳ اس میں دسواں حصہ ہے اور جسے پانی کھینچکر سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ ہے ۴ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جانوروں کا زخم باطل ہے ۵ اور کنواں باطل ہے اور کان باطل ہے ۶ اور کان میں پانچواں حصہ ہے ۷ (مسلم بخاری)

شرکت توڑ دیں اور الگ الگ بیس بیس بکریاں دکھا کر زکوٰۃ سے بچ جائیں، یہ توجیہ امام شافعی کی ہے، اور ہوسکتا ہے کہ روئے سخن مالک اور عامل دونوں کی طرف ہو یعنے مالک تو صدقہ سے بچنے یا کم کرنے کے لئے مجتمع کو متفرق نہ کرے، اور عامل صدقہ بڑھانے یا واجب کرنے کے لئے متفرق کو جمع نہ کرے خوف صدقہ دونوں کو شامل ہے، مالک کو صدقہ واجب ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہوتا ہے، اور عامل کو صدقہ واجب رہتے یا گھٹ جانے کا، اور بھی اس کی بہت شرحیں ہوسکتی ہیں، یہ ہے اس افصح الفصحاء کی جامع البیانی کو دو لفظوں میں بہت صورتیں بیان فرمادیں صلے اللہ علیہ وسلم۔

۱ یعنے اگر ایک مال کے دو مشترک مالک ہوں اور ان پر بقدر حساب شرعی زکوٰۃ واجب ہوجائے، تو زکوٰۃ مشترک دے دیں، بعد میں حساب کرلیں، مثلاً دو شخصوں کی دو سو بکریاں مشترک ہیں اس طرح کہ چالیس ایک کی ہیں اور ایک سو ساٹھ ایک کی، جس کی دو بکریاں بطور زکوٰۃ دی گئیں تو چالیس والا بھی اپنے ذمہ ایک بکری لے گا اور ایک سو ساٹھ والا بھی ایک بکری، یہ نہ ہوگا کہ دو بکریاں کا ۱/۵ چالیس والا دے اور ۴/۵ ایک سو ساٹھ والا، برابری سے یہی مراد ہے (لمعات) وغیرہ ایسا ں مرقات نے بہت بڑی بحث کی، مگر جتنا فقیر نے عرض کردیا، وہ کافی ہے۔ خیال رہے کہ نصاب میں شرکت کی چند صورتیں ایک یہ کہ ایک آدمی کے دو بیٹوں کو میراث ملی جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی دوسرے یہ کہ دو شخصوں نے اپنے مال مخلوط کرکے ان سے مشترکہ کاروبار شروع کردیا وغیرہ۔ ۲ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ چاندی سونے کی زکوٰۃ وزن پر ہوتی ہے نہ کہ قیمت پر، اور اس کا ادنےٰ نصاب دو سو درہم یعنے ساڑھے باون تولہ ہے، چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے یعنے سو روپے پر ڈھائی روپے اور ہزار پر پچیس، اس کی پوری بحث کتب فقہ میں دیکھو۔ ۳ عربی میں عثری وہ زمین کہلاتی ہے جو پانی سے قریب ہونے کی وجہ سے خود بخود تر رہتی ہو اور اس کا مالک اسے پانی دینے سے فارغ ہو، حدیث شریف میں ہے کہ عثری آدمی برا ہے یعنے جو دین و دنیا سے فارغ ہو کر کچھ کام نہ کرے وہ برا ہے (از مرقات واشعہ) نیز جس درخت کی جڑیں گہرائی میں پہنچکر زمین کی قدرتی تری خود لے لیں، اسے بھی

الفصل الثانی عن علیٍّ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد عفوت عن الخیل والرقیق فھاتوا صدقة الرقة من کل اربعین درھم درھم ولیس فی تسعین ومائة شیء فاذا بلغت مائتین ففیھا خمسة دراھم رواہ الترمذی و ابوداؤد وفی روایة لابی داؤد عن الحارث الاعور عن علیٍّ قال زھیر احسبه عن

دوسری فصل، روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوۃ کی تو معافی دے دی ۱؎ مگر چاندی کی زکوۃ دو ہر چالیس میں ایک درہم ہے اور ایک سو نوے میں کچھ نہیں جب دو سو کو پہنچیں تو ان میں پانچ درہم ہیں ۲؎ (ترمذی و ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت حارث ابن اعور سے ہے ۳؎ وہ حضرت علی سے راوی زہیر کہتے ہیں مجھے خیال ہے حضرت علی

عشر ہی کہتے ہیں ۴؎ خلاصہ یہ ہے کہ جس کھیت میں پانی دینے پر مالک کا خرچ ہو اس کی زکوۃ بیسواں حصہ ہے ورنہ دسواں، کھینچے ہیں کنوئیں سے نہر سے دریا سے کھینچنا سب شامل ہے ۵؎ یعنی اگر کسی کا کوئی جانور گھوڑا اونٹ بھینس بدک کر مالک سے چھوٹ جائے اور کسی کو زخمی کردے تو مالک پر اس زخم کا قصاص یا تاوان نہ ہوگا، کیونکہ یہاں مالک بے قصور ہے، ہاں اگر مالک کی غفلت یا اس کے قصور سے جانور نے کسی کو جانی یا مالی نقصان پہنچایا تو مالک ذمہ دار ہے جیسے کوئی اپنا کٹ کھنا کتا دن میں کھلا چھوڑے، اور وہ کسی کو زخمی کردے یا کسی کا جانور مار دے، ان شاء اللہ اس کی پوری تحقیق کتاب القصاص میں آئے گی ۶؎ یعنی اگر کوئی شخص کسی کے کنوئیں یا کان میں گر کر مر جائے تو کنوئیں اور کان والے پر ضمان نہیں کہ وہ بے قصور ہے، ہاں اگر کوئی شخص راستہ میں کنواں یا گڑھا کھودے جس میں کوئی گر کر مر جائے، تو اب یہ ذمہ دار ہے، کیونکہ مجرم ہے ۷؎ یعنی اگر کسی کی زمین میں سونے چاندی یا کسی دھات کی قدرتی کان نکل آئے، تو وہ پانچواں حصہ حکومت اسلامیہ کو دیگا، اور چار حصے اپنے خرچ میں لائے گا خیال رہے کہ رکاز رکز سے بنا جس کے معنے ہیں چھپنا یا خفیہ ہونا، اسی لئے پاؤں کی آہٹ کو رکز کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے لَاتَسْمَعُ لَھُمْ رِکْزًا جانور کے لات مار دینے کو بھی رکز کہتے ہیں، اصطلاح میں رکز کان کو بھی کہتے ہیں اور دفینہ یعنی گاڑھے ہوئے خزانہ کو بھی، امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں رکاز سے کان مراد ہے اور امام شافعی کے ہاں دفینہ، امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا رکاز کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ سونا جسے رب تعالٰی نے زمین میں قدرتی پیدا فرمایا (بیہقی عن ابی ہریرہ) نیز یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز کا ذکر معدن کے ساتھ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی معدن ہی ہے مرقات نے فرمایا کہ کان سے بعض چیزیں گل جانے والی پیدا ہوتی ہیں جیسے سونا چاندی، لوہا اور باقی دھاتیں، اور بعض تیل، جیسے پانی تیل اور تارکول اور بعض چیزیں خشک نہ گلنے والی جیسے چونا ہڑتال ہر قسم کے پتھر یاقوت نمک وغیرہ امام اعظم کے ہاں صرف دھاتوں میں خمس واجب ہے اور امام شافعی کے ہاں صرف سونے چاندی میں، وہ باقی دھاتوں کو شکار کے جانور کی مثل مانتے ہیں جس کو مل جائے اسی کی ہے دھات، مرقات اشعہ ۱؎ گھوڑے سے مراد سواری کا گھوڑا اور غلام سے خدمت کا غلام مراد ہے، یہاں گھوڑا اور غلام مثالاً بیان فرمایا گیا ورنہ حاجت اصلیہ میں گھرے ہوئے کسی مال کی زکوۃ نہیں یعنی میں نے ان چیزوں کی زکوۃ معاف کردی، یہاں مرقات میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ ھَاتُوْا رُبُعَ الْعُشُرِ مِنْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ دِرْھَمًا دِرْھَمٌ وَ
لَیْسَ عَلَیْکُمْ شَیْءٌ حَتّٰی تَتِمَّ مِائَتَیْ دِرْھَمٍ فَاِذَا کَانَتْ مِائَتَیْ دِرْھَمٍ فَفِیْھَا خَمْسَۃُ
دَرَاھِمَ فَمَا زَادَ فَعَلٰی حِسَابِ ذٰلِکَ وَفِی الْغَنَمِ فِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ شَاۃً شَاۃٌ اِلٰی عِشْرِیْنَ
وَمِائَۃٍ فَاِنْ زَادَتْ وَاحِدَۃٌ فَشَاتَانِ اِلٰی مِائَتَیْنِ فَاِنْ زَادَتْ فَثَلٰثُ شِیَاۃٍ اِلٰی ثَلٰثِ

نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی [1] کہ آپ نے فرمایا کہ چالیسواں حصہ دو ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے اور تم پر کچھ نہیں حتے کہ دوسو درہم پورے ہو جائیں تو جب دوسو درہم ہو جائیں تو اُن میں پانچ درہم ہیں جو اس پر زیادہ ہو تو اسی حساب پر ہے [2] اور بکریاں میں ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری ہے [3] ایک سو بیس تک کہ اگر ایک زیادہ ہو جائے تو دو بکریاں دوسو تک اگر زیادہ ہوں تو تین بکریاں تین سو تک

احکام شرعیہ کے مالک ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کردی یعنے اگر چاہتا تو ان سب کی زکوٰۃ واجب کردیتا [2] حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ چاندی کا نصاب دوسو درہم یعنے ساڑھے باون تولہ ہے جس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں، پھر دوسو کے بعد انتالیس درہم تک معافی چالیس پر ایک درہم اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ چاندی سونے کی زکوٰۃ میں دو نصابوں کے درمیان نصاب کے پانچویں حصہ سے کم معاف رہتا ہے اور پانچویں حصہ پر زکوٰۃ بڑھتی ہے، چنانچہ ساڑھے سات تولہ سونے کے بعد ڈیڑھ تولہ سے کم میں معافی ہوگی اور ڈیڑھ تولہ پر زکوٰۃ بڑھے گی، چاندی میں ساڑھے باون تولہ کے بعد سوا دس تولہ تک معافی اور ساڑھے دس تولہ پر زکوٰۃ بڑھے گی۔ [2] ان کا نام حارث ابن عبداللہ ہمدانی ہے، کنیت ابو زہیر ہے، تابعی ہیں، مشہور یہ ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں، بعض محدثین نے آپ میں جرح کی ہے، آپ نے حضرت علی سے کل چار حدیثیں روایت کی ہیں (مرقات وغیرہ) [1] یعنے زہیر جو راوی حدیث ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین نہیں بلکہ گمان ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں، حضرت علی کا خود اپنا قول نہیں ہے بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے [2] اس کی شرح ابھی گذر چکی، خیال رہے کہ چاندی کی زکوٰۃ میں سکہ رائج الوقت کا اعتبار نہیں بلکہ وزن ملحوظ ہے مگر تجارتی سامان کی زکوٰۃ میں سکہ رائج الوقت معتبر ہے، کیونکہ چاندی میں خود اس پر زکوٰۃ ہے مگر تجارتی مال میں اس کی قیمت پر ہے لہٰذا دو سو درہم کا لفظ بہت وسیع ہے، چوری کی سزا میں بھی مسروقہ مال کی قیمت کا اعتبار ہے (مرقاۃ) اس حدیث کی بنا پر صاحبین فرماتے ہیں کہ دو سو درہم کے بعد ہر درہم پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ مَا زَادَ عام ہے، مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ چالیس درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں، یہاں مَا زَادَ سے مراد چالیس درہم ہیں جیسا کہ اوپر کے جملے سے معلوم ہوا اور دوسری احادیث نے اس کی تصریح فرمادی، نیز ابوداؤد کی اس دوسری حدیث کی اسناد میں حارث و عاصم ہیں، ان دونوں پر محدثین نے سخت جرح کی ہے لہٰذا یہ حدیث قابل سند نہیں غرضکہ فَمَا زَادَ فَعَلٰی ذٰلِکَ کی عبارت مجروح ہے لہٰذا حق یہی ہے کہ دو سو درہم کے بعد چالیس درہم سے کم پر زکوٰۃ نہ ہوگی [3] یہ جملہ بھی تمام احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چالیس بکریوں سے ایک بکری زکوٰۃ دی جائے، تو ایک سو بیس میں تین بکریاں واجب ہوں، حالانکہ چالیس کے بعد ایک سو بیس تک زکوٰۃ نہیں بڑھتی، مرقات نے فرمایا کہ لفظ کُلُّ زائد

مِائَةٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلٰثِ مِائَةٍ فَفِىْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ اِلَّا تِسْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيْهَا شَىْءٌ وَّفِى الْبَقَرِ فِىْ كُلِّ ثَلٰثِيْنَ تَبِيْعٌ وَّفِى الْاَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ وَّلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَىْءٌ وَعَنْ مُعَاذٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْيَمَنِ اَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنَ الْبَقَرَةِ مِنْ كُلِّ ثَلٰثِيْنَ تَبِيْعًا اَوْ تَبِيْعَةً وَّمِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ وَالدَّارِمِىُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

پھر اگر تین سو پر زیادہ ہوں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری اگر بکریاں انتالیس ہوں تو اُن کا تم پر کچھ نہیں ۱؎ اور گایوں میں ہر تیس میں ایک سالہ بچہ ہے ۲؎ اور چالیس میں دو سالہ بچہ اور کام کاج کے جانوروں میں کچھ نہیں ۳؎ روایت ہے حضرت معاذ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن میں بھیجا ۴؎ تو حکم دیا کہ گائے میں ہر تیس سے ایک سالہ نر یا مادہ وصول کریں اور ہر چالیس سے دو سالہ ۵؎ ابو داؤد ترمذی نسائی دارمی روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ہے بعض نے فرمایا کہ یہ کل فرادی نہیں بلکہ بیان مصنف کے لئے ہے یعنی بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ، ان تمام میں چالیس پر زکوٰۃ ہے۔ العذایہ آئندہ حدیث کے بھی خلاف نہیں اور دیگر احادیث کے بھی مخالف نہیں۔ ۱؎ اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے بخیال رہے کہ بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری کا چھوٹا بچہ نہ دیا جائے گا بلکہ جوان بکری یا بکرا، جسے بکری کہہ سکیں مگر اس میں اونٹ و گائے کی طرح عمر مقرر نہیں کہ اتنے سال یا اتنے ماہ کی بکری ۲؎ یعنی تیس گایوں میں یکسالہ بچھڑی یا بچھڑا واجب ہے یکسالہ بچھڑے کو تبیعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس وقت بچہ اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے اونٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ ہی وصول کی جاتی ہے مگر گائے کی زکوٰۃ میں نر یا مادہ دونوں لے جا سکتے ہیں، کیونکہ بعض لحاظ سے مادہ اچھی ہے کہ نسل دیتی ہے، اور بعض وجوہ سے نر اچھا کہ کھیتی باڑی میں کام آتا ہے ۳؎ اسی طرح اگر اونٹ کام کاج کے لئے ہوں تو اُن میں زکوٰۃ نہیں پھر علوفہ یعنی گھر چارہ کھانے والی میں زکوٰۃ نہیں ۴؎ وہاں کا حاکم بنا کر، چونکہ اس زمانہ میں اسلامی حکام لوگوں کے ظاہری مال یعنی جانوروں اور زمینوں کی زکوٰۃ بھی وصول کرتے تھے جو بعد میں اپنے مصرف پر بہت احتیاط سے خرچ کر دی جاتی تھی اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ تلقین فرمائی۔ ۵؎ بقر کے معنی ہیں چیرنا پھاڑنا چونکہ بیل زمین میں ہل چلاتے ہیں جس سے زمین چر جاتی ہے اس لئے اسے بقر کہتے ہیں، بقرہ میں ت تانیث کی نہیں، وحدۃ نوعی یا صنفی کی ہے لہذا یہ لفظ بیل پر بولا جاتا ہے، چونکہ عرب میں بھینس نہ ہوتی اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا ورنہ بھینس کی زکوٰۃ بھی گائے کی طرح ہے خلاصہ یہ کہ گائے بھینس کا نصاب تیس ہے تیس میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے پھر چالیس تک زکوٰۃ نہ بڑھے گی، اور چالیس میں دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی واجب ساٹھ میں دو تبیعے اور ستر میں ایک تبیعہ اور ایک مسنہ، غرضکہ ہر تیس پر تبیعہ واجب ہوتا رہیگا (یک سالہ) اور ہر چالیس پر مسنہ (دو سالہ) چالیس کے بعد ساٹھ سے کم میں بہت اختلاف ہے، صاحبین کے ہاں اس زیادتی سے زکوٰۃ نہ بڑھے گی۔ امام اعظم سے اس میں تین روایتیں ہیں، اس کی تحقیق ہدایہ کی شرح میں دیکھو، یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے کیونکہ اس میں مسروق نے حضرت معاذ سے

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُعْتَدِيْ فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔
وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيْ حَبٍّ وَلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ حَتّٰى يَبْلُغَ خَمْسَةَ اَوْسُقٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ عِنْدَنَا كِتَابُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا اَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ مُرْسَلٌ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ

نے کہ زکوۃ میں حد سے تجاوز کرنے والا زکوۃ نہ دینے والے کی طرح ہے ۱؎ (ابوداؤد و ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانوں اور کھجوروں میں زکوۃ نہیں حتی کہ پانچ وسق کو پہنچیں ۲؎ (نسائی) روایت ہے حضرت موسے ابن طلحہ سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت معاذ ابن جبل کی کتاب ہے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے فرمایا کہ انہیں حضور نے یہ حکم دیا کہ وہ گیہوں جو کشمش، کھجور سے زکوۃ لیں ۴؎ (شرح سنہ) روایت ہے

روایت کی، مگر انہوں نے معاذ سے ملاقات نہیں کی لیکن چونکہ بہت احادیث سے اسے تقویت پہنچ چکی ہے اس لئے قابل عمل ہے، اسی لئے ترمذی نے اسے حسن فرمایا۔

۱؎ اس حدیث کے دو معنے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جو عامل زکوۃ وصول کرنے میں زیادتی کرے کہ یا زیادہ لے یا بہترین مال لے، وہ ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوۃ نہ دینے والا، یا جو مالک زکوۃ دینے میں زیادتی کرے کہ یا تو کم دینے کی کوشش کرے یا ناقص یا ٹال مٹول کرے وہ ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوۃ نہ دینے والا، علماء فرماتے ہیں کہ زکوۃ خوشدلی سے دو، اسے عبادت سمجھو ٹیکس نہ سمجھو، مستحق کو دو، جان بوجھ کر غیر مستحق کو نہ دو، دے کر احسان نہ جتاؤ اگر اپنے عزیز فقیر کو دی ہے تو اسے طعنہ نہ دو بلکہ اس کا ذکر کبھی بھی نہ کرو کہ ان سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى اور یہ سب حد سے بڑھنے میں داخل ہیں ۲؎ اس حدیث کی مکمل شرح بھی کچھ پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے ہاں یہاں زکوۃ سے زکوۃ تجارت مراد ہے چونکہ اس زمانہ میں ایک وسق یعنے ساٹھ صاع چالیس درہم کا ہوتا تھا اور پانچ وسق دو سو درہم کے اس لئے پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہ تھی، زکوۃ پیداوار مراد نہیں کہ یہ تو ہر تھوڑے بہت زیادہ میں ہے ۳؎ آپ کا نام موسے ابن طلحہ ابن عبداللہ ہے تیمی ہیں قرشی ہیں تابعی ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا تو ہوئے۔ مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے، آپ کا نام موسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے رکھا، آپ کے والد طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ۴؎ یہ حدیث ظاہری معنے سے امام اعظم کی دلیل ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں ان چیزوں کا وزن مقرر نہ کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیداوار میں مطلقًا زکوۃ واجب ہے کم ہو یا زیادہ۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسے فرما رہے ہیں ہمارے پاس معاذ ابن جبل کی ہی مضمون کی کتاب بھی ہے اور ہمیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر بھی پہنچی ہے اس صورت میں یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ تابعی نے بغیر ذکر صحابی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کر دی، اسی معنے کی بنا پر مصنف نے اسے مرسل فرمایا اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ کی وہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

عَتَّابِ بْنِ اُسَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ زَكٰوةِ الْكُرُوْمِ اِنَّهَا تُخْرَصُ كَمَا تُخْرَصُ النَّخْلُ ثُمَّ تُؤَدّٰى زَكٰوتُهٗ زَبِيْبًا كَمَا تُؤَدّٰى زَكٰوةُ النَّخْلِ تَمْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ حَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوْا وَدَعُوا الثُّلُثَ فَاِنْ لَّمْ تَدَعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ رَوَاحَةَ اِلٰى يَهُوْدَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ حِيْنَ يَطِيْبُ قَبْلَ اَنْ يُّؤْكَلَ

حضرت عتاب ابن اسید سے [۱] کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ اس کا یوں ہی اندازہ لگایا جائے جیسے کھجور کا لگایا جاتا ہے پھر اس کی کشمش سے یوں ہی زکوٰۃ دی جائے جیسے کھجور سے چھوہاروں کی دی جاتی ہے [۲] (ترمذی وابوداؤد) روایت ہے حضرت سہل ابن ابی حثمہ سے انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جب تم اندازہ لگاؤ تو تہائی چھوڑ دو اگر تہائی نہ چھوڑو تو چوتھائی تو ضرور چھوڑ دو [۳] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو [۱] یہود خیبر کی طرف بھیجتے تھے تو وہ کھجوروں کا اندازہ لگاتے تھے پکنے کے وقت، کھائے جانے سے پہلے

کتاب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمان کو حضرت معاذ نے لکھ لیا تھا، اس صورت میں یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔

[۱] آپ قرشی ہیں، اموی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور آپ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا حاکم بنایا، صدیق اکبر نے اپنی خلافت میں آپ کو اس عہدہ پر بحال رکھا، صدیق اکبر کی وفات کے دن آپ کی مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی وہیں دفن ہوئے، کل پچیس سال عمر پائی بڑے صالح متقی تھے۔ [۲] حدیث بالکل ظاہر ہے کہ انگور کے باغ کا مالک سارے انگور توڑ کر دفن کرکے زکوٰۃ نہ نکالے بلکہ پہلے تو یہ اندازہ لگائے کہ کل پھل کتنا ہوگا، پھر یہ کشمش ہوکر کتنا رہے گا، اس کا دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ نکالے، چونکہ خیبر پہلے ۷ھ ہجری میں فتح ہوچکا تھا جہاں کھجور کے باغات ہیں وہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لیے بھیجا تھا اور طائف بعد میں فتح ہوا جہاں انگور کے باغات بکثرت تھے، اس لیے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور کی زکوٰۃ کو کھجور کی زکوٰۃ سے تشبیہ دی (از مرقات) [۳] یہ حکام کو حکم ہے یعنی اے حاکمو! جب تم باغوں یا کھیتوں کی زکوٰۃ لینے جاؤ تو خود بھی اور دوسرے واقف کاروں کی مدد سے بھی اندازہ لگاؤ کہ اس میں کل پھل یا دانہ کتنا ہے، اس کی زکوٰۃ کا حساب لگاؤ اور تہائی یا چوتھائی زکوٰۃ چھوڑ دو تاکہ وہ مالک خود اپنے ہاتھ سے اپنے غریب قرابت داروں وغیرہ کو دے اور دو تہائی یا تین چوتھائی خود لے آؤ۔ خیال رہے کہ امام شافعی وابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ حکم خراج میں ہے زکوٰۃ پوری عامل وصول کریگا، ان کے ہاں یہ حکم خیبر کے حکام کو تھا جو خیبر کے یہودیوں سے پیداوار کا نصف وصول کرنے جاتے تھے کیونکہ ان لوگوں سے اس پر صلح ہوئی تھی کہ پیداوار کا آدھا تمہارا ہوگا اور آدھا مسلمانوں کا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اندر دے کر حکم دیا کہ اپنے اندازے سے

مِنْهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَسَلِ فِي كُلِّ عَشَرَةِ أَزُقٍّ زِقٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْبَابِ كَثِيْرُ شَيْءٍ ۔ وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَإِنَّكُنَّ

۱؎ (ابوداود) ۲؎ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہد کے بارے میں کہ ہر دس مشک میں ایک مشک ہے ۳؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ اس کی اسناد میں کلام ہے اور اس بارے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ زیادہ منقول نہیں ۴؎ روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبداللہ سے (ابن مسعود) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا فرمایا کہ اے بیبیو خیرات دو اگرچہ اپنے زیور ہی سے ہو کیونکہ

کچھ کم کرکے اس کا آدھا لو تاکہ ہماری طرف ان کا حق نہ آجائے ہمارا ان کی طرف رہ جائے تو حرج نہیں۔ ۲؎ آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے۔ کہ آپ مشہور صحابی ہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہیں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے، آپ کے ذمہ وہ خدمت تھی جو آگے آرہی ہے۔

۱؎ گذشتہ حدیث میں عرض کیا گیا کہ یہود خیبر سے اس بات پر صلح ہوئی تھی، کہ کھجوروں کے باغات مسلمانوں کے ہوں گے، اور محنت ان یہود کی پیداوار آدھی آدھی، حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پھل پکنے کے وقت حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لئے خیبر بھیجتے تھے کیونکہ وہ اندازہ لگانے میں ماہر تھے، چنانچہ آپ ان یہود سے فرما دیا کرتے تھے کہ اس باغ میں اتنے پھل ہیں، تم یا اس کے آدھے پھل ہم سے لو اور باغ ہمیں چھوڑ دو، یا آدھے پھل ہمیں دے دو اور باغ تمہارا اس فیصلہ پر یہود بہت خوش ہوتے اور کہتے تھے، کہ یہ وہ عدل ہے جس سے آسمان و زمین قائم ہیں، مسلمانوں کے عدل و انصاف کے کفار بھی قائل تھے ۲؎ یہ حدیث ابوداؤد میں دو جگہ آئی ہے کتاب الزکوٰۃ میں اور کتاب البیوع میں پہلی کی اسناد میں ایک مجہول شخص ہے دوسری کی اسناد میں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے، تمام راوی ثقہ ہیں، لہٰذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ ۳؎ شہد کی زکوٰۃ کا مسئلہ بڑے معرکہ کا ہے، تینوں اماموں کے ہاں اس میں زکوٰۃ نہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس میں زکوٰۃ ہے، پھر اس کے نصاب کے بارے میں خود امام صاحب سے کئی روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اگر شہد عشری زمین سے حاصل ہو تو اس میں مطلقًا زکوٰۃ ہے، تھوڑا ہو یا زیادہ، کیونکہ سرکار فرماتے ہیں مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ فَفِيْهِ الْعُشْرُ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ شہد کی قیمت پر زکوٰۃ ہے ایک روایت یہ ہے کہ اگر دس مشکیزے ہوں، تو ایک مشکیزہ اس کی زکوٰۃ یہ حدیث اس تیسرے قول کی دلیل ہے امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی تھا۔ ۴؎ یعنے محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں، خیال رہے کہ محدثین کی یہ جرح امام اعظم کو مضر نہیں کیونکہ یہ حدیث امام صاحب کو صحیح ملی تھی، اس لئے کہ آپ کا زمانہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہے، ان محدثین کو ضعیف ہو کر ملی بعد کا ضعف امام صاحب کو مضر نہ ہوگا، نیز یہ حدیث بہت روایتوں سے مروی ہے چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شہد سے عشر وصول فرمایا ہے بعض احادیث میں یوں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شہد کا سر

اَلنَّارِ اَهْلُ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ اَتَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ اَيْدِيْهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُمَا اَتُؤَدِّيَانِ زَكٰوتَهٗ قَالَتَا لَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبَّانِ اَنْ يُّسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ قَالَتَا لَا قَالَ فَاَدِّيَا زَكٰوتَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَى الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ ؛ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ نَحْوَ هٰذَا وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ وَابْنُ لَهِيْعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ وَلَا يَصِحُّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

قیامت میں تم زیادہ دوزخی ہو گی [۱] (ترمذی) [۲] روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ دو عورتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اُن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن (کڑے) تھے اُن سے حضور انور نے فرمایا کہ تم انکی زکوٰۃ دیتی ہو [۳] وہ بولیں نہیں تب اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے [۴] وہ بولیں نہیں فرمایا تو ان کی زکوٰۃ دیا کرو (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث مثنّٰے ابن صباح نے روایت کی عمرو ابن شعیب سے اس کی مثل اور مثنّٰے ابن صباح اور ابن لہیعہ حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں اور اس باب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح

جاتا تھا، ہدایہ نے حدیث یوں نقل کی، کہ نبی شہابہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شہد کا عشر دیتے تھے، تعدد اسناد کی وجہ سے متن حدیث قوی ہو گیا۔

[۱] یعنے پہننے کے سونے چاندی کے زیور میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، یہاں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں صاف آرہا ہے خیال رہے کہ پہننے کے ان زیوروں پر امام اعظم کے ہاں زکوٰۃ واجب ہے، امام شافعی کے قول جدید میں اور امام احمد کے ہاں اس میں زکوٰۃ نہیں، یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے [۲] مرقات نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں، نیز اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الآیہ رب تعالےٰ نے سونے چاندی میں تجارت کی قید نہ لگائی، معلوم ہوا کہ پہننے کا زیور بھی اسی حکم میں داخل ہے، لہذا سونے چاندی کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض ہے جبکہ اُن کا وزن نصاب کو پہنچ جائے [۳] یہ سونے چاندی کے کنگن پہننے کے تھے، تجارتی نہ تھے، وزنی تھے کہ ساڑھے سات تولہ ان کا وزن تھا، اس لئے اُن بیبیوں سے پوچھا گیا، یہ سوال فرمانا آئندہ حکم کی تمہید ہے، جیسے رب تعالےٰ نے موسٰے علیہ السلام سے پہلے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے، کیوں پوچھا، آئندہ کلام کی تمہید کے لئے، لہذا اس سوال سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت نہیں ہو سکتی، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہر ایک اُمتی کے ہر ایک عمل سے خبردار ہیں: دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے کس اُمتی کے اعمال آسمان کے تاروں کے برابر ہیں، تو فرمایا عمر فاروق کے رضی اللہ عنہ معلوم ہوا کہ ہر اُمتی کے اعمال بلکہ اُن کے تول کی بھی خبر ہے [۴] اس وعید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زکوٰۃ سے مراد شرعی فرضی زکوٰۃ ہے نہ کہ نفلی صدقہ کیونکہ نفل ادا نہ کرنے پر سزا یا

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ ۞ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِّنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدِّيَ زَكٰوتَهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُوْ دَاوٗدَ ۞ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُّخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِيْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ۞ وَعَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ

حدیث ثابت نہیں ۱ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ میں سونے کے کنگن پہنا کرتی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بھی خزانہ کرنا ہے ۲ فرمایا جو وجوب زکوٰۃ کی حد کو پہنچے تو تم اس کی زکوٰۃ دیتی رہو تو خزانہ نہیں ۳ (مالک وابوداؤد) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ اس مال کی زکوٰۃ دیں جو تجارت کے لئے رکھتے ہیں ۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ربیعہ ابن ابی عبدالرحمٰن سے وہ

وعید نہیں آئی ۱ شاید امام ترمذی کو یہ حدیث صحیح ہو کر نہ ملی، تو وہ اپنے علم کی بنا پر یہ فرما گئے ورنہ اصل حدیث بہت صحیح اسنادوں سے مروی ہے چنانچہ ابوداؤد ونسائی اور ابن ماجہ بلکہ خود ترمذی نے بھی حضرت علی سے روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو، نیز ابوداؤد ونسائی نے روایت کی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لے کر حاضر بارگاہ نبوی ہوئی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، تو فرمایا کہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو عرض کیا نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ کل تم کو دوزخ میں آگ کے کنگن پہنائے جائیں، تو اس نے فوراً کنگن اتار کر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینک دیئے، اور بولی یہ اللہ رسول کے لئے صدقہ ہیں۔ یہ حدیث بالکل صحیح الاسناد ہے، نیز ابوداؤد نے عبداللہ ابن شداد ابن الہاد سے روایت کی کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے پاس ایکبار حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں ہاتھوں میں کنگن پہنے بیٹھی تھی تو فرمایا اے عائشہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ میں بولی نہیں، تو فرمایا دوزخ میں جانے کے لئے یہ کافی ہیں، اسے حاکم نے بھی نقل فرمایا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے، غرضکہ زیور پر زکوٰۃ واجب ہونے کی صحیح احادیث بہت ہیں، اور قرآنی آیات سے بھی تائید ہے اگلی حدیث بھی آ رہی ہے (فتح القدیر، مرقات) خیال رہے کہ ابن لہیعہ کو امام ترمذی نے ضعیف کہا، مگر امام طحاوی نے ان کی توثیق کی ہے۔ امام اعظم کا مذہب نہایت قوی ہے اور استعمالی زیوروں پر زکوٰۃ فرض ہے ۲ خزانہ سے مراد وہ خزانہ ہے جس کی برائی قرآن کریم میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ الآیہ سوال یہ فرما رہی ہیں کہ اس سونے کی تجارت تو کرنا نہیں ہے صرف پہننے کے لئے ہے، تو کیا یہ بھی اس آیت کریمہ کی زد میں آیا ہے۔ وہ بھی یہ سمجھتیں کہ جیسے پہننے کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں تو ہو سکتا ہے کہ پہننے کے زیور میں بھی نہ ہو نہیں یہ خیال نہ رہا کہ کپڑا ضروریات زندگی کی چیز ہے، زیور ایسا نہیں۔ ۳ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ ہے یہ حدیث بالکل صحیح ہے ذہبی نے فرمایا کہ اس کے راوی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، اسے حاکم اور ابن قطان نے بھی نقل فرمایا ابن قطان نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے (مرقاۃ) مطلب یہ ہے کہ اگر زیور کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو یہ بھی کنز میں داخل ہے جس پر قرآن کریم میں سخت وعید آئی، اگر زکوٰۃ دی جائے تو کنز نہیں ۴ یعنی سونے چاندی میں تو بہر حال زکوٰۃ ہے تجارت کے لئے ہو یا پہننے کے لئے یا کسی اور مقصد کے لئے مگر ان دونوں

غَيْرِ وَاحِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا تُؤْخَذُ مِنْهَا اِلَّا الزَّكٰوةُ اِلَى الْيَوْمِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ وَلَا فِي اَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

چند راویوں سے راوی ۱؎ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال ابن حارث مزنی کو ۲؎ قبلیہ کی کانیں جاگیر دیں ۳؎ قبلیہ مقام فرع کے اطراف میں واقع ہے تو ان کانوں سے آج تک زکوٰۃ کے سوا کچھ نہیں لیا جاتا ہے ۴؎ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت علی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو سبزیوں میں زکوٰۃ ۵؎ ہے اور نہ عرایا (عاریۃً) میں ۶؎ اور نہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ ۷؎ ہے

کے علاوہ دوسرے مالوں میں زکوٰۃ جب ہوگی کہ تجارت کیلئے ہوں اس قاعدہ کلیہ میں تمام مال داخل ہیں حتے کہ کپڑے زمین، غلہ جانور بھی۔ خیال رہے کہ جانوروں میں سائمہ کی زکوٰۃ اور ہے، تجارت کی زکوٰۃ کچھ اور، سائمہ کی زکوٰۃ تو وہ ہے جو پہلے ذکر ہوئی کہ پانچ اونٹ میں ایک بکری اور دس میں دو الخ مگر تجارتی اونٹ میں قیمت اگر دو سو درہم تک پہنچے تو چالیسواں حصہ اسی طرح پیداوار کی زکوٰۃ اور ہے اگر دانہ، پھلوں کی زکوٰۃ کچھ اور، پیداوار کی زکوٰۃ بیان ہو چکی کہ تھوڑی یا بہت زکوٰۃ واجب ہے دسواں یا بیسواں حصہ، اگر ان کی تجارتی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہوئی جبکہ دو سو درہم کو پہنچیں، لہذا یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف نہیں کہ یہاں تجارتی زکوٰۃ مراد ہے ۱؎ یعنی حضرت ربیعہ ابن عبدالرحمن نے جو بڑے مشہور تابعی ہیں جن کا لقب ربیعہ رائے ہے بہت سے صحابہ سے یہ حدیث نقل فرمائی ۲؎ بلال ابن حارث صحابی ہیں، مزنیہ کے وفد میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اسلام لائے، اسّی سال عمر پائی، سنہ ۶۰ھ میں وفات ہوئی، ۳؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان بلال کو مقام فرع کے پاس جو مکہ و مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ ہے، مدینہ منورہ سے پانچ منزل پر ہے وہاں نمک کی کانیں انھیں عطا فرمائیں بطریق معافی جاگیر کہ وہاں سے سونا چاندی نکالیں اور اپنا گذارہ کریں، قبلیہ بھی ایک جگہ کا نام ہے معلوم ہوا کہ بادشاہ اسلام کسی کو کوئی زمین بطور جاگیر دے سکتا ہے۔ ۴؎ یعنی کان سے نکلنے والی دھات میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے (خمس) اگر ان کانوں کے سونے چاندی میں خمس واجب نہیں ہوا بلکہ زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ واجب ہوا خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں جاگیر کی کان سے جو برآمد ہو اس میں چالیسواں حصہ واجب ہے مگر امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک خمس ہی واجب ہے امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے، حضرت امام اعظم کی دلیل وہ گذشتہ حدیث کہ وفی الرکاز الخمس، یہ حدیث منقطع ہے، لہذا اس سے دلیل نہیں پکڑی جا سکتی (مرقات) یا یہ حضرت بلال کی خصوصیات سے ہے ۵؎ امام اعظم کے نزدیک سبزیوں میں عشر یا بیسواں حصہ ہے صاحبین کے ہاں نہیں، یہ حدیث صاحبین کی دلیل ہے۔ امام اعظم قدس سرہ کے ہاں اس سے زکوٰۃ تجارت مراد ہے، اس کی بحث پہلے ہو چکی، سبزیوں سے مراد تمام نہ ٹھہرنے والی چیزیں ہیں جیسے ترکاریاں پھول بینگن، کدو وغیرہ۔ ۶؎ عرایا عریہ کی جمع ہے، عریہ وہ درخت ہے جو کسی کو ایک دو فصلوں کے لئے عاریۃً دے دیا جاوے کہ وہ اس کے پھل کھایا کرے اصل درخت مالک کا ہو کبھی کسی سے خشک کھجوریں لے

وَلَا فِي الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْجَبْهَةِ صَدَقَةٌ قَالَ الصَّقْرُ الْجَبْهَةُ الْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَ
الْعَبِيدُ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ۞ وَعَنْ طَاؤُسٍ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اُتِيَ بِوَقْصِ الْبَقَرِ فَقَالَ
لَمْ يَاْمُرْنِي فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَقَالَ
الْوَقْصُ مَا لَمْ يَبْلُغِ الْفَرِيْضَةَ ۞ بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنِ
ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا

نہ کام کاج کے جانوروں میں زکوٰۃ ہے ۱ اور نہ پیشانیوں میں امام صقر نے فرمایا کہ پیشانی سے مراد گھوڑے اور خچر اور غلام ہیں ۲ (دارقطنی)
روایت ہے حضرت طاؤس سے کہ حضرت معاذ ابن جبل کے پاس نصاب سے کم گائیں لائی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اسکے بارے میں نبی کریم صلے اللہ
علیہ وسلم نے کوئی حکم نہیں دیا ۳ (دارقطنی شافعی) اور امام شافعی نے فرمایا کہ وقص وہ عدد ہے کہ نصاب کو نہ پہنچے ۴ صدقہ فطر کا باب
۵ پہلی فصل، روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع ۶

کر اس کے عوض درخت کی تر کھجوریں دے دیتے ہیں اسے بھی عریہ کہا جاتا ہے، اس کی پوری بحث کتاب البیوع میں ہوگی، انشاء اللہ ۲ اسکی بحث پہلے ہوچکی کہ امام اعظم کے نزدیک یہاں زکوٰۃ سے تجارتی زکوٰۃ مراد ہے، چونکہ اس زمانہ میں ایک وسق چالیس درہم کا ہوتا تھا تو پانچ وسق دوسو درہم کے ہوئے اس لیے یہ ارشاد ہوا، ورنہ پیداوار کی زکوٰۃ ہر تھوڑی بہت پر ہوگی، دلائل اسی باب میں بھی کچھ پہلے عرض کیے گئے ۱ یعنے کام کاج کے اونٹ گائیوں وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں، کیونکہ یہ تجارتی مال نہیں، اسی طرح علوفہ یعنے گھر کا چارہ کھانے والے جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں، یہ مسئلہ بھی پہلے گزر چکا۔ ۲ کہ جب یہ تجارت کے لیے نہ ہوں، خدمت کے لیے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں، ہاں اس غلام کا فطرہ آقا پر واجب ہوگا ۳ کیونکہ وجوب زکوٰۃ کے لیے مال کا بقدر نصاب ہونا شرط ہے، اونٹ کا نصاب پانچ ہے گائے کا تیس، بکریوں کا چالیس، اس کا ذکر پہلے ہوچکا۔ ۴ اول ہی سے نصاب کو نہ پہنچے وہ بھی وقص ہے اور دو نصابوں کے درمیان کی کسر بھی وقص ہے، یہاں پہلی صورت مراد ہے کیونکہ انہوں نے اس کی بالکل زکوٰۃ نہ لی (مرقات، اشعہ وغیرہ) ۵ فطرہ یا افطار سے ہے یا فطرۃ سے، چونکہ ماہ رمضان گزر جانے اور عید کے دن افطار کرنے پر واجب ہوتا ہے اسلئے فطرہ کہا جاتا ہے یا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی طرف سے باپ پر ادا کرنا واجب ہوجاتا ہے لہذا فطرہ ہے، اصطلاح شریعت میں عید کے دن جو اللہ کے لیے رمضان کا صدقہ واجب ہوتا ہے وہ فطرہ ہے، احناف کے ہاں فطرہ واجب ہے، امام شافعی و احمد کے ہاں فرض، امام مالک کے ہاں سنت مؤکدہ، امام شافعی کے ہاں ہر اس امیر وغریب پر جو ایک دن کی روٹی پر قادر ہو فطرہ فرض ہے امام مالک کے ہاں مالک نصاب پر فطرہ سنت مؤکدہ ہے نصاب نامی یعنے بڑھنے والا ہو یا نہ ہو نصاب میں احناف کا مذہب بھی یہ ہی ہے، فطرہ کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں دیکھو۔ ۶ صاع عرب شریف کا مشہور پیمانہ ہے (ٹوپا) جس سے دانے ماپ کر فروخت ہوتے ہیں، جیسے ہمارے ہاں ہر علاقہ کا سیر مختلف ہے، ایسے ہی عراق، حجاز اور یمن کے صاع بھی مختلف ہیں، فطرہ میں حجازی صاع جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروج تھا معتبر ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ صاع تین سو اکیاون[۳۵۱] روپیہ

مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ اَوْصَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ اَوْصَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْصَاعًا مِنْ اَقِطٍ اَوْصَاعًا مِنْ زَبِيْبٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

جو ہر غلام، آزاد، مرد، عورت چھوٹے اور بڑے مسلمان پر[1] مقرر فرماتے[2] اور حکم دیا کہ لوگوں کے عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کردیا جائے[3] (مسلم وبخاری) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم صدقہ فطر ایک صاع غلہ[4] یا ایک صاع جو یا ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش نکالتے تھے[5] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے

ہے یعنی ہمارے پاکستانی اسّی روپیہ کے سیر کے چار سیر ڈیڑھ پاؤ، ایک تولہ، لہذا اگر فطرہ میں جو دے، تو ایک شخص کی طرف سے اتنے دے اور اگر گیہوں دے، تو آدھا صاع یعنے دو سیر تین چھٹانک چھ ماشہ، اس کی تحقیق فتاوٰی رضویہ شریف میں ملاحظہ کریں[1] خیال رہے کہ صدقۂ فطر ایک اعتبار سے بدنی عبادت ہے کہ ایک بدنی عبادت روزے کی تکمیل کے لئے ہے، اسی لئے غلام پر بھی واجب ہوا جیسے نماز روزہ اور دوسرے لحاظ سے مالی عبادت ہے کہ وہ مال سے ادا ہوتا ہے، اس لئے غلام کا فطرہ اسکے مولٰے پر واجب ہوا نہ کہ خود غلام پر، تیسری حیثیت سے یہ مالی ٹیکس کی حیثیت رکھتا ہے جیسے پیداوار کا خراج، اسی لئے یہ نابالغ بچے پر بھی واجب ہوا، مگر بچے کا فطرہ باپ دیگا، ہاں اگر بچہ خود غنی ہو تو اس کے اپنے مال سے دیا جائیگا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب بچے پر روزہ نماز، زکوٰۃ فرض نہیں تو فطرہ کیوں واجب ہوا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وجوب فطرہ کا سبب بدنی علم ہے نہ کہ مال، مسلم مال تو وجوب فطرہ کی شرط ہے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی طرف نسبت دی[2] اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے دو مسئلے ثابت فرمائے ہیں ایک یہ کہ فطرہ فرض ہے کیونکہ یہاں، لفظ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ہے، دوسرے یہ کہ ہر امیر و غریب پر فرض ہے جس کے پاس ایک دن کے کھانے سے بچا ہوا ہو، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں غنی کی قید نہ لگائی، امام اعظم ابوحنیفہ پہلے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں فرض لغوی معنے میں ہے یعنے مقرر فرمائی، رب تعالٰے فرماتا ہے قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنے لازم کردینا تب بھی حدیث ظنی ہے، اور فرضیت کے لئے دلیل قطعی چاہیئے، لہذا اس فرض سے وجوب ثابت ہوگا نہ کہ فرضیت اور دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس اطلاق سے تو یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے، کیونکہ یہاں ایک دن کی روٹی ہے نہ مد ملکیت کا بھی ذکر نہیں چاہیئے کہ ہر آزاد و غلام پر فطرہ واجب ہو حتّٰے کہ فقیر بے نوا بے دست و پا بھیک مانگ کر فطرہ دے، پھر لطف یہ ہے کہ جب ہر فقیر پر فطرہ دینا فرض ہوا تو فطرہ لے گا کون امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے تعلیقًا بخاری شریف میں نقل فرمائی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاصدقۃ الاعن ظھر غنی صدقہ تو انگری سے واجب ہوتا ہے، اب تونگری کی کوئی حد ہونا چاہیئے وہ نصاب کی ملکیت ہے[3] یہ حکم استحبابی ہے، بہتر یہ ہے کہ فطرہ عید کے دن نکالے اور عیدگاہ جانے سے پہلے دے، اگر نماز عید کے بعد دیا تب بھی جائز

قَالَ فِیْ اٰخِرِ رَمَضَانَ اَخْرِجُوْا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ٭ وَعَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَ الصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

کہ آپ نے رمضان کے آخر میں فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو یہ صدقہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا ہے ایک صاع کھجور یا جو یا آدھا صاع گندم [1] ہر آزاد یا غلام مرد یا عورت چھوٹے یا بڑے پر ہے [2] (ابوداود، نسائی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر لازم فرمایا روزوں کو بیہودگی اور فحش سے پاک کرنے اور مسکینوں کو کھانا دینے کے لئے [3] (ابوداؤد)، تیسری فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے

ہے، اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے دے دیا جب بھی درست ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر کی ایک دراز روایت نقل کی، جس کے آخر میں ہے وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم اویومین یعنی صحابہ عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دے دیتے تھے، مگر عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہتر ہے تاکہ فقراء بھی عید منالیں (از مرقات وغیرہ)[4] حق یہ ہے کہ یہاں طعام سے مراد گندم کے علاوہ دوسرا غلہ ہے جوار، باجرہ، مکی وغیرہ کیونکہ گندم کا آدھا صاع فطرہ ہوتا ہے نہ کہ پورا صاع، اور اگر گندم مراد ہو تو آدھا صاع فطرہ ہوگا اور آدھا صدقہ نفلی، لہذا یہ حدیث نصف صاع گندم کی احادیث کے خلاف نہیں: شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ اُس زمانہ میں حجاز میں جوار کا زیادہ استعمال تھا[5] یاد اختیار دینے کے لئے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینے والے کا اختیار ہے کہ فطرہ ان میں سے کسی چیز سے دے لیکن اگر پیسے یا کپڑا یا صابن وغیرہ فطرہ میں دے، تو سوا دو سیر گندم کی قیمت کا اعتبار کرے اُس قیمت کی یہ چیزیں دے۔

[1] اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ عید کے دن سے پہلے ہی فطرہ دے سکتے ہیں، دیکھو حضرت ابن عباس نے آخر رمضان میں ہی فطرہ نکالنے کا حکم دیا، دوسرے یہ کہ گندم کا آدھا صاع فطرہ میں دیا جائے نہ کہ پورا، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔ [2] اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ مملوک غلام کا فطرہ مولٰے دیگا غلام مسلمان ہو یا کافر، اسی طرح چھوٹے بچے کا فطرہ باپ پر ہے، اگر بچے کے پاس اپنا مال نہ ہو، ورنہ خود بچے کے مال سے دیا جائیگا۔ [3] یعنی فطرہ واجب کرنے میں دو حکمتیں ہیں، ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلاوجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی جھوٹ غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں، رب تعالٰی اس فطرے کی برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کردے گا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں، دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام بچوں پر اگرچہ روزے فرض نہیں، مگر دوسری حکمت وہاں بھی موجود ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر بچوں پر فطرہ کیوں ہے، وہ تو روزہ رکھتے نہیں ٭ ٭ ٭

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي فِجَاجِ مَكَّةَ أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ سِوَاهُ أَوْ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صُعَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى أَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللهُ وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ فَيَرُدُّ عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَاهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ بَابُ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ ۔

راوی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا [۱] کہ خبردار رہو صدقہ فطر واجب ہے ہر مسلمان مرد، عورت آزاد غلام، چھوٹے بڑے پر گیہوں وغیرہ سے دو مد [۲] یا اس کے ماسوا غلہ کا ایک صاع [۳] (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ثعلبہ سے یا ثعلبہ ابن عبداللہ ابن ابی صعیر سے [۴] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک صاع گندم دو شخصوں کی طرف سے ہے چھوٹے یا بڑے آزاد یا غلام مرد عورت لیکن [۵] تم میں کے مالدار تو انہیں اللہ پاک فرما دیگا اور لیکن تمہارا فقیر اللہ اسے دیئے سے زیادہ دے گا [۶] (ابوداؤد) باب جن لوگوں کے لئے زکوٰۃ حلال نہیں [۷]

---

[۱] یہ اعلان فتح مکہ کے بعد ہوا، کیونکہ اس سے پہلے وہاں اسلامی احکام کے اعلان کی کوئی صورت ہی نہ تھی، چونکہ مدینہ کے مسلمانوں کو ہر وقت صحبت محبوب بلکہ میسر تھی، اس لئے انہیں اس اعلان کی ضرورت نہ تھی، مکہ معظمہ کے اکثر مسلمان نومسلم بھی تھے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے دور بھی، اس لئے یہ اعلان کرائے گئے۔ [۲] ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، تو دو مد کا آدھا صاع ہوا یعنی گندم سے فطرہ آدھا صاع فی کس واجب ہے، اور کل مسلم سے مراد ہر صاحب نصاب غنی مسلمان ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ صدقہ غنا کے بغیر واجب نہیں ہوتا اور آزاد و غلام چھوٹے بڑے سے مراد بلاواسطہ اور بالواسطہ ہے، یعنی بالغ آزاد غنی تو اپنا فطرہ خود دے اور غنی کے غلام و چھوٹے بچوں کا فطرہ وہ غنی دے لہٰذا یہ حدیث نہ تو دیگر احادیث کے خلاف ہے، نہ احناف کے مخالف [۳] یہاں طعام کو گندم کے مقابل فرمایا گیا معلوم ہوا کہ اس سے سوا گندم دوسرے غلے مراد ہیں لہٰذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کی گویا شرح ہے جہاں فرمایا گیا تھا کہ طعام کا ایک صاع واجب ہے، خیال رہے کہ فطرہ میں اصل گندم و جو، جوار ہیں، اگر ان کے سوا کسی اور غلہ یا دوسری چیز سے فطرہ دیا گیا تو ان مذکورہ دانوں کی قیمت کا لحاظ ہوگا۔ لہٰذا چاول یا جوار آدھے صاع گیہوں کی قیمت کے دینے ہونگے۔ [۴] آپ عبداللہ ابن ثعلبہ ابن ابی صعیر ہیں آپ تابعی ہیں، مگر آپ کے والد ثعلبہ صحابی ہیں جن سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، صعیر کی وفات سنہ ۸۷ھ یا سنہ ۸۹ھ میں ہوئی، قریبًا نوے سال عمر پائی، اور عبداللہ ابن ثعلبہ ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے اور سنہ ۸۹ھ میں فوت ہوئے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مگر کچھ سماعت ثابت نہیں (مرقات) [۵] یعنی چھوٹے بڑے، آزاد و غلام سب کا فطرہ یکساں ہے آدھا صاع گندم۔ [۶] اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فقیر پر بھی فطرہ واجب ہے مگر یہ حدیث قابل حجت نہیں کیونکہ اس کے اسناد میں نعمان ابن راشد ہے جو سخت

الفصل الاول عن انس قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرۃ فی الطریق فقال لولا انی اخاف ان تکون من الصدقۃ لاکلتہا متفق علیہ وعن ابی ہریرۃ قال اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمر الصدقۃ فجعلہا فی فیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کخ کخ لیطرحہا ثم قال اما شعرت انا لا ناکل الصدقۃ متفق علیہ وعن

پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم راستہ میں ایک کھجور پر سے گذرے تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہوگا تو میں اسے کھا لیتا[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت حسن ابن علی نے صدقے کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارا لے کر اپنے منہ میں ڈال لیا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخ اخ تاکہ وہ اسے تھوک دیں پھر فرمایا کہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے

ضعیف ہے، امام بخاری نے فرمایا کہ یہ وہمی ہے، امام احمد نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں، پھر ان راوی کے نام میں بہت گفتگو ہے، عبدالرزاق نے یہ حدیث بسند صحیح، ابن جریج عن ابن شہاب عن عبداللہ ابن ثعلبہ روایت کی، تو اس میں فقیر و غنی کا ذکر نہیں، صرف یہ ہے کہ ایک صاع گندم دو کی طرف سے ادا کرو، اس کی پوری اور نفیس تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو، نیز اگر ہر فقیر و غنی پر صدقہ فطر دینا واجب ہو جائے، تو پھر فطرہ لینے والا کون ہوگا، کیونکہ یہ تو اصولِ اسلام کے خلاف ہے کہ فقیر فطرہ دے بھی اور دوسروں کا فطرہ لے بھی۔

[۱] یعنے کن شخصوں کو صدقہ واجبہ، زکوۃ، ہدیہ، فطرہ نہیں دے سکتے، یہاں چند مسائل خیال میں رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ صدقہ وہ مال ہے جو محض ثواب کے لیے کسی کو دیا جائے، اور ہدیہ وہ مال ہے جو کسی کے احترام و رضا کے لیے اسے دیا جائے، صدقہ میں دینے والا بڑا ہے اور ہدیہ میں اس کی تعظیم، دوسرے یہ کہ چند شخصوں کو زکوۃ وغیرہ منع ہے، کافر، غنی مسلمان، بنی ہاشم، اپنی اولاد یا اپنے اصول یعنے صدقہ دینے والا جن کی اولاد میں ہے، شوہر یا زوجہ کو، تیسرے یہ کہ کافر ذمی کو صدقہ واجبہ نہیں دے سکتے، صدقہ نفلی دے سکتے ہیں، اگرچہ وہ بھی مسلمان فقیر کو دینا بہتر ہے چونکہ زکوۃ نہ لے سکنے والوں کے بتا دینے سے لے سکنے والوں کا پتہ خود بخود لگ جاتا ہے اس لیے نہ لینے والوں کا ذکر کیا کہ یہ تھوڑے ہیں، چوتھے یہ کہ ہدیہ کی تین قسمیں ہیں تحفہ، جو چھوٹا بڑے کو دے، عطیہ جو بڑا چھوٹے کو دے، ہبہ جو برابر والا دے۔

[۱] یعنے خطرہ یہ ہے کہ یہ کھجور زکوۃ کی ہو جو مالک کے ہاتھ سے گر گئی ہو، اس لئے ہم اسے نہیں کھاتے، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو ہم اسے کھا لیتے، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر تا قیامت زکوۃ لینا حرام ہے، کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھ و مال کا میل ہے ان ستھروں کو کیونکر جائز ہو سکتا ہے جیسا کہ آگے عرض ہوگا، دوسرے یہ کہ لقطہ یعنی پڑی ہوئی چیز اگر معمولی ہو جس کی تلاش مالک نہ کریگا نہ اسکے مالک کو ڈھونا ضروری ہے نہ اسکے سنبھالنے اور اعلان کرنے کی ضرورت ہے بلکہ فوراً اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، لقطہ کی احادیث قیمتی چیز کے متعلق ہیں جن کی مالک تلاش کرے، تیسرے یہ کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے فتویٰ محرمات سے بچنے کا ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ شبہات سے بھی بچے، مگر شبہ اور وہم میں فرق ہے، وہمیات کا اعتبار نہیں، ولایتی کپڑے کے تھان بازار میں فروخت ہوتے ہیں ان سے بچنا یہ کہ گندے پانی سے دھوئے گئے ہونگے تقویٰ نہیں وہم ہے، صحابہ کرام غنیمت میں کفار کے لباس پاتے تھے اور بے تکلف

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ فَإِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِأَصْحَابِهٖ كُلُوْا وَلَمْ يَأْكُلْ وَإِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ ضَرَبَ

حضرت عبدالمطلب ابن ربیعہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں [1] یہ نہ حضور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور نہ آپ کی آل کو حلال [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو اس کے متعلق پوچھتے کہ آیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ سے فرماتے کھالو [3] اور خود نہ کھاتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف

استعمال کرتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کے ہدیے لئے اور استعمال فرمائے۔ خیال رہے کہ یہاں تعلیم امت کے لئے یہ ارشاد ہے کہ مشتبہات سے بچو ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک چیز کی حقیقت و اصلیت سے خبردار ہیں۔ جیسا کہ ہم بارہا اسی شرح میں اور اپنی کتاب جاء الحق حصہ اول میں ثابت کر چکے ہیں [2] اس حدیث نے فیصلہ فرما دیا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو زکوٰۃ لینا حرام ہے آنا جمع فرما کر تا قیامت اپنی اولاد کو شامل فرمایا، یہی حق ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا سید کی زکوٰۃ سید لے سکتے ہیں یہ تمام مرجوع قول ہیں، فتویٰ اس پر نہیں خیال رہے کہ بنی ہاشم سے مراد آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث ابن مطلب و آل رسول ہیں ابولہب کی مسلمان اولاد اگرچہ بنی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوٰۃ لے سکتے تھے اور دے سکتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت کرامت و عزت کے لئے ہے، ابولہب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذا کی کوشش میں رہا اسی لئے وہ اور اس کی اولاد اس عظمت کی مستحق نہ ہوئی (از لمعات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ناسمجھ اولاد کو بھی ناجائز کام نہ کرنے دے دیکھو حضرت حسین اس وقت بہت ہی کمسن اور ناسمجھ تھے جیسا کہ کخ کخ فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی زکوٰۃ کا چھوہارا دانہ کھانے نہ دیا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ ناسمجھ لڑکوں کو سونے چاندی کا زیور پہنانا حرام ہے اس مسئلہ کی ماخذ یہ حدیث بھی ہو سکتی ہے یہ قاعدہ بہت مفید ہے (مرقات) [1] اس طرح کہ زکوٰۃ و فطرہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک صاف ہوتے ہیں جیسے میل نکل جانے سے جسم یا کپڑا رب تعالٰے فرماتا ہے خذ من اموالہم صدقۃ تطہرھم و تزکیہم بہا۔ لہٰذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے [2] یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی، یعنے مجھے اور میری اولاد کو زکوٰۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے لوگ ہمارے میل سے ستھرے ہوں ہم کسی کا میل کیوں لیں۔ اب بعض کا یہ کہنا کہ چونکہ سادات کو خمس نہیں ملتا اس لئے اب وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ نص کے مقابل ہو نیز اور کیوں کم نہیں سنتا جاتا [3] غنی صحابہ اپنے واجب و نفلی صدقہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے غرباء میں تقسیم فرما دیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالٰے قبول فرمائے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ وغیرہ فقراء و صحابہ پر تقسیم فرما دیتے

بِيَدِهٖ فَاَكَلَ مَعَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْ بَرِيْرَةَ ثَلٰثُ سُنَنٍ اِحْدَى السُّنَنِ اَنَّهَا عُتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِيْ زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُرْمَةُ تَفُوْرُ بِلَحْمٍ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ خُبْزٌ وَاُدْمٌ مِنْ اُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ اَلَمْ اَرَ بُرْمَةً فِيْهَا لَحْمٌ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى

بڑھاتے اور ان کے ساتھ کھاتے ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ میں تین شرعی حکم ہوئے ۲؎ ایک حکم یہ کہ وہ آزاد کی گئیں تو انہیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا ۳؎ اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے ۴؎ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ ہانڈی گوشت سے ابل رہی تھی آپکی خدمت میں روٹی اور گھر کا کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کہ کیا مجھے گوشت کی ہانڈی نظر نہیں آرہی عرض کیا ہاں لیکن یہ گوشت ہے جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا

تھے، اور بعض لوگ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ و نذرانہ لاتے تھے، چونکہ دو قسم کے مال حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے، اس لئے اگر لانے والا صاف صاف نہ کہتا، تو سرکار خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھا لیتے تھے مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے۔ یہاں صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ لے سکتے ہیں، حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ مراد نہیں، صدقہ و ہدیہ کا فرق اس باب کے شروع میں عرض کیا گیا ہے ۱؎ یعنے ہدیہ و نذرانہ کا کھانا خود بھی کھاتے تھے اور موجود صحابہ کو بھی اپنے ہمراہ کھلاتے تھے۔ خیال رہے کہ غنی اور سید کو صدقہ نفل لینا جائز ہے وہ صدقہ ان کے لئے ہدیہ بن جاتا ہے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم صدقہ نفل بھی نہ لیتے تھے کیونکہ اس میں صدقہ دینے والا لینے والے پر رحم و کرم کرتا ہے جس کا ثواب اللہ سے چاہتا ہے سب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے رحم کے خواستگار ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر کون انسان رحم کرتا ہے، ہاں صدقہ جاریہ جیسے کنوئیں کا پانی، مسجد و قبرستان کی زمین اس کا حکم دوسرا ہے کہ یہ ہر غنی و فقیر بلکہ خود صدقہ کرنے والے واقف کو بھی اس کا استعمال جائز ہے، یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مباح تھا (از مرقات وغیرہ) ۲؎ بریرہ بروزن کریمہ صحابیہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کی مولاۃ یعنے آزاد کردہ لونڈی ہیں آپ نے حضرت ابن عباس، عروہ ابن زبیر سے احادیث روایت کیں یعنے حضرت بریرہ کے ذریعہ ہم کو تین شرعی مسائل معلوم ہوئے ۳؎ حضرت بریرہ کے خاوند کا نام مغیث تھا جو پہلے غلام تھے حضرت بریرہ کے آزاد ہونے کے وقت آزاد ہو چکے تھے جب آپ آزاد ہوئیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو اختیار دیا کہ چاہیں نکاح باقی رکھیں یا فسخ کر دیں، معلوم ہوا کہ لونڈی کو آزادی پر خیار عتق ملتا ہے خاوند غلام ہو یا آزاد اس کی پوری بحث ان شاء اللہ کتاب النکاح اور کتاب العتق میں آئے گی ۴؎ حضرت بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھیں جس نے آپکو مکاتب کر دیا تھا کہ اتنا مال دو تو تم آزاد ہو آپ مال دینے سے عاجز ہوئیں تو حضرت عائشہ صدیقہ سے عرض کیا آپ نے فرمایا تمہارا مال میں دے دیتی ہوں اپنے مالک سے کہو کہ تمہیں میرے ہاتھ فروخت کر دے پھر میں تم کو آزاد کر دوں گی ان کے مالک نے کہا کہ ہاں ہم فروخت تو کر دیں گے مگر اس شرط سے کہ تمہاری ولاء یعنے آزاد کرنے کا حق ہم کو رہے یہ مسئلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ولاء آزاد

بریرۃ وانت لا تاکل الصدقۃ قال ھو علیھا صدقۃ ولنا ھدیۃ متفق علیہ ؛ و
عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل الھدیۃ ویثیب علیھا رواہ
البخاری ؛ وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو دعیت الی
کراع لاجبت ولو اھدی الی ذراع لقبلت رواہ البخاری ؛ وعنہ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی یطوف علی الناس تردہ اللقمۃ واللقمتان

اور حضور آپ صدقہ تو کھاتے نہیں تو فرمایا وہ اُن پر صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدل بھی عطا فرماتے تھے ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مجھے پائے (یعنی گائے بکری کے کھر وغیرہ) کی طرف دعوت دی جائے تو قبول کروں اور اگر مجھے دستی دی جائے تو منظور فرمالوں ۳؎ (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا پھرے اسے ایک دو لقمے یا

کرنے والے کو ہے نہ کہ فروخت کرنے والے کو، یہ دوسرا مسئلہ حضرت بریرہ کے ذریعہ معلوم ہوا، ولاء کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر آزاد کردہ غلام لاوارث فوت ہوجائے تو میراث مولیٰ کو ملتی ہے اسی طرح اگر مولیٰ لاوارث فوت ہو تو یہ غلام میراث لیتا ہے ۱؎ یعنے بریرہ سے کہو کہ اپنے اس گوشت میں سے جو انہیں صدقہ ملا ہے ہم کو بھی دیں کیونکہ صدقہ اُن پر ختم ہوچکا، اب ہم کو بریرہ کی طرف سے ہدیہ ہو کر ملے گا جو ہمارے لے مباح ہوگا۔ اس سے تین مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بنی ہاشم کا آزاد کردہ غلام زکوٰۃ نہیں لے سکتا، مگر دوسروں کا غلام زکوٰۃ لے سکتا ہے، چونکہ حضرت عائشہ قرشیہ تو تھیں مگر ہاشمیہ نہ تھیں، اس لئے بریرہ کو صدقہ لینا درست ہوا، دوسرے یہ کہ اپنی بیوی یا بیوی کی لونڈی یا اولاد سے کچھ مانگنا جس میں ذلت نہ ہو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی جائز ہے چہ جائیکہ اور کوئی، جس سوال میں ممانعت ہے وہ ذلت والا سوال ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے گوشت طلب فرمایا تیسرے یہ کہ ملکیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، لہذا اگر فقیر کو زکوٰۃ دی گئی اس نے اس زکوٰۃ سے کسی غنی یا سید کی دعوت کردی یا وہ زکوٰۃ کی رقم کسی مسجد سرائے یا کنوئیں پر خیرات کرکے لگادی تو جائز ہے کہ زکوٰۃ تو فقیر پر ختم ہوگئی اب یہ فقیر کی طرف سے ہدیہ ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ پر صدقہ کیا ہوا گوشت کھالیا کہ اب یہ ہدیہ و نذرانہ بن گیا تھا، اس سے بہت سے فقہی مسائل حل ہوسکتے ہیں، حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صدقہ دیا ہوا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرمادیا اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ کو اس لئے رعایۃ دینا چاہتا تھا کہ آپ نے اُسے صدقہ دیا تھا یہ رعایت کرانا ممنوع تھا لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۲؎ بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ دینے والے کو اپنی شان کے لائق بھاری عطیہ دیتے تھے، اب بھی جو اُمتی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایصال ثواب کرتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو دین و دنیا میں کہیں بہتر عوض فرماتے ہیں اور فرمائینگے جس کا تجربہ بارہا ہوا اور ہورہا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عطیہ تاقیامت جاری ہے ۳؎ یعنے ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول فرمانے میں عار نہیں ضرور قبول فرمائیں گے، اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو تعلیم ہے کہ غریبوں اور اپنے نوکروں کے حقیر ہدیوں کو نہ ٹھکرا ان

وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقَالَ لِاَبِيْ رَافِعٍ اِصْحَبْنِيْ كَيْمَا تُصِيْبَ مِنْهَا فَقَالَ لَا حَتّٰى اٰتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْأَلَهٗ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ

ایک دو چھوہارے لوٹادیں لیکن مسکین وہ ہے جو غنا بھی نہ پائے جس کو لوگوں سے لاپرواہ ہوجائے اور اُسے پہچانا بھی نہ جائے تاکہ اُسے صدقہ دیدیا جائے اور نہ اٹھ کر لوگوں سے سوال کرے [1] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابورافع سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی مخزوم کے ایک شخص کو صدقہ پر مقرر کرکے بھیجا اُس نے ابورافع سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو کہ تم بھی کچھ پاتو [2] وہ بولے نہیں حتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھ لوں [3] نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم کو صدقہ حلال نہیں اور

کے اخلاص کی قدر کرو، اور ہم غریبوں کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہوسکے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں مال و اعمال کے تو اب لوٹکا ہدیہ کرتے ہیں یہاں کراع سے مراد کھرے دگائے بکری کے پائے ایں نہ کہ کراع الغمیم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا، یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر ہماری دعوت کردے، تو ہم قبول فرمالیں گے کیونکہ صدقہ اُس پر ختم ہوچکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

[1] یعنے جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صابروں کے زمرہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں اسی سوال پر گنہگار ہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے اتنی دوڑ دھوپ کرسکتا ہے تو وہ کمانے کے لئے بھی کرسکتا ہے، ہاں صابر وہ مسکین ہے جو حاجتمند ہو مگر پھر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے، اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے، اسی مسکین کی رب تعالٰی نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے کہ فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الآیہ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنے دل میں عجز و انکسار ہونا، تکبر و غرور نہ ہونا، ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے، اور جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو فتنہ میں مبتلا کردے، لہذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ یہ اعتراض ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو مسکینیت کی دعا کی مگر رب تعالٰی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ بنادیا یہ دعا قبول نہ ہوئی [2] خلاصہ یہ ہے کہ کسی مخزومی کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ پر عامل بنایا جس کو زکوٰۃ سے ہی معاوضہ دیا جاتا، اُس مخزومی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام جن کا نام اسلم ہے کنیت ابورافع سے کہا تم بھی میرے ساتھ چلو، جو اُجرت ملے گی اُس میں تمہارا حصہ ہوگا جس سے تمہارا کچھ کام چل جائے گا، یہ مطلب نہیں ہے کہ میں خود اُجرت لے کر اپنی طرف سے تم کو ہدیۃً دے دونگا۔ [3] ظاہر یہ ہے کہ یہاں مسئلہ پوچھنا مراد نہیں بلکہ ساتھ جانے کی اجازت حاصل کرنا مراد ہے، ابورافع اگرچہ جسماً آزاد ہوچکے تھے مگر اُن کا دل ہمیشہ کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوچکا تھا حضور

مَوَالِی الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیٍّ وَلَا لِذِیْ مِرَّةٍ سَوِیٍّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ۞ وَعَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ رَجُلَانِ اَنَّهُمَا اَتَیَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

قوم کا غلام اُن ہی میں سے ہوتا ہے ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ نہ تو غنی کو حلال ہے نہ صحیح اعضاء والے کو ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) اور احمد و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی روایت ہے حضرت عبید اللہ ابن عدی ابن خیار سے فرماتے ہیں کہ مجھے دو شخصوں نے خبر دی کہ وہ دونوں نبی کریم صلے

اللہ علیہ وسلم سے بغیر پوچھے جنبش بھی نہیں کرتے۔ ۱؎ یعنے اے ابورافع تم ہمارے غلام اور ہم ہیں بنی ہاشم سے چونکہ بنی ہاشم زکوۃ کے عامل بن کر اس سے اجرت بھی نہیں لے سکتے، لہذا تم بھی یہ اجرت نہیں لے سکتے: اس حدیث سے دو مسئلے نہایت اہم حاصل ہوئے: ایک یہ کہ حضرات بنی ہاشم خصوصًا سیدوں کی شان اسلام میں بہت اعلےٰ ہے، کہ غنی عامل زکوۃ سے اُجرت لے سکتا ہے، مگر یہ حضرات تو کیا ان کا زرخرید غلام یہ اُجرت بھی نہیں لے سکتا، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج کل سیدوں کو زکوۃ کھانا جائز کرنے کی دُھن میں ہیں، سادات کو زکوۃ لینا ہرگز جائز نہیں، دوسرے یہ کہ شان والوں کی نسبت سے ادنےٰ بھی شان والے بن جاتے ہیں، دیکھو سید کا غلام اگرچہ کسی قوم سے ہو زکوۃ نہیں لے سکتا بلکہ زکوۃ سے اجرتِ عمل بھی نہیں وصول کر سکتا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں نسبت کیا چیز ہے صرف اپنے عمل اچھے چاہئیں، تیسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم احکام قرآنیہ کو عام و خاص فرما سکتے ہیں، دیکھو رب تعالےٰ نے مطلقًا فرمایا والعاملین علیہا مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے اپنی اولاد بلکہ اُن کے غلاموں کو علیحدہ کر دیا، ورنہ قرآن کریم نے سید و غیر سید کا فرق مصرف زکوۃ کے بیان میں کوئی نہ کیا۔ چوتھے یہ کہ سچے پیغمبروں نے نبوت کو ذریعہ معاش قرار نہ دیا۔ مرزائے قادیانی اس نبوت کے ذریعہ خود مالا مال ہوگیا بلکہ اپنی اولاد کو سکھا گیا کہ بہشتی مقبرہ کی قبریں بیچ کر مزے اُڑایا کرو نعوذ باللہ منہ، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تا قیامت اپنی اولاد کو زکوۃ کی آمدنی سے محروم فرما دیا۔ اُنہیں حکم دیا کہ تم زکوۃ دو مگر غریب ہو کر لو نہیں ۲؎ یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے، ان کے ہاں تندرست اور کمانے کی قدرت رکھنے والا زکوۃ نہیں لے سکتا، اگرچہ فقیر ہو، امام اعظم کے ہاں لے سکتا ہے، امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیہ اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ سرکار اصحاب صفہ کو جو تندرست اور سب کمانے پر قادر تھے مگر انہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لئے وقف کر دیا زکوۃ دیتے تھے، اس کا ذکر اسی آیت مذکورہ میں ہے یہ حدیث اس آیت اس عمل سے منسوخ ہے یا یہاں لَا تَحِلُّ کے معنے ہیں لائق نہیں، یعنے غنی کو صدقہ لینا لائق نہیں (حرام ہے) اور تندرست فقیر کو لائق نہیں (غیر مناسب ہے) یا صدقہ سے مراد بھیک مانگنا ہے، جیسا کہ اگلے باب کی احادیث سے ثابت ہے، وہ احادیث اس حدیث کی شرح ہیں امام اعظم کا مذہب قوی ہے، کیونکہ رب تعالےٰ نے زکوۃ کے جو آٹھ مصرف بیان فرمائے انما الصدقات للفقراء الآیہ اُن میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يَقْسِمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَاهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِيْنَا النَّظَرَ وَخَفَضَهُ فَرَآنَا جَلْدَيْنِ فَقَالَ إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيْهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ❊ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا أَوْ لِغَارِمٍ أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِسْكِيْنٌ فَتُصُدِّقَ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ حجۃ الوداع میں تھے صدقہ تقسیم فرما رہے تھے[1] انہوں نے بھی حضور سے صدقہ مانگا تو حضور نے ہم پر نظر اٹھائی پھر جھکائی ہم کو تندرست و توانا دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں مگر اس میں نہ تو غنی کا حصہ ہے نہ کمائی کے لائق تندرست کا[2] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے مرسلاً[3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ کے سوا کسی غنی کو صدقہ حلال نہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا[4] اور صدقہ پر عامل[5] اور مقروض[6] یا اسے اپنے مال سے صدقہ خریدے۔ اسے جس کا کوئی پڑوسی مسکین تھا تو مسکین پر صدقہ کیا گیا

۱ ظاہر یہ ہے کہ یہ صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ ہوگا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حجاج نے اپنی زکوٰۃ تقسیم کے لئے پیش کی ہوگی، جیسا کہ صحابہ کا دستور تھا، آج بھی مسلمان اپنے صدقات حرمین شریفین جانے والوں کو دے دیتے ہیں کہ وہاں تقسیم کردینا، اسی عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے، اہل حرمین جیران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہاں صدقہ کا ثواب ایک ایک لاکھ تک ہے اس لئے یہ عمل کرتے ہیں، یہ اُس حدیث کے خلاف نہیں کہ قوم کا صدقہ یا کسی شہر کا صدقہ اُسی قوم و شہر میں خرچ کیا جائے کہ وہاں مقصد یہ ہے کہ سب صدقہ باہر یا دوسری قوم میں نہ بھیجدو اور اس شہر یا قوم کو بالکل محروم نہ کردو۔ ۲ اس میں دونوں کو تقویٰ و طہارت کی تعلیم ہے یعنے چونکہ تم دونوں اگرچہ فقیر ہو مگر تندرست اور کمانے کے لائق ہو اسلئے اس سے لینا تمہارے لائق نہیں، اگر ان کو یہ صدقہ لینا حرام ہوتا جیسا کہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں، اس اختیار دینے سے معلوم ہورہا ہے کہ دینا جائز تو ہے مگر بہتر نہیں۔ ۳ آپ جلیل القدر تابعی ہیں حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں بڑے عالم و عابد تھے چونکہ اس اسناد میں صحابی کا ذکر نہیں اسلئے حدیث مرسل ہے اور احناف کے ہاں حدیث مرسل حجت ہے۔ ۴ امام شافعی کے ہاں صاحب مال غازی زکوٰۃ لے سکتا ہے، یہ حدیث اُن کی دلیل ہے مگر ہمارے ہاں غازی مسافر جس کے پاس مال ختم ہوچکا وہ سفر کی بنا پر لے سکتا ہے نہ کہ محض جہاد کی بنا پر ہمارے ہاں وہ مسافر غازی ہی مراد ہے امام شافعی کے ہاں حدیث مرسل حجت نہیں، اسلئے وہ اس حدیث سے دلیل نہیں لے سکتے، نیز دیگر احادیث میں صراحۃً فرمایا گیا کہ مالداروں سے زکوٰۃ لو فقراء کو دو، وہاں غازی کا استثناء نہیں یا ارشاد فرمایا کہ صدقہ غنی کو حلال نہیں، فتح القدیر و مرقات نے فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے ۵ عامل سے مراد وصولی زکوٰۃ کا کام کرنے والا ہے جیسے عاشر، حاسب، کاتب وغیرہ یہ سب اپنی اجرت زکوٰۃ سے لیں گے اُن کے لئے یہ اجرت ہوگی نہ کہ زکوٰۃ، اگر اللہ اکبر بنی ہاشم عامل ہو کر بھی زکوٰۃ سے اُجرت نہیں لے سکتے۔ ۶ حق یہ ہے کہ مقروض سے وہ مراد ہے جو مالک نصاب

عَلَى الْمِسْكِينِ فَاَهْدَى الْمِسْكِينُ لِلْغَنِيِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَوِابْنِ سَبِيْلٍ، وَعَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهٗ فَذَكَرَ حَدِيْثًا طَوِيْلًا فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَعْطِنِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَّلَا غَيْرِهٖ فِي الصَّدَقَاتِ حَتّٰى حَكَمَ فِيْهَا هُوَ فَجَزَّاَهَا ثَمَانِيَةَ اَجْزَاءٍ فَاِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْاَجْزَاءِ اَعْطَيْتُكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ شَرِبَ

پھر مسکین نے اس غنی کو ہدیہ دیا[1] (مالک، ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں جو حضرت ابوسعید سے ہے یہ ہے کہ یا مسافر، روایت ہے حضرت زیاد ابن حارث صدائی سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے بیعت کی[2] انہوں نے ایک دراز حدیث سنائی کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا بولا کہ مجھے صدقہ سے دیجئے[3] اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے صدقات کے متعلق نبی وغیرہ کے حکم سے راضی نہ ہوا حتےٰ کہ اس کا خود حکم آیا[4] مصرف کی رب تعالے نے آٹھ قسمیں کیں اگر تم ان آٹھ قسموں سے ہو تو میں تم کو دے دوں[5] (ابو داؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے[6] فرماتے ہیں کہ

تو ہے مگر اس کا نصاب قرض میں ڈوبا ہوا ہے مثلاً سو روپیہ کا مالک ہے مگر نوے روپے کا مقروض ہے اُسے غنی میں داخل فرمانا ظاہری حال کی بنا پر ہے ورنہ درحقیقت وہ فقیر ہے۔ [1] یہ جواز اس بنا پر ہے کہ ملک بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھایا جو بریرہ کو صدقہ دیا گیا تھا لہذا جب مسکین سے زکوۃ خریدلی یا اُس نے ہدیۃً کچھ دے دی، تو اب یہ زکوۃ نہ رہی، اس پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہونگے مگر خیال رہے کہ اس خرید وفروخت میں دھوکہ نہ ہو، رب تعالے نیت جانتا ہے، لہذا صاحب نصاب فقیر سے اپنی زکوۃ دھوکے سے سستی نہ خریدے حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صدقہ کا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرمادیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فقیر حضرت ابن عمر کو اسے سستا دیتا تھا کہ انہیں کا صدقہ ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں [2] یہ بیعت بیعت اسلام تھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو مسلمان کرتے وقت استقامت علی الدین کی بیعت۔ توبہ کی تقوی کی، کسی خاص حکم پر عمل کرنے کی بھی بیعت لی ہے، آجکل عموماً مرشدوں سے توبہ یا تقوی کی بیعت کی جاتی ہے، بیعت اسلام کا ذکر اس آیت میں ہے اذا جاءکم المؤمنات یبایعنک الآیۃ [3] صدقہ سے مراد زکوۃ ہے جیسا کہ آئندہ جواب سے معلوم ہورہا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غنی صحابہ اپنی زکوتیں خیرات کو دے جاتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر زکوۃ فرض نہ تھی، یہاں وہ زکوتیں مراد ہیں [4] یعنے رب تعالے نے براہ راست جس قدر تفصیل زکوۃ کے مصارف کی فرمائی اتنی تفصیل دوسرے احکام کی نہ کی حتے کہ خود زکوۃ و نماز کا اجمالی ذکر ہی فرمایا، نبی کے بیان پر کفایت نہ فرمائی، عدم رضا سے مراد عدم کفایت ہے اس لفظ سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے، اللہ تعالے اپنے محبوب اور اُن کے ماننے والوں کے احکام سے راضی ہے، اُن کے غلاموں کے بارے میں فرماتا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اُن کی شان تو بہت اعلےٰ

WWW.NAFSEISLAM.COM

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَبَنًا فَاَعْجَبَهٗ فَسَاَلَ الَّذِیْ سَقَاہُ مِنْ اَیْنَ هٰذَا اللَّبَنُ فَاَخْبَرَہٗ
اَنَّهٗ وَرَدَ عَلٰی مَآءٍ قَدْ سَمَّاہُ فَاِذَا نَعَمٌ مِّنْ نَّعَمِ الصَّدَقَةِ وَهُمْ یَسْقُوْنَ فَحَلَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا
فَجَعَلْنَا فِیْ سِقَائِیْ فَهُوَ هٰذَا فَاَدْخَلَ عُمَرُ یَدَہٗ فَاسْتَقَاءَ رَوَاہُ مَالِكٌ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ
الْاِیْمَانِ. بَابُ لَا تَحِلُّ لَهُ الْمَسْئَلَةُ وَمَنْ تَحِلُّ لَهٗ. اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ. عَنْ

حضرت عمر ابن خطاب نے دودھ پیا تو آپ کو پسند آیا تو پلانے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لایا[۱] اس نے بتایا کہ وہ ایک گھاٹ پر گیا جس کا اس نے نام لیا تو وہاں صدقہ کے جانور تھے وہ پانی پلا رہے تھے انہوں نے ان جانوروں کا دودھ دوہا تو میں نے اپنے مشکیزہ میں ڈال لیا[۲] یہ وہ دودھ ہے تو حضرت عمر نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور قے کردی[۳] (مالک بیہقی شعب الایمان) باب مانگنا کسے حلال نہیں اور کسے حلال ہے[۴] پہلی فصل ۞ روایت ہے

[۵] اس کلام کا منشا یہ ہے کہ تم اُن آٹھ میں سے نہیں ہو، لہذا تم زکوۃ نہیں لے سکتے، یہ گفتگو عتابانہ ہوتی ہے، لہذا اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندرونی حالات سے بے خبر ہیں، عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے بچاتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دفن شدہ مُردوں کے متعلق فرمایا یہ چغل خور تھا، یہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا، خیال رہے کہ احناف کے ہاں زکوۃ تمام مصارف پر تقسیم کرنا ضروری نہیں، صرف ایک مصرف کو بھی دے سکتے ہیں، یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں[۶] آپ تابعی ہیں، حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں، بڑے فقیہ عابد تھے، آپ کے درس میں چالیس فقہا، بیٹھتے تھے، حتی کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کے درس میں شرکت فرماتے تھے (اشعۃ اللمعات)[۱] مرقات نے فرمایا کہ یہ حضرت عمر کی فراست ہے، آپ نے محسوس فرمایا کہ روزانہ ہم دودھ پیتے تھے نفس اس قدر خوش نہ ہوتا تھا آج اتنا پسند کیوں کرتا ہے، نفس اس سے اتنا راضی و خوش کیوں ہوا اس میں کچھ راز ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے[۲] یعنے زکوۃ کے اونٹ کنوئیں یا گھاٹ پر پانی پینے آتے تھے اُن کا دودھ خیرات کیا گیا میں نے بھی وہ خیراتی دودھ لے لیا کیونکہ میں فقیر ہوں، عرب میں جب جانور پانی پلانے کے لئے جمع ہوتے تھے تو فقراء جمع ہو جاتے تھے جن کو دودھ خیرات کے طور پر دیا جاتا تھا[۳] علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قے کردینا تقوٰی تھا کہ حرام پیٹ میں صدقہ کا دودھ نہ رہے اور وہ جزو بدن نہ بنے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت بریرہ پر صدقہ کیا ہوا گوشت ہدیۃً قبول فرمالینا فتوٰی نتیجہ یہ ہوا کہ فقیر کا ہدیہ کیا ہوا مال کھالینا شرعًا جائز ہے نہ کھانا احتیاط ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کو شبہ ہوا کہ شاید دودھ دینے والوں کو دینے کا اختیار نہ ہو یا یہ لینے والا لینے کا مستحق نہ ہو اس شبہ کی بنا پر آپ نے یہ احتیاط کی ہو **لطیفہ** ایک عالم کے بیٹے کو کسی لونڈی نے اپنا دودھ پلا دیا، انہوں نے اُس کے حلق میں انگلی ڈال کر وہ دودھ نکال دیا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ دنیہ عورت کا دودھ میرے بچے کا جزو بدن بنے اور اُس کی طبیعت میں دناءت پیدا ہو ان جیسی احتیاطوں کی اصل یہ حدیث ہے۔[۴] یہاں مانگنے سے مراد ذلت و خواری کا مانگنا ہے یعنے بھیک مانگنا لہذا باپ کا اولاد سے یا آقا کا غلام سے یا اس کے برعکس یا اُن سے کچھ مانگنا جن سے مانگنے میں عار نہ ہو، مطلقًا

قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا
فَقَالَ أَقِمْ حَتّٰى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ
إِلَّا لِأَحَدِ ثَلٰثَةٍ رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَرَجُلٌ
أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ أَوْ
قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يَقُومَ ثَلٰثَةٌ مِّنْ ذَوِي الْحِجٰى مِنْ قَوْمِهِ
لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سِدَادًا

حضرت قبیصہ ابن مخارق سے فرماتے ہیں کہ میں ایک قرض کا ضامن بن گیا تھا ۱؎ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے لئے کچھ مانگنے کو حاضر ہوا ۲؎ تو حضور نے فرمایا ٹھہرو حتےٰ کہ صدقہ آجائے تو ہم اُس کا تمہارے لئے حکم دے دیں گے ۳؎ پھر فرمایا اے قبیصہ تین شخصوں کے سوا کسی کو مانگنا جائز نہیں ایک وہ جو کسی قرض کا ضامن ہوگیا ہو اُسے مانگنا جائز ہے حتےٰ کہ بقدر قرض پائے پھر باز رہے ۴؎ ایک وہ جس پر آفت آجائے جو اُس کا مال برباد کردے اُسے مانگنا حلال ہے ۵؎ حتےٰ کہ زندگانی کا قیام پائے یا فرمایا کہ زندگی کی درستی پائے ۶؎ اور ایک وہ جسے فاقہ پہنچ جائے حتےٰ کہ اس کی قوم کے تین عقل والے اُٹھ کر کہدیں کہ فلاں فاقہ کو پہنچا ہے تو اُسے مانگنا حلال ہے ۷؎ حتےٰ کہ زندگی کا قیام یا زندگی کی درستی پائے

جائز ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت اور انعام الٰہیہ و اُخروی نعمتوں کی بھیک مانگنا بادشاہوں کے لئے فخر و عزت ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ بلا ضرورت مانگنا ممنوع ہے، اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ ہے یا حرام حق یہ ہے کہ حرام ہے ضرورت سوال میں بہت تفصیل ہے جو آئندہ آرہی ہے خیال رہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کا نصاب اور ہے زکوٰۃ لینے کی حرمت کا نصاب اور، مگر سوال حرام ہونے کا نصاب کچھ اور ہی ہے جس کے پاس دو وقت کھانے کو ہو یا کمانے پر قادر ہو وہ بھیک مانگے الا بما ھو جیبی عن ترہیب ۱؎ حمالہ یعنے اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قومیں دیت یا دوسرے مال قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں، کوئی اُن میں صلح کرانے اور دفع شر کے لئے مقروض کا قرض یا مقتول کی دیت اپنے ذمہ لے لے یعنے دفع فساد یا صلح کرانے کے لئے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا (مرقات و لمعات وغیرہ) ۲؎ تاکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرمادیں جس سے میں وہ قرض چکا دوں یا دیت ادا کردوں ۳؎ صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنے سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ جو غنی صحابہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تاکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی خیرات کریں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو یعنے اے قبیصہ تم توقف کرو کہ زکوٰۃ وصول ہوجائے تو اس سے تمہارا یہ ضمانت ادا کردیا جائیگا ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا اپنے لئے نہیں بلکہ اُس مقروض فقیر کے لئے ہے جو فقیر ہے جس کا یہ ضامن ہے، رب تعالٰی نے زکوٰۃ کے مصارف میں غارمین یعنی مقروضوں کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہی مقروض ہیں ۵؎ یعنے یہ شخص غنی تھا آفت ناگہانی نے مال برباد کرکے اسے فقیر کردیا اگرچہ تندرست ہے کمانے پر قادر ہے مگر کمانے تک کیا کھائے، وہ اُس وقت تک کے لئے مانگ سکتا ہے جب کچھ گذارہ

مِنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

اے قبیصہ ان کے سواء مانگنا حرام ہے کہ مانگنے والا حرام کھاتا ہے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مال بڑھانے کے لئے بھیک مانگے تو وہ انگارہ مانگتا ہے اب چاہے کم کرے یا زیادہ ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے حتی کہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے میں گوشت کا پارہ نہ ہوگا ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

کے لائق کمانے تو سوال سے باز آجائے ۶؎ سداد یا سَداد سین کے فتح سے بمعنے کفایت اور یا سِداد سین کے کسرہ سے ہے بمعنے درستی واصلاح یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقروفاقہ ٹل کر زندگی درست ہوجائے، غرضکہ بھیک مانگنا مردار جانور کی طرح ہے جس کا جائز وحلال ہونا سخت ضرورت پر ہے ۷؎ یہ گواہی کی قید اس کے لئے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلا ضرورت مانگ رہا ہے قوم سے مراد اس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اس کی برادری کے ہوں یا آس پڑوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت وغنا کی پہچان ہو وہ بتادیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے، ان کے وہ عادی تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عادتوں کو بدلنے کے لئے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں، مقروض کی نماز جنازہ خود نہ پڑھی دوسروں سے پڑھوادی تاکہ عبرت پکڑیں اور قرض حتی الامکان نہ لیں۔ ۱؎ خیال رہے کہ تین کا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں، ان تین کے علاوہ اور صورتیں بھی ہیں جن میں سوال درست ہوتا، جیسے وہ بے دست وپا جو کمانے پر قادر نہ ہو وہ طالب علم جس نے اپنے کو طلب علم کے لئے وقف کردیا ہو اور لوگ توجہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہوں، مرقات نے فرمایا کہ خانقاہوں کے وہ مجاور جنہوں نے اپنے کو ریاضت ومجاہدات کے لئے حقیقی معنے میں وقف کردیا ہو، ان کے لئے ان ہی میں کا ایک سوال کرسکتا ہے، روٹیاں کپڑے جمع کرسکتا ہے، مگر خیال رہے کہ رب تعالٰی نیت سے خبردار ہے مانگنے کے لئے صوفی نہ بن جائے ۲؎ یعنی بلا سخت ضرورت بھیک مانگے بقدر حاجت مال رکھتا ہو زیادتی کے لئے مانگتا پھرے وہ گویا دوزخ کے انگارے جمع کررہا ہے چونکہ یہ مال دوزخ میں جلنے کا سبب ہے اسی لئے اسے انگارہ فرمایا: اس حدیث سے آج کل کے عام پیشہ ور بھکاریوں کو عبرت لینی چاہیئے۔ حال ہی میں راولپنڈی میں ایک بھکاری نے متروکہ مکان کے نیلام میں ۴۵ ہزار روپے کی بولی دیکر مکان خریدا، بھیک ہی مانگتا تھا۔ افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں بھیک مانگنے کا مرض بہت زیادہ ہے، اس گناہ میں وہ بھی شریک ہیں جو ان موٹے مشٹنڈوں پیشہ ور بھکاریوں کو بھیک دیتے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْئَلَةِ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَلُنِيْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجُ لَهٗ مَسْئَلَتُهٗ مِنِّيْ شَيْئًا وَّاَنَا لَهٗ كَارِهٌ فَيُبَارَكُ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَاْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مانگنے میں زاری (ضد) نہ کرو ۱ اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا تم میں سے کوئی مجھ سے کچھ مانگے اس کا مانگنا مجھ سے کچھ نکلوائے حالانکہ میں ناخوش ہوں تو اسے میرے عطیہ میں برکت دی جائے ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت زبیر ابن عوام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنی رسی لے پھر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لائے اسے بیچے جس سے اللہ اس کی عزت بچالے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے لوگ اسے دیں یا نہ دیں ۳ (بخاری) روایت ہے حضرت حکیم ابن حزام سے ۴ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ

ہیں ۳ یعنی پیشہ ور بھکاری اور بلا ضرورت لوگوں سے مانگنے کا عادی قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کے چہرے میں صرف ہڈی اور کھال ہوگی گوشت کا نام نہ ہوگا جس سے محشر والے پہچان لیں گے کہ یہ بھکاری تھا، یا یہ مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر ذلت وخواری کے آثار ہونگے، جیسے دنیا میں بھی بھکاری کا منہ چھپا نہیں رہتا، لوگ دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ سائل ہے خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں رب تعالٰی امت محمدی کی پردہ پوشی فرمائیگا، اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ان کے دنیاوی چھپے عیب لوگوں پر ظاہر نہ کریگا اور بھیک چھپا عیب نہ تھا کھلا تھا جس پر بھکاری شرم بھی نہ کرتا تھا، یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے عیوب دوسری امتوں پر ظاہر نہ کریگا، بھکاری کا یہ واقعہ خود مسلمانوں ہی میں ہوگا، لہذا احادیث میں تعارض نہیں، مرقات میں اس جگہ ہے کہ امام احمد ابن حنبل یہ دعا مانگا کرتے تھے الٰہی جیسے تو نے میرے چہرے کو غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی میرے منہ کو دوسرے سے مانگنے کی لعنت سے بچا۔ ۱ یعنی سوال پر اڑ نہ جاؤ کہ سامنے والا دینا نہ چاہے اور تم بغیر لئے ٹلنا نہ چاہو، مانگنا ایک عیب اور اس پر اڑنا دوسرا عیب، رب تعالٰی فرماتا ہے لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔ ۲ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر تو اپنا فرمایا مگر قانون کلی فرمایا کہ جو بھکاری بھی ضد یا اڑ سے بھیک وصول کرے، دینے والا دینا نہ چاہے، تو اس بھیک میں سخت بے برکتی ہوگی۔ امام غزالی فرماتے ہیں جو فقیر یہ جانتے ہوئے بھیک لے کہ دینے والا محض شرم وندامت کی وجہ سے دے رہا ہے اس کا دل دینے کو نہ چاہتا تھا، تو یہ مال بھکاری کے لئے حرام ہے۔ خیال رہے کہ بھکاری کی ضد اور ہے چندہ کرنے والوں کا لحاظ کچھ اور، ضد حرام ہے لحاظ یہ حکم نہیں، آج مسجدوں مدرسوں کے چندوں میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ شہر کا بڑا معزز مالدار آدمی زیادہ وصول کرسکتا ہے، پھر اپنے لئے مانگنے اور دینی کاموں کے لئے چندہ کرنے کے احکام میں بھی فرق ہے۔
۳ خلاصہ یہ ہے کہ معمولی سے معمولی کام کرنا اور تھوڑے پیسوں کے لئے بہت سی مشقت کرنا بہتر ہے، اس سے عزت نہیں جاتی، مگر بھیک مانگنا برا ہے جس سے عزت جاتی رہتی ہے، برکت ہوتی نہیں اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ اگر کسی بڑے آدمی پر کوئی وقت پڑ جائے تو محنت مشقت کرنے

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَاَلْتُہٗ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا حَکِیْمُ اِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَہٗ بِسَخَاوَۃِ نَفْسٍ بُوْرِکَ لَہٗ فِیْہِ وَمَنْ اَخَذَہٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَکْ لَہٗ فِیْہِ وَکَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی

صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگا حضور نے دیا میں نے پھر مانگا حضور نے مجھے اور دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے حکیم یہ مال خوش نما خوش ذائقہ ہے[2] جو اسے دلی لاپرواہی سے لے گا اسے اس مال میں برکت ہوگی اور جو اسے نفسانی طمع سے لے گا اُسے برکت نہ ہوگی[3] اور وہ اس کی طرح ہوگا جو کھائے اور سیر نہ ہو[4] اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے[5]

میں شرم نہ کرے کیونکہ یہ سُنت انبیاء ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے معمولی سے معمولی کام بھی اپنے ہاتھ شریف سے کئے ہیں، بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ بھکاری بھیک مانگنے میں بڑی محنتیں کرتے ہیں، اگر مزدوری کریں یا چار بڑی فروخت کریں، تو ان پر محنت بھی کم پڑے اور آبرو سے بھی کھائیں اس حدیث سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ جنگل کے خودرو درخت مباح ہیں ان پر جو قبضہ کرکے کاٹ لے وہ اس کا مالک ہو جائیگا، جیسے جنگلی شکار یا عام کنوؤں کا پانی، کیونکہ اگر یہ لکڑی کاٹنے والا اس کا مالک نہ ہوتا تو اس کا بیچنا جائز کیونکہ ہوتا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس کام کو خیر کیوں فرماتے شعر

بدست آہکے تفتہ کردن خمیر به از دست بر سینہ پیش امیر

[2] آپ صحابی ہیں، حضرت خدیجۃ الکبرٰے کے بھتیجے ہیں، آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی، ایک سو بیس سال عمر پائی، ساٹھ سال جاہلیت میں گذرے، ساٹھ سال اسلام میں (اشعۃ اللمعات) [1] پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ مانگنے کو عیب نہ سمجھتے تھے بلا ضرورت بھی دست سوال دراز کر دیتے تھے، نو مسلم حضرات اُسی عادت کے مطابق اوّلاً مانگتے تھے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر انہیں سوال سے منع فرماتے تھے، اعلےٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا گیا کہ آپ مسجد کے بھکاری کو پیسے دیتے، پھر مسجد میں مانگنے سے منع کرتے، شاید آپکے عمل کا ماخذ یہ حدیث ہو۔ [2] سُبحان اللہ کیا بلیغ کلام ہے، خوش نما سبزے سے آنکھ سیر نہیں ہوتی اور لذیذ کھانے سے دل نہیں بھرتا، لیکن اگر بے قاعدہ کھاؤ تو تکلیف دیتا ہے اسی طرح مال ہے نہ آنکھ بھرے نہ دل لیکن ہوس کا انجام بُرا۔ [3] لاپرواہی سے مراد طمع اور ہوس کا مقابل ہے، یعنے جو مال لے تو لیکن صبر و قناعت کے ساتھ کہ ناجائز کی طرف نظر نہ اُٹھائے اور جائز مال کا بھی ہوس نہ ہو تو اگرچہ اس کے پاس مال تھوڑا ہو مگر برکت ہوگی، کیونکہ اس میں اللہ رسول کی رضا شامل ہوگی۔ خیال رہے کہ مال کی زیادتی اور ہے، برکت کچھ اور، زیادتی مال کبھی ہلاک کر دیتی ہے، مگر برکت مال دین و دنیا میں رب کی رحمت ہوتی ہے برکت والا تھوڑا پانی پیاس بجھا دیتا ہے، بہت سا پانی ڈبو دیتا ہے دیکھو طالوت کے جن ساتھیوں نے نہر سے ایک چلّو پانی پر قناعت کی، وہ کامیاب رہے اور بہت سا پینے والے مارے گئے، کیونکہ چلّو میں برکت تھی اور اس میں محض کثرت۔ [4] جوع البقر بیماری والا کھانے سے سیر نہیں ہوتا اور استسقاء والا پانی سے، ان دونوں کی یہ بھوک اور پیاس کبھی ہلاکت کا باعث ہو جاتی ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مال کی ہوس کو جوع البقر قرار دیا۔ [5] اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے سے مانگ کر لینے والا، خواہ دینے والا نذرانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کرکے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کرکے ہی اُٹھائے، مگر پھر بھی دینے

WWW.NAFSEISLAM.COM

قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاءُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ⁂ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ⁂ وَعَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ اِنَّ اُنَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ

حضرت حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں آپ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگونگا حتے کہ دنیا چھوڑ دوں لے (مسلم بخاری) ⁂ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا جبکہ آپ صدقہ کا اور مانگنے سے باز رہنے کا ذکر فرما رہے تھے ٢ے کہ اونچا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اونچا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچا ہاتھ مانگنے والا ٢ے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ کچھ انصاری لوگوں نے

والا ہی اونچا ہے، یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے اولاد کا ماں باپ کو دینا، مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ پیش کرنا، انصار کا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں، اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور زخشۂ جان کے تسمے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اسے استعمال فرمائیں تو ان کے حق کا کروڑواں حصہ ادا نہ ہوا اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غنا فقر سے بہتر ہے، اور غنی شاکر، فقیر صابر سے افضل، مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اوپر والے ہاتھ سے فقیر صابر مراد ہے اور نیچے والے سے بھکاری، تب تو سبحان اللہ بہت لطف کی بات ہے لے یعد کے معنے سوا بہت ہی مناسب ہیں جو شیخ نے اختیار کئے یعنے آپ سے تو جیتے جی قبر میں حشر میں مانگتا ہی رہونگا کیونکہ منگوں میں بھکاری آپ داتا، رب تعالٰے فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ اور فرماتا ہے اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اور فرماتا ہے وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ آپ سے مانگنے میں ہماری عزت ہے، ہاں آپ کے سوا کسی سے نہ مانگونگا **شعر**

اُن کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کیواسطے　　　ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

کل قیامت میں ساری خلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت وغیرہ کی بھیک مانگے گی، حضرت حکیم نے یہ وعدہ ایسا پورا کیا کہ اگر گھوڑے سے آپکا کوڑا گر جاتا تو خود اُتر کر لیتے، کسی سے مانگتے نہیں، خیال رہے کہ اَرْزَاءُ رُزْءٌ سے بنا بمعنے کم کرنا، چونکہ مانگنے سے مانگنے والے کی عزت گھٹ جاتی ہے اور دینے والے کا کچھ مال بھی کم ہوتا ہے، اس لئے اسے رزء فرمایا ٢ے یعنے مالداروں کو صدقہ دینے کی رغبت دے رہے تھے اور فقیروں کو صبر اور مانگنے سے باز رہنے کا حکم دے رہے تھے ٣ے الحمد للہ اس حدیث نے فقیر کی گذشتہ شرح کی تائید فرما دی یعنے بھکاری دینے والے سے نیچا ہے، ہر لینے والا نیچا نہیں، بہت مرتبہ دینے والا خادم ہوتا ہے لینے والا مخدوم، جسکی مثالیں ابھی عرض کی جا چکیں بظاہر یہ ہے کہ یہ تفسیر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے نہ کہ سیدنا ابن عمر کی، جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، مرقات نے یہاں فرمایا کہ بھکاری سے مفضول ہوا کہ وہ اس مانگنے سے مائل لینی ہے، اور سخی اسلئے افضل ہوا کہ وہ مائل بفقر ہے یعنے فقیر مال لے رہا ہے اور سخی مال دیکر کم کر رہا

سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاھُمْ ثُمَّ سَاَلُوْہُ فَاَعْطَاھُمْ حَتّٰی نَفِدَ مَا عِنْدَہٗ فَقَالَ مَا یَکُوْنُ عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَہٗ عَنْکُمْ وَمَنْ یَّسْتَعْفِفْ یُعِفَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ یَّسْتَغْنِ یُغْنِہِ اللّٰہُ وَمَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ اللّٰہُ وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً ھُوَ خَیْرٌ وَّ اَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْنِی الْعَطَاءَ فَاَقُوْلُ اَعْطِہٖ اَفْقَرَ اِلَیْہِ مِنِّیْ فَقَالَ خُذْہُ فَتَمَوَّلْہُ وَتَصَدَّقْ بِہٖ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگا ۱؎ حضور نے انہیں دیا پھر مانگا حضور نے پھر دیا حتے کہ جو آپ کے پاس تھا ختم ہوگیا ۲؎ پھر فرمایا جو کچھ مال میرے پاس ہوگا وہ تم سے ہرگز بچا نہ رکھونگا ۳؎ جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اُسے بچائیگا اور جو غنا چاہے گا اللہ اُسے غنا دیگا اور جو صبر چاہے گا اللہ اُسے صبر دیگا ۴؎ اور کسی کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہ ملی ۵؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دینا چاہتے تو میں عرض کرتا کہ یہ مجھ سے زیادہ حاجتمند کو عطا فرما دیجئے ۱؎ تو آپ فرماتے یہ لے لو ۲؎ مال بنالو اسکو صدقہ کردو

ہے لہذا اس حدیث سے یہی ثابت ہوا کہ غنی سے فقر افضل۔ ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ مانگنا بلا ضرورت تھا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہو رہا ہے ضرورۃً مانگنے والوں کو تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی دیتے تھے اور دل سے بھی دلواتے تھے ۲؎ یعنی وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم دیتے رہے انہیں سب کچھ دے کر پھر مسئلہ بتایا، اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوت مطلقہ کا اظہار بھی معلوم ہوا کہ بلا ضرورت مانگنے والوں کو دینا حرام نہیں اگرچہ انہیں مانگنا ممنوع ہے خیال رہے کہ جس کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ خوش ہوکر دیا ہے وہ بہت عرصہ تک ختم نہ ہوا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تھوڑے تھوڑے جو عطا فرمائے تھے جو ان بزرگوں نے سالہا سال کھائے اور کھلائے، پھر جب تولے تولتے ہی تھے مگر تولنے سے ختم ہوگئے، حضرت طلحہ کے ہاں ساڑھے چار سیر جو کی روٹی پر سینکڑوں آدمیوں کی دعوت فرمادی، جیسا کہ باب المعجزات میں آئیگا، لہذا اس ختم ہونے سے کوئی دھوکا نہ کھائے یاد کے رنگ مختلف ہیں جب خوشی سے دیں تو سب کچھ ہے، اور اگر کوئی ناخوش کر کے لے تو اس میں برکت نہیں ۳؎ خیر سے مراد مال ہے، چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مال حلال ہی لیتے تھے، اس لئے اسے خیر فرمایا، اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی مال جمع نہ کیا اور بعد وفات کچھ دراثت چھوڑا جو باغ وغیرہ تھے وہ سب مسلمانوں پر وقف ہے ۴؎ یہ حدیث اس حدیث قدسی کی شرح ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ یعنے رب تعالٰی فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب رہتا ہوں اس کا ظہور آخرت میں تو ہوگا ہی کہ اگر بندہ معافی کی امید کرتا ہوا مر جائے تو ان شاء اللہ اُسے معافی ہی ملے گی، اکثر دنیا میں بھی ہوجاتا ہے کہ جو قرض نہ لینے یا نہ مانگنے کا خدا کے بھروسے پر پورا ارادہ کرلے تو اللہ تعالٰی اسے ان سے بچا ہی لیتا ہے، اور جو یہ کوشش کرے کہ دنیا والوں سے لاپرواہ رہوں، تو بہت حد تک اللہ تعالٰی اُسے لاپرواہ ہی رکھتا ہے، مگر یہ فقط زبانی دعوے نہ ہو عملی کوشش بھی ہو کہ کمانے میں مشغول رہے، خرچ دریا نہ رکھے، گھبرائے نہ، آزمائے اللہ رسول سچے ہیں ان کے وعدے حق، غلطی ہم کرجاتے ہیں ۵؎ یعنے رب تعالٰی کی عطاؤں میں سے بہتر اور بہت گنجائش والی عطا صبر

فَمَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَالَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ؞ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَسَائِلُ كُدُوْحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ فَمَنْ شَاءَ اَبْقٰى عَلٰى وَجْهِهٖ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ اِلَّا اَنْ يَّسْاَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ اَوْ فِيْ اَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ؞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

تمہیں جو مال بغیر طمع اور بغیر مانگے ملے اُسے لے لیا کرو اور جو نہ ملے اُس کے پیچھے اپنے کو نہ لگاؤ[1] (مسلم بخاری) تیسری فصل روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے[2] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سوال کھرونچے ہیں جن سے آدمی اپنا منہ کھرچتا ہے تو جو چاہے اپنے منہ پر یہ کھرونچے رکھے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے[3] مگر یہ کہ آدمی حکومت والے سے کچھ مانگے یا ایسی چیز کے بغیر چارہ نہ پائے[4] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

ہے کہ رب تعالٰے نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اور صابر کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی بڑی شقتیں برداشت کرلیتا ہے اور بڑے بڑے درجے حاصل کرلیتا ہے، رب تعالٰے نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ہم نے انہیں بندہ صابر پایا، صبر ہی کی برکت سے حضرت حسین علیہ السلام سید الشہداء ہوئے[6] صحبت پاک مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تاثیر تھی کہ حضرت عمر صرف غنی نہیں بلکہ غنی گر ہوگئے، مانگنا تو کیا بغیر مانگے آتی ہوئی چیز میں بھی ایثار ہی کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں، اپنے دور خلافت میں جب فارس اور روم کے خزانے مدینہ میں لاتے ہیں، تو اس وقت بھی خود ایک قمیض ہی دھو دھو کر پہنتے ہیں رضی اللہ تعالٰے عنہ؛

[1] سبحان اللہ کیا بے مثال تعلیم ہے مقصد یہ ہے کہ جو بغیر مانگے اور بغیر طمع کے ملے وہ رب تعالٰے کا عطیہ ہے اسے نہ لینا گویا اس عطیہ کی بیقدری ہے دینا داروں سے استغنا اچھا اور اللہ و رسول کا ہمیشہ محتاج رہنا اچھا، مشائخ کرام معمولی نذرانہ بھی قبول کرلیتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے پھر کیا خوب فرمایا کہ تم خود لے کر صدقہ کر دو تاکہ تمہیں لینے کا بھی ثواب ملے اور دینے کا بھی **حکایت**، حضرت بنان حمالی کا پیشہ کرتے تھے ایک بار امام احمد ابن حنبل کا کچھ سامان اُجرت پر گھر پہنچایا وہاں تنور سے روٹیاں نکلتی دیکھیں، امام احمد نے اپنے بیٹے سے کہا کہ دو روٹیاں بنان کو بھی دے دو، بنان نے انکار کردیا، جب چلے گئے تو امام نے پھر وہ روٹیاں اُن کے پاس بھیجیں، بنان نے قبول کرلیں، کسی نے امام احمد سے بنان کے اس رویہ کی وجہ پوچھی کہ انہوں نے پہلے کیوں نہ لیں پھر کیوں لے لیں، امام نے فرمایا کہ وجہ دقتی ہے پہلے ان کے نفس میں انتظار پیدا ہوچکا تھا نہ لیں، لوٹ جانے کے بعد مایوس ہوگئے تھے پھر لے لیں اور آپ نے یہی حدیث پڑھی (مرقات)[2] آپ مشہور صحابی ہیں آپ کے شاگردوں میں سے بڑے شاگرد ابن سیرین اور امام شعبی ہیں بصرہ میں قیام رہا ۵۸ھ میں وہیں وصال ہوا[3] منہ کے کھرونچوں سے مراد ذلت کا اثر ہے کہ جیسے منہ کے زخم دور سے نظر آتے ہیں ایسے ہی بھکاری دور سے پہچانا جاتا ہے اس کے چہرے پر نہ رونق ہوتی ہے نہ وقار

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَہٗ مَا یُغْنِیْہِ جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَسْئَلَتُہٗ فِیْ وَجْہِہٖ خُمُوْشٌ اَوْخُدُوْشٌ اَوْکُدُوْحٌ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا یُغْنِیْہِ قَالَ خَمْسُوْنَ دِرْھَمًا اَوْقِیْمَتُھَا مِنَ الذَّھَبِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ ؕ وَعَنْ سَھْلِ بْنِ الْحَنْظَلِیَّۃِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَہٗ مَا یُغْنِیْہِ فَاِنَّمَا

علیہ وسلم نے کہ جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اسکے پاس بقدر دفع حاجت ہے ۱؎ تو قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اسکے سوال اسکے چہرے میں کھرونچ یا خارش یا زخم ہونگے ۲؎ عرض کیا گیا یارسول اللہ قدر غنا کیا ہے فرمایا پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا ۳؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت سہل ابن حنظلہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مانگے حالانکہ اسکے پاس بقدر غنا ہو تو وہ

بلکہ یہ آثار ذلت قیامت میں بھی اس پر ہونگے، جیسا پہلے حدیث شریف میں آچکا۔ ۱؎ یعنی یہ دو سوال جائز ہیں، مستحق کا حاکم وقت سے اپنا وظیفہ مقرر کرانا کہ یہ بھیک نہیں بلکہ اپنے حق کا مطالبہ ہے، اور سخت ضرورت کے وقت جب شرعًا اسے مانگنا جائز ہو تو کچھ مانگ لینا امام غزالی نے فرمایا کہ جس مالدار پر حج فرض ہو اور بلا وجہ حج نہ کرے، پھر غریب ہو جائے، تو اس پر واجب ہے کہ حج کا خرچہ مانگے اور حج کو جائے کہ اس میں اپنے کو فسق سے نکالنا ہے، جب مجبورًا بھوک یا برہنگی دفع کرنے کے لئے سوال واجب ہے تو یہ بھی ضروری ہے (مرقات) ۱؎ یعنی اس کے پاس روزمرہ کی ضروریات کھانا کپڑا ہے اور کوئی خاص ضرورت در پیش نہیں، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جہاں تھا کہ ضامن بن جانے والا سوال کرسکتا ہے کہ ضمانت نے اسے سوال کی ضرورت ڈال دی ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ تینوں ہی الفاظ او کے ساتھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے ہیں، راوی کا شک نہیں اور ان تینوں کے الگ الگ معنے ہیں، ہر دوسرے لفظ میں پہلے سے ترقی زیادہ ہے، جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں ظاہر کردیا، چونکہ بے ضرورت بھکاری تین قسم کے ہیں معمولی کبھی کبھی مانگ لینے والے، اور ہمیشہ کے بھکاری، ضدی دہٹ دھرم بھکاری، اسی لئے اُن کے چہروں کے آثار بھی تین طرح کے ہوئے جیسی بھیک ویسا اُس کا اثر لہٰذا او تقسیم کیلئے ہے شک کیلئے نہیں ۳؎ خیال رہے کہ جس نصاب سے سوال حرام ہوتا ہے اُس کی مقداریں مختلف آئی ہیں، یہاں تو پچاس درہم یعنی قریبًا ساڑھے بارہ روپے ارشاد ہوئے، دوسری روایت میں ایک اوقیہ ارشاد ہوا یعنی چالیس درہم تقریبًا دس روپے، تیسری روایت میں دن رات کا کھانا ارشاد ہوا، جیسا کہ آگے آرہا ہے، لہٰذا بعض شارحین نے ان دونوں حدیثوں کو دن رات کے کھانے والی حدیث سے منسوخ مانا، لیکن چونکہ ہر شخص کی حاجت مختلف ہوتی ہے، بڑے کنبے والے کا روزانہ خرچ زیادہ ہوتا ہے درمیانی کنبے والے کا درمیانہ، اور اکیلے آدمی کا خرچہ بھی بہت معمولی، سرکار کے یہ تین ارشاد تین قسم کے لوگوں کے لحاظ سے ہیں، جیسا موقعہ دیکھا جیسا مسئلہ پوچھنے والا دیکھا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا جواب حکیم کی ہر بات حکمت سے ہوتی ہے، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں، اور ممکن ہے کہ حرمت سوال کا حکم تدریجًا آہستگی سے وارد ہوا ہو، اولًا پچاس درہم والوں کو روکا گیا، پھر چالیس والوں کو آخر میں دن رات کے کھانے پر قدرت رکھنے والے کو، جیسے شراب کی حرمت کا حال ہوا، کیونکہ اہل عرب سوال کے عادی تھے، ایکدم سوال چھوڑ نہ سکتے

يُسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ قَالَ النُّفَيْلِيُّ وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهِ فِي مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَمَا الْغِنَى الَّذِي لَا يَنْبَغِي مَعَهُ الْمَسْئَلَةُ قَالَ قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ اٰخَرَ اَنْ يَكُونَ لَهُ شِبْعُ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ رَوَاهُ اَبُو دَاوٗدَ ۞ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي اَسَدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ اُوْقِيَّةٌ اَوْ عِدْلُهَا فَقَدْ سَاَلَ اِلْحَافًا رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُو دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ اِلَّا لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ وَمَنْ سَاَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهِ مَالَهُ كَانَ خُمُوشًا فِي

آگ بڑھاتا ہے [1] نفیلی نے فرمایا جو دوسری جگہ اس حدیث کے ایک راوی ہیں [2] وہ غنا کیا ہے جس کے ہوتے سوال مناسب نہیں فرمایا اس قدر کہ صبح شام کھائے اور دوسری جگہ فرمایا کہ اس کے پاس ایکدن یا ایک دن و رات کی سیری ہو [3] (ابو داؤد) روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے وہ بنی اسد کے ایک شخص سے راوی [4] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جو مانگے حالانکہ اسکے پاس ایک اوقیہ یا اسکے برابر ہو تو وہ زاری سے مانگتا ہے [5] (مالک، ابو داؤد، نسائی) روایت ہے حضرت حبشی ابن جنادہ سے [1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو غنی کو سوال جائز ہے نہ درست اعضاء والے کو مگر زمین سے ملے ہوئے فقیر یا رسوائی والے مقروض کو [2] اور جو لوگوں سے مال بڑھانے کے لئے مانگے تو یہ سوال

چھوڑ نہ سکتے تھے اس لئے یہ ترتیب برتی گئی [1] اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بلاضرورت سوال حرام ہے کیونکہ خصوصیت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی۔ آگ بڑھانے سے مراد آگ کی تیزی، بھڑک، شعلہ بڑھانا ہے [2] نفیلی کا نام عبداللہ ابن محمد ہے ابو داؤد سجستانی کے استاد ہیں، نفیل انکے کسی دادا کا نام ہے۔ [3] اسکی شرح ابھی گذر گئی کہ دن رات کی خوراک کی مقدار ہر شخص کے لئے جدا گانہ ہے، بڑے کنبہ والے کے لئے زیادہ مال ہے درمیانے کے لئے درمیانہ، ایک دو آدمیوں کے لئے معمولی، یہاں خاص آفت زدہ مستثنیٰ ہے، مقروض، ضامن یا جسکا مال ہلاک ہو گیا اُسکے لئے سوال جائز ہے اگرچہ دن رات کے کھانے کا مالک ہو لہذا یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف نہیں خیال رہے کہ یہاں مانگنے کا ذکر ہے، رہا زکوٰۃ لینا اسکے متعلق یہاں مرقات نے فرمایا کہ فقیر اپنے اور اپنے بال بچوں کے ایک سال کا خرچ زکوٰۃ سے جمع کر سکتا ہے خرچ سے مراد کھانا اور کپڑا دونوں ہی ہیں [4] عطاء ابن یسار تابعی ہیں اور ان کے شیخ جن کا انہوں نے نام نہ لیا صرف یہ کہدیا کہ بنی اسد کے ایک صاحب وہ صحابی ہیں چونکہ صحابہ سارے ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں، اسلئے ان کا نام یا حال معلوم نہ ہونا حدیث کی صحت کے لئے مضر نہیں، نہ ایسے صحابی کو مجہول کہا جا سکتا ہے نہ حدیث کو (مرقات)۔ [5] یعنے قرآن شریف میں جو وارد ہوا لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا اس الحاف میں بے ضرورت مانگنا بھی داخل ہے، اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اس تعیین کی وجہ ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے ۞ [1] ان کی کنیت ابو الجنوب ہے قبیلہ بنی بکر ابن ہوازن سے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں دیکھا

وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَرَضْفًا يَاكُلُهٗ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَآءَ فَلْيُكْثِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ‎۞‎ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُهٗ فَقَالَ اَمَا فِيْ بَيْتِكَ شَيْءٌ فَقَالَ بَلٰى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهٗ وَنَبْسُطُ بَعْضَهٗ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيْهِ مِنَ الْمَآءِ قَالَ ائْتِنِيْ بِهِمَا فَاَتَاهُ بِهِمَا فَاَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ

قیامت کے دن اُسکے چہرے کے کھرونچے ہوں گے اور دوزخ کے انگارے جسے وہ کھائیگا اب جو چاہے وہ کم کرے جو چاہے بڑھائے ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک انصاری شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مانگنے کے لئے آیا ۲؎ آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں ۳؎ عرض کیا ہاں ایک ٹاٹ ہے جو ہم کچھ بچھا لیتے ہیں کچھ اوڑھ لیتے ہیں ۴؎ اور ایک پیالہ جس میں پانی پیتے ہیں فرمایا وہ دونوں ہمارے پاس لے آؤ وہ یہ دونوں چیزیں حاضر لائے انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا یہ کون خریدتا ہے ۵؎ ایک شخص نے کہا ایک درہم میں میں لیتا ہوں آپ نے دو یا تین بار فرمایا ایک درہم سے

آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے ۵؎ یہ استفتار صحیح الاعضاء ہے یعنے تندرست آدمی ان دونوں صورتوں میں مانگ سکتا ہے۔ ایک سخت فقیری جو اسے خاک نشین بنادے جس سے نہ وہ کہیں کاروبار کرسکے نہ کمانے کے لئے سفر رب تعالے فرماتا ہے اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ یا ایسا مقروض جسکے قرضخواہ اسکی آبرو کے درپے ہوگئے ہوں، وہ اگرچہ تندرست ہے مگر ان مصیبتوں کے دفعیہ کے لئے مانگ سکتا ہے ۱؎ یہ آخری جملہ اختیار دینے کے لئے نہیں بلکہ اظہار غضب کے لئے ہے، جیسے رب تعالے فرماتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ رضف رَضْفَةٌ کی جمع ہے، رضفہ وہ تیز گرم پتھر ہے جس سے دودھ بالا جاتا ہے ۲؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے لوگ قرض وسوال میں گھرے ہوئے تھے، چنانچہ یہود کے ہاں کی بہت زمینیں جائدادیں، مال، مکان وغیرہ گروی پڑے تھے، سوال کرلینے کا عام رواج تھا، کیونکہ اکثر لوگ بہت غریب و ناداد تھے اسی سلسلہ میں یہ حضرات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کرنے حاضر ہوئے ۳؎ سبحان اللہ یہ ہے بگڑی قوم کا بنانا، یہاں یہ ممکن تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اُسے کچھ دے دیتے مگر وہ چند روز میں کھا کر برابر کر دیتا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے اُسکی بلکہ اُسکی نسل کی زندگی سنبھال دی فقیر کو دے دینا آسان مگر اُسکی زندگی سنبھال دینا بہت مشکل ہے، تجربہ ہے کہ پہاڑ ڈھا دینا اور دریا پاٹ دینا آسان مگر بگڑی قوم کو سنبھال دینا مشکل، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیئے جس کی مثال نہیں ملتی ۴؎ حلس ح کے کسرہ سے ٹاٹ کو بھی کہتے ہیں اور موٹے کمبل کو بھی جو اونٹ کی پیٹھ پر پالان کے نیچے ڈالا جاتا ہے، یہاں دونوں معنے کا احتمال ہے بھلا غریبی کی حد ہوگئی، کہ اس اللہ کے بندے کے سارے گھر میں کل کائنات یہ دو چیزیں ہیں، حالت یہ کہ ایک ہی کمبل کو آدھا بچھا کر خود بیوی بچے سب لیٹ جاتے اور اسی کا آدھا یہ سب اوڑھ لیتے جیسا کہ نبسط کے جمع متکلم سے معلوم ہوتا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان غریبوں کو تخت و تاج کا مالک بنا لیا ہے ۵؎ اگرچہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سرکار اس مسکین سے ہی فرمادیتے کہ یہ دو چیزیں

مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا اِيَّاهُ فَاَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا الْاَنْصَارِيَّ وَقَالَ اشْتَرِ بِاَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ اِلٰى اَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْاٰخَرِ قَدُوْمًا فَأْتِنِيْ بِهٖ فَاَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُوْدًا بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا اَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ

زیادہ کون دیتا ہے ۱؎ ایک صاحب بولے کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں انہیں دے دو ۲؎ اور دو درہم اُن انصاری کو دیئے اور فرمایا ان میں سے ایک کا غلہ خرید کر اپنے گھر میں ڈال دے اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لا ۳؎ وہ حضور کے پاس کلہاڑی لائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے اس میں دستہ ڈالا ۴؎ پھر فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اب میں تمہیں پندرہ دن نہ دیکھوں ۵؎ پھر وہ صاحب لکڑیاں کاٹتے

جبکہ کلہاڑی خرید دی جس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اپنا کام چلاؤ، مگر اس صورت میں وہ اہمیت ظاہر نہ ہوتی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے ظاہر ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ صرف کہہ دینے سے قوم کی اصلاح نہیں ہوتی، اس کے لیے کچھ کرکے بھی دکھانا پڑتا ہے، مبلغین قولی تبلیغ پر کفایت نہ کریں بلکہ عملی تبلیغ بھی کریں۔ ۱؎ اس سے نیلام کا بھی ثبوت ہوا جسے عربی میں بیع مَن یَزید کہتے ہیں، اور نیلام میں بار بار بولی مانگنا بھی ثابت ہوا یہ دونوں چیزیں سنت سے ثابت ہیں ۲؎ خیال رہے کہ جس حدیث میں دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ چڑھانا منع فرمایا گیا وہاں وہ صورت مراد ہے جہاں تاجر و خریدار راضی ہوچکے ہوں اور دیر چڑھا کر ان کا بھاؤ بگاڑ دے، یہاں یہ صورت نہیں، یہاں تو تاجر خود بھاؤ چڑھانے کا مطالبہ کررہا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں، اس حدیث سے بیع معاطات (جسے بیع تعاطی بھی کہتے ہیں) ثابت ہوئی یعنی زبان سے ایجاب و قبول نہ کرنا صرف لین دین سے بیع کردینا جیسا آجکل عام طور پر ہوتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نہ اس سے ایجاب کرایا نہ خود قبول فرمایا صرف لے دے کر بیع کردی ۳؎ یعنی ایک درہم کے جو خرید کر اپنی بیوی کو دے تاکہ وہ پیس پکا کر خود بھی کھائے تجھے اور بچوں کو بھی کھلائے، اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر مجھے دے جا اور روٹی کھا کر پھر آنا، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ فقیر نادار پر بھی بیوی بچوں کا خرچہ واجب ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ بیوی سے بھی کمائی کرا، دوسرے یہ کہ کمانا صرف مرد پر لازم ہے نہ کہ بیوی پر، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلہاڑی صرف مرد کو دی اور کمائی ایک عورت و مرد میں تقسیم نہ فرمائی، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو لڑکیوں سے کمائی کرانے کے لیے بی اے، ایم اے کرارہے ہیں اور جو ضروری مسائل لڑکیوں کو سیکھنا فرض ہیں اُن سے بالکل بے خبر ہیں۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ جس سے کوئی کام کاج شروع کرایا جائے اس کی کچھ بدنی امداد بھی کی جائے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس کی مالی امداد نہ کی بلکہ بدنی امداد فرمائی، کیونکہ مالی امداد سے اس کے مانگنے کی عادت نہ چھوٹتی، اب اُسے عبرت ہوگئی کہ جب سرکار خود اپنے ہاتھ سے اتنا کام کرسکتے ہیں تو میں کیوں نہ محنت کروں ۵؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ جنگلی لکڑیاں شکاری جانوروں کی طرح عام مباح ہیں جو قبضہ کرلے وہ اس کا مالک ہے کہ وہ اسے بیچ

وَبَيْعِ فُجَاءَةٍ وَقَدْ أَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَّبِبَعْضِهَا طَعَامًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تَجِيْءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِثَلٰثَةٍ لِذِيْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ أَوْ لِذِيْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ أَوْ لِذِيْ دَمٍ مُوْجِعٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ إِلٰى قَوْلِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ‏

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ أَوْشَكَ اللّٰهُ لَهُ بِالْغِنٰى إِمَّا بِمَوْتٍ

اور بیچے ہے پھر حاضر ہوئے اور دس درہم کما چکے تھے اس نے کچھ درہموں سے کپڑا اور کچھ سے غلہ خریدا[1] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ سوالات قیامت کے دن تمہارے منہ میں داغ بن کر آئیں[2] تین شخصوں کے سوا کسی کو سوال جائز نہیں سخت فقیری یا رسوا کن قرض یا تکلیف دہ خون سے[3] (ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے یوم القیامت تک روایت کی روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے فاقہ پہنچے وہ اسے لوگوں پر پیش کرے تو اس کا فاقہ بند نہ ہوگا[4] اور جو اُسے اللہ پر پیش کرے اُسے بہت جلد غنی کردیگا یا فوری موت سے

بھی سکتا ہے، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی مالک احکام ہیں، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے لئے ان پندرہ دنوں کی جماعت سے نماز معاف فرمادی، حتےٰ کہ درمیان میں جمعہ بھی آیا وہ بھی اس کے لئے معاف رہا، اسی دوران میں ان سے مسجد نبوی میں آنا ممنوع ہوگیا کیونکہ اس کو فرمایا گیا تجھ کو میں دیکھوں نہیں، اب اگر وہ مسجد میں حاضر ہوتے، تو اس ممانعت کے مرتکب ہوتے، انہوں نے اس زمانہ میں ان کی نماز جنگل میں ادا کی یا گھر پڑھیں[1] اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت پندرہ دن تک مسجد میں قطعًا حاضر نہ ہوئے ورنہ اگر اس دوران میں جماعت عشاء کے لئے بھی کبھی آئے ہوتے، تو اس کا ضرور یہاں ذکر ہوتا اور سرکار صلے اللہ علیہ وسلم ان سے دونماز کا حساب پوچھتے، یہ ان کی خصوصیت ہیں سے ہے، اب کسی تاجر یا پیشہ ور کو یہ جائز نہیں کہ کاروبار میں مشغول ہو کر جماعت ترک کرے[2] یعنے حلال پیشہ خواہ کتنا ہی معمولی ہو بھیک مانگنے سے افضل ہے کہ اس میں دنیا و آخرت میں عزت ہے، افسوس آج بہت سے لوگ اس تعلیم کو بھول گئے، مسلمانوں میں صدہا خاندان پیشہ ور بھکاری ہیں[3] تکلیف دہ فقیری میں فاقہ اور فقر کی معذوری یعنے بے دست و پا ہونا دونوں شامل ہیں اور رسوا کن قرض سے وہ قرض مراد ہے جس میں قرضخواہ مہلت نہ دے، مقروض کی آبروریزی پر تیار ہو، تکلیف دہ خون سے یہ مراد ہے کہ اس نے کسی کو قتل کردیا جس کی دیت اس پر لازم ہوگی، اس کے پاس نہ مال ہے نہ اہل قرابت، یہ تینوں آدمی بقدر ضرورت سوال کرسکتے ہیں، خیال رہے کہ یہ پابندیاں مانگنے کے لئے ہیں زکوٰۃ لینے کے لئے نہیں[4] یعنے اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کردے، تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اُسے مانگنے کی عادت پڑجائے گی جس میں

عَاجِلٍ وَغِنًى اٰجِلٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنِ ابْنِ الْفِرَاسِيِّ اَنَّ الْفِرَاسِيَّ قَالَ قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَاِنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَسَلِ الصَّالِحِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِيْ عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَاَدَّيْتُهَا اِلَيْهِ اَمَرَلِيْ بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ اِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَاَجْرِيْ عَلَى اللّٰهِ قَالَ خُذْ مَا اُعْطِيْتَ

یا آئندہ غنا سے ۔ (ابوداؤد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے ابن فراسی ۲ سے کہ فراسی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مانگ سکتا ہوں تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اور اگر مانگنا پڑ جائے تو نیکوں سے مانگو ۳ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن ساعدی ۴ سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر نے صدقہ پر عامل بنایا ۵ جب میں اس سے فارغ ہوا اور صدقہ آپ کی خدمت میں ادا کردیا تو مجھے اُجرت کا حکم دیا میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے لئے کام کیا ہے میری اُجرت اللہ پر ہے ۶ فرمایا جو تمہیں دیا جائے وہ لے لو

برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیر ہی رہیگا۔ ۱ یعنے جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے، رب تعالٰے کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے، تو رب تعالٰے اُسے مانگنے کی ضرورت ڈالے گا ہی نہیں، اگر اس کے نصیب میں دولتمندی نہیں ہے تو اُسے ایمان پر موت نصیب کرکے جنت کی نعمتیں عطا فرمائیگا اور اگر دولتمندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرمادیگا کہ اسکی کمائی میں برکت دیگا، ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ موت سے غنا کیسے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ پہلے غنا سے مراد مالداری نہیں بلکہ لوگوں سے بے نیازی ہے خیال رہے کہ آدمی مرکر لوگوں کے مال سے بے نیاز ہوجاتا ہے اگرچہ اُنکے ایصال ثواب کا منتظر رہتا ہے یہاں مالی غنا مراد ہے ۲ آپ کے نام کا پتہ نہ چلا، آپکی نسبت فراس ابن غنم ابن مالک بن کنانہ کی طرف ہے آپکے والد فراسی صحابی ہیں ۳ مطلب یہ ہے کہ بلا سخت مجبوری کسی سے کچھ مانگو مت، جب سخت مجبور ہو جاؤ جس سے شرعًا مانگنا درست ہو جائے تو اللہ کے متقی و نیک بندوں ہی سے مانگو کیونکہ انکی روزی حلال ہوگی نیز اس میں برکت ہوگی جو تمہیں بھی نصیب ہو جائے گی نیز وہ تمہیں لعنت ملامت نہ کرینگے جھڑکیں گے نہیں نیز وہ تمہارے حق میں دعا بھی کرینگے جس سے تمہاری فقیری دور ہو جائے گی، یہ حکم بھیک مانگنے کے متعلق ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے اُن کے تبرکات مانگنا بہت ہی بہتر ہے جس پر بادشاہوں کو فخر ہوتا ہے، صحابہ کرام نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بال شریف، تہبند، فضالہ یانی حضور انور علیہ السلام سے مانگا ہے بال اور تہبند شریف اپنی قبروں میں لے گئے ہیں، حضور خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ کے لنگر کا دلیہ سلاطین دگن مانگ مانگ کر حاصل کرتے رہے ہیں، ہم کو اس پر فخر ہے ہم گدائے آستانہ غوثیہ ہیں رضی اللہ عنہ۔ ۴ آپ کو ابن سعدی بھی کہتے ہیں اپنی اسی کنیت میں مشہور ہیں صحابی ہیں، شام میں ۵۷ھ میں وفات پائی (اشعہ) ۵ یعنے حضرت عمر فاروق نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لوگوں کے ظاہری مال (جانور)، زرعی پیداوار کی زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ اس زمانہ میں وصولی زکوٰۃ کا باقاعدہ محکمہ ہوتا تھا جس میں ان لوگوں کو زکوٰۃ سے اجرت دی جاتی تھی انہیں عامل کہتے تھے ان کی اجرت کو عمالہ رب تعالٰے فرماتا ہے وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا ۶ حضرت ابن

فَاِنِّیْ قَدْ عَمِلْتُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِیْ فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِيْتَ شَيْئًا مِّنْ غَيْرِ اَنْ تَسْاَلَ فَكُلْ وَتَصَدَّقْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ يَوْمَ عَرَفَةَ رَجُلًا يَّسْاَلُ النَّاسَ فَقَالَ اَفِیْ هٰذَا الْيَوْمِ وَفِیْ هٰذَا الْمَكَانِ تَسْاَلُ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ فَخَفَقَهٗ بِالدُّرَّةِ رَوَاهُ رَزِيْنٌ ۔ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعْلَمُنَّ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الطَّمَعَ فَقْرٌ وَّاِنَّ الْاِيَاسَ غِنًی وَّاِنَّ الْمَرْءَ اِذَا يَئِسَ عَنْ شَیْءٍ اِسْتَغْنٰی عَنْهُ رَوَاهُ رَزِيْنٌ ۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

میں نے بھی زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ عمل کیا تھا مجھے حضور انور نے اجرت دی تھی تو میں نے بھی تمہارے جیسی عرض کی تھی تو مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تمہیں بغیر مانگے ملے وہ کھالو اور صدقہ کردو[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے کہ آپ نے عرفہ کے دن ایک شخص کو سنا کہ لوگوں سے مانگتا ہے تو فرمایا کہ کیا اس دن میں اور اس جگہ غیر خدا سے مانگتا ہے آپ نے اُسے کوڑے لگائے (رزین) روایت ہے حضرت عمر سے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو یقین رکھو کہ طمع فقیری ہے اور نا امیدی غنا ہے اور انسان جب کسی چیز سے مایوس ہوجاتا ہے تو اس سے لاپرواہ ہوجاتا ہے[3] (رزین) روایت ہے حضرت ثوبان سے[4] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

ساعدی کا خیال یہ تھا کہ اُجرت لے لینے سے ثواب جاتا رہے گا، اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے اسلئے قبول سے انکار کیا۔[1] سبحان اللہ کیا پیاری تعلیم ہے، مقصد یہ ہے کہ بغیر مانگے جو رب دے، اُسے نہ لینا اللہ کی نعمت کا ٹھکرانا ہے جو اللہ تعالٰے کو سخت ناپسند ہے لہٰذا یہ ضرور لے لو اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نیک اعمال کی اُجرت لینا جائز ہے، چنانچہ علماء، قاضی، مدرسین تو کہ خود خلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی جائے گی سوائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے باقی تینوں خلفاء نے بیت المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے، دوسرے یہ کہ جب کام کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ لینے سے انشاء اللہ ثواب کم نہ ہوگا، صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے تنخواہ تو گزارے کے لئے وصول کرے اصل مقصد دینی خدمت ہو، تیسرے یہ کہ غنی بھی یہ اُجرتیں لے سکتا ہے صرف فقیر ہی کو اجازت نہیں، پھر خود بھی کھا سکتا ہے اسے خیرات بھی کر سکتا ہے خیال رہے کہ امام احمد کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے، اس حدیث کی بنا پر باقی جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استحبابی ہے، مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ سلطان اسلام پر واجب ہے کہ ایسے علماء مفتیوں، مدرسوں کی تنخواہیں مقرر کرے جنہوں نے اپنے کو دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو[2] اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ بھیک مانگنا ہمیشہ اور ہر جگہ ہی بُرا ہے لیکن مبارک تاریخوں و مبارک مقامات پر بندوں سے بھیک مانگنا بہت زیادہ بُرا مرقات نے فرمایا کہ اسی طرح مسجدوں میں اور جمعہ کے دن بھیک مانگنا بہت بُرا ہے۔ کہ یہ جگہ عبادات کے لئے ہیں بھیک مانگنے کے لئے نہیں، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کی جگہ میں غیر اللہ سے مانگنا رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے[3] اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مایوسی بھی ایک قسم کی راحت ہے۔ کسی نے حضرت ابوالحسن شاذلی سے کیمیا پوچھی، آپ نے فرمایا مخلوق سے امید توڑ دو اور تقدیر پر شاکر رہو، سب سے بڑی کیمیا یہ ہے شعر

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّکْفُلُ لِیْ اَنْ لَّا یَسْاَلَ النَّاسَ شَیْئًا فَاَتَکَفَّلَ لَہٗ بِالْجَنَّۃِ فَقَالَ ثَوْبَانُ اَنَا فَکَانَ لَا یَسْاَلُ اَحَدًا شَیْئًا رَوَاہُ اَبُوْدَاؤٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ؁ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَشْتَرِطُ عَلَیَّ اَنْ لَّا تَسْاَلِ النَّاسَ شَیْئًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَکَ اِنْ سَقَطَ مِنْکَ حَتّٰی تَنْزِلَ اِلَیْہِ فَتَاْخُذَہٗ رَوَاہُ اَحْمَدُ ؁

علیہ وسلم نے کہ جو مجھے اس کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا تو میں اُس کے لئے جنت کا ضامن ہوں لے حضرت ثوبان نے کہا میں تو کسی سے کچھ نہ مانگتا تھا ۲ے (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے لئے بلایا کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگنا ۳ے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا اگر تمہارا کوڑا گر جائے تو وہ بھی نہ مانگنا حتی کہ خود اتر کر لینا ۴ے (احمد)

آس بگزار بادشاہی کن ... گردن بے طمع بلند بود

۱ے آپ ثوبان ابن بجدد ہیں، آپ کی کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمٰن ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ معظمہ اور یمن کے درمیان مقام سرات میں خریدا، آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے کبھی جدا نہ ہوئے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں دل نہ لگا تو شام چلے گئے مقام رملہ میں کچھ دن رہے پھر مقام حمص میں رہے وہیں ۵۴ھ میں وفات پائی، بہت مخلوق نے آپ سے احادیث لی ہیں لے یعنی جو مجھ سے بھیک نہ مانگنے کا عہد کرے تو میں اُس کی چار چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں، زندگی تقویٰ پر، موت ایمان پر کامیابی قبر میں، چھٹکارا حشر میں، کیونکہ جنت ان چار چیزوں کے بعد نصیب ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰے نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر اختیار ضمانت کیسی: یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال سے بچنے والے کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امان میں لے لیتے ہیں پھر اس پر شیطان کا داؤ چلے، نہ نفس امارہ قابو پائے، جسے وہ اپنے دامن میں چھپالیں اُس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا تصرف در حضور علیہ السلام کی امن و امان عالم میں قیامت تک جاری ہے، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ ضمانت صرف صحابہ کے لئے نہیں تا قیامت ہر سوال سے بچنے والے مومن کے لئے ہے شعر

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی ... وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

یہاں شیخ نے فرمایا کہ انبیائے کرام کی یہ ضمانتیں باذن الٰہی ہیں اور برحق ہیں حتے کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذی الکفل ہے کیونکہ وہ اپنی اُمت کے لئے جنت کے کفیل ہو گئے تھے ۲ے یعنی سب سے پہلے اس حدیث پر خود حضرت ثوبان نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا، معلوم ہوا کہ علم پر عالم پہلے خود عمل کرے ۳ے یعنی مجھ سے اس پر بیعت لی کبھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص احکام پر بھی بیعتیں لی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے ۴ے ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم ان ہی کے لئے خاص تھا ورنہ گرا ہوا کوڑا کسی سے اٹھوا لینا ناجائز نہیں، بعض بزرگوں کے لئے بعض جائز چیزیں ناجائز کر دی جاتی ہیں، جیسے حضرت علی مرتضےٰ کے لئے فاطمہ زہراء کی موجودگی میں دوسرا نکاح، اور بعض بزرگوں کے لئے کچھ ناجائز چیزیں جائز کر دی جاتی ہیں، جیسے صدیق اکبر کے لئے بحالت جنابت مسجد سے گزرنا، بعض نے فرمایا کہ سرکار

WWW.NAFSEISLAM.COM

بَابُ الْاِنْفَاقِ وَكَرَاهِيَةِ الْاِمْسَاكِ ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِيْ اَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلٰثُ لَيَالٍ وَعِنْدِيْ مِنْهُ شَيْءٌ اِلَّا شَيْءٌ اُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ

باب خرچ کرنا اور بخل کی برائی ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ برابر سونا ہو تو مجھے یہ اچھا لگے گا کہ تین راتیں ایسی نہ گزریں کہ جن میں اُس سونے سے کچھ بھی میرے پاس ہو بجز اتنے کے جسے ادائے قرض کیلئے رکھوں ۲؎ (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسا کوئی دن نہیں جس میں بندے سویرا کریں اور دو فرشتے نہ اُتریں جن میں سے ایک تو کہتا ہے الٰہی سخی کو زیادہ اچھا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے الٰہی بخیل کو بربادی دے ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت اسماء سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خوب خرچ کرو مت گنو ورنہ

۱؎ یعنے سخاوت کی تعریف اور بخل کی بُرائیاں اس باب میں بیان ہوں گی۔ سخی وہ ہے جو اپنے مال سے خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھلائے جواد وہ ہے جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے۔ اسی لئے رب تعالٰے کو سخی نہیں کہہ سکتے جواد کہتے ہیں۔ بخیل وہ ہے جو اپنا مال خود کھائے دوسروں کا حق نہ دے، ممسک وہ ہے جو نہ خود کھائے اور نہ کسی کو کھانے دے جوڑے اور چھوڑے؛ شیخ نے فرمایا کہ یہاں امساک سے مراد بخل ہے اور انفاق سے مراد فرائض سے زیادہ نوافل میں خرچ کرنا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کے خرچ کا ذکر پہلے ہوچکا ۲؎ حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے، یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے، ورنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے، تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے، جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحۃً مذکور ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مقروض نفلی صدقہ نہ دے بلکہ پہلے قرض ادا کرے، نیز اتنی عظیم الشان سخاوت وہ کرسکتا ہے جس کے بال بچے بھی صابر شاکر ہوں ورنہ انہیں بھوکا مار کر نفلی خیرات نہ کرو حضرت صدیق اکبر نے جو سب کچھ خیرات کردیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھر والے بھی صابرین کے سردار تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی، کیونکہ وہاں ہم جیسوں کے لئے قانون کا ذکر ہے اور یہاں ان حضور داتا کے خصوصی کرم کا۔ ۳؎ یعنے سخی کے لئے دعا اور کنجوس کے لئے بددعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقینًا قبول ہے: خیال رہے کہ خلف مطلقًا عوض کو کہتے ہیں دنیاوی ہو یا اُخروی، حسی ہو یا معنوی مگر تلف دنیوی اور حسی بربادی کو کہا جاتا ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ،

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللّٰهُ عَلَيْكَ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكَ اِرْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ
اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ
اُنْفِقْ عَلَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ وَاِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ

اللہ تعالٰے بھی شمار فرمائے گا ۱؎ اور نہ بچاؤ ورنہ اللہ بھی تم سے بچائیگا جتنا کرسکتی ہو راہ خدا میں دو ۲؎ (مسلم و بخاری) روایت
ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰے فرماتا ہے اے انسان خرچ کر میں تجھ پر خرچ
کروں گا ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰے
فرماتا ہے ۴؎ اے انسان اگر تو بچا مال خرچ کردے تیرے لئے اچھا ہے اور اگر تو اسے روک رکھے تو تیرے لئے برا ہے ۵؎

کا تجربہ دن رات ہو رہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم ڈاکٹر وکیل یا نالائق اولاد برباد کرتی ہے۔ ۲؎ یعنی اے اسماء اپنے مال میں سے مطلقًا اور اپنے خاوند
کے مال سے بقدر اجازت خرچ کرتی رہو، نفلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں بخل پیدا کردے گا، لہذا یہ حدیث زکوٰۃ کے حساب
کے خلاف نہیں، بے حساب اللہ کے نام پر دو تو وہاں سے تمہیں اتنا ملے گا کہ تم حساب نہ کرسکو گی، یہ مطلب نہیں کہ رب تعالٰے کے حساب سے باہر ہوگا
کھیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیاریوں میں پھیلاتا ہے، جب تک یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا
رہتا ہے، دینی راستے اللہ کی کیاریاں ہیں مالدار لوگ ان میں پانی پھیلانے والے ہیں اور روزی پہنچانے والے، فرشتے پانی چھوڑنے والے ۳؎ یعنی یہ
خیال نہ کرو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کروں، وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے خیال
رہے کہ رب تعالٰے فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھلائی نہیں پاسکتے، اور یہاں حکم دیا گیا کہ جو ہو
سکے خیرات کرو، ان دونوں میں تعارض نہیں، آیت کا منشا یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی چیز ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو، اور اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ
بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی خیراتوں سے باز نہ رہو جو چیز کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فورًا کسی کو دے دو، ورنہ برباد جائے گی
۳؎ سبحان اللہ کیسی نظر کرم ہے مقصد یہ ہے کہ اے انسان ختم ہونے اور مٹ جانے والا مال تو میری راہ میں دے پھر تجھے اس سے کہیں زیادہ مال بھی دونگا اور نہ
مٹنے والا ثواب بھی، رب تعالٰے فرماتا ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (از مرقات) خیال رہے کہ جس فانی چیز کو رب تعالٰے قبول فرمالے وہ باقی
ہوجاتی ہے، دنیا صفر ہے یعنی خالی، رضائے الٰہی عدد، صفر اکیلا ہو تو کچھ نہیں، اور اگر عدد سے مل جائے تو دس گنا، اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ صدقے سے
تقدیر بدل جاتی ہے، بدنصیب نصیب ور ہوجاتے ہیں، تقدیر کی پوری بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۴؎ مشکوٰۃ شریف کے
عام نسخوں و مرقات میں بھی قال اللہ تعالٰی نہیں ہے مگر اشعۃ اللمعات میں یہ جملہ موجود ہے، شیخ نے بھی فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث بھی قدسی ہے اگرچہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم بھی بنی آدم سے خطاب فرماسکتے ہیں ۵؎ یعنی اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خیرات کردینا خود تیرے لئے ہی مفید ہے کہ اس سے تیرا کوئی کام نہ رکے گا اور تجھے دنیا و آخرت

عَلٰى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ
قَدِ اضْطُرَّتْ اَيْدِيْهِمَا اِلٰى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيْهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ
انْبَسَطَتْ عَنْهُ وَجَعَلَ الْبَخِيْلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَاَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ

اور بقدر ضرورت پر ملامت نہیں اور اپنے عیال سے ابتدا کرو۱ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کنجوس اور سخی کی کہاوت ان دو شخصوں کی سی ہے جن پر لوہے کی دو زرہ ہوں ۲؎ جنہوں نے ان کے دونوں ہاتھ ان کے پستانوں اور گلے سے باندھ دیئے ہوں ۳؎ سخی جب خیرات کرنے لگے تو زرہ پھیل جائے اور کنجوس جب خیرات کا ارادہ بھی کرے تو زرہ اور تنگ ہوجائے اور ہر کڑی اپنی جگہ چمٹ جائے ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ظلم سے بچو کیونکہ

میں عوض مل جائے گا اور اسے روک رکھنا خود تیرے لئے ہی بُرا ہے کیونکہ وہ چیز سڑگل یا اور طرح ضائع ہوجائے گی اور تو ثواب سے محروم ہوجائیگا۔ اسی حکم سے کہ خیال کرو اپنا پرانا بیکار کپڑا خیرات کردو، انیا جو تم کو رب تعالٰی دے تو پرانا جو تمہاری ضرورت سے بچا ہے کسی فقیر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا کھوڑا نکل جائے گا اور اس کا بھلا ہوجائے گا۔ ۱؎ اس میں دو حکم بیان ہوگئے، ایک یہ کہ جو مال اس وقت تو زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے جمع رکھو آج نفلی صدقہ دے کر کل خود بھیک نہ مانگو، دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز غریبوں کو دو پھر اجنبیوں کو، کیونکہ عزیزوں کو دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اس کا ذکر آئندہ بھی آئیگا۔ ۲؎ یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنے کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر دو لوہے کی زرہیں ہیں، انسان کی خلقی اور پیدائشی محبت مال اور خرچ کرنے کو دل نہ چاہنے کو زرہوں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زرہ جسم کو گھیرے اور چمٹی ہوتی ہے ایسی محبت مال انسان کے دل کو چمٹی ہوتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے "وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" بعض لوگوں نے اسے جبتان ب سے مگر جنتان صحیح ہے ن سے۔ ۳؎ تراقی ترقوت کی جمع ہے، ترقوت وہ ہڈی ہے جو سینہ سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے، چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دو طرفہ ہوتی ہیں اس لئے دو آدمیوں کی چار ہڈیاں ہوں گی، اس لحاظ سے تراقی جمع ارشاد ہوا، اضطرت مجہول فرماکر اشارۃً یہ بتایا کہ انسان کا یہ بخل قدرتی ہے اختیاری نہیں۔ ۴؎ سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنے بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا، اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے، اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے، پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے، ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ رد کا کرتا ہے مگر

الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهٖ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ بِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ

ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہوگا [۱] اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے والوں کو ہلاک کردیا کنجوسی نے انہیں رغبت دی کہ انہوں نے خون ریزی کی حرام کو حلال جانا [۲] (مسلم) روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب سے [۳] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرو کیونکہ تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا [۴] کہ کوئی شخص اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا آدمی کہیں گے کہ اگر تم کل لاتے تو میں لے لیتا آج مجھے اسکی ضرورت نہیں [۵] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کون سے صدقہ کا

جب اس کی نہ مانی جائے تو پھر رونا چھوڑ دیتا ہے، نفس کی مثال شیرخوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے، مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔ [۱] ظلم کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا، اسکی بہت قسمیں ہیں گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذا دینا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنے پر ہے یعنے ظالم پل صراط پر اندھیریوں میں گھرا ہوگا، یہ ظلم اندھیری بن کر اسکے سامنے ہوگا، جیسے کہ مومن کا ایمان اور اسکے نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالٰے فرماتا ہے يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کرسکا اسلئے اندھیرے میں رہا۔ [۲] عربی میں شح بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے غرضکہ شح بخل حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے، اسی لئے یہ تینوں فساد خون ریزی وقطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ انکے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا۔ [۳] آپ صحابی ہیں، حضرت عمر ابن خطاب کے سوتیلے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عمر کے اخیافی بھائی، کوفہ میں قیام رہا۔ [۴] تم سے مراد ساری امت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے نہ کہ صحابہ کیونکہ مال کی یہ فراوانی قریب قیامت حضرت امام مہدی کے زمانہ میں ہوگی، اور ہوسکتا ہے کہ صحابہ سے ہی خطاب ہو اور سیدنا خضر علیہ السلام اسمیں داخل ہوں کہ وہ بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ یہ زمانہ پائیں گے کہ ان کی وفات بالکل قیامت سے متصل ہوگی۔ [۵] ظاہر یہ ہے کہ یہ قبول نہ کرنا غنٰی کی وجہ سے ہوگا کہ سارے لوگ اتنے مالدار ہوجائیں گے کہ آسانی سے کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملیگا اس حدیث کی روش سے معلوم ہورہا ہے کہ اس وقت بھی فقیر ملیں گے تو مگر بہت تلاش اور دشواری سے ورنہ مالداروں پر زکوٰۃ فرض نہ رہتی، جیسے جس کے اعضائے وضو ایسے زخمی ہوں جن پر نہ پانی پہنچ سکے نہ تیمم کا ہاتھ پھر سکے، تو اس پر وضو اور تیمم دونوں معاف ہوجاتے ہیں

WWW.NAFSEISLAM.COM

اعظم اجرا قال ان تصدق وانت صحیح شحیح تخشی الفقر وتامل الغنی ولا تمہل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا ولفلان کذا وقد کان لفلان متفق علیہ وعن ابی ذر قال انتہیت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو جالس فی ظل الکعبۃ فلما رانی قال ھم الاخسرون ورب الکعبۃ فقلت فداک ابی وامی من ھم قال ھم الاکثرون اموالا الا من قال ھکذا وھکذا وھکذا من بین یدیہ ومن

بڑا ثواب ہے ۱؎ فرمایا یہ کہ تم اپنی تندرستی اور بخل کی حالت میں صدقہ کرو جبکہ تمہیں فقیری کا ڈر اور امیری کی امید ہو۲؎ اور اتنی دیر نہ لگاؤ کہ جب جان گلے میں پہنچے تو تم کہو کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا۳؎ حالانکہ وہ فلاں کا ہو ہی چکا۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابی ذر سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور کعبہ کے سایہ میں جلوہ گر تھے جب حضور نے مجھے دیکھا تو فرمایا رب کی قسم وہ لوگ بڑے خسارہ میں ہیں۵؎ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا وہ کون لوگ ہیں فرمایا بڑے مالدار لوگ بجز ان کے جو یوں دیں یوں دیں۶؎ یعنی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء کا ہونا بھی اللہ کی رحمت ہے کہ ان کے ذریعہ ہم بہت سے فرائض سے سبکدوش ہوتے ہیں، یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس زمانہ کے لوگ زاہد، صابر اور تارک الدنیا ہو جائیں گے جو زکوۃ لینا پسند کریں گے ہی نہیں، واللہ اعلم۔

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ صدقہ سے مراد صدقہ نفلی ہے چونکہ یہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے اور اس کے مختلف حالات ہوتے ہیں، اسلئے انہوں نے یہ سوال کیا یعنی کس وقت کی کونسی خیرات بہتر ہے مسجد بنانا کنوآں یا سرائے تیار کرنا یا کسی کو کھانا یا کپڑا دینا وغیرہ۔ ۲؎ نہایت حکیمانہ جواب ہے یعنی تندرستی کا ہر صدقہ افضل ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو بھی مال کی ضرورت ہوتی ہے، بخل سے مراد فطری محبت مال ہے یعنی تندرستی میں جب تمہیں خود بھی ضرورت ہے اپنی ضرورت پر دین یا فقیر کی ضرورت کو مقدم رکھنا بڑی ہمت ہے اور اس کی بارگاہ الٰہی میں بڑی قدر ہے شیطان بھی اسی وقت بہکاتا ہے کہ ارے تیرے سامنے اتنے خرچ ہیں مت خیرات کر۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ فلاں سے مراد موصٰی لہ ہے جس کے لئے وصیت کی جائے، اور اتنے سے مراد مال کی مقدار ہے یعنی تم وارثوں سے کہو کہ میرا اتنا مال میرے بعد فلاں فلاں جگہ خرچ کرنا اور ممکن ہے کہ فلاں سے مراد مقروض ہو یا وارث کیونکہ وارث کو وصیت جائز ہے جبکہ دوسرے ورثاء راضی ہوں (اشعہ وغیرہ)۔ ۴؎ یہاں فلاں سے مراد وارثین ہیں یعنی اب تم وصیت کرو یا نہ کرو تمہارے پاس سے مال چل دیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کی حالت ہی میں بیمار کے مال میں وارثوں کا حق ہو جاتا ہے، اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ بیمار صرف تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حالت کے صدقہ و خیرات کا ثواب بہت کم ہے، کیونکہ اب خود اسے ضرورت نہ رہی، انسان کو چاہیے کہ تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھے جو ہو سکے نیکیاں کرے، شعر

توشہ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ ابھی　　کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی
بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے　　فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

خَلْفِهٖ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ
قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِيْدٌ
مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ
عَابِدٍ بَخِيْلٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

آگے پیچھے دائیں بائیں اور وہ ہیں بہت تھوڑے ۱؎ (مسلم بخاری) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سخی اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب ہے لوگوں سے قریب ہے آگ سے دور ہے ۲؎ اور کنجوس اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے آگ کے قریب ہے اور یقیناً جاہل سخی کنجوس عابد سے افضل ہے ۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ

۵؎ حضرت ابوذر غفاری وہ ہیں جنہوں نے امیری پر لات مار کر فقیری اختیار کی تھی، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ہمت افزا کلام اُن کی عزت افزائی کے لئے فرمایا یعنی اے ابوذر تم خسارہ میں نہیں، خسارہ میں عموماً مالدار لوگ ہیں۔ ۶؎ یہاں قال بمعنے فعل ہے اور فعل سے مراد صدقہ و خیرات، یہ محاورہ عربی میں بہت عام ہے (لمعات) یعنے وہ سخی جو بلا گنتی دونوں ہاتھ بھر بھر کر نیکیوں میں خرچ کرے خسارہ میں نہیں ۱؎ ان چار سمتوں سے مراد ہر نیکی ہر جگہ نیکی ہر حال میں نیکی کرنا ہے، اپنے وطن میں بھی خرچ کرے، حرمین شریفین میں بھی بھیجے، جہاں مسلمانوں کو یا اسلام کو ضرورت ہو وہاں پہنچائے، واقعی ایسی توفیق والے تھوڑے مالدار ہیں، رب تعالٰے فرماتا ہے، وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ عموماً مالداروں پر فضول خرچیوں، بدکاریوں اور عیاشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ تعالٰے عثمان غنی کے خزانہ کا پیسہ عطا فرمائے ۲؎ ہم سخی اور جواد کا فرق پہلے بیان کر چکے ہیں، یہاں مرقات نے فرمایا کہ حقیقی سخی وہ ہے جو غنی پر رب تعالٰے کی رضا کو ترجیح دے، اس کے تین قرب بیان ہوئے اور ایک دوری، اللہ تعالٰے تو ہر ایک سے قریب ہے لیکن اس سے قریب کوئی کوئی ہے شعر

یار نزدیک تراز من بمنی است ۔۔۔ ویں عجب بیں کہ من از وے دُورم

اس حدیث میں اشارۃً فرمایا گیا کہ سخاوت مال حسن مآل یعنے انجام بخیر کا ذریعہ ہے، سخی سے مخلوق خود بخود راضی رہتی ہے۔۔ حکایت کسی عالم سے پوچھا گیا کہ سخاوت بہتر ہے یا شجاعت، فرمایا خدا تعالٰے جسے سخاوت دے، اُسے شجاعت کی ضرورت ہی نہیں، لوگ خود بخود اُس کے سامنے چت ہو جائیں گے۔ چونکہ صدقہ غضب کی آگ بجھاتا ہے اسلئے سخی دوزخ سے دور ہے۔ ۳؎ یہاں عابد سے مراد عالم عابد ہے جیسا کہ جاہل کے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے، یعنے جو شخص عالم بھی ہو عابد بھی، مگر ہو کنجوس کہ نہ زکوٰۃ دے نہ صدقات واجبہ ادا کرے وہ یقیناً سخی جاہل سے بدتر ہو گا کیونکہ وہ عالم حقیقتاً بے عمل ہے بخل بہت سے فسق پیدا کر دیتا ہے اور سخاوت بہت خوبیوں کا تخم ہے، بلکہ وہ

وَسَلَّمَ لَأَنْ يَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِيْ حَيٰوتِهٖ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِمِائَةٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ يَتَصَدَّقُ عِنْدَ مَوْتِهٖ اَوْ يُعْتِقُ كَالَّذِیْ يُهْدِیْ اِذَا شَبِعَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ النَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

وسلم نے کہ انسان کا اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرنا مرتے وقت سو خیرات کرنے سے بہتر ہے ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکی مثال جو مرتے وقت خیرات یا آزاد کرے اُسکی سی ہے جو اپنے پیٹ بھر جانے پر کسی کو ہدیہ دے ۲؎ (احمد نسائی، دارمی، ترمذی نے اُسے صحیح کہا) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن میں دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہوتیں کنجوسی اور بدخلقی ۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے ۴؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ

عابد بھی کامل نہیں، کیونکہ عبادت مالی یعنی زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا، صرف جسمانی عبادت ذکر و فکر پر قناعت کرتا ہے جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔ ۱؎ زندگی سے مراد تندرستی کی زندگی ہے، اور موت کے وقت سے مراد مرض الموت ہے، جب زندگی کی آس ٹوٹ جاتی ہے، یعنے تندرستی میں تھوڑا مال خیرات کرنا مرتے وقت کے بہت مال کی خیرات سے بہتر ہے، کیونکہ تندرستی کی خیرات میں نفس پر جہاد بھی ہے اور مرتے وقت کی خیرات میں اپنا نقصان نہیں بلکہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچانا ہے، اس کی پوری شرح ابھی پہلے ہو چکی ۲؎ کہ اگر ہدیہ لینے والا غنی بھی ہو، اور دینے والے کے اس طرز عمل سے خبردار بھی، تو وہ اسکی قدر نہیں کرتا، وہ سمجھتا ہے کہ اسنے اپنے نفس کو مجھ پر مقدم رکھا اور سمجھا کہ یہ بچی چیز برباد جائے گی، لاؤ فلاں کو ہی بھیجدو، اسی طرح رب تعالٰے غنی بھی ہے اور ہماری نیتوں سے خبردار بھی صدقات اسکی بارگاہ میں ہدیے ہیں، اگر اسکی بارگاہ الٰہی میں قدر چاہتے ہو تو تندرستی میں بھیجو کہ وہاں اخلاص دیکھا جاتا ہے شعر

مابروں را ننگریم وقال را ما دروں را بنگریم وحال را

۳؎ یعنے ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی کامل مومن بھی ہو اور ہمیشہ کا بخیل اور بدخلق بھی، اگر اتفاقًا کبھی اس سے بخل یا بدخلقی صادر ہو جائے تو فورًا وہ پشیمان بھی ہو جاتا ہے اس کے ایک معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مومن نہ بخیل ہوتا ہے نہ بدخلق، جس دل میں ایمان کامل جاگزیں ہو تو اس دل سے یہ دونوں عیب نکل جاتے ہیں (لمعات) خیال رہے کہ بدخلقی اور ہے غصہ کچھ اور، اللہ تعالٰے کے لئے غصہ کرنا عبادت ہے رب تعالٰے فرماتا ہے اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ہماری اس شرح سے حدیث پر نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ بعض مومن بخیل بھی ہوتے ہیں اور بدخلق بھی، کیونکہ وہ یا تو مومن کامل نہیں ہوتے یا اُن کے یہ عیب عارضی ہوتے ہیں، اور نہ یہ اعتراض رہا کہ یہ حدیث قرآن کے

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَّلَا بَخِيلٌ وَّلَا مَنَّانٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ـ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ مَا فِي الرَّجُلِ شُحٌّ هَالِعٌ وَّجُبْنٌ خَالِعٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِيْمَانُ فِي كِتَابِ الْجِهَادِ

جنت میں نہ تو فریبی آدمی جائے نہ کنجوس نہ احسان جتانے والا[۱] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی بدترین خصلت گھبراہٹ والی کنجوسی اور ڈر والی بزدلی ہے[۲] (ابوداؤد) ہم حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث لایجتمع الخ کتاب الجہاد میں بیان کریں گے

خلاف ہے کہ قرآن کریم نے بعض عضوں کی تعریف فرمائی ہے[۲] آپ کا نام شریف عبداللہ ابن عثمان (ابو قحافہ) ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تمیم ابن مُرّہ ہے، آپ ساتویں دادا یعنے مُرّہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں، آپ کی کنیت ابوبکر اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا فرمائے ہوئے القاب صدیق اکبر اور عتیق ہیں، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزودں میں شریک رہے اسلام سے پہلے اور اسلام لانے کے بعد کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے، سب سے پہلے آپ ہی ہجرت میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے یار غار کہلائے۔ آپ ہی افضل الخلق بعد الانبیاء ہیں، عثمان غنی آپ کی تبلیغ سے ایمان لائے حضرت بلال اور عامر فہیرہ رضی اللہ عنہما جیسے شاندار صحابہ آپکے آزاد کردہ غلام ہیں آپ چار پشت کے صحابی ہیں، ماں باپ صحابی خود اور سارے گھر والے صحابی، ساری اولاد صحابی، پوتے نواسے صحابی، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ہی کی دختر نیک اختر ہیں، آپکے فضائل بہت آیات اتریں، رب تعالٰی نے آپ کو ثانی اثنین فرمایا یعنے زندگی و وفات و قبر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ثانی شعر

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اسلام لانے والے رسول اللہ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم اور پھیلانے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: فاروقی فتوحات کی بنیاد آپ ہی نے ڈالی آپ مکہ معظمہ میں واقعہ فیل سے دو سو پونے پانچ ماہ بعد پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں بائیس جمادی الآخرہ سنہ ۱۳ھ منگل کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان وفات پائی۔ آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا، عمر فاروق نے نماز جنازہ پڑھائی ۶۳، سال عمر پائی دو سال کچھ مہینے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چھوٹے تھے وہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پورے کئے اور پھر ہمیشہ کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں گنبد خضراء کے اندر آرام فرما ہوگئے، آپ کے فضائل آسمان کے تاروں اور ریگستان کے ذروں سے زیادہ ہیں، آپ سے بہت کم احادیث مروی ہیں (اکمال وغیرہ)

[۱] یعنے جو ان عیبوں پر مرجائے وہ جنتی نہیں کیونکہ وہ منافق ہے، مومن میں اولًا تو یہ عیب ہوتے نہیں، اور اگر ہوں تو رب تعالٰی اسے مرنے سے پہلے توبہ نصیب کردیتا ہے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ایسا آدمی جنت میں پہلے نہ جائیگا احسان جتانے سے طعنہ دینا مراد ہے ورنہ بعض صورتوں میں احسان جتانا عبادت ہے جبکہ اس سے سامنے والے کی اصلاح مقصود ہو، رب تعالٰی فرماتا ہے بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالیٰ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّتُنَا اَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَةً يَذْرَعُوْنَهَا وَكَانَتْ سَوْدَةُ اَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اِنَّمَا كَانَ طُوْلُ يَدِهَا الصَّدَقَةَ وَكَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهٖ زَيْنَبُ وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ

انشاء اللہ تعالٰے تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم سب میں پہلے آپ سے کون ملے گی ۱؎ فرمایا تم میں لمبے ہاتھ والی ۲؎ انہوں نے بانس لے کر ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے ۳؎ تو حضرت سودہ دراز ہاتھ نکلیں بعد میں معلوم ہوا کہ درازی ہاتھ سے مراد صدقہ خیرات تھی ہم سب میں پہلے حضور کے پاس زینب سدھاریں اور وہ سرکار خیرات بہت پسند کرتی

للایمان ۲؎ یعنے انسان کے سارے عیبوں میں یہ دو عیب بدترین ہیں کہ جس سے صدہا عیب پیدا ہوجاتے ہیں، شح کے معنے پہلے عرض کئے جاچکے ہیں کہ یہ بخل اور حرص کا مجموعہ ہے۔ بڑی بزدلی وہ ہے جو انسان کو کفار کے ساتھ جہاد سے اور ابرار جیسے اعمال سے روکے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد کی قید اس لئے لگائی کہ عورت میں یہ عیب اتنے برے نہیں جتنے مرد میں، کیونکہ یہ سخاوت اور بہادری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

۱؎ یہ سوال چند سوالوں کا مجموعہ ہے ایک یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کا وقت موت کب ہے، دوسرے یہ کہ ہم سب کی موت کس حال میں ہوگی ایمان پر اور ایمان کے کس درجہ پر، تیسرے یہ کہ ہماری بقیہ زندگی تقوے کے کس درجہ پر گزرے گی، چوتھے یہ کہ بعد وفات ہمارا مقام کہاں ہوگا، کیونکہ بعد وفات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے وہی مل سکتا ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو زندگی اعلٰے درجہ کے تقوے اور طہارت پر گزرے، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ ازواج مطہرات کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالٰے نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ عطا فرمائے ہیں کہ سرکار بعطائے الٰہی ہر ایک کا وقت موت بھی جانتے ہیں، وہ ہر ایک کی سعادت و شقاوت سے بھی خبردار ہیں، اور ہر ایک کے درجہ ایمان و مرتبہ تقوے سے بھی واقف ہیں، بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بعد موت کس کا کیا درجہ ہوگا اور کون کہاں رہیگا کیوں نہ ہوتا کہ ان بیبیوں نے یہ دیکھا تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے زمین پر خط کھینچکر بتادیا تھا کہ کل فلاں کافر یہاں مارا جائے گا اور فلاں یہاں۔ دوسرے یہ کہ ازواج پاک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موت کی ایسی مشتاق تھیں جیسے عروس برات کی کیونکہ ان کے لئے موت لقائے حبیب کا ذریعہ تھی شعر

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں عاصی　　جس کے جویاں تھے ہے اس گل کے ملاقات کی لذت

جان تو جاتے ہی جائیگی قیامت یہ ہے　　کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

۲؎ یعنے اے پاک بیبیو! تم سب ہی اعلٰے تقوے پر جیوگی، بکمال ایمان پر وفات پاؤ گی اور تم سب میرے ساتھ رہوگی، مگر سب سے پہلے میرے پاس تم میں سے وہ پہنچے گی جو زیادہ سخی ہوگی، اس جواب سے معلوم ہوا کہ مومن کامل مرتے ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے، وصال

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعُكُنَّ لُحُوْقًا بِيْ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا قَالَتْ وَكَانَتْ يَتَطَاوَلْنَ اَيَّتُهُنَّ اَطْوَلُ يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ اَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ لِاَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَتَصَدَّقُ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ سَارِقٍ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَارِقٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى

بخاری ۱ مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو لمبے ہاتھ والی ہو فرماتی ہیں کہ ازواج پاک جھگڑتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں فرماتی ہیں ہم سب میں لمبے ہاتھ والی زینب ہی تھیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور خیرات کرتی تھیں ۲ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی بولا میں خیرات کرونگا ۳ وہ اپنا صدقہ لیکر نکلا تو کسی چور کے ہاتھ میں دے دیا ۴ لوگ صبح کو چرچہ کرنے لگے کہ آج رات چور کو خیرات دی گئی وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہے

بعد قیامت پر موقوف نہیں، نیز معلوم ہوا کہ جو بعد موت حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہے وہ زندگی میں نیک اعمال و صدقہ و خیرات زیادہ کرے ۳ یہ ہوئی خطائے اجتہادی، وہ بیبیاں یہ سمجھیں کہ ہاتھ سے یہ جسم کا ہاتھ مراد ہے ان بیبیوں نے اپنے ہاتھ خود ناپے تھے مگر تعظیم و احترام کے لئے اَخَذْنَ جمع مذکر فرمایا گیا جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ اور شاعر کہتا ہے اِنْ شِئْتِ حَرَّمْتُ النِّسَآءَ سِوَاكُمْ قانتین بھی مذکر ہے اور کم بھی ۱ یعنے جسم کا ہاتھ تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا دراز تھا مگر سخاوت کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا لمبا تھا، حضرت زینب کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں۔ اور حضرت سودہ کی وفات ۲۴ھ میں اور عائشہ صدیقہ کی وفات ۵۸ھ میں ہے (مرقات و لمعات) ۲ چنانچہ آپ اپنے ہاتھ سے کھالیں رنگتی تھیں سیتی تھیں اور قیمت خیرات کر دیتی تھیں۔ یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ ازواج مطہرات کا نان نفقہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے ذمہ ہے، کیونکہ وہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہیں لہذا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ محنت کمانا اپنے خرچ کے لئے نہ تھا بلکہ راہ خدا میں خیرات کرنے کے لئے تھا، ان کا خیال تھا کہ اپنی محنت کا پیسہ خیرات کرنا زیادہ لائق ثواب ہے ۳ یعنے تم سے پہلے ایک نبی اسرائیلی نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں یا گھر والوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالٰی کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دونگا، ظاہر یہ ہے کہ خیرات سے نفلی صدقہ مراد ہو ممکن ہے اُس نے کوئی نذر مانی ہو جس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا ۴ یعنے رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی، اُس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات دے گیا، جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق اُڑاتے ہیں، اس کا لوگوں میں چرچہ ہو گیا، مرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر الہام الٰہی سے معلوم ہوئی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آکر لوگوں

WWW.NAFSEISLAM.COM

سَارِقٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ زَانِيَةٍ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ
تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ
فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ غَنِيٍّ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ اللَّيْلَةَ عَلٰى غَنِيٍّ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ
لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ وَزَانِيَةٍ وَّغَنِيٍّ فَاُتِيَ فَقِيْلَ لَهٗ اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ
فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ وَاَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا اَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَاَمَّا
الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهٗ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيِّ ؛ وَعَنْهُ

چور پر صدقہ[1] اب پھر صدقہ کروں گا اپنا صدقہ لے کر نکلا تو ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا[2] لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات زانیہ کو صدقہ دیا گیا[3] وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہے کیا زانیہ کو خیرات میں اور صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر چلا تو کسی مالدار کے ہاتھ میں دے دیا[4] لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات غنی کو صدقہ دیا گیا[5] وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہی ہے کیا چور پر زانیہ پر اور غنی پر[6] اسے جواب میں کہا گیا کہ الٰہی تیری رحمت خیرات چور پر تو شاید وہ چور چوری سے باز رہے لیکن زانیہ تو شاید وہ زنا سے باز رہے لیکن غنی تو شاید وہ عبرت پکڑے اور اللہ کے دیئے میں سے کچھ خیرات کرے[7] (مسلم بخاری) لفظ بخاری کے ہیں؛ روایت ہے انہی سے

سے یہ کہہ گیا ہو غرضکہ اس کا چرچہ ہوگیا[1] یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنے وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا، اور تعجب کے طور پر یہ کہا اللہ کے مقبول بندے مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں[2] یعنے میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صحیح مصرف پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ اسکی جگہ اور صدقہ دونگا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صحیح جگہ نہ پہنچے، تو واپس نہ لے بلکہ اسکی بجائے اور صدقہ دے، چونکہ آج بھی صدقہ چھپانے کے لئے اندھیری رات ہی میں نکلا تھا اسلئے ایک فاسقہ زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا؛[3] اس چرچہ کی وجہ ابھی بیان کر دی گئی کہ یا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں کہہ دیا یا فرشتہ کے ذریعہ اس کا اعلان ہو گیا[4] اسے فقیر سمجھ کر یہ مالدار کوئی کنجوس تھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا اور حریص بھی کہ جانتے ہوئے خیرات لے لی، جیسا کہ آجکل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے نے غنی ہونے کے باوجود خیرات لے کیوں لی، موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں[5] ظاہر یہ ہے کہ غنی نے خود کسی سے نہ کہا ہوگا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچہ نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ اعلان فرشتہ ہی کے ذریعہ ہوا ہوگا[6] یعنے مولا میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صحیح جگہ پہنچے، تین دفعہ خیرات کر چکا ہر بار بیکار ہی گئی؛[7] خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں صدقے کارآمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا، چور اور زانیہ کے لئے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لئے سخاوت کی تبلیغ ہوگا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوٰۃ غیر مصرف پر خرچ کر دی جائے مثلاً کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی، پھر پتہ لگا وہ غنی ہے، تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اس کا اعادہ واجب نہیں، طرفین کا یہی قول ہے، ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چوتھی بار صدقہ دینے

WWW.NAFSEISLAM.COM

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ
اِسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحَّى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ
الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ
الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلَانٌ الِاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ
فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ لِمَ تَسْاَلُنِي عَنِ اسْمِي فَقَالَ اِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي
هٰذَا مَاؤُهُ وَيَقُولُ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا قَالَ اَمَّا اِذَا قُلْتَ هٰذَا

وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی زمین کے جنگل میں تھا اُس نے بادل میں آواز سُنی لے کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر یہ بادل ایک طرف گیا اور پتھریلی زمین پر پانی برسایا ۲ے تو نالیوں میں سے ایک نالی نے یہ سارا پانی جمع کر لیا تب یہ شخص اس پانی کے پیچھے چل دیا دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا بیلچے سے پانی باغ میں پھیر رہا ہے ۳ے اس نے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے وہ بولا فلاں یعنے وہ ہی نام جو اُس نے بادل میں سنا تھا ۴ے اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے تو یہ بولا کہ میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سُنی تھی کہ کوئی تیرا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر دو تو تو اس میں کیا نیکی کرتا ہے ۵ے وہ بولا کہ جب تو پوچھتا ہے تو بتاتا ہوں

کا حکم نہیں دیا گیا مگر تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں قوی یہ ہے کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے، دانستہ لیا ہے تو حرام، اسکی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے ہیں میرے والد نے صدقے کے کچھ دینار مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لئے، پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا، تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارے لئے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے (فتح القدیر و مرقات) لے شاید یہ شخص اس زمانہ کے اولیاء میں سے ہوگا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سُنی اور سمجھ بھی لیا ظاہر یہ ہے کہ یہ بادل کی گرج ہی تھی، گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے ۲ے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر فرشتہ مقرر ہے جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اور کھلتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل بندوں پر بھی بارش ہو جاتی ہے ۳ے سبحان اللہ اس نیک بندے کی کیسی عزت افزائی کی گئی۔ کہ پانی ایک پتھریلے علاقہ پر برسایا گیا، پھر اُسے ایک نالی میں جمع کیا گیا، اُس نالی کے ذریعہ اسکے باغ میں پانی پہنچایا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسایا گیا، جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کرکے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جا رہا تھا رستہ میں مرگیا، رب تعالٰی نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کئے جائیں، ناپا گیا تو بالکل بیچ میں تھا۔ تو گناہ کی بستی پیچھے ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اسکے احترام کی وجہ سے اس نالہ کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس کے طفیل پانی مل گیا ہوگا ۴ے غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرما دیا یہ راوی نہیں بھولے ہیں اور فلاں فرمانا اسی لئے ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی ۵ے یعنے رب

فَاِنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مَا یَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَاٰکُلُ اَنَا وَعِیَالِیْ ثُلُثًا وَاَرُدُّ فِیْهَا ثُلُثَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ ثَلٰثَةً مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰی فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّبْتَلِیَهُمْ فَبَعَثَ اِلَیْهِمْ مَلَکًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَیَذْهَبُ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهٗ وَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا

کہ میں اس باغ کی پیداوار میں غور کرتا ہوں تو تہائی تو خیرات کر دیتا ہوں اور تہائی میں و میرے بال بچے کھاتے ہیں اور تہائی اس میں دوبارہ خرچ کر دیتا ہوں لے (مسلم) روایت ہے انہی سے کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے کوڑھی گنجا اور اندھا اللہ تعالٰے نے ان کا امتحان لینا چاہا ۲ے تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا کوڑھی کے پاس آیا بولا تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھا رنگ اور اچھی کھال اور یہ بیماری جاتی رہے جسکی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں ۳ے حضور نے فرمایا کہ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اسکی بیماری جاتی رہی اور اُسے اچھا رنگ اچھی کھال دے دی گئی ۴ے

تعالٰے کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لئے دُور سے بادل لائے جاتے ہیں، تیری کسی نیکی کی وجہ سے ہے بتا وہ خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے، معلوم ہوا کہ کسی کی چھپی ہوئی نیکیاں پوچھنا تاکہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے، قرآن پاک جو فرماتا ہے، وَلَا تَجَسَّسُوْا وہاں لوگوں کی عیب جوئی مراد ہے یعنے لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لے یعنے میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں، صرف یہ ہے کہ اس کی پیداوار کثاہ میں خرچ نہیں کرتا اپنے بچوں سے روکتا نہیں، خدا کا حق بھولتا نہیں، ساری ایک دم خرچ نہیں کر دیتا، اس کا تہائی خیرات کرنا نفلی صدقہ بھی تھا، ورنہ بنی اسرائیل کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ چوتھائی حصہ تھی، ہمارے ہاں پیداوار کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے، اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتانا تاکہ وہ بھی اس پر عمل کرے ریا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالٰے کا شکر ہے ۲ے شفا اور مال دے کر اور پھر کچھ مال طلب فرما کر رب تعالٰے دے کر شکر کا امتحان لیتا ہے، لیکن صبر کا یہ امتحان خود رب تعالٰے کے اپنے علم کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دینا والوں کے سامنے مثال قائم کرنے کے لئے، تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت پکڑیں ۳ے یہ فرشتہ شکل انسانی میں آیا تھا جیسا کہ حدیث کے اگلے مضمون سے ظاہر ہے غالبًا طبیب کی شکل میں ہوگا یا مقبول الدعاء ولی کی، تب ہی تو اس بیمار نے یہ خواہش ظاہر کی تاکہ وہ دوا یا دعا دے ۴ے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقبولوں کے ہاتھ پھیرنے سے بیماریاں جاتی ہیں مصیبتیں ٹل جاتی ہیں، بلکہ ان کے دھوون سے شفائیں ملتی ہیں آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایڑی کا دھوون ہے جو تا قیامت شفاء ہے، حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں کا غسالہ شفا تھا، رب تعالٰے فرماتا ہے اُرْکُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ دوسرے یہ کہ بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ کر فیض دینا جائز ہے اور عمل سلب امراض جائز ہے یعنے چھو کر بیماری دُور کر دینا، ان کی اصل یہ حدیث ہے اسی لئے رب تعالٰے نے فرشتہ کے واسطہ سے اس کو شفا دی۔

قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْاِبِلُ اَوْقَالَ الْبَقَرُ شَکَّ اِسْحٰقُ اِلَّا اَنَّ الْاَبْرَصَ وَ الْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَاُعْطِیَ نَاقَۃً عُشَرَآءَ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْهَا قَالَ فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَیَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَۃً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ

فرشتہ بولا تجھے کونسا مال پسند ہے وہ بولا اونٹ یا حضور نے فرمایا گائے اسحاق کو شک ہے مگر کوڑھی و گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا تھا اور دوسرے نے گائے [1] فرمایا کہ اسے گابھن اونٹنی دے دی گئی فرشتے نے کہا اللہ تجھے اس میں برکت دے [2] فرمایا کہ پھر فرشتہ گنجے کے پاس پہنچا اور پوچھا کہ تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھے بال اور یہ کہ میری بیماری جاتی رہے جس سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں فرمایا کہ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی گنج جاتی رہی فرمایا کہ اسے اچھے بال دے دیئے گئے [3] پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے بولا گائے تو اسے گابھن گائے دی اور کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت دے

[1] یعنے اسحاق ابن عبداللہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں انہیں یہ شک ہوگیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کس کے لئے فرمایا اور گائے کس کے لئے، غالب یہ ہے کہ اس گنجے نے اونٹ ہی مانگا تھا کیونکہ آگے گائے کا ذکر جزم سے آرہا ہے [2] عشراء ع کے پیش اور ش کے فتح سے عشر سے بنا یعنے دس، دس ماہا حاملہ اونٹنی کو عشراء کہتے ہیں، پھر مطلقًا حاملہ کو عشراء کہنے لگے، بعد میں گھر بار گھوڑے اور جانور وغیرہ پر یہ لفظ بولنے لگے دا شعۃ اغنیا کنبہ کو عشیرہ اسی واسطے کہتے ہیں کہ اس سے آدمی دسیوں گنا ہو جاتا ہے، فرشتے نے یہ اونٹنی قدرتی اس کو دی، کہیں سے خرید کر یا کسی کا مال نہ دیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر دست غیب میں فرشتے کے ذریعہ غیبی مال ملے تو حلال ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے، جنات کا لایا ہوا حلال نہیں کہ وہ اکثر دوسروں کا چوری کرکے لاتے ہیں فرشتہ نے اسے خیرات بھی دی اور دعا بھی، اس دعا کی برکت سے ہی اس کا مال بہت بڑھا، جواد مال بھی دیتے ہیں اور دعا بھی، شعر

جب دینے کو بھیک آئے سر کوئے گدایاں لب پر یہ دعا تھی مرے منگتے کا بھلا ہو

[3] ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، کیونکہ شفا دینے کے لئے بیماری کی جگہ کو ہی چھوا جاتا ہے، حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چھوتے ہی گنج بھی جاتی رہی اور کھال پر فورًا بال بھی اُگ آئے اور بڑھ بھی گئے، دوسروں کے بالوں سے زیادہ خوش نما تھے جیسا کہ حَسَنًا سے معلوم ہو رہا ہے، غرق فرعون کے دن حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی وہاں سبزہ اُگ آتا تھا، اسی خاک کو سامری نے سنبھال لیا، پھر فرعونی سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی، تو بچھڑے میں جان پیدا ہوگئی اور وہ چیخنے لگا رب تعالٰے فرماتا ہے فَقَبَضْتُ قَبْضَۃً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا الآیہ لہذا کوئی منکر حدیث اس پر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ فرشتہ کے ہاتھ سے فورًا بال کیسے اُگ سکتے ہیں، اور جب نوری فرشتہ کا یہ فیض ہو سکتا ہے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء امت کا فیض کیسا ہوگا مولانا فرماتے ہیں

شعر

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر بہر حق سوئے غریباں یک نظر

فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَعْمٰى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ أَنْ يَّرُدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا فَأُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ

فرمایا پھر وہ اندھے کے پاس پہنچا کہا تجھے کونسی چیز پسند ہے وہ بولا کہ اللہ مجھے میری آنکھیں لوٹا دے جس سے میں لوگوں کو دیکھوں فرمایا کہ اُس نے اندھے پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اُس کی بینائی لوٹا دی ۱؎ پھر پوچھا کہ تجھے کونسا مال پسند ہے کہا بکریاں اُسے گابھن بکری دی پھر ان دونوں جانوروں نے بچے دیئے اور یہ بھی بیاہی تو اسکے پاس اونٹوں کا جنگل ہوگیا اور اسکے پاس گایوں کا جنگل اور اسکے پاس بکریوں کا جنگل ۲؎ فرمایا پھر فرشتہ کوڑھی کے پاس اپنی اسی شکل و صورت میں آیا ۳؎ بولا مسکین آدمی ہوں بحالت سفر میرے سارے سہارے جاتے رہے ۴؎ تو آج اللہ کی توفیق پھر تیری مدد کے بغیر گھر نہیں پہنچ سکتا ۵؎

یہ حدیث فیض ملائکہ کی بہترین دلیل ہے ۱؎ یعنی فرشتہ کے ہاتھ لگاتے ہی اُسکی دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقبول بندے اللہ کے حکم سے دافع البلاء ہوتے ہیں، دیکھو گنج، کوڑھ، اندھا پن سخت بلائیں ہیں جو فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی جاتی رہیں یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی سفید آنکھ پر لگی تو آنکھ روشن ہوگئی (قرآن حکیم) عیسیٰ علیہ السلام نے اعلانِ عام فرمایا تھا اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ درود تاج میں جو آتا ہے دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ الخ اس کا ماخذ قرآن کریم کی یہ آیات اور احادیث ہیں، جب اطباء کی گولیاں اور جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع قبض، دافع جریان ہو سکتی ہیں، ایک شربت کا نام شربت فریاد رس ہو سکتا ہے، تو کیا اللہ کے محبوبوں کا درجہ ان چیزوں سے بھی کم ہے ۲؎ اس زمانہ میں جانوروں سے ہی مالداری ہوتی تھی تو مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے شہر کے بڑے مالدار بن گئے ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ دونوں ضمیریں فرشتہ کی طرف لوٹ رہی ہیں اور صورت سے مراد اس فرشتہ کی پہلی وہ صورت ہے جس صورت میں دینے کے وقت آیا تھا، مقصد یہ ہے کہ یہ شخص مال پاکر ایسا احسان فراموش ہوگیا کہ اس نے اپنے محسن کو ایسا کورا جواب دیا، اور ہو سکتا ہے کہ ضمیر کا مرجع خود کوڑھی ہو یعنی یہ فرشتہ اسی کوڑھی کی شکل میں آیا جو پہلے خود اُس کی اپنی شکل تھی تاکہ یہ اپنا کوڑھ یاد کرکے اس پر رحم کرے، پہلے معنی زیادہ واضح ہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ فرشتے ہر شکل میں آ سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ مغالطہ میں ڈال کر امتحان لینا جائز ہے، یہ دھوکا نہیں بلکہ امتحان ہے ۴؎ علمی لحاظ سے یہ جملہ خبریہ نہیں تاکہ اسے جھوٹ کہا جائے، بلکہ تخییل ہے، یہ تخییل امتحانات اور سوالات میں کام آتی ہے جیسے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی حالانکہ شہر میں نہ کوئی زید ہوتا ہے نہ اس کی بیوی فقط صورت مسئلہ پیش کی جاتی ہے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے شکل انسانی میں آئے اُن میں سے ایک بولا اِنَّ هٰذَا اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً الآیہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے بکریاں ہیں اور میرے پاس ایک، حالانکہ وہاں نہ بکریاں تھیں نہ کوئی جھگڑا، لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے نے جھوٹ

اَسْأَلُكَ بِالَّذِیْ اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْرًا اَتَبَلَّغُ بِهٖ فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ الْحُقُوْقُ كَثِیْرَةٌ فَقَالَ اِنَّهٗ كَاَنِّیْ اَعْرِفُكَ اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ یَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِیْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ اِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَیَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰی مَا كُنْتَ قَالَ وَاَتَی الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلٰی هٰذَا فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَیَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰی مَا كُنْتَ قَالَ وَاَتَی الْاَعْمٰی فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِیْنٌ وَابْنُ سَبِیْلٍ اِنْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْأَلُكَ بِالَّذِیْ رَدَّ عَلَیْكَ

میں تجھ سے اس خدا کے نام پر ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے اچھا رنگ اچھی کھال و مال دیا تاکہ میں اپنے سفر میں مقصد پر پہنچ جاؤں ل تو وہ بولا کہ حقوق مجھ پر بہت ہیں ۲ فرشتہ بولا میں شاید تجھے پہچانتا ہوں تو کوڑھی فقیر نہ تھا؟ کہ تجھ سے لوگ گھن کرتے تھے پھر تجھے اللہ نے مال دیا وہ بولا کہ میں تو اس مال کا پشت در پشت وارث ہوا ہوں ۳ فرشتہ بولا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے جیسا تھا ویسا ہی کردے ۴ فرمایا پھر فرشتہ گنجے کے پاس اسی صورت میں آیا اس سے وہی کہا جو کوڑھی سے کہا تھا اور اس نے ویسا ہی جواب دیا جو اس نے دیا تھا ۵ فرشتہ بولا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کردے جیسا تو تھا فرمایا پھر وہ اپنی شکل و صورت میں اندھے کے پاس آیا بولا مسکین و مسافر ہوں میرے سفر میں اسباب منقطع ہوچکے ہیں آج خدا تعالٰے کی پھر تیری مدد کے بغیر میں منزل تک نہیں پہنچ سکتا ۶ میں تجھ سے اس اللہ کے نام جس نے تجھے آنکھیں

کیوں کہا؛ ۵ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالٰے کے ساتھ بندوں سے بھی امداد لینا جائز ہے اور بندے کا ذکر رب تعالٰے کے ساتھ ملا کر سکتے ہیں رب تعالٰے فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ ل یعنی اپنے پرانے حال کو یاد کرو اس تبدیلی حال کے شکریہ میں مجھے ایک اونٹ دیدے ۲ بال بچے، نوکر چاکر بہت رکھتا ہوں جن کے باعث خرچ زیادہ ہے انہیں کا پورا نہیں ہوتا، تجھے کہاں سے دوں ۳ اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی اصلی فقیری و گذشتہ مصیبتیں یاد ہونی چاہئیں کہ یہ شکر کا ذریعہ ہے اور بدنصیب ہے وہ شخص جو عیش یا طیش میں اللہ کو بھول جائے اور کسی کے یاد دلانے پر جھوٹ بولے ۴ یہ اگر مگر شک کے لئے نہیں بلکہ امتحان ہی کے لئے ہے، ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ کی یہ بد دعا اسے لگی اور وہ پھر فقیر اور کوڑھی ہوگیا، اس سے معلوم ہوا کہ فقیروں کے بھیس میں کبھی صاحب دل بھی آجاتے ہیں اسی لئے رب نے فرمایا وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ شعر

خاکساران جہاں را بحقارت منگر — تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

۵ اپنی صورت کی شرح ابھی کی جاچکی ہے کہ اس سے مراد اس گنجے کی صورت ہے یعنی گنج اور فقیر بن کر آیا تھا یا خود فرشتہ وہ صورت جس میں پہلے وقت آیا تھا اسی سے مقصود گنجے کی ناشکری کا اظہار ہے ۶ کیونکہ اللہ تعالٰے کی مدد حقیقی ہے اور بندے کی مجازی اس لئے ثُمَّ فرمایا گیا تاکہ دونوں مددوں میں فرق معلوم ہو حدیث شریف میں ہے یہ کہو

بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِىْ سَفَرِىْ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَىَّ بَصَرِىْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَىْءٍ اَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ فَقَالَ اَمْسِكْ مَالَكَ فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِىَ عَنْكَ وَسُخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمِسْكِيْنَ لَيَقِفُ عَلٰى بَابِىْ حَتّٰى اَسْتَحْيِىْ فَلَا اَجِدُ فِىْ بَيْتِىْ مَا اَدْفَعُ فِىْ يَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْفَعِىْ فِىْ يَدِهٖ وَلَوْ ظِلْفًا مُحَرَّقًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

تو مانگتا ہوں ایک بکری مانگتا ہوں جس کے ذریعہ اپنے سفر میں گھر پہنچ سکوں[۱] وہ بولا میں اندھا تھا اللہ نے مجھے روشنی لوٹائی تو جو چاہے لے اور جو چاہے چھوڑ دے رب کی قسم آج تو جو کچھ اللہ کے نام پر لے گا میں تجھے اس سے منع نہ کروں گا[۲] فرشتہ بولا اپنا مال رکھ تم سب کی آزمائش کی گئی ہے تجھ سے رب راضی ہوا اور تیرے دو یاروں سے ناراض[۳] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام بجید سے[۴] فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی غریب میرے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے حتی کہ میں شرما جاتی ہوں[۵] اور اپنے گھر میں کچھ پاتی نہیں جو اس کے ہاتھ میں دوں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکے ہاتھ میں کچھ ضرور دیدو اگرچہ جلی کھری ہی ہو[۶] (احمد، ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن

کہ اگر اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے ، ہاں ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ حکم بھی استحبابی ہے ورنہ واؤ سے بھی کہہ سکتے ہیں جسکی دلیل قرآن شریف سے پیش کی گئی[۱] یا اسطرح کہ اسکو فروخت کرکے قیمت سے توشہ و سواری حاصل کروں یا اسطرح کہ بکری کو اپنے ساتھ رکھوں اس کا دودھ پیتا اور فروخت کرتا ہوا چلا جاؤں ، دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں کہ اگر قیمت مقصود ہوتی تو اس سے پیسے ہی کیوں نہ مانگ لیتا ، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بکری سے سفر کیسے ہوگا وہ تو سواری کے لائق نہیں جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں[۲] عبارت حدیث سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں ، ایک یہ کہ یہ شخص مادر زاد اندھا نہ تھا بلکہ پہلے انکھیارا تھا بعد میں نابینا ہوا ، ورنہ روشنی لوٹانے کے کیا معنے ہوتے نیز عربی میں مادر زاد اندھے کو اکمہ کہتے ہیں اور عارضی اندھے کو اعمٰے ، دوسرے یہ کہ یہ صدقہ فرضی نہ تھا بلکہ نفلی تھا کیونکہ صدقہ فرضی مقرر ہوتا ہے ، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سارا مال فقیر کے سامنے رکھ دینا جتنا چاہے وہ لے لے اول درجہ کی سخاوت ہے[۳] سبحان اللہ یہ ہوا اس امتحان کا نتیجہ کہ وہ دونوں دنیوی و اخروی غضب میں آگئے کہ اُن کا مال بھی گیا اور صحت بھی اور رب تعالٰے کی ناراضی ان سب کے علاوہ ، ادھر اس نابینا کے پاس مال بھی رہا ، آنکھیں بھی ، خدا کی رضا اسکے سوا ، اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی اچھا ہے دیکھو اس سے صدقہ لیا نہ گیا مگر چونکہ وہ دینے پر تیار ہوگیا تھا اسلئے فائدہ پہنچ گیا[۴] آپ کا نام حوا بنت یزید ابن سکن ہے حضرت اسماء بنت یزید کی بہن ہیں صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں[۵] یعنے میں اسکے بار بار سوال کرنے سے شرما جاتی ہوں اُسے خالی لوٹانے میں غیرت آتی ہے اور پاس کچھ ہوتا نہیں جو دوں ، اس کش مکش میں کیا کروں ، اس میں فقراء کی شکایت نہیں ہے بلکہ شرعی مسئلہ پوچھنا ہے کہ ایسی مجبوریوں میں اُسے منع کر دینا ناجائز تو نہیں[۶] جلی کھری فقط مثال کے لئے ہے مراد بہت معمولی غیر قیمتی چیز ہے یعنے یہ نہ سوچو کہ کوئی اعلےٰ چیز

صحیح؛ وَعَنْ مَوْلٰی عُثْمَانَ قَالَ اُهْدِیَ لِاُمِّ سَلَمَةَ بَضْعَةٌ مِنْ لَحْمٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ اللَّحْمُ فَقَالَتْ لِلْخَادِمِ ضَعِيْهِ فِي الْبَيْتِ لَعَلَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُهُ فَوَضَعَتْهُ فِي كُوَّةِ الْبَيْتِ وَجَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ تَصَدَّقُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمْ فَقَالُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ فَذَهَبَ السَّائِلُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ اُطْعِمُهُ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ

صحیح ہے۔ روایت ہے حضرت عثمان کے غلام سے فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کو گوشت کا پارچہ ہدیہ بھیجا گیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا تو انہوں نے خادم سے فرمایا[1] کہ اسے گھر میں رکھ چھوڑو تاکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کھائیں خادم نے وہ طاق میں رکھ دیا ایک سائل آیا دروازہ پر کھڑا ہوا بولا اللہ تمہیں برکت دے[2] کچھ خیرات کرو گھر والوں نے کہا اللہ تجھے برکت دے سائل چلا گیا[3] پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا اے ام سلمہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے جو ہم کھائیں[4] عرض کیا ہاں خادمہ بولیں

ہو تو ہی دوں بلکہ ادنے چیز بھی دے ڈالو، خیال رہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض سائلین کو کچھ نہیں دیا، وہ تعلیم مسئلہ کے لیے تھا کہ بلا ضرورت سوال جائز نہیں، یہ تبلیغ تھی نہ کہ سائل کا رد، اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوگیا تھا کہ مدینہ پاک میں کوئی بھی شخص بلا سخت مجبوری مانگتا ہی نہ تھا حضرات ام بجید کو یہ ارشاد فرمایا کہ چونکہ اب مجبور و معذور لوگ ہی مانگتے ہیں لہذا انہیں محروم نہ پھیرا کرو لہذا یہ حدیث حکیم ابن حزام وغیرہ کی احادیث کے خلاف نہیں، اب پیشہ ور سائلوں کو منع کر دینا بھی جائز بلکہ ضروری ہے۔[1] یہاں خادم سے حضرت ام سلمہ کی لونڈی ہیں، خادم کا لفظ مرد و عورت دونوں پر بولا جاتا ہے، پتہ نہیں لگا کہ یہ مولے عثمان کون ہیں اور یہ خادمہ کون تھیں، مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں، کوئی ان میں فاسق نہیں، اسلئے انکے نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لیے مضر نہیں اور نہ اس سے حدیث مجہول ہو۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ سائل کا سوال کرتے وقت اہل خانہ کو دعائیں دینا بہتر ہے بعض بھکاری صرف دعائیں دیتے ہیں بعض صرف اپنی محتاجی کا رونا روتے ہیں بعض کو دیکھا گیا کہ صرف غزلیں اور قصیدے ہی پڑھتے ہیں، ہاں بھیک کی نیت سے آیات قرآنیہ پڑھنا سخت ممنوع ہے، دیکھو شامی وغیرہ۔[3] عرب میں یہ دستور ہے کہ جب سائل کو منع کرنا ہوتا ہے تو کبھی کہہ دیتے ہیں بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ اور کبھی کہدیتے ہیں اللہ کریم اور کبھی کہتے ہیں اَللّٰهُ يُغْنِيْكَ عَمَّنْ سِوَاهُ جیسے ہمارے ہاں کہدیتے ہیں معاف دے یا برکت ہے وغیرہ غرضکہ سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے بلکہ نرم الفاظ سے اشارۃً کنایۃً منع کرنا چاہیے، جب وہ باز نہ آئے تو صاف صاف منع کرے کہ اب وہ سائل نہیں بلکہ اڑیل ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ سائل کو نہ جھڑکو۔[4] یعنی کچھ کھانا ہے جو ہم کھائیں، چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں کبھی کھانا ہوتا تھا کبھی نہیں اسلئے اس سوال کی نوبت آئی، نیز یہ سوال اگلے واقعہ کی تمہید ہے ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو تو خبر تھی کہ گھر میں کچھ ہے یا نہیں، کیوں نہ ہو حضرت عیسٰے علیہ السلام فرماتے ہیں وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ جو کچھ تم کھاتے اور گھروں میں بچاتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں، یہاں کُمْ ضمیر جمع ارشاد ہوئی احترام کے لیے یا سب گھر والوں سے خطاب ہے۔

لِلْخَادِمِ اِذْهَبِيْ فَاْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَالِكَ اللَّحْمِ فَذَهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ
فِي الْكُوَّةِ اِلَّا قِطْعَةَ مَرْوَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ ذَالِكَ اللَّحْمَ عَادَ
مَرْوَةً لِمَا لَمْ تُعْطُوْهُ السَّائِلَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلًا قِيْلَ نَعَمْ قَالَ الَّذِيْ
يُسْاَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ، وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّهٗ اِسْتَاْذَنَ عَلٰى عُثْمَانَ فَاَذِنَ لَهٗ

جاؤ وہ گوشت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاؤ وہ گئیں تو طاق میں پتھر کے ٹکڑے کے سوا کچھ نہ پایا ۱؎ تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ تم نے سائل کو گوشت نہ دیا اس لیے وہ گوشت کا پتھر بن گیا ۲؎ (بیہقی دلائل النبوۃ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں بدتر درجہ والے آدمی کی خبر نہ دوں عرض کیا گیا ہاں فرمایا وہ جس سے اللہ کے نام پر مانگا جائے اور نہ دے ۳؎ (احمد) روایت ہے حضرت ابوذر سے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی

۱؎ مروہ عربی میں چھوٹے یا سفید پتھر کو کہتے ہیں، اُس پتھر کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے جیسے چقماق۔ خلاصہ یہ ہے کہ خادمہ نے طاق میں بجائے گوشت کے وہ پتھر دیکھا جس کی رگڑ سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ ۲؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن تمام باتوں کی خبر ہتی تھی جو آپ کے پیچھے گھروں میں ہوتے تھے، گھر والوں نے بھکاری کے آنے جانے کا واقعہ عرض نہ کیا تھا مگر سرکار صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے من وعن بیان فرما دیا، دوسرے یہ کہ بڑوں کے احکام اور ہیں چھوٹوں کے کچھ اور دیکھو صدقہ نفلی نہ دینا گناہ نہیں، بلکہ جب چیز تھوڑی ہو، گھر والوں کو بھی اُسکی ضرورت ہو تو صدقہ نہ کرنا بہتر، مگر شانِ نبوت یہ تھی کہ ان کے دروازے سے کوئی محروم نہ جائے، اس لیے رب تعالٰے نے ان بزرگوں کو اسطرح متنبہ فرمایا شعر

موسیا آداب دانا دیگر اند سوختہ جان وروانان دیگر اند

حدیث شریف بالکل ظاہر پر ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، گوشت مٹی میں رہ کر مٹی بن جاتا ہے، تو رب تعالٰے کی قدرت سے پتھر بھی بن سکتا ہے۔ پچھلی اُمتوں میں مسخ ہوا، کوئی بندر یا سور بنی، بعض لوگ پتھر بن گئے، اگر رب تعالٰے نے اس گوشت کو مسخ کرکے پتھر بنا دیا تو کیا مشکل ہے غرضکہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۳؎ اس حدیث کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ وہ سائل منگتا بدترین سائل ہیں۔ جو لوگوں سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر مانگیں اور انہیں ملے کچھ بھی نہیں یعنے یُسْاَلُ بصیغہ معروف ہو، مطلب یہ ہوگا کہ ایسا سائل چونکہ رب تعالٰے کے نام پاک کی توہین کرتا ہے کہ ہر کس وناکس سے اللہ کے نام پر مانگتا پھرتا ہے، کوئی دیتا ہے کوئی نہیں دیتا، معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کو بھیک کا ذریعہ نہ بناؤ۔ دوسرا یہ کہ وہ شخص بدترین آدمی ہے جس سے سائل اللہ کے نام پر مانگے اور اس کا دل رب کے نام پر بھی نہ پگھلے اور اُسے کچھ نہ دے، تب اس سے وہ صورت مراد ہوگی کہ سائل اضطرار و سخت مجبوری کی حالت میں ہو خدا کے نام کا واسطہ دے کر

وَبِيَدِهٖ عَصَاهُ فَقَالَ عُثْمَانُ يَا كَعْبُ اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ مَالًا فَمَا تَرٰى فِيْهِ
فَقَالَ اِنْ كَانَ يَصِلُ فِيْهِ حَقَّ اللّٰهِ فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ اَبُوْذَرٍّ عَصَاهُ فَضَرَبَ كَعْبًا
وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُحِبُّ لَوْ اَنَّ لِيْ هٰذَا الْجَبَلَ
ذَهَبًا اُنْفِقُهٗ وَيُتَقَبَّلُ مِنِّيْ اَذَرُ خَلْفِيْ مِنْهُ سِتَّ اَوَاقِيَّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ يَا عُثْمَانُ اَسَمِعْتَهٗ
ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۞ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ

ل گئی ابوذر کے ہاتھ میں اُن کی لاٹھی تھی ۱؎ حضرت عثمان نے کہا اے کعب عبدالرحمٰن کی وفات ہوئی اُنہوں نے بہت مال چھوڑا ۲؎ اس بارے میں تمہاری رائے کیا ہے فرمایا کہ اگر اس میں اللہ کا حق ادا کرتے ہوں تو کوئی حرج نہیں ۳؎ تب ابوذر نے لاٹھی اٹھا کر کعب کو ماری ۴؎ اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اس پہاڑ برابر سونا ہو جسے میں خیرات کر دوں اور وہ قبول ہو جائے کہ اس سے چھ اوقیہ اپنے پیچھے چھوڑ دوں ۵؎ اے عثمان تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نے حضور کو یہ کہتے سنا تین بار فرمایا آپ نے کہا ہاں ۶؎ (احمد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن حارث سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم

اپنی جان بچانے کے لئے مانگ رہا ہو اور یہ جان بوجھ کر کچھ نہ دے چونکہ یہ نہایت سخت دل ہے اسلئے بدتر ہے، عرفنکہ پیشہ ور بھکاریوں کے متعلق نہیں ارشاد ہو رہا ہے ۱؎ کندھوں تک دراز لاٹھی بھی جو اُن کے ساتھ رہتی تھی۔ لاٹھی ساتھ رکھنا سُنت ہے اور اسکے بہت فوائد ہیں ۲؎ یعنے عثمان غنی نے ابوذر غفاری کی موجودگی میں کعب احبار سے مسئلہ پوچھا کہ عبدالرحمٰن ابن عوف بہت مال چھوڑ کر وفات پا گئے ہیں تمہارا کیا خیال ہے آیا مال جمع کرنا اور بال بچوں کے لئے چھوڑ جانا جائز ہے یا نہیں مرقات میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے دو لاکھ دینار چھوڑے تھے، خیال رہے کہ حضرت ابوذر غفاری زاہد ترین صحابہ تھے ان کا خیال تھا کہ شعر

بیچ ڈال مال و دھن کو ۔ کوڑی نہ رکھ کفن کو — جس نے دیا ہے تن کو ۔ دے گا وہی کفن کو

زہد و ترک دنیا کی احادیث پر سختی سے عامل تھے اس لئے ان کی موجودگی میں یہ سوال و جواب ہوئے تاکہ وہ حکم شرعی اور زہد میں تمیز تقوے و فتوے میں فرق کرلیں ۳؎ یعنے مال جمع رکھنا، بعد وفات چھوڑ جانا حلال ہے جبکہ اس سے زکوٰۃ، فطرہ، قربانی، حقوق العباد ادا کئے جاتے رہے ہوں، یہ کنز میں داخل نہیں جسکی قرآن کریم میں برائی آئی ہے ۴؎ یہ مارنا بحالت جذب تھا، آپ اپنے نفس پر قابو نہ پا سکے، چونکہ ابوذر بزرگ ترین صحابی تھے، تمام صحابہ آپ کا بہت احترام کرتے ان کی ناراضی یا مار پر ناراض نہ ہوتے تھے، جیسے آج بھی سعادت مند جوان محلہ کے بزرگوں کی سختی پر ناراض نہیں ہوتے اسلئے خلیفۃ المومنین نے ان سے قصاص کے لئے نہ کہا نہ حضرت کعب نے کچھ بُرا منایا ہو سکتا ہے کہ آپکی یہ مار تادیب و سرزنش کے لئے ہو کہ تم تو کہتے ہو کہ مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حالانکہ امیر غنی بھی مسکینوں سے پانچ سو برس بعد جنت میں جائیں گے حساب میں دیر لگے گی، یہاں مرقات میں ہے کہ بعد میں حضرت عثمان نے ابوذر غفاری کو مدینہ منورہ سے مقام ربذہ میں بھیج دیا تھا آپ تا وفات وہاں ہی رہے، کیونکہ آپ کی طبیعت بہت جلالی تھی ۵؎ خلاصہ جواب یہ ہے کہ اے کعب تم تو کہتے ہو مال جمع کرنے میں حرج نہیں جبکہ اُس سے فرائض ادا کر دیئے جائیں، مگر میں نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا مال ملے کا سارا

صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ العصر فسلم ثم قام مسرعا فتخطی رقاب الناس الی بعض حجر نسائہ ففزع الناس من سرعتہ فخرج علیہم فرأی انہم قد عجبوا من سرعتہ قال ذکرت شیئا من تبر عندنا فکرہت ان یحبسنی فامرت بقسمتہ رواہ البخاری وفی روایۃ لہ قال کنت خلفت فی البیت تبرا من الصدقۃ فکرہت ان ابیتہ وعن

صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز عصر پڑھی آپ نے سلام پھیرا پھر تیزی سے کھڑے ہوئے ۱؎ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بعض بیویوں کے حجرے میں تشریف لے گئے ۲؎ لوگ حضور کی جلدی سے گھبرا گئے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ آپ کی جلدی سے تعجب کر رہے ہیں ۳؎ فرمایا مجھے اپنے پاس سونے کا بُرادہ یاد آگیا تو مجھے یہ ناپسند ہوا کہ وہ مجھے مشغول کرے میں نے اس کے تقسیم کر دینے کا حکم دیدیا ۴؎ بخاری کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میں نے گھر میں صدقہ کا بُرادہ چھوڑا تھا تو رات کو اپنے گھر میں رکھنا ناپسند کیا ۵؎۔ روایت ہے

خیرات کر دینا کچھ باقی نہ رکھنا سنت ہے اور جمع کرنا خلاف سنت کیا خلاف سنت میں حرج نہیں ہوتا، مگر یہ بوجہ سخی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سب گھر والے سید المتوکلین تھے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث سننے کا اقرار تو کیا۔ مگر حدیث کا مطلب سمجھا یا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اپنے لئے فرمایا ہے، عام مسلمانوں کو اس کا حکم نہ دیا، محض احترام و آداب کئے کہ اگر میں نے یہ کیا تو جناب ابوذر جواب دینے کی کوشش کریں گے مجلس مناظرہ بن جائے گی اور آپ سے مناظرہ کرنا ہے نہیں۔ ۱؎ یعنی سلام پھیرتے ہی بغیر دعا مانگے بہت تیزی سے دولت خانہ میں تشریف لے گئے، کیونکہ ابھی آپ کو واپس آکر دعا مانگنا تھا اور نہ بلا وجہ دعا کے بغیر مصلے سے چلا جانا نہیں چاہیئے ۲؎ معلوم ہوا کہ ضرورۃً لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے مسجد سے نکل جانا جائز ہے، جیسے اگر امام کا دوران نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر کے گردنیں پھلانگتا ہوا ہی وضو گاہ تک پہنچے گا، جن احادیث میں گردنیں پھلانگنے کی ممانعت آئی ہے، وہاں بلا ضرورت پھلانگنا مراد ہے جیسے کوئی نماز کے لئے مسجد میں پیچھے پہنچے پھر لوگوں کو چیرتا ہوا اگلی صف میں جانے کی کوشش کرے۔ یہ ممنوع ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں ۳؎ صحابہ کرام حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر حال شریف کا بہت غور سے معائنہ کرتے تھے، اور اسی معمولی جنبش پر دیوانہ وار گھبرا جاتے تھے، شروع مشکوۃ شریف میں آچکا کہ اگر سرکار خلاف معمول کبھی غائب ہوتے تو مدینہ منورہ کی گلیوں اور آس پاس کے جنگلوں میں ڈھونڈنے نکل پڑتے تھے، آج خلاف معمول جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بغیر دعا مانگے جاتے دیکھا گھبرا گئے ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ سونے کا بُرادہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی ملکیت تھا اور فوری ضرورت سے زیادہ تھا اس کا گھر میں رکھنا بھی ناپسند آیا، فوراً خیرات کرا دیا، مشغول رکھنے میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس کی وجہ سے نماز میں دھیان بٹے کہ اسے کہاں سنبھالیں کہاں رکھیں، دوسرے یہ کہ رب تعالٰے سے قرب خاص میں یہ حائل ہو، یہاں حضرت شیخ نے فرمایا کہ ماسوی اللہ کی طرف التفات مقرب بندوں کو بھی مشغول کر لیتا ہے یہ زہد اور ترک دنیا کی انتہا ہے کہ جو چیز یار سے آڑ بنے اسے پھاڑ دو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو فرزند کے گلے پر چھری چلا دی، حضرت ادھم نے اپنے بیٹے ابراہیم کے لئے دعا کی خدایا اسے موت دیدے کہ اسے چومنے کے ... سے میں ایک آن تجھ سے غافل ہو گیا ۵؎ اگر یہ وہی واقعہ ہے تب تو یہ روایت اس کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ یہ سو..

عائشة أنها قالت كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم عندي في مرضه ستة دنانير أو سبعة فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أفرقها فشغلني وجع نبي الله صلى الله عليه وسلم ثم سألني عنها ما فعلت الستة أو السبعة قلت لا والله لقد كان شغلني وجعك فدعا بها ثم وضعها في كفه فقال ما ظن نبي الله لو لقي الله عز وجل و هذه عنده رواه احمد ؛ وعن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل على بلال وعنده صبرة من تمر فقال ما هذا يا بلال قال شئ ادخرته لغد فقال أما تخشى أن ترى له غدا بخارا في نار جهنم يوم القيمة أنفق بلال ولا تخش من ذي

حضرت عائشہ سے آپ فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مرض میں آپکے میرے پاس چھ یا سات دینار تھے [1] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکے بانٹ دینے کا حکم دیا لیکن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے مجھے اسکی فرصت نہ دی پھر حضور نے اسکے بارے میں مجھ سے پوچھا کہ اُن چھ سات دینار کا تم نے کیا کیا میں نے عرض کیا اللہ کی قسم آپکی بیماری نے مشغول رکھا آپنے وہ منگایا اُسے اپنے ہاتھ پر رکھا فرمایا کہ اللہ کے نبی کا کیا خیال ہے اللہ سے اس حال میں ملے کہ یہ اسکے پاس ہو [2] (احمد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کے پاس تشریف لائے اُنکے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا فرمایا اے بلال یہ کیا عرض کیا کہ اسے میں نے کل کے لئے جمع کیا ہے فرمایا کیا تمہیں اس سے خوف نہیں کہ تم کل اسکے سبب دوزخ کی آگ میں بخار قیامت کے دن دیکھو [3] اے بلال خرچ کرو اور عرش والے سے

[1] آپ اپنے خرچ کا نہ تھا زکوٰۃ کا تھا اور یا اگر دوسرا واقعہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا معرف پر جلد پہنچانا ضروری [1] آپکے اپنی ملکیت کے انبیاء کرام معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کرنے کی نیت سے رکھے ہوں یا خرچ کے ارادہ سے [2] یعنی حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کے یہ لائق نہیں کہ گھر میں کچھ ملوک مال چھوڑ کر وفات پائیں، دل میں اللہ کا نور اور گھر میں اللہ کا نام کافی ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ صدیق اکبر نے حضور علیہ السلام کی میراث تقسیم نہ کی ظلم کیا، حضور علیہ السلام نے مال چھوڑا ہی کیا تھا جو رہنے کا مکان تھا وہ بھی وقف ہو گیا اسمیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف بنا دی گئی خیال رہے کہ یہ واقعہ حدیث ہے سنت نہیں، سنت وہ واقعات ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر ازواج مطہرات کو ایک سال کا خرچ دے دیا کرتے تھے یا بعض صحابہ کو سب کچھ بلکہ آدھے مال کی خیرات سے منع فرمایا تہائی خیرات کی اجازت دی اور فرمایا اس سے کم خیرات کرنا بہتر ہے اپنے وارثوں کو غنی کرکے جاؤ

شعر:

سوختہ جان و دواناں دیگر اند　　موسیا آداب دانا دیگر اند

معلوم ہوا کہ حدیث و سنت میں بڑا فرق ہے [3] اسمیں حضرت بلال کو انتہائی تقوے اور ترک دنیا کی تعلیم ہے اور توکل سے اعلےٰ توکل کی طرف ترقی دینا ہے یعنی اے بلال میں جس درجہ پر تمہیں پہنچانا چاہتا ہوں وہ جب ہی حاصل ہوگا جب کہ تم اپنے پاس اتنا بھی نہ رکھو تا کہ تمہیں قیامت کے دن

بعرش اقلالا ۔ وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم السخاء شجرة في الجنة فمن كان سخيا اخذ بغصن منها فلم يتركه الغصن حتى يدخله الجنة والشح شجرة في النار فمن كان شحيحا اخذ بغصن منها فلم يتركه الغصن حتى يدخله النار رواهما البيهقي في شعب الايمان ۔ وعن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بادروا بالصدقة فان البلاء لا يتخطاها رواه رزين ۔ باب فضل الصدقة ۔ الفصل

کمی کا خطرہ نہ کرو۔ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جو سخی ہوا اس نے اس درخت کی شاخ پکڑلی ۱؎ وہ شاخ اُسے نہ چھوڑے گی حتے کہ اُسے جنت میں داخل کردے گی ۲؎ اور بخل آگ میں درخت ہے جو بخیل ہوا اس نے اس کی شاخ پکڑلی وہ اُسے نہ چھوڑے گی حتے کہ آگ میں داخل کرے گی ۳؎ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں، روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ میں جلدی کرو ۴؎ کہ بلا اس سے آگے نہیں بڑھتی ۵؎ (رزین) باب صدقہ کی فضیلت ۶؎ فصل

اسکا حساب دینے میں کچھ بھی نہ گھبرانا پڑے یہی مطلب ہے دوزخ کے بخار دیکھنے کا حضرت بلال اس وقت تن تنہا تھے، اہل وعیال نہ رکھتے تھے، آپ کے ذمہ کسی کے حقوق نہ تھے، فرمایا اکیلے دم کے لئے جمع کرنے کی فکر کیوں لگاتے ہیں رب ہمارے آستانے سے تمہیں دیئے جائے تم کھائے جاؤ صوفیائے کرام اپنے بعض مریدین کو کبھی چلوں سے مجاہدہ کراتے ہیں، اس زمانہ میں ترک دنیا ترک حیوانات کامل کراتے ہیں، ان کی اصل یہ حدیث ہے، یہ حدیث جمع دنیا کے خلاف نہیں اگر مال جمع کرنا حرام ہوتا تو اسلام کا ایک رکن یعنے زکوۃ ہی فوت ہوجاتی کہ زکوۃ واجب ہی جب ہوتی ہے جب مسلمان کے پاس ایک سال تک بقدر نصاب مال جمع رہے

۱؎ یعنے سخاوت کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں، چونکہ سخاوت کی قسمیں بہت ہیں اسلئے فرمایا گیا کہ اس درخت کی دنیا میں شاخیں بہت پھیلی ہوئی ہیں، جیسے قرآن کریم فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی جڑ مسلمان کے قلب میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہمیشہ اپنے پھل دیتا ہے اس آیت میں بھی تمثیل ہے، اس حدیث میں بھی۔ ۲؎ شریعت میں سخاوت کا ادنے درجہ یہ ہے کہ انسان فرض صدقے ادا کرے، اور طریقت میں ادنے درجہ یہ ہے کہ صرف فرض پر قناعت نہ کرے نوافل صدقے بھی دے حقیقت ومعرفت والوں کے ہاں اس کا ادنے درجہ یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دے ان میں سے ہر درجہ کے صدقہ کے نتیجے مختلف ہیں ۳؎ جو معانی سخاوت کے عرض کئے جاچکے ہیں اسکے مقابل بخل کے بھی معانی ہیں ۴؎ اس جملہ کے دو معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ جب کسی قسم کی جانی یا مالی بلا آئے تو بہت جلد صدقے دینا شروع کردو باقی تمام تدبیریں علاج وغیرہ بعد میں کرو تاکہ ان صدقات کی برکت سے اگلی تدبیریں بھی کامیاب ہوں بعض لوگ آفت آتے ہی میلاد شریف، گیارھویں شریف، ختم خواجگان، ختم غوثیہ، ختم بخاری، ختم آیت کریمہ کراتے ہیں، اُن کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ ان کاموں میں اللہ کا ذکر اس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف وغیرہ بھی ہے اور صدقہ بھی ذکر اللہ بھی دافع بلا ہے اور صدقہ بھی بعض لوگ بیماریوں میں، اُڑد وتیل یا بیمار کا جانور پر ہاتھ لگوا کر اُسے ذبح کرکے خیرات کردیتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہی حدیث ہے کہ یہاں صدقہ مطلق ہے، دوسرے یہ کہ ہر حال میں ہمیشہ صدقے کرتے رہو کیونکہ ہر وقت ہی آفت آنے کا خطرہ ہے تم آفت سے پہلے صدقہ دے دو، بعض لوگ

اَلْاَوَّلُ ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ

پہلی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حلال کمائی سے چھوارے کی برابر صدقہ کرے ۱؎ اللہ تعالٰے صرف حلال ہی کو قبول کرتا ہے ۲؎ تو اللہ اُسے داہنے ہاتھ میں قبول کرتا ہے پھر صدقہ والے کے لیئے اسکی ایسی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی حتّٰے کہ پہاڑ کی طرح ہوجاتا ہے ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ خیرات مال کم نہیں کرتی ۴؎ اور اللہ معافی کی وجہ سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے ۵؎ اور کوئی شخص اللہ کے

ہمیشہ میلاد شریف، گیارھویں شریف، ہر ماہ ختم خواجگان وغیرہ کراتے رہتے ہیں تاکہ آفات دُور رہیں، اُن کا ماخذ بھی یہ حدیث ہے شعر

دکھ میں ہر کو ہر بھجے سکھ میں بھجے نہ کوئے　　جو کوئی سکھ میں ہر بھجے تو دکھ کاہے کو ہوئے

اسی طرح کہ آنے والی آفت آتی نہیں اور جو آچکی ہے وہ پھرتی نہیں بلکہ لوٹ جاتی ہے، صدقہ انسان اور آفات کے درمیان مضبوط حجاب ہے (مرقات) یہ عمل بہت مجرب ہے اگر کبھی صدقہ سے آفت نہ جائے تو یہ رب تعالٰے کی آزمائش ہے اس پر صبر کرے ۶؎ صدقہ صدق سے بنا بمعنے سچائی، چونکہ خیرات سخی کے سچے مومن ہونے کی علامت ہے اسلئے اُسے صدقہ کہتے ہیں۔ مطلقًا صدقہ سے مالی خیرات مراد ہوتی ہے نفل ہو یا فرض یہاں وہ مراد ہے اگرچہ بعض بدنی اعمال کو بھی صدقہ کہا گیا ہے یعنے حکمی صدقہ۔ ۱؎ یعنے معمولی سے معمولی چیز اللہ کی راہ میں دے، عرب شریف میں کھجور معمولی چیز ہے، پھر اس کی قاش تو بہت ہی معمولی ہوتی۔ ۲؎ یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی حتّٰے کہ حج بھی طیب و پاک کمائی سے کرے یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں: ایک یہ کہ مالی مخلوط سے اُجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے، دیکھو موسٰے علیہ السلام نے فرعون کے ہاں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا، اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے، تو رب تعالٰے اپنے ان محبوبوں کو وہاں پرورش نہ کراتا، دوسرا یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اُجرت، سُود کا پیسہ، بیع باطل کے معاوضے، سُور شراب وغیرہ کی قیمتیں، دوسرا وہ کہ مالک کی ملک میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کاروبار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت، اور ناجائز پیشوں (گانے بجانے، داڑھی مونڈنے وغیرہ) کی اُجرت: پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ میں پہنچے حرام ہی رہیگا کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنا اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچکر اس کے لئے حلال ہوگا، وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو وہ دوسرے سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کرے اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ ۳؎ داہنے ہاتھ میں قبول کرنے سے مراد راضی ہوکر قبول فرمانا ہے مطلب یہ ہے کہ مال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہیگا حتّٰے کہ میزان میں

اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَآءِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَلِلْجَنَّةِ اَبْوَابٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ

لئے انکسار نہیں کرتا مگر اللہ اُسے بلندی دیتا ہے لے (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خیرات کرے ۲ے تو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا ۳ے جنت کے بہت دروازے ہیں تو جو نمازی والوں سے ہوگا وہ نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والوں سے ہوگا وہ جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ والوں سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزہ والوں سے ہوگا وہ دروازہ ریان سے بلایا جائے گا ۴ے تب حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ اس کی ضرورت تو نہیں کہ کوئی تمام دروازوں سے بلایا جائے ۵ے مگر کیا

سارے گناہوں پر غالب آجائیگا جیسے اچھی زمین میں بوئی ہوئی ادرک آلو وغیرہ، اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ۴ے بلکہ مال بڑھاتی ہے زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے تجربہ ہے جو کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کرلیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھر لیتا ہے، گھر کی رکھی بوریاں چوہے، سُسری وغیرہ آفات سے ہلاک ہوجاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس مال میں سے صدقہ نکلتا ہے اُسمیں سے خرچ کرتے رہو انشاء اللہ بڑھتا ہی رہیگا، کنوئیں کا پانی کھینچے جاؤ، تو بڑھے ہی جائیگا ۵ے یعنے جو بدلہ پر قادر ہو، پھر مجرم کو معافی دیدے تو اس مجرم کے دل میں اس کی اطاعت اور محبت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر بدلہ لیا جائے تو اُسکے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک جاتی ہے فتح مکہ کے دن کی عام معافی سے سارے کفار مسلمان ہوکر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہوگئے، معافی سے دلوں پر قبضے ہوجاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہیے نہ کہ شرعی حقوق میں، قومی، ملکی دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو، اپنے مجرم کو معاف کردو ۶ے انکساری جو خودداری کے ساتھ ہو وہ بڑی بہتر ہے اسکا انجام بلندی درجات ہے مگر بے غیرتی کی انکساری، انکساری نہیں بلکہ احساس پستی ہے، جہاد میں کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے، مسلمان بھائی کے سامنے جھکنا ثواب اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ۲ے یعنے ایک جنس کی دو چیزیں، جیسے دو پیسے دو روپے دو کپڑے دو روٹیاں وغیرہ لفظ زوج دو کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی، جیسے خاوند بیوی کو زوجین کہتے ہیں رب تعالٰے فرماتا ہے مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ اور ممکن ہے کہ زوجین سے مراد بار بار صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا علانیہ اور خفیہ صدقہ مراد ہو، مرقات نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں دو روزے دو رکعت نماز وغیرہ کیونکہ فقیر کے لئے نفلی نماز روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لئے خیرات ÷ ۳ے یعنے باب الصدقہ سے بیان حد پوشیدہ ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا (مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات

يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ

کوئی ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا حضور نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم اُن میں سے ہو[1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آج تم میں سے کس نے روزہ دار ہو کر صبح کی[2] حضرت ابوبکر نے کہا میں نے فرمایا آج تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں فرمایا آج تم میں سے کس نے کسی مسکین کو کھلایا حضرت ابوبکر نے کہا

کرنے والے کو ہر دروازہ سے جانے کا حق ہو اظہار عزت کے لئے[4] یعنی جس پر جو عبادت غالب ہوگی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائیگا عبادت کے غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے، مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے، مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اسکی تیاری میں مشغول رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستہ سے جنت میں جائے گا وغیرہ۔ ریان رَیٌّ سے بنا جسکے معنے ہیں سرسبزی، سیرابی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بحالت روزہ خشک لب، تشنہ دہن رہا، اسلئے اسکے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشنہ لبی کا عوض ہو جائے[5] یعنی جنت میں داخلے کے لئے ایک دروازہ سے بلایا جانا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکارے جانے کی ضرورت نہیں، مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی ضرور ہے کہ ہر دروازہ کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی ہمارے دروازہ سے جاتے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو اس جملہ میں مَا نافیہ ہے اور مِنْ ضَرُوْرَةٍ کی مِنْ زائدہ اور ضَرُوْرَةٌ، مَا کا اسم اور عَلٰی مَنْ دُعِیَ اسکی خبر[1] یعنی جو شخص ساری عبادات میں اول نمبر ہوگا، وہ ان سارے دروازوں سے بلایا جائیگا کہ ہر طرف اسکے نام کی دھوم مچ جائے گی، اور چونکہ اے صدیق تم ساری ہی نیکیوں میں طاق ہو، لہٰذا تم بھی اُن ہی میں سے ہو گے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم وعمل میں بعد انبیاء ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالٰی نے انہیں اَتْقٰی فرمایا یعنے بڑا ہی پرہیزگار وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عالم ہی کو بنایا جاتا ہے خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہیں، اور رب تعالٰی نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں، جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثور تک لے جانا اپنے زانو پر سلانا اپنے کو سانپ سے کٹوانا وغیرہ، جب قرآن کریم کی رحل باقی لکڑیوں سے افضل ہے تو جس کا زانو قرآن کریم والے کی رحل بنے وہ تمام خلق سے افضل ہوگا، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر دنیوی اُخروی حال سے واقف ہیں۔ حتے کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائیگا، اور کس دروازے سے جائیگا، صحابہ کا یہی عقیدہ تھا ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ کریموں کا امید دلانا یقین کے لئے ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ الفاظ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہونگے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازوں پر پڑے گی، اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہونگے رضی اللہ عنہ[2] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا جماعت صحابہ سے یہ سوال فرمانا، ان پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر کرنے اور انہیں آپ کے روزانہ کے اعمال دکھانے کے لئے ہے، ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک کے

أَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرِئٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ جَابِرٍ وَحُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ

ہیں فرمایا آج تم میں سے کس نے کسی بیمار کی عیادت کی حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص میں
یہ خصلتیں نہیں جمع ہوتیں مگر وہ جنت میں جاتا ہے ۱ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
اے مومن بیبیو کوئی پڑوسن کا ہدیہ حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کی کھری ہی ہو ۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر و حذیفہ سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے ۳ (مسلم بخاری) ۴ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں
فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی بھلائی کو حقیر نہ جانو

سامنے ظاہر و خفیہ اعمال سے خبردار ہیں، رب تعالٰے فرماتا ہے كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ ۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم
ہوئے، ایک یہ کہ شیخ کا اپنے مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا، یونہی استاد کا شاگردوں کے خفیہ حالات معلوم کرنا سنت سے ثابت ہے، دوسرے یہ کہ
اُمتی کا نبی سے مرید کا شیخ سے، شاگرد کا استاد سے اپنی خفیہ نیکیاں بیان کرنا ریا نہیں، بلکہ انکی دعا سے کر زیادہ قابل قبول بنانا ہے، تیسرے یہ کہ حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عابد ترین صحابہ ہیں، کہ آپکے روزانہ کے یہ اعمال ہیں خیال رہے کہ انا کہنے میں کبھی فخر وغیرہ کے لئے ہو تو منع ہے، عجز و نیاز کے طور
پر جائز ہے، چوتھے یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادت حدیث و قرآن کریم جنتی ہیں ۲ یعنے اگر تم امیر ہو اور تمہاری پڑوسن غریب، اور وہ غریب
اپنی محبت سے کوئی معمولی چیز بطور ہدیہ بھیجے، تو نہ اُسے واپس کرو اور نہ اُسے نگاہ حقارت سے دیکھو، بلکہ خوشی سے قبول کرو، کہ اُس کا دل خوش ہو جائے
اللہ تعالٰے اخلاص کا ایک پیسہ بھی قبول فرمالیتا ہے اس حدیث کا مطلب اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے یعنے کوئی عورت اپنی پڑوسن کو معمولی ہدیہ دینے
میں نہ ہچکچائے، جو کچھ میسر ہو بھیج دیتی رہے، کہ ہدیوں سے محبتیں بڑھتی ہیں، چونکہ چیزوں میں عیب نکالنے کی عادت زیادہ عورتوں میں ہوتی ہے اسلئے
انہی سے خطاب کیا گیا، یہ حدیث ہم غریبوں کے لئے بڑی ہمت افزا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسکینوں کے معمولی ہدیہ
ثواب وغیرہ کو بھی رد نہیں فرماتے ۳ سبحان اللہ کیا ہمت افزا حدیث ہے، یعنے صدقہ صرف مال ہی سے نہیں ہوتا، بلکہ ہر معمولی نیکی، اگر اخلاص
سے کی جائے، تو اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے حتے کہ مسلمان بھائی سے میٹھی اور نرم باتیں کرنا بھی صدقہ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے، اب کوئی
فقیر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں صدقہ پر قادر نہیں ۴ اس طرح کہ بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے، اور مسلم نے
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے، لہذا راوی کے نام میں ہر کتاب منفرد ہے اور متن حدیث میں دونوں متفق ۔

الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ
قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ اَوْلَمْ يَفْعَلْ قَالَ
فَيُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيَاْمُرُ بِالْخَيْرِ قَالُوْا فَاِنْ
لَّمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهٗ لَهٗ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

اگرچہ یہ ہو کہ اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی سے ملے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے ۲؎ صحابہ نے عرض کیا کہ اگر نہ پائے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرے خود نفع اٹھائے اور خیرات کرے ۳؎ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکے یا نہ کرے فرمایا تو کسی مظلوم حاجتمند کی مدد کرے ۴؎ بولے اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو اچھی بات کا حکم کرے ۵؎ بولے اگر یہ بھی نہ کرے تو فرمایا کہ برائی سے بچے کہ اسکے لئے یہ ہی صدقہ ہے ۶؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے

۱؎ صوفیائے کرام فرماتے ہیں، کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو، کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو، کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک دیتی ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مومن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے ۲؎ یہاں علٰی وجوب کے لئے نہیں، بلکہ ترغیب کے لئے ہے یعنی مسلمان کو چاہیئے کہ شکر الٰہی کے لئے ان نفلی نیکیوں کو بھی اپنے پر لازم سمجھے اور روزانہ ان پر عمل کی کوشش کرے ۳؎ صحابہ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے، اسلئے انہیں یہ اشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مسکین مفلوک الحال ہوتے ہیں جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں وہ صدقہ کہاں سے کریں، سرکار کے اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کمانا بھی عبادت ہے، کہ اسکی برکت سے انسان ہزار ہا گناہوں سے بچ جاتا ہے جیسے بھیک چوری وغیرہ نیز نکما آدمی اپنا وقت گناہوں میں خرچ کرنے لگتا ہے نفس کو حلال کاموں میں لگائے رہو تاکہ تمہیں حرام میں نہ پھنسا دے ۴؎ ہاتھ پاؤں کی مدد جیسے بھولے کو راستہ بتا دینا، پردہ نشین بیوگان کا باہر والا کام کر دینا، اس میں بھی ثواب ہے ۵؎ کہ اس میں نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں، اور مفت میں ثواب مل جاتا ہے، کیونکہ تبلیغ عبادت ہے جس کا بڑا ثواب ہے، اس جملہ سے معلوم ہوا، کہ ہر شخص کو احکام شرعیہ سیکھنا چاہئیں، کیونکہ بغیر جانے دوسروں کو بتانا ناممکن ہوگا، یہ بھی معلوم ہوا تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں، جسے جو مسئلہ یاد ہو دوسرے کو بتا دے ۶؎ برائی سے بچنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ فساد کے زمانہ میں گھر ہی گوشہ نشین بن جائے، کہ نماز کے اوقات مسجد میں، باقی گھر یا جنگل میں گزارے۔ دوسرے یہ کہ بری مجلسوں میں جائے مگر برائی کرنے کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو برائی سے روکنے کے لئے کہ یہ بڑا جہاد ہے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ جیسے نیکیاں نہ کرنا گناہ ہے ایسے ہی گناہ نہ کرنا ثواب، نہ کرنے سے مراد بچنا ہے یعنی سلب عدولی نہ کہ سلب محض، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ ہم ہر وقت خصوصًا سونے کی حالت میں لاکھوں گناہوں سے بچے رہتے ہیں، تو چاہیئے کہ ہمیں ہر سانس میں کروڑوں نیکیاں ملا کریں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْہِ صَدَقَۃٌ کُلُّ یَوْمٍ
تَطْلُعُ فِیْہِ الشَّمْسُ یَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَۃٌ وَّیُعِیْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَآبَّتِہٖ فَیَحْمِلُ عَلَیْہَا
اَوْیَرْفَعُ عَلَیْہَا مَتَاعَہٗ صَدَقَۃٌ وَّالْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ وَّکُلُّ خُطْوَۃٍ یَّخْطُوْھَا اِلَی الصَّلٰوۃِ
صَدَقَۃٌ وَّیُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَۃٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُلِقَ کُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلٰثِ مِائَۃِ
مَفْصِلٍ فَمَنْ کَبَّرَ اللّٰہَ وَحَمِدَ اللّٰہَ وَھَلَّلَ اللّٰہَ وَسَبَّحَ اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰہَ وَعَزَلَ حَجَرًا

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر جوڑ کے عوض ہر دن جس میں سورج چمکے اس پر صدقہ ہے [۱] دو کے درمیان انصاف کرے یہ بھی صدقہ ہے اور کسی شخص کی اسکے گھوڑے پر مدد کرے کہ اس پر اسے سوار کردے یا اس پر اس کا سامان چڑھادے یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے [۲] اور ہر وہ قدم جس سے نماز کی طرف جائے صدقہ ہے [۳] راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے [۴] (مسلم بخاری)
روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اولاد آدم میں ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا [۵] تو جو اللہ کی تکبیر کہے اس کی حمد کرے تہلیل کرے تسبیح پڑھے اللہ سے معافی چاہے لوگوں کے راستہ سے پتھر

[۱] یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے بہتر سُلَامٰی کے جیش سے ہے جس کے لغوی معنے ہیں عضو، ہڈی اور جوڑ، یہاں تیسرے معنے مراد ہیں انسان کے بدن میں ۳۶۰ جوڑ ہیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے، اگرچہ ہمارا ہر رونگٹا اللہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اسلئے خصوصیت سے اس کا شکر یہ ضروری ہوا، صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یہاں بھی علٰے لغوی لزوم کے لئے ہے نہ کہ شرعی وجوب کے لئے، مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقًا و دیانتًہ لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے، اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکریہ ادا ہو، سورج چمکنے کا ذکر اسلئے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکریہ بھی ہر شخص پر ہے [۲] یعنے تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں سے اچھے برتاوے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لئے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائیگا تو وہ بڑا ہو جائیگا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلے اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں [۳] مرقات نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثالًا ہے، ورنہ طواف، بیمار پرسی، جنازہ میں شرکت، علم دین کی طلب غرضکہ ہر نیکی کے لئے قدم ڈالنا صدقہ ہے [۴] یعنے رستہ سے کانٹا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے، جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکریہ ہے [۵] انسان کی اسلئے قید لگائی تاکہ اس سے فرشتے اور جنات نکل جائیں کہ نہ انکے جسموں میں اتنے جوڑ ہیں نہ ان کے یہ احکام، ہمارے یہ جوڑ انگلی کے پوروں سے لیکر پاؤں کے ناخنوں تک ہیں اگر ان میں سے ایک جوڑ خراب ہو جائے، تو زندگی دشوار ہو جائے قدرت نے ہڈی کو ہڈی میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ کواڑ کی چول کی طرح ہڈی گھومتی ہلتی ہے اسکے باوجود نہ گھستی ہے نہ خراب ہوتی ہے

عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْشَوْكَةً اَوْعَظْمًا اَوْاَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْنَهٰى عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّيْنَ وَالثَّلٰثِ مِائَةٍ فَاِنَّهٗ يَمْشِيْ يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيَاْتِيْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَيَكُوْنُ لَهٗ

یا کانٹا یا ہڈی ہٹا دے یا اچھی بات کا حکم دے یا بُرائی سے منع کرے ان تین سو ساٹھ کی گنتی کے برابر تو وہ اس دن کی طرح چلے گا کہ اپنی جان کو آگ سے دُور کرے گا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر تسبیح میں صدقہ ہے اور ہر تکبیر میں صدقہ ہے اور ہر حمد میں صدقہ ہے اور ہر تہلیل میں صدقہ ہے[2] اور بھلائی کا حکم دینے میں صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنے میں صدقہ ہے[3] اور ہر ایک کی حلال صحبت میں صدقہ ہے[4] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرتا ہے

[1] سبحان اللہ کیسی جامع حدیث ہے جس میں عبادات معاملات، اوراد وظیفہ سب ہی آگئے، مرقات نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے ممانعت زبانی بھی ہوتی ہے دلی بھی اور عملی بھی، عالم کا دینی وعظ زبانی تبلیغ ہے، دینی کتاب لکھ جانا قلمی تبلیغ، کہ جب تک اس کتاب کا فیض جاری ہے اسکا ثواب باقی، اور لوگوں کے سامنے اچھے اعمال کرنا، بُرے اعمال سے بچنا عملی تبلیغ ہے، کہ جتنے لوگ اسے دیکھ کر نیک بنیں گے، اُن سب کا ثواب اسے بلکہ روزانہ ملتا رہے گا، اور اس کے جوڑوں کا شکریہ ادا ہوتا رہے گا، اس حدیث کے آخری جملہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفلی عبادت کے ترک پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے، کیونکہ سرکار نے فرمایا جس دن اتنے کام کرلئے، اس دن اپنے کو آگ سے دور کرلیا، جو شخص دو رکعتیں اشراق کی پڑھ لے، اسکے تمام جوڑوں کا شکریہ ادا ہو گیا، جیسا کہ کتاب الصلوۃ میں گزر چکا۔ [2] اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سُبْحَانَ اللّٰہِ یا اَللّٰہُ اَکْبَرُ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کسی طرح بھی کہے صدقہ نفلی کا ثواب پائیگا، خواہ ذکر اللہ کی نیت سے کہے یا کسی حاجت کے لئے بطور وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن کر سبحان اللہ وغیرہ کہے یا خوشخبری پاکر الحمد للہ پڑھے، بہرحال ثواب ملیگا، کیونکہ اللہ کا نام لینا بہرحال عبادت ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے لئے اعضائے وضو دھوئے، تب بھی وضو ہو جائیگا کہ اس سے نماز جائز ہو گی، اللہ کا نام زبان کا وضو ہے۔ شعر

چوں بیاید نام پاکش در دہاں　　نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

[3] یعنے ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے، بلکہ اس کا ثواب پہلے ثوابوں سے زیادہ کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچانا بھی قلمی تبلیغ صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے، تب تک اسے ثواب ملتا رہے گا، یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے [4] بضع کے لغوی معنے ہیں ٹکڑا، مگر اصطلاح میں شرمگاہ کو کہتے ہیں، یہاں مراد صحبت حلال ہے، یہاں فی ارشاد فرماکر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ صحبت بذات خود ثواب نہیں بلکہ چونکہ اس کے ضمن میں زوجین کی عفت حق زوجیت کی ادائیگی اولاد کی طلب ہے، اور یہ ساری چیزیں عبادت

فِيهَا أَجْرٌ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهِ وِزْرٌ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً تَغْدُوْ بِإِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِآخَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ طَيْرٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

میں بھی ثواب ملتا ہے فرمایا بتاؤ تو اگر یہ شہوت حرام میں خرچ کرتا تو اس پر گناہ ہوتا تو یوں ہی جب اسے حلال میں خرچ کرے گا تو اسے ثواب ملیگا؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہترین صدقہ بہت دودھ والی اونٹنی اور بہت دودھ والی بکری کا عطیہ ہے جو صبح کو برتن بھر کر دودھ دے اور شام کو دوسرا بھر کر؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کوئی باغ لگائے یا کھیت بوئے پھر اس سے آدمی یا چڑیاں یا جانور کچھ کھالیں مگر اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے؎ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت جابر سے یوں ہے کہ جو اس سے چوری ہوجائے وہ بھی صدقہ ہے؎ ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

ہیں اسلئے صحبت عبادات پر شامل ہے اس سید الفصحاء صلے اللہ علیہ وسلم کی فصاحت دیکھو کہ پہلی چیزوں میں بار ارشاد ہوا تھا اور یہاں فی تاکہ پتہ لگے کہ وہ چیزیں بذات خود عبادت تھیں اور یہ صحبت عبادات پر مشتمل ہے (لمعات) مرقات نے یہاں فرمایا، ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال صحبت مطلقًا ہے خواہ ان چیزوں کی نیت سے ہو یا نہ ہو۔ ؎ یعنی بذات خود صحبت ثواب نہیں بلکہ شہوت کو حلال میں خرچ کرنا ثواب ہے، جیسے عید کے دن یا رمضان کی سحریوں میں کھانا پینا بذات خود ثواب نہیں بلکہ ان وقتوں میں کھانا عبادت ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہوا دعدے سے مل جائے تو زہد بن جاتی ہے اسی جانب قرآن کریم اشارہ فرما رہا ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللهِ سبحان اللہ ہوا ہدیٰ سے مل کر ایسی ہوتی ہے جیسے مکھن شہد سے مل کر (از مرقات) لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بغیر نیت ثواب کیسا، کہ نیت کی شرط عبادت محضہ میں ہے۔ ؎ عرب میں دستور تھا، کہ جانوروں والے اپنا دودھ کا جانور عاریۃً چند روز کے لئے کسی عزیز مسکین کو دے دیتے تھے، اس زمانہ میں جانور کا خرچہ اس فقیر کے ذمہ ہوتا اور دودھ بھی وہی پیتا تھا، مدت گذرنے پر جانور واپس کردیا جاتا، اسے منحہ کہتے تھے، یہاں اسی کا ذکر ہو رہا ہے، فرمایا جارہا ہے کہ اس جانور کا ہر وقت کا دودھ صدقہ ہوگا۔ ؎ عرب میں دستور تھا کہ باغ والے مسافروں کو دو ایک پھل توڑ لینے سے منع نہ کرتے جیسے ہمارے ہاں بھی چنے کا ساگ کاٹنے سے لوگ منع نہیں کرتے، مسافر بھی اس دستور سے واقف تھے، وہ بھی چوری کی نیت سے نہیں بلکہ عرفی اجازت کی بنا پر دو چار دانے منہ میں ڈال لیتے تھے، نیز کبھی جانور کھیت پر سے گزرتے ہوئے سبزے میں ایک آدھ منہ مار دیتے ہیں مگر ان سب کو مالک کے لئے صدقہ قرار دیا، اس کی وجہ پہلے عرض کی جاچکی، کہ کبھی بغیر نیت بھی ثواب مل جاتا ہے۔ ؎ صبر کرنے اور اس نقصان کو برداشت کرنے پر ضرور ثواب

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُوْمِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلٰى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَاَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ قِيْلَ اِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا قَالَ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِيْ هِرَّةٍ اَمْسَكَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ مِنَ الْجُوْعِ فَلَمْ تَكُنْ تُطْعِمُهَا وَلَا تُرْسِلُهَا فَتَاْكُلَ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اُس زانیہ عورت کی مغفرت ہو گئی لے جو ایک کتے پر گذری کہ ایک کنوئیں کے کنارے ہانپ رہا تھا قریب تھا کہ پیاس اُسے قتل کر دیتی اُس نے اپنا موزہ اُتارا اُسے اپنے دوپٹے سے باندھا اسطرح پانی نکالا ۲ے اس وجہ سے بخش دی گئی عرض کیا گیا کہ کیا ہم کو جانوروں میں بھی ثواب ہے فرمایا ہر تر کلیجے والے میں ثواب ہے ۳ے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی گئی ۴ے جسے حتی باندھے رکھا حتی کہ بھوک سے مر گئی اُسے نہ تو کھانا دیتی تھی اور نہ چھوڑتی تا کہ زمین کے کیڑے کوڑے کھا لیتی ۵ے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص درخت کی

لے مومسہ ومس سے بنا بمعنے رگڑ، اس کا مصدر ایماس ہے بمعنے زنا کرنا، ظاہر یہ ہے کہ اسکے سارے گناہ بخش دیئے گئے جیسے کہ غُفِرَ کے اطلاق سے معلوم ہوا ۲ے یعنے اُسکے پاس ڈول رسی تھے نہیں، تو اُس نے اپنے دوپٹہ کو رسی بنایا اور موزے کو ڈول، کہ موزہ میں پانی بھر کر کتے کے منہ میں ڈال دیا جس سے اس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ چلا گیا ۳ے تر کلیجے والے سے مراد ہر جاندار ہے، مگر اس سے موذی جانور مستثنےٰ ہیں، لہذا سانپ، بچھو، شیر وغیرہ کو مار دینا ثواب ہے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ معاف ہو سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ کبھی معمولی نیکی بڑے سے بڑے گناہوں کے بخشے جانے کا سبب بن جاتی ہے، تیسرے یہ کہ بعض صوفیاء اپنے ہاں انسانوں کے لنگر کے ساتھ جانوروں کے دانے پانی کا بھی انتظام کرتے ہیں، اُن کا ماخذ یہ حدیث ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں، اس سے دعوت کا کھانا مراد ہے نہ کہ حاجت کا کھانا لہذا احادیث متعارض نہیں ۴ے یعنے اس کے لئے عذاب جہنم کا حکم ہو گیا یا اُس پر کوئی دنیوی عذاب نازل ہوا یا عذاب قبر میں گرفتار ہوئی، ورنہ دوزخ کا عذاب تو بعد قیامت ہوگا، اسی عورت کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ میں جلتے دیکھا، مگر وہ اس لئے نہیں کہ وہ دوزخ میں پہنچ چکی تھی، بلکہ اس لئے کہ نگاہ انبیاء قیامت کے بعد ہونے والے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے ۵ے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ پالے ہوئے جانور کا بھی حق ہے کہ اُسے کھانا پانی دیا جائے، دوسرے یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی گناہ ہے: علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان کے ظلم سے بدتر ہے، کیونکہ انسان زبان والا ہے اپنے دکھ دوسروں سے کہہ سکتا ہے، بے زبان جانور خدا کے سوا کس سے کہے، تیسرے یہ کہ کبھی گناہ صغیرہ پر بھی عذاب ہو جاتا ہے، کبائر سے بچے یا نہ بچے، رب تعالےٰ کا یہ فرمان اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ

شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ فَقَالَ لَاُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ فَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِيْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَنْتَفِعُ بِهٖ قَالَ اعْزِلِ الْاَذٰى عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اِتَّقُوا النَّارَ فِيْ بَابِ

شاخ پر گزرا جو بر راہ پڑی تھی وہ بولا کہ اسے مسلمانوں کے راہ سے ہٹا دوں کہیں انہیں تکلیف نہ دے لہ وہ جنت میں داخل کیا گیا ۲ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں مزے سے پھرتے دیکھا اس درخت کی وجہ سے جسے اس نے راستہ کے کنارے سے کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو باعث تکلیف تھا ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوبرزہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے وہ بات سکھائیے جس سے نفع اٹھاؤں فرمایا مسلمانوں کے راستہ سے موذی چیز ہٹا دو ۴ (مسلم) اور ہم حضرت عدی ابن حاتم کی یہ حدیث اتقوا النار انشاء اللہ باب

یشاء تک اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے، بلکہ امید دلائی گئی ہے، اور یہ بخشش رب تعالٰے کی مشیت پر موقوف ہے، کیونکہ دوسری آیت میں رب تعالٰے فرماتا ہے وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ لہٰذا نہ تو آیات میں تعارض ہے، اور نہ یہ حدیث کسی آیت کے خلاف، بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے، کیونکہ اس عورت کا بلی کو ایک دن کھانا پانی نہ دینا گناہ صغیرہ تھا، مگر متواتر مرتے دم تک نہ دینے سے کبیرہ بن گیا، مگر اس حدیث سے یہ استدلال ضعیف ہے، اس کے لئے تو قرآنی آیت موجود ہے وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا ۱ لہ وہ شاخ یا تو خاردار تھی جس کے کانٹے لوگوں کو چبھ جانے کا اندیشہ تھا، اور اگر بے خار بھی تو اتنی مرتی تھی جس سے راہگیر ٹھوکر کھاتے، اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ موذی چیز کو راستے سے ہٹانے میں مسلمانوں کی خدمت کی نیت کرے نہ کہ کفار کی مدد ۲ بیان مرقات نے فرمایا کہ اس شخص نے ہٹانے کی نیت ہی کی تھی، اس نیت پر بخشا گیا، نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے، اور ممکن ہے کہ اس نے ہٹا بھی دی ہو جس کا یہاں ذکر نہیں آیا ۳ یعنی وہ درخت خاردار تھا یا بے خار، اس کی جڑ راستہ کے کنارہ پر تھی، مگر شاخیں راستہ پر پھیلی ہوئی تھیں، اس نے تکلیف دور کرنے کے لئے جڑ سے ہی اکھیڑ دیا تاکہ آئندہ بھی شاخیں نہ پھیل سکیں، اگر یہ درخت اس کی اپنی ملکیت تھا یا خودرو تھا تب تو اسے کاٹ دینے اور اس کی لکڑی گھر لے جانے پر کچھ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اور اگر کسی غیر کی ملکیت تھا تو اس نے فقط دفع ایذاء کے لئے کاٹ دیا ہوگا اس کی لکڑی پر قبضہ نہ کیا ہوگا، اس صورت میں اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوگا کہ موذی چیز کو ختم کر دینا جائز ہے اگرچہ وہ دوسرے کی ملکیت ہو دیوانہ کتا جو کسی کا پالتو تھا ہر کس والوں کا بھاگا ہوا شیر، سپیروں کا چھوٹا ہوا سانپ مار دیئے جائیں، راستہ میں کھودا ہوا کنواں پاٹ دیا جائے اس میں مالک کی اجازت کی ضرورت نہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے جنت میں یا شب معراج میں دیکھا یا نماز کسوف میں جب آپ پر جنت پیش کی گئی یا عام حالات میں ۴ سائل نے تو کوئی پڑھنے کے لئے وظیفہ پوچھا ہوگا، مگر سرکار نے یہ فرمایا کہ آخرت کی نجات صرف وظیفوں پر موقوف نہیں بلکہ مسلمانوں کی خدمت سے بھی میسر ہو جاتی ہے مرقات نے فرمایا کہ یہ سائل کوئی جلیل القدر صحابی تھے جو سارے نیک اعمال

عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَیَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ کَذَّابٍ فَکَانَ اَوَّلُ مَا قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

علامات نبوت میں بیان کریں گے ۱؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں حاضر ہوا ۳؎ جب میں نے چہرہ انور بغور دیکھا تو پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ پاک کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ۴؎ پہلی بات جو حضور نے فرمائی یہ تھی کہ اے لوگو سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ ۵؎ رشتے جوڑو سب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھو سلامتی سے جنت میں چلے جاؤ ۶؎ (ترمذی،ابن ماجہ،دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

پہلے ہی کرتے تھے،حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ عمل بتا کر اشارۃً سمجھا دیا کہ خدمت خلق بھی ایک اعلٰے نیکی ہے۔ ۱؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی،لیکن ہم نے مشکوۃ میں باب علامات نبوت میں بیان کی،کیونکہ اس کے زیادہ مناسب تھی۔ ۲؎ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کی کنیت ابو یوسف ہے،یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں،علمائے یہود میں سے ہیں،حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی،مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں وفات ہوئی،جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے،تو آپ ایک باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تشریف آوری کی خبر پاتے ہی بے تابانہ دوڑتے ہوئے آئے،کھجوریں گود ہی میں تھیں انہیں رکھنا بھی بھول گئے،حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھتے ہی دل میں ایمان آگیا۔ ۳؎ باغ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ پر زیارت کے لئے آیا،تو دیکھا کہ اس شمع رسالت(صلے اللہ علیہ وسلم)کو پروانوں نے گھیرا ہوا ہے لوگ فدا ہورہے ہیں۔ ۴؎ غور سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے نبی آخرالزماں صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ علامات جو توریت شریف میں مذکور ہیں آپ کے چہرہ انور سے ملائیں تو بالکل موافق پائیں،بال برابر فرق نہ تھا،تب میں نے یقین کرلیا،کہ آپ کا دعوائے نبوت برحق ہے غلط نہیں۔خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا،مگر چونکہ کفار مکہ اور یہود مدینہ نے آپ کو جھٹلایا تھا اس لئے آپ یہ فرمارہے ہیں،بعض علماء نے اس کے یہ معنی بیان کئے کہ میں نے فراست سے معلوم کیا کہ جھوٹ بولنے والے کا چہرہ ایسا نورانی نہیں ہوتا،دل کی کیفیت چہرے پر ظاہر ہوتی ہے۔ ۵؎ یعنی میں نے جو پہلی بات سُنی وہ یہ تھی چونکہ وہاں ہجوم عاشقاں تھا اس لئے الناس سے خطاب فرمایا،سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ سلام کو رواج دو،اسلام سے پہلے ملاقات کے وقت سلام کا رواج نہ تھا حَیَّاکَ اللّٰہُ یا تحیہ وغیرہ کہتے تھے،جیسے ہندوستان میں آداب عرض،گڈ مارننگ،بندگی،کورنش وغیرہ کہے جاتے تھے اسلام نے السلام علیکم کہنا سکھایا،کھانا کھلانے سے مراد ہے،مہمانوں،فقیروں،یتیموں کو کھانا دو،بعض لوگوں نے کہا کہ سلام اونچی آواز سے کہو جو سامنے والا سُن لے اور اپنے بچوں کو کھانا دو،مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ ۶؎ یعنی قرابت داروں کے حق ادا کرو،ان حقوق کی تفصیل کتب فقہ

اُعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ وَاِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقَى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ وَاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ اِنَاءِ اَخِيْكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

رحمٰن کو پوجو کھانا کھلاؤ سلام پھیلاؤ جنت میں سلامتی سے چلے جاؤ گے[۱] (ترمذی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ رب تعالٰے کے غضب کو بجھاتا ہے[۲] اور بری موت کو دفع کرتا ہے[۳] (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی کا صدقہ ہے اور بھلائی سے یہ بھی ہے کہ تو اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دے[۴] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

میں مذکور ہے اور نماز پنجگانہ پر ہی قناعت نہ کرو بلکہ آخری رات میں جب عموماً لوگ سوتے ہوتے ہیں تو تم نماز تہجد پڑھا کرو، اگر تم نے ان چار باتوں پر عمل کر لیا تو عذاب و حجاب سے سلامت رہو گے اور جنت میں خیریت سے پہنچو گے جہاں تمہیں رب تعالٰے اور فرشتوں کی طرف سے سلام ہوا کریں گے ہماری اس شرح سے معلوم ہوا کہ اسلام کے دو معنے ہیں، چونکہ ابھی تک زکوٰۃ، روزہ، حج و جہاد کے احکام نہیں آئے تھے اس لیے اُن کا ذکر نہ فرمایا لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں[۱] یہ حدیث کچھ فرق سے ابھی گزر گئی، رحمان کو پوجنا بہت جامع فرمان ہے جس میں ہر قسم کی عبادتیں داخل ہیں اگر یہ حدیث زکوٰۃ روزہ کی فرضیت کے بعد کی ہو جب بھی درست ہے کہ عبادت رحمان میں وہ چیزیں بھی آگئیں[۲] یعنے خیرات کرنے والے سخی کی زندگی بھی اچھی ہوتی ہے کہ اولاً تو اس پر دنیوی مصیبتیں آتی نہیں، اور اگر امتحاناً آبھی جائیں، تو رب تعالٰے کی طرف سے اسے سکون قلبی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ صبر کرکے ثواب کما لیتا ہے غرضکہ اسکے لیے مصیبت معصیت لے کر نہیں آتی مغفرت لے کر آتی ہے، معصیت والی مصیبت خدا تعالٰے کا غضب ہے اور مغفرت والی مصیبت اللہ کی رحمت لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سخیوں پر مصیبتیں آجاتی ہیں، عثمان غنی جیسے سخی بڑی بے دردی سے شہید کیے گئے[۳] مِيْتَةٌ مَوْتٌ سے بنا بیان نوعیت کے لیے بروزن فعلۃ لائے تو میم کے کسرہ کی وجہ سے واؤ ے سے بدل گیا، بری موت سے مراد خرابی خاتمہ ہے یا غفلت کی اچانک موت یا موت کے وقت ایسی علامت کا ظہور ہے جو بعد موت بدنامی کا باعث ہو اور ایسی سخت بیماری ہے جو میت کے دل میں گھبراہٹ پیدا کرکے ذکر اللہ سے غافل کر دے، غرضکہ سخی بندہ ان تمام برائیوں سے محفوظ رہے گا، میرے پاک نبی سچے، اُن کا رب سچا، اللہ تعالٰے اُنکے طفیل ہم سب کو سخاوت کی توفیق دے اور یہ نعمتیں عطا فرمائے[۴] شروع باب میں صدقہ کے معنے عرض کیے جا چکے ہیں، اصدقہ حقیقی مال سے ہوتا ہے اور صدقہ حکمی اعمال سے بھی مسلمان بھائی سے محبت سے ملنا اُسکی خوشنودی دل کا ذریعہ ہے اور مسلمان کو خوش کرنا ثواب، لہٰذا یہ عمل صدقہ، نیز کنوئیں پر جو لوگ پانی لینے کے لیے جمع ہوں اُن کے برتنوں میں پانی ڈال دینا بھی اُن کی راحت اور خوشی کا ذریعہ ہے لہٰذا یہ بھی صدقہ، پانی ڈالنا بطور مثال بیان ہوا، مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے ساتھ معمولی بھلائی کرنا بھی ثواب ہے ؛

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسمك في وجه أخيك صدقة وأمرك بالمعروف صدقة و نهيك عن المنكر صدقة وإرشادك الرجل في أرض الضلال لك صدقة ونصرك الرجل الرديء البصر لك صدقة وإماطتك الحجر والشوك والعظم عن الطريق لك صدقة وإفراغك من دلوك في دلو أخيك لك صدقة رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب؛ وعن سعد بن عبادة قال يا رسول الله إن أم سعد ماتت فأي الصدقة أفضل قال الماء فحفر بئرا وقال هذه لأم سعد رواه أبو داود والنسائي

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا صدقہ ہے۔ [1] اور بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روک دینا صدقہ ہے اور تیرا کسی کو بھٹک جانے والی زمین میں راہ دکھا دینا تیرے لیے صدقہ ہے [2] اور تیرا کسی کمزور نگاہ والے شخص کی مدد کردینا تیرے لیے صدقہ ہے [3] اور تیرا راستہ سے پتھر کانٹا ہڈی ہٹا دینا تیرے لیے [4] صدقہ ہے اور تیرا اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈالدینا تیرے لیے صدقہ ہے [5] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت سعد ابن عبادہ سے انہوں نے عرض کیا یارسول ام سعد وفات پاگئیں تو اب کونسا صدقہ بہتر ہے [6] فرمایا پانی [7] لہذا سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے [8] (ابوداؤد، نسائی)

[1] خوشی کا مسکرانا جس سے سامنے والا سمجھے کہ میرے آنے سے انہیں خوشی ہوئی اس سے وہ بھی خوش ہو جائے تمسخر کا مسکرانا مراد نہیں جس سے آنیوالے کو تکلیف ہو کہ یہ تو گناہ ہے۔ [2] سبحان اللہ کیا رب تعالٰی کی مہربانیاں ہیں جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس امت کو ملیں، وہ معمولی کام جن میں نہ خرچ ہو نہ تکلیف ثواب کا باعث بن گئے، کسی کو راستہ بتادینا یا مسئلہ سمجھا دینا بھی ثواب کا باعث ہو گیا۔ [3] یا اسطرح کہ اسکی انگلی پکڑ کر جہاں جانا چاہتا ہے وہاں پہنچادے یا اسطرح کہ اسکا کام کاج کردے، سب میں ثواب ہے۔ کہ اندھوں اور کمزور نظر والوں کی خدمت نعمت آنکھ کا شکریہ ہے، ہر نعمت کا شکر علیحدہ ہے اور شکر سے زیادتی نعمت کا وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ۔ [4] کہ اس سے لوگ تکلیف سے بچیں گے اور تمہیں ثواب ملیگا، معلوم ہوا کہ جیسے مسلمان کو نفع پہنچانا ثواب ہے ایسے ہی انہیں تکلیف سے بچانا بھی ثواب ہے کسی بھلے آدمی کو بدمعاش کی شر سے بچا لینا ثواب ہے اگر کوئی شریف النفس آدمی بے خبری میں خبیث النفس سے رشتہ کرنا چاہتا ہو اسے بچا لینا بھی ثواب ہے [5] جب اپنے ڈول سے دوسرے کے ڈول میں پانی ڈالدینا ثواب ہوا تو جسکے پاس ڈول یا رسی ہی نہ ہو اسے پانی دینا تو بہت ہی ثواب ہوگا۔ [6] یعنے میں کونسا صدقہ دے کر ان کی روح کو اس کا ثواب بخشوں اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات میت کو نیک اعمال خصوصاً مالی صدقہ کا ثواب بخشنا سنت ہے، قرآن کریم میں جو فرمایا گیا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ یا فرمایا گیا لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى جس سے معلوم ہوا کہ انسان کو صرف اپنی کی ہوئی نیکیاں فائدہ مند ہیں وہاں بدنی فرائض مراد ہیں اسی لئے وہاں کَسَبَتْ یا سَعٰى ارشاد ہوا یعنے کوئی کسی کی طرف سے فرض نمازیں ادا نہیں کرسکتا، ثواب ہر عمل کا بخش سکتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں قرآن کریم سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نیکوں کی برکت سے بیروں کی آفتیں ٹل جاتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا [7] یعنے ان کی طرف سے پانی کی خیرات

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا مُسْلِمٍ کَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّۃِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰی جُوْعٍ اَطْعَمَہُ اللّٰہُ مِنْ ثِمَارِ

روایت ہے ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو پہنائے اللہ اسے جنت کے سبز جوڑے پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھلائے تو اللہ اس کو جنت کے پھل

کر دو کیونکہ پانی سے دینی دنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں خصوصًا ان گرم و خشک علاقوں میں جہاں پانی کی کمی ہو بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں عام مسلمان ختم فاتحہ وغیرہ میں دوسری چیزوں کے ساتھ پانی بھی رکھ دیتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی خیرات بہت بہتر ہے ۳ یعنے ام سعد کی روح کے ثواب کے لئے ہے، یہ لام نفع کا ہے نہ کہ ملکیت کا، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ثواب بخشتے وقت ایصال ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنت صحابہ ہے، کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، دوسرے یہ کہ کسی چیز پر میت کا نام آجانے سے وہ شے حرام نہ ہوگی دیکھو حضرت سعد نے اس کنوئیں کو اپنی مرحومہ ماں کے نام پر منسوب کیا، وہ کنواں اب تک آباد ہے اور اس کا نام بیر ام سعدی ہے، فقیر نے اسکا پانی پیا ہے، یہ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کے خلاف نہیں، کہ وہاں وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کئے جائیں۔ خیال رہے کہ یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے چنانچہ ابوداؤد کی ایک اسناد میں یوں ہے عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ السَّبِیْعِیِّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ چونکہ اس میں عَنْ رَجُلٍ آگیا لہذا یہ اسناد مجہول ہوگئی۔ دوسری اسناد میں یوں ہے عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ سَعْدًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الخ یہ اسناد ابوداؤد و نسائی ابن حبان میں بھی ہے۔ تیسری اسناد یوں ہے عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ کِلَاهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ یہ دونوں اسنادیں منقطع ہیں کیونکہ سعید ابن مسیب اور حسن بصری کی ملاقات حضرت سعد ابن عبادہ سے نہ ہوئی (از مرقات)، مگر یہ انقطاع و جہالت کوئی مضر نہیں، چند وجہوں سے ایک یہ کہ یہ حدیث اس بناء پر زیادہ سے زیادہ ضعیف ہوسکتی ہے اور حدیث ضعیف فضائل اعمال اور ثبوت استحباب میں کافی ہوتی ہے دیکھو کتب فقہ اور شامی وغیرہ ایصال ثواب فرض یا واجب نہیں صرف سنت مستحبہ ہے، دوسرے یہ کہ یہ کسی حدیث صحیح کے متعارض نہیں، کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ ایصال ثواب حرام ہے تاکہ یہ حدیث چھوڑ دی جائے، تیسرے یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت سی احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایک قربانی اپنی اُمّت کی طرف سے کرتے تھے اور فرماتے تھے الٰہی اسے قبول کرلے امت مصطفٰے کی طرف سے (مسلم بخاری)، اور سیدنا علی مرتضٰے ہمیشہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتے رہے، فرماتے تھے مجھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے (ابوداؤد و ترمذی) چوتھے یہ کہ اس حدیث کی تائید قرآنی آیات سے بھی ہوتی ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ اور فرماتا ہے وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول اور فہرست القرآن میں ملاحظہ کیجئے۔ پانچویں یہ کہ ہمیشہ سے سارے مسلمان ایصال ثواب پر عمل پیرا کرتے رہے، اور عمل امت کی وجہ سے حدیث ضعیف بھی قوی ہوجاتی ہے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم اور شامی وغیرہ۔ چھٹے یہ کہ جب امام بخاری کی تعلیق قبول جس میں وہ اسناد بیان ہی نہیں کرتے سیدھے کہہ دیتے ہیں قال ابن عباس کیونکہ امام بخاری ثقہ ہیں تو حضرت سعید ابن مسیب اور خواجہ حسن بصری کا انقطاع بھی قبول کیونکہ یہ دونوں حضرات امام بخاری کم ثقہ نہیں۔

الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰى مُسْلِمًا عَلٰى ظَمَاءٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا
سِوَى الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الْاٰيَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ بُهَيْسَةَ عَنْ اَبِيْهَا قَالَتْ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ
الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ الْمَاءُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ
الْمِلْحُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ اَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَّكَ

کھلائیگا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پلائے تو اللہ اسے مہر والی پاک وصاف شراب پلائیگا۱؎ (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت فاطمہ بنت قیس سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مال میں زکوۃ کے سوا اور بھی حقوق ہیں۲؎ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی کہ بھلائی صرف یہ نہیں کہ تم اپنے منہ پورب اور پچھم کرو الآیہ۳؎ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت بہیسہ۴؎ سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کونسی چیز ہے جسکا منع کرنا جائز نہیں فرمایا پانی پھر عرض کیا یا نبی اللہ اور کونسی چیز ہے جسکا منع کرنا جائز نہیں فرمایا نمک۵؎ عرض کیا یا نبی اللہ اور کونسی چیز ہے جسکا منع کرنا جائز نہیں فرمایا بھلا کام کرنا تمہارے لئے بہتر ہے۶؎

یقین کامل کی بنا پر براہ راست حضرت سعد کا واقعہ بیان کردیا۱؎ یعنے پہنانے والا بھی مسلمان ہو اور پہننے والا بھی خصوصاً نمازی ہو خواہ اسے ایک کپڑا پہنائے یا زیادہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے یُلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا ۲؎ غرضکہ مسلمان کی حاجت روائی رب تعالیٰ کو بڑی پیاری ہے کھانا پینا اور لباس کی حاجت عام ہیں انکی خیرات بڑی مقبول ہے جنت میں پانی دودھ شہد وغیرہ کی نہریں بھی ہونگی رب تعالیٰ فرماتا ہے فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ اور بعض شرابوں کی سربمہر بوتلیں بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ الآیہ لہذا نہ آیات متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث آیتوں کے خلاف۳؎ جن میں سے بعض فرض ہیں جیسے نذر پوری کرنا یا حج اور بعض واجب جیسے فطرہ اور قربانی اور بعض نفل جیسے بھکاریوں کو بھیک دینا یا ضرورتمندوں کو قرض دینا یا ضرورت پر ڈول ہانڈی پیالہ وغیرہ عاریۃً دینا یا پڑوسیوں کو آگ نمک وغیرہ دینا یہ حدیث ان سب کو جامع ہے۴؎ اس آیت میں آگے یہ ہے وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ الآیہ لہذا یہ آیت حدیث کی مؤید ہے۵؎ صحیح یہ ہے کہ حضرت بہیسہ خود بھی صحابیہ ہیں مگر آپ کی احادیث بہت کم ہیں۶؎ یہاں جواز سے مراد شرعی جواز نہیں بلکہ عرفی جواز ہے یعنے مروت وغیرہ کہ ان چیزوں کا منع کرنا خلاف مروت ہے اور یہ بھی وہاں ہے جہاں پانی اور نمک کی خود مالک کو ضرورت نہ ہو ورنہ بعض وہ علاقے جہاں پانی کمیاب بلکہ نایاب ہے وہاں ضرورت کے وقت پانی نہ دینا نہ خلاف مروت ہے نہ گناہ یہی حال نمک کا ہے۷؎ یہ عام حکم ہے یعنے اس کی تفصیل کہاں تک بیان کی جائے جو نیکی بن پڑے کر گزرو وقت کی قدر کرو کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ شعر

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کرلے ⁂ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗد وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْیٰی اَرْضًا مَیْتَۃً فَلَہٗ فِیْھَا اَجْرٌ وَمَا اَکَلَتِ الْعَافِیَۃُ مِنْہُ فَھُوَلَہٗ صَدَقَۃٌ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ ؏ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَحَ مَنِیْحَۃَ لَبَنٍ اَوْ وَرِقٍ اَوْھَدٰی زُقَاقًا کَانَ لَہٗ مِثْلُ عِتْقِ رَقَبَۃٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ؏ وَعَنْ اَبِیْ جُرَیٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَیْمٍ قَالَ اَتَیْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَرَاَیْتُ رَجُلًا یَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَاْیِہٖ لَایَقُوْلُ شَیْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْہُ قُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالُوْا

ابوداؤد، روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو افتادہ زمین کو آباد کرے[۱] تو اسمیں اسے ثواب ہے اور جو جانور اس سے کھا جائیں تو یہ اس کیلئے صدقہ ہے[۲] دارمی، روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دودھ کا جانور عاریۃً دے یا چاندی قرضہ دے یا کسی کو راستہ بتائے تو اسے غلام آزاد کرنیکا ثواب ہے[۳] ترمذی روایت ہے حضرت ابوجری جابر ابن سلیم سے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا[۴] تو میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے سے کام کرتے ہیں وہ کوئی بات نہیں کہتے مگر لوگ اس پر عمل کرتے ہیں[۵] میں نے پوچھا یہ

میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

صدا نہ بلبل باغیں بولے صدا نہ باغ بہاراں ؏ صدا نہ حسن جوانی ماپے صدا نہ صحبت یاراں

[۱] یعنی اپنی محنت سے بنجر زمین کو قابل کاشت بنادے وہ بہت ثواب کا مستحق ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے رزق کا انتظام ہے حکومتیں اپنے غیر آباد علاقے لوگوں کو مفت دیتی ہیں ان کا ٹیکس معاف کر دیتی ہیں بلکہ ہزار ہا روپے سے آباد کرنیوالوں کی امداد کرتی ہیں اسکا ماخذ یہی حدیث ہے اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف آئندہ بیان ہوگا[۲] اسکی بحث پہلے ہو چکی کہ کبھی بغیر ارادہ نیکی ہو جانے پر بھی ثواب مل جاتا ہے، عافیہ عَفْیٌ سے بنا بمعنے طلب رزق عافی رزق کا متلاشی، اب جانوروں اور پرندوں کو کہتے ہیں، مرقات نے فرمایا کہ یہ ثواب تب ملیگا جبکہ اس پر صبر و شکر کیا جائے[۳] یعنی کسی کو دودھ کا جانور کچھ روز کے لئے عاریۃً دینا کہ وہ اس کا دودھ پی لے یا کسی حاجتمند کو کچھ روپیہ قرض دینا یا نابینا یا ناواقف کو راستہ بتادینے کا ثواب غلام آزاد کرنیکے برابر ہے جب قرضہ دینے کا یہ ثواب ہوا تو خیرات دیدینے کا کتنا ہوگا خود سوچ لو اسلئے یہ حدیث صدقات کے باب میں لائے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کبھی قرضہ صدقہ دینے سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ صدقہ تو غیر حاجتمند بھی لے لیتا ہے مگر قرض ضرورت مند ہی لیتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی معمولی نیکی کا ثواب بڑے سے بڑے کام سے بڑھ جاتا ہے، پیاسے کو ایک گھونٹ پانی پلا کر اس کی جان بچا لینے کا ثواب سینکڑوں روپیہ خیرات کرنے سے زیادہ ہے، اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں نیکیوں کا ثواب بقدر عقل ملے گا[۴] صحیح یہ ہی ہے کہ آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے، بعض نے سلیم ابن جابر بھی کہا ہے، مگر یہ غلط ہے، صحابی ہیں مگر بہت ہی کم احادیث آپ سے مروی ہیں دیہات کے رہنے والے تھے کام کے لئے کبھی مدینہ پاک آتے تھے اس بار جو آئے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے شرفِ ملاقات نصیب ہوا جس کا واقعہ یہاں مذکور ہے[۵] یعنی آپ کی ہر بات مانتے ہیں، وجہ نہیں پوچھتے صَدَرَ کا صدور سے بنا جس کے معنے ہیں بے سمجھے سوچے چل پڑنا ؏

هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكَ قُلْتُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ اِنْ اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ كَشَفَهٗ عَنْكَ وَاِنْ اَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ اَنْبَتَهَا لَكَ وَاِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَيْكَ قُلْتُ اِعْهَدْ اِلَیَّ قَالَ لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا قَالَ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُرًّا وَلَا عَبْدًا وَ

کون صاحب ہیں لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں ۱ فرماتے ہیں میں نے دو بار عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ ۲ تو فرمایا علیک السلام نہ کہا کرو کیونکہ علیک السلام مردوں کا آپس کا سلام ہے ۳ بلکہ کہو السلام علیک ۴ میں نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا میں اللہ کا ایسا رسول ہوں کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہاری تکلیف دور کردے اور اگر تمہیں قحط سالی پہنچے پھر اس سے دعا کرو تو تم پر اگادے ۵ اور جب تم چٹیل زمین یا جنگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہوجائے پھر اس سے دعا کرو تو اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے ۶ میں نے عرض کیا مجھے نصیحت کیجئے فرمایا کسی کو گالی نہ دینا فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے کسی آزاد یا غلام اور

۱ یعنی میں نے امراء، حکام اور بادشاہوں کے خدام بھی دیکھے مگر کسی کے خدام ایسے بندۂ بے دام نہ پائے مجھے تعجب ہوا کہ ان کی شان تو شاہانہ نہیں مگر فرمان شاہوں سے اعلیٰ ہیں، اسلئے تعجب سے پوچھا ۲ مگر آپ نے جواب نہ دیا کیونکہ سلام غلط تھا معلوم ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دینا واجب ہے غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے ہمارے ہاں بعض جہلاء رحیما سلام، ہا یا سلام کہتے ہیں، یا آداب عرض تسلیمات عرض ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں، بلکہ انہیں سلام سکھانا چاہیئے ۳ اس جملہ کے بہت سے معنے کئے گئے ہیں ایک یہ کہ قبرستان میں جاکر مردوں کو علیک السلام کہو، مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہاں بھی السلام علیکم کہنا سنت ہے دوسرے یہ کہ کفار عرب قبرستان جاکر مردوں کو یہ سلام کرتے تھے تیسرے یہ کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو علیک السلام کہتے ہیں چوتھے یہ کہ علیک السلام کہنا مردوں کے لئے مناسب ہے، زندے سلام تو السلام علیکم سے کریں اور جواب میں وعلیکم السلام بولیں واللہ اعلم فقیر کے نزدیک تیسری توجیہ قوی ہے ۴ یعنی جب ایک دوسرے سے ملو تو السلام علیک کہو یا ہم سے ملاقات کے وقت تحیت کیلئے یہ کہو درود شریف کے موقعہ پر صلوٰۃ و سلام جمع کرکے کہو رب تعالےٰ فرماتا ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۵ مرقات نے فرمایا کہ یہاں تینوں صیغے متکلم کے ہیں اور اَلَّذِیْ رسول کی صفت ہے یعنی میں وہ رسول ہوں کہ میری دعا سے اللہ تعالےٰ لوگوں کی مصیبتیں ٹالتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ تینوں صیغے مخاطب کے ہوں، اور اَلَّذِیْ اللہ تعالےٰ کی صفت ہو یعنی میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تو مصیبتوں میں میرے وسیلہ سے اس سے دعائیں کرے تو پروردگار تیری آفتیں ٹال دے (مرقات) وسیلہ کی اس لئے قید لگائی کہ یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اسے اپنی پہچان کرا رہے ہیں، وہ خدا کو تو پہلے ہی پہچانتا تھا۔ فقیر کے نزدیک پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ اس میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے جو یہاں اصل مقصود ہے ۶ دوسرے معنے کی بنا پر اس حدیث سے ثابت یہ ہوگا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے حاضر اور غائب غلاموں کے دکھ درد سے

www.nafseislam.com

لَا بَعِیْرًا وَلَا شَاۃً قَالَ وَلَا تَحْقِرَنَّ شَیْئًا مِّنَ الْمَعْرُوْفِ وَاَنْ تُکَلِّمَ اَخَاکَ وَاَنْتَ مُنْبَسِطٌ اِلَیْہِ وَجْھُکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَارْفَعْ اِزَارَکَ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ فَاِنْ اَبَیْتَ فَاِلَی الْکَعْبَیْنِ وَاِیَّاکَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّھَا مِنَ الْمَخِیْلَۃِ وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمَخِیْلَۃَ وَاِنِ امْرُءٌ شَتَمَکَ وَعَیَّرَکَ بِمَا یَعْلَمُ فِیْکَ فَلَا تُعَیِّرْہُ بِمَا تَعْلَمُ فِیْہِ فَاِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِکَ عَلَیْہِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ مِنْہُ حَدِیْثَ السَّلَامِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَیَکُوْنُ لَکَ اَجْرُ ذٰلِکَ وَوَبَالُہٗ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھُمْ ذَبَحُوْا شَاۃً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَقِیَ مِنْھَا قَالَتْ مَا بَقِیَ مِنْھَا اِلَّا کَتِفُھَا

اونٹ اور بکری کو گالی نہ دی لہ فرمایا اور کسی اچھی بات کو حقیر نہ جانتا ۲ہ اور اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے کلام کیا کرتا یہ بھی نیکی ہے اور اپنا تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا رکھنا اگر نہ مانو تو ٹخنوں تک ۳ہ اور تہبند زیادہ نیچا رکھنے سے ہمیشہ بچنا کہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالٰی تکبر کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے تمہیں کسی ایسے عیب سے عار دلائے جو تم میں وہ جانتا ہے تو تم اسے اسکے ایسے عیب سے عار نہ دلاؤ جو تم اس میں جانتے ہو کہ اسکا وبال اس پر ہے (ابوداؤد) اور ترمذی نے ان سے سلام کی حدیث نقل کی اور ایک روایت میں ہے کہ تم کو اسکا ثواب ملیگا اور اس پر اسکا وبال ہوگا ۴ہ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ اہل بیت نے بکری ذبح کی ۵ہ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں سے کیا بچا وہ بولیں کہ کندھے کے سوا کچھ نہ بچا ۶ہ

خبردار ہیں اور انہیں دعائیں دیتے رہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ۔ لہ اگر سب سے مراد فحش گالی ہے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے کہ مسلمان فحش گو نہیں ہوتا اور اگر برا کہنا مراد ہے، تو اگرچہ بعض وقت کسی کو برا کہنا جائز تو ہوتا ہے مگر اس سے بچنا بہتر ان صحابی نے اس بہتر پر عمل کیا ۲ہ یعنی اگر خدا تجھے تھوڑی نیکی کی بھی توفیق دے تو اسے کر گزر اور خدا کا بہت شکر کر موقعہ کو غنیمت جان کہ کبھی تھوڑی نیکی سے ہی نجات ہو جاتی ہے اور توفیق کے شکر سے آئندہ بڑی نیکیاں بھی نصیب ہو جائیں گی ۳ہ یہ حکم مردوں کیلئے ہے کہ اسے ٹخنوں کے نیچے پاجامہ یا تہبند رکھنا بطریق تکبر حرام ہے اور بے پرواہی سے خلاف اولیٰ مگر آجکل آدھی پنڈلی تک کے پاجامے وہابیوں کی علامت ہیں، جیسے ہمیشہ سر منڈانا لہٰذا ٹخنوں کے اوپر رکھے، عورتوں کا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے چاہیئے ۴ہ یہ انتہائی حسن اخلاق کی تعلیم ہے، کہ اگر کوئی تمہارے عیب کھولے تو تم اس کے عیب نہ کھولو کسی نے کیا مزے کا شعر کہا

بدی را بدی سہل باشد جزاء ۔۔۔ اگر مردے اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ

مگر یہ اپنے ذاتی معاملات میں ہے، اور وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی بدنصیب اللہ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چھپے عیب کھول دینا سنت الہیہ ہے، دیکھو ولید ابن مغیرہ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مجنوں کہا، تو رب تعالٰی نے جو شمار عیوب ہے سورۂ نون میں اس کے دس عیب کھولے حتّٰی کہ اخیر میں فرمایا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ کہ وہ حرام کا تخم ہے، لہٰذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں، اپنے دشمن کو معافی دینا کمال ہے اور دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال ۵ہ خیال رہے کہ ذاتی معاملات میں کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے جس کا وبال بہت ہے، مگر دینی معاملات میں خود مسلمان کے عیب کھولنا عبادت ہے محدثین حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کر جاتے ہیں غیبت

قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ ۞ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا اِلَّا كَانَ فِيْ حِفْظٍ مِنَ اللّٰهِ مَا دَامَ عَلَيْهِ مِنْهُ خِرْقَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَرْفَعُهٗ قَالَ ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا اُرَاهُ قَالَ مِنْ شِمَالِهٖ وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ اَصْحَابُهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ

فرمایا کندھے کے سوا سب بچ گیا ۳؎ (ترمذی) اور ترمذی نے اسے صحیح فرمایا، روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا نہیں پہناتا مگر جب تک اس کے بدن پر اس کا ایک چیتھڑا بھی رہے یہ اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے ۴؎ (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں فرمایا تین شخصوں سے اللہ محبت کرتا ہے ۵؎ ایک وہ جو رات کو اٹھ کر قرآن پڑھے ۶؎ دوسرا وہ جو اپنے داہنے ہاتھ سے خیرات کرے اور اسے چھپائے مجھے خیال ہے کہ فرمایا اپنے بائیں ہاتھ سے ۷؎ تیسرا وہ جو کسی لشکر میں تھا کہ اس کے ساتھی بھاگ گئے تو وہ دشمن کے مقابل رہا ۸؎

یا عیب لگانے کے لئے نہیں بلکہ حدیث کا درجہ معین کرنے کیلئے کہ اس کے راویوں میں چونکہ فلاں عیب ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے، فضائل اعمال میں کام آ کے گی، احکام میں کام نہ دے گی۔ ۱؎ بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض ازواج پاک، دوسرے احتمال کو محدثین نے ترجیح دی ہے، چونکہ ازواج پاک کو اہل بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے اس لئے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا، فرشتوں نے بی بی سارا زوجہ ابراہیم علیہما السلام سے عرض کیا تھا "اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ" ۲؎ یعنی سارا گوشت خیرات کر دیا گیا صرف شانہ بچا ہے غالبًا یہ گھر کے خرچ کیلئے رکھا گیا ہوگا اور یہ بکری صدقہ کیلئے ذبح کی گئی ہوگی کہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کیلئے نہیں رکھا جاتا۔ ۳؎ یعنی جو راہ خدا میں صدقہ دیدیا گیا وہ باقی اور لازوال ہوگیا، اور جو اپنے کھانے کیلئے رکھا گیا وہ ختم ہو کر فنا ہو جائیگا رب تعالٰی فرماتا ہے "مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ"۔ ۴؎ یعنی جب تک فقیر کے جسم پر اس کپڑے کی ایک چیز باقی ہے تب تک اللہ تعالٰی پہنانے والے کو آفات دنیاوی سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ صدقہ آفتوں سے بچانے میں بے مثال ہے یا مطلب یہ ہے کہ تب تک اللہ اس کی عیب پوشی فرماتا رہتا ہے حدیث شریف میں ہے، کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے تو اللہ اس کی عیب پوشی کرتا ہے۔ وہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے یہ تو کپڑا پہنانے کا دنیاوی فائدہ ہوا، اُخروی فائدہ تو ہمارے خیال سے ورا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر صدقہ کی بقا اسی قدر اس کے فائدہ کی بقا لہذا صدقہ جاریہ بہت ہی اعلٰی ہے ۵؎ خاص نوعیت کی محبت، ورنہ عمومی محبت تو اللہ تعالٰی ہر مومن سے کرتا ہے، بعض کاملین صحابہ کرام سے اور قسم کی محبت فرماتا ہے، اور مختلف قسم کے متقیوں سے اور اقسام کی محبت، یہی حال رضائے الٰہی کا ہے، رب تعالٰی کی محبت خاص کی یہ علامت ہے، کہ اسے نیک اعمال کی توفیق بخشتا ہے، اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے ۶؎ یا نماز تہجد میں یا ویسے ہی علاوہ نماز کے، معلوم ہوا کہ آخر رات کی تلاوت و نماز بہت اعلٰی ہے، کہ اس میں ریا کا شائبہ نہیں اس میں وہ حفاظ قرآن والے طلباء بھی شامل ہیں جو آخر شب میں قرآن پاک یاد کریں۔ ۷؎ یہ چھپانے کے مبالغہ کے لئے ہے یعنی وہ اپنے زن و فرزند اور خاص دوستوں سے بھی اس صدقہ کا ذکر

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ أَحَدُ رُوَاتِهٖ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ كَثِيْرُ الْغَلَطِ.

وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَثَلٰثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ فَأَمَّا الَّذِيْنَ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ فَرَجُلٌ أَتٰى قَوْمًا فَسَأَلَهُمْ بِاللّٰهِ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهٖ إِلَّا اللّٰهُ وَالَّذِيْ أَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوْا لَيْلَتَهُمْ حَتّٰى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهٖ

ترمذی، اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث محفوظ نہیں اسکے ایک راوی ابوبکر ابن عیاش ہیں جو بہت غلطیاں کرتے ہیں ۱؎ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی تین شخصوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض ہے ۲؎ جن سے محبت کرتا ہے ایک تو وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس پہنچا ۳؎ ان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا اپنی آپس کی قرابت کی وجہ سے نہ مانگا ۴؎ لوگوں نے اسے منع کردیا تو ان ہی میں سے ایک شخص پیچھے ہٹا اسے چھپکر کچھ دے دیا جس کا عطیہ اللہ کے سوا، اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا ۵؎ اور ایک وہ قوم جو رات بھر چلتی رہی حتی کہ جب انہیں نیند ہر ماسوا سے پیاری ہوگئی تو

نہیں کرتا تاکہ ریا کا شائبہ بھی نہ پیدا ہوجائے خیال رہے کہ صدقہ فرض اکثر ظاہر کرکے دینا افضل ہے تاکہ فسق کی تہمت سے بچے اور صدقہ نفل اکثر چھپا کر دینا بہتر ہاں چندہ وغیرہ پر صدقہ کا اعلان تاکہ دوسروں کو بھی دینے کی رغبت ہو بہتر ہے مختلف حالات کے مختلف احکام ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۶؎ اپنی فوج کے بھاگ جانے پر اور خود اکیلے رہ جانے پر دشمن کے مقابل ڈٹ جانا گویا اپنی موت کو دعوت دینا ہے مگر چونکہ کلمۃ اللہ بلند کرنے کے لئے مرجانا بھی عبادت ہے اسلئے یہ غازی اللہ کا بڑا محبوب بنا اور اس پر خودکشی کا الزام نہ آیا اگر بحالت جنگ یہ حدیث ہر غازی کے سامنے رہے تو ان شاء اللہ اسلامی فوج کے قدم اکھڑ سکتے ہی نہیں مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں بندے مجاہد ہی ہیں اسلئے ان تینوں کے ایک ساتھ فضائل بیان کئے گئے تہجد گزار اس وقت سونے والوں کی مخالفت کرتا ہے اور نفس امارہ کا مقابلہ کہ اس وقت نفس کو نیند پیاری ہوتی ہے اور اسے اللہ کا ذکر پیارا اور سخی اپنے مال میں جہاد کرتا ہے اور اپنے نفس سے مقابلہ کہ نفس مال سے محبت کرتا ہے اور یہ خالق مال سے اور ڈٹنے والا غازی تو ظاہر ظہور مجاہد ہے کہ اگر وہ غنیمت یا ناموری کیلئے گیا ہوتا تو ایسے نازک موقعہ پر میدان میں کبھی نہ ٹھہرتا ۷؎ یہ حضرت اپنے وقت کے امام تھے مگر حافظہ کمزور تھا اسلئے ضعیف ہیں، مگر اسی مضمون کی احادیث اسناد وسیع بھی مروی ہیں جو اکثر صحیح ہیں جن میں کچھ فرق کے ساتھ ایک آگے بھی آرہی ہے، لہٰذا متن حدیث ضعیف نہیں (اشعہ ومرقات) ۸؎ ان سے محبت کرنے کے معنے پہلے مذکور ہوگئے کہ خصوصی محبت مراد ہے، ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے ورنہ رب تعالٰی تمام کفار اور فساق سے ناراض ہے لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۹؎ یہ پیچھے والا اور مانگنے والا خدا کا محبوب نہیں تو وہ دینے والا ہے جسکا ذکر آگے آرہا ہے یہ صدقہ کی اہمیت دکھانے کیلئے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا (از لمعات) ۱۰؎ اگرچہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دگنا ثواب ہے مگر یہاں اس سخی کا اس اجنبی فقیر کو خیرات دینا بہت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سوا رضائے الٰہی کے اور کوئی چیز فقیر کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ

فَوَضَعُوْا رُءُوْسَهُمْ فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِيْ وَيَتْلُوْا اٰيَاتِيْ وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهُزِمُوْا فَاَقْبَلَ بِصَدْرِهٖ حَتّٰى يُقْتَلَ اَوْ يُفْتَحَ لَهٗ وَالثَّلٰثَةُ الَّذِيْنَ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ اَلشَّيْخُ الزَّانِيْ وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِيُّ الظَّلُوْمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْاَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ

سر رکھ کر سو گئے تو یہ کھڑے ہو کر میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیات تلاوت کیں لہ اور وہ شخص جو کسی لشکر میں تھا دشمن سے جنگ کی لوگ بھاگ پڑے تو یہ اپنا سینہ تان کر کھڑا ہو گیا حتے کہ قتل کر دیا گیا یا اسکی وجہ سے فتح ہو گئی سلہ اور وہ تین جن سے اللہ سخت ناراض ہے ایک بوڑھا زانی سلہ اور متکبر فقیر سکہ اور ظالم غنی ھے (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے زمین کو پیدا کیا تو زمین ہلنے لگی تو پہاڑوں کو پیدا فرمایا تو

قرابتداروں کو خیرات دینا افضل ہے ھے آعطاہ میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو، دوسرے یہ کہ اس سے دینے والا سخی مراد ہو، دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں، مطلب یہ ہے، کہ اس سخی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا کہ کون دے گیا چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا، اس قوم کی مخالفت بھی کی، اور فقیر کی ٹوٹی آس بھی پوری کی اس لئے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا۔ سلہ عرب میں عموماً رات میں سفر ہوتا ہے، اور تھکن اتارنے کے لئے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں چونکہ اس تہجد خواں نے تین پیاد ریاں کیں اس لئے یہ خدا تعالٰے کو زیادہ محبوب ہوا، ایسی حالت میں نیند پر عبادت کو ترجیح دینا، سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سونا عابدوں میں عبادت آسان ہے، غافلوں میں مشکل اور تہجد کی نماز تعلق مع الحق ہے سلہ یعنے دوستی و نرمی، ناجائز نرمی کا نام چاپلوسی ہے، اور جائز نرمی کا نام خوشامد نیاز مندی وغیرہ، یہاں دوسرے معنے میں ہے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اہل عرفان اور بندے اور رب تعالٰے کے درمیان خاص تعلق کا باعث ہے سلہ یہاں قال سے مراد ہے سلہ اس طرح کہ اس اکیلے کی جرأت ہمت دیکھ کر بھاگنے والوں میں دلیری پیدا ہوئی پلٹ پڑے اور حملہ کر کے جیسا کہ غزوہ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے غازیوں کے قدم اکھڑ گئے تھے، سید الشجعین صلے اللہ علیہ وسلم میدان میں جمے رہے، پھر وہی صحابہ پلٹ پڑے، حملہ کر دیا، اور میدان جیت لیا رضی اللہ تعالٰے عنہم سلہ ظاہر یہ ہے، کہ شیخ بمعنے بوڑھا ہے نہ کہ شادی شدہ جوان، چونکہ بڑھاپے میں موت قریب نظر آتی ہے، شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں، بوڑھا بہت تکلف ہی سے صحبت کر سکتا ہے، اس لئے اس کا زنا انتہائی خباثت کی دلیل ہے، کہ اسے نہ موت کا خوف، نہ اللہ رسول کی شرم سکہ اگرچہ ہر تکبر برا ہے، مگر فقیر کا تکبر زیادہ برا کہ اس کے پاس اس کے اسباب نہیں ہیں محض شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے، خیال رہے کہ تکبر استغنا، اور تعفف میں بڑا فرق ہے، اور مسلمانوں کو اپنے سے حقیر جاننا تکبر ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھنا صرف اللہ رسول ہی کا محتاج جاننا بہت اعلٰے وصف ہے اسی کو استغنا، وغیرہ کہتے ہیں، اس کو اعلٰے حضرت قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا ؎ شعر ؎

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں ٭ کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

؏ کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو ۔ مرقات نے فرمایا کہ کفار اور متکبروں کے مقابلے میں تکبر کرنا عبادت ہے، اشعۃ اللمعات نے

فَقَالَ بِهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ فَعَجِبَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمِ الْحَدِيْدُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْحَدِيْدِ قَالَ نَعَمِ النَّارُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمِ الْمَاءُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمِ الرِّيْحُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الرِّيْحِ قَالَ نَعَمْ اِبْنُ اٰدَمَ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ

انہیں زمین میں گاڑ دیا تو زمین ٹھہر گئی ۱؎ تو فرشتوں نے پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب کیا بولے الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے ۲؎ فرمایا ہاں لوہا ہے ۳؎ عرض کیا الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں آگ ہے ۴؎ عرض کیا مولیٰ کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں پانی ہے ۵؎ بولے یا اللہ العالمین کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں ہوا ہے ۶؎ بولے پروردگار کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں ۷؎ انسان جو اپنے داہنے سے خیرات کرے

فرمایا کہ حضرت بشیر ابن حارث نے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا کہ امیروں کا فقیروں پر مہربانی کرنا بہت اچھا ہے مگر فقیروں کا خدا پر توکل کرکے امیروں سے تکبر کرنا اس سے بھی اچھا اس فقیر متکبر میں وہ جاہل بھی داخل ہیں جو علماء کو حقیر سمجھیں کہ وہ علم کے فقیر ہیں ۸؎ اپنے نفس پر ظالم کہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظالم کہ انہیں بجائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے، چونکہ ان لوگوں کے جرم سخت ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہے ۹؎ جیسے ہلکی کشتی و جہاز پانی پر ہلتا ہے اسی طرح زمین ہلتی تھی فرشتوں نے گمان کیا کہ اس پر لوگ نفع نہ اٹھا سکیں گے

۱؎ مرقات نے فرمایا کہ پہلے ابوقبیس پہاڑ پیدا ہوا پھر دوسرے پہاڑ، ان پہاڑوں سے زمین ایسی ٹھہر گئی جیسے جہاز میں وزن لاد دینے سے دریا پر ٹھہر جاتا ہے جنبش نہیں کرتا، قال قول سے بنا بمعنے گاڑھ دینا، پہاڑ زمین میں ایسے گڑھے ہیں جیسے زمین میں مضبوط درخت، کہ پہاڑوں کی جڑیں دور تک پھیلی ہوتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ بعض شراح نے فرمایا کہ یہاں قال کہنے ہی کے معنے میں ہے یعنے پہاڑ پیدا فرماکر زمین سے فرمایا کہ ٹھہر گئی، یعنے زمین کا ٹھہرنا کُنْ فرمانے سے ہے پہاڑ محض سبب ہیں، مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۲؎ فرشتوں کو حیرت یہ ہوئی کہ پہاڑوں نے اتنی بڑی زمین کو اس طرح دبوچ لیا کہ اسے ہلنے نہیں دیتے، تو ان سے سخت تر مخلوق کون سی ہوگی، خیال رہے کہ پہاڑ زمین سے زیادہ وزنی نہیں، مگر جیسے جہاز کا سامان جہاز کے وزن سے کہیں ہلکا ہوتا ہے مگر جہاز کو ہلنے نہیں دیتا، اسی طرح پہاڑ کا معاملہ ہے ۳؎ کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے، پہاڑ لوہے کو نہیں توڑتا ۴؎ کہ آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے، بلکہ زیادہ تیز ہو تو لوہے کو گلا کر پانی بنا دیتی ہے ۵؎ کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جبکہ پانی اس میں بند ہو، اگر آگ پر بہا دی جائے تو پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے، لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں پانی قید میں رہ کر جلتا ہے ۶؎ کیونکہ ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اڑائے پھرتی ہے اور سمندر میں تلاطم پیدا کر دیتی ہے جس سے وہاں طوفان۔

يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ مُعَاذٍ الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ فِيْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ ‏۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ‏۔ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ كُلِّ مَالٍ لَهٗ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ حَجَبَةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ يَدْعُوْهُ اِلٰى مَا عِنْدَهٗ قُلْتُ وَكَيْفَ ذٰلِكَ قَالَ اِنْ كَانَتْ اِبِلًا فَبَعِيْرَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ بَقَرًا فَبَقَرَتَيْنِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ‏۔ وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ

جیسے بائیں ہاتھ سے چھپائے [۱] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حضرت معاذ کی یہ حدیث کہ صدقہ خطائیں مٹا دیتا ہے کتاب الایمان میں ذکر ہو چکی تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی مسلمان اپنے ہر مال سے جوڑا اللہ کی راہ میں خیرات نہیں کرتا [۲] مگر جنت کے دربان اسکا استقبال کرینگے ان میں سے ہر ایک اس کی طرف بلائیگا جو اسکے پاس ہے [۳] میں عرض کیا یہ کیسے کرے فرمایا اگر اونٹ ہوں تو دو اونٹ دے اور اگر گائیں ہوں تو دو گائے دے [۴] (نسائی) روایت ہے حضرت مرثد ابن عبداللہ سے [۵] فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ

پا ہو جاتا ہے [۱] کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تابعدار کر لیتا ہے جو پہاڑ سے زیادہ سخت سمندر و ہوا سے زیادہ طوفانی ہے نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے جب سخاوت کی جائے تو دکھلاوے کو پسند کرتا ہے، یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو کچل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہٰذا بڑا بہادر ہے، نیز خفیہ صدقہ سے غضب الٰہی کی آگ بجھتی ہے، رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے، یہ نعمتیں پہاڑ، لوہے، آگ، پانی، ہوا سے حاصل نہیں ہو سکتیں، لہٰذا یہ صدقہ ان سب سے بہتر۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سخاوت مال سے سخاوت حال افضل ہے، اور سخاوت حال سے سخاوت کمال بہتر، کہ سخاوت مال میں فقیر کی اسی زندگی کے دو ایک دن سنبھل جاتے ہیں، مگر حال و کمال کی سخاوت سے ہم جیسے مسکینوں کے دونوں جہان درست ہو جاتے ہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تاقیامت لوگوں کے دین و دنیا سنبھال دے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بڑے داتا ہیں، جیسے زمین پہاڑوں سے ٹھہری، ایسے ہی ہمارے دل کسی کی نگاہ و کرم سے ٹھہر سکتے ہیں ورنہ دل کا کوئی ٹھکانہ نہیں [۲] بعض لوگ فقیر کو کپڑوں کا جوڑا اور جوتا بھی دیتے ہیں نیز روپیہ پیسہ خیرات کرتے ہیں، تو کم از کم دو دو، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، حدیث بالکل ظاہر ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں [۳] یعنی جنت کے ہر دروازہ پر اس کی پکار پڑیگی کہ ادھر سے آؤ، یہ اظہار عزت کیلئے ہوگا یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق کی فوج ہونگے وہ اس جماعت سے سردار اعلٰے رضی اللہ عنہ يَوْمَ يُدْعَوْنَ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ [۴] اس شرح نے بتا دیا کہ حدیث میں ایک جنس کی دو نوعیں مراد ہیں یعنے روٹی و پانی، جوتا و ٹوپی بلکہ ایک نوع کی دو فردیں مراد ہیں یعنے پیسہ خیرات کرو تو دو روپے ہوں، اگر کپڑے ہوں تو دو [۵] آپ کی کنیت ابوالخیر ہے، قبیلہ مزینہ سے ہیں، مصر کے رہنے والے تابعین میں سے ہیں، اپنے زمانہ کے مفتی اعظم تھے حتٰی کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز آپ سے فتوے لیتے تھے، حضرت ابن عمر، ابوایوب، عقبہ ابن عامر صحابہ سے ملاقات ہے ؎

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَدَقَتُہٗ رَوَاہُ اَحْمَدُ؛ وَ
عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ فِی النَّفَقَۃِ
یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَائِرَ سَنَتِہٖ قَالَ سُفْیَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاہُ فَوَجَدْنَاہُ کَذٰلِکَ
رَوَاہُ رَزِیْنٌ وَرَوَی الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْہُ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَجَابِرٍ
فَضَعَّفَہٗ؛ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ الصَّدَقَۃَ مَا ذَا ھِیَ

صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا قیامت کے دن مسلمان کا سایہ اسکا صدقہ ہوگا[1] (احمد)، روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دسویں محرم اپنے بچوں کے خرچ میں فراخی کریگا، تو اللہ تعالے سارا سال اسکو فراخی دیگا[2] سفیان[3] فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا[4] (زرین) اور بیہقی نے شعب الایمان میں انہی ابن مسعود اور ابو ہریرہ اور ابو سعید و جابر سے روایت کیا اور اسے ضعیف فرمایا[5] روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں عرض کیا ابو ذر نے یا نبی اللہ فرمائیے تو صدقہ کا درجہ کیا ہے

[1] یعنے مومن کے صدقہ و خیرات خصوصًا فی سبیل اللہ مسافر خانے، مسجدیں بنانا اور باغات لگانا وغیرہ کل قیامت میں درخت سایہ دار کی شکل میں نمودار ہونگے جن کے سایہ میں سخی ہوگا، اور قیامت کی گرمی سے محفوظ رہے گا کیونکہ دنیا میں غرباء، فقراء کو اس نے اپنے سایہ کرم میں رکھا تھا، حدیث بالکل ظاہری معنے پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں وہاں مال بلکہ اعمال کی مختلف شکلیں ہوں گی، بخیل کا مال گنجے سانپ کی شکل میں، سخی کا مال درخت سایہ دار کی صورت میں نمودار ہوگا، آج دنیا میں ہم خواب میں ان چیزوں کو مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے قحط کے سال، خشک بال اور دبلی گائیوں کی شکل میں دیکھے تھے، قرآن کریم۔ [2] یعنے محرم کی دسویں تاریخ کو اپنے بال بچوں، نوکر خادموں، فقراء مساکین کیلئے مختلف قسم کے کھانے تیار کرے تو انشاء اللہ تعالے سال بھر تک ان کھانوں میں برکت ہوگی، مسلمان عاشورہ کے دن حلیم پکاتے ہیں، اسکا ماخذ یہ حدیث ہے، کیونکہ حلیم میں ہر کھانا ہوتا ہے، گندم، گوشت اور دالیں، چاول وغیرہ، تو انشاء اللہ حلیم پکانے والے کے گھر ان تمام کھانوں میں برکت ہوگی۔ [3] یعنے سفیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے تجربہ میں آئی ہے، واقعی اس عمل سے برکت ہوتی ہے لہذا یہ حدیث قوی ہے، خیال رہے کہ تجربہ سے بھی حدیث کو تقویت پہنچتی ہے اس لئے محدثین صحیح کی توثیق کے لئے کبھی اپنے تجربہ کا ذکر کردیتے ہیں، یہاں بھی ایسا ہی ہے، اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھئے، خیال رہے کہ عاشورہ کے دن خود روزہ رکھو اور بچوں کو، فقراء کو خوب کھلاؤ پلاؤ، لہذا یہ حدیث عاشورہ کے روزہ کے خلاف نہیں۔ [4] بیہقی نے اسی جگہ فرمایا کہ یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جو سب ضعیف ہیں، مگر چند ضعیف اسنادیں مل کر حدیث کو قوی کر دیتی ہیں، لہذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے (اشعہ)، امام عراقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی بعض اسنادیں صحیح بھی ہیں، امام مسلم کی شرط پر ہیں، لہذا متن حدیث صحیح ہے (مرقاۃ)، اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں قبول ہے، عاشورہ کے دن اور بہت سے اعمال کرنا چاہئیں، جیسے غسل کرنا، سرمہ لگانا، روزہ رکھنا وغیرہ، ان کی تفصیل ہماری کتاب اسلامی زندگی میں ملاحظہ

قَالَ اَضْعَافٌ مُضَاعَفَۃٌ وَعِنْدَ اللّٰہِ الْمَزِیْدُ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔ **بَابُ اَفْضَلِ الصَّدَقَۃِ**

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَحَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الصَّدَقَۃِ مَا کَانَ عَنْ ظَھْرِ غِنًی وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ حَکِیْمٍ وَحْدَہٗ ۔ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَۃً عَلٰی اَھْلِہٖ وَھُوَ یَحْتَسِبُھَا کَانَتْ لَہٗ صَدَقَۃً مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

فرمایا وہ چند در چند دُونا دون ہے اور اللہ کے ہاں زیادتی علاوہ ہے سلہ (احمد) باب بہترین صدقہ ملہ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور حکیم ابن حزام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو قوت غنا سے ہو سلہ اور ان سے ابتدا کرو جن کی تم پرورش کرتے ہو سلہ (بخاری) اور مسلم نے صرف حکیم سے روایت کی روایت ہے حضرت ابومسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مسلمان اپنے گھروالوں پر ثواب کی طلب میں خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے ۵ (مسلم بخاری)

کردو سلہ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ صدقہ کی برکتیں دنیا میں تو چند در چند ہیں اور کل قیامت میں جو زیادتیاں ہوں گی وہ ہمارے حساب سے وراء ہیں رب تعالٰے فرماتا ہے یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ تجربہ بھی ہے کہ صدقہ سے مال بہت بڑھتا ہے دوسرے یہ کہ قیامت میں صدقہ کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہے اور جو زیادتیاں رب عطا فرمائیگا وہ حساب سے زیادہ ہیں رب تعالٰے فرماتا ہے وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ سلہ یوں تو ہر صدقہ ہر حال اچھا ہے مگر کبھی بعض عارضی حالات میں بہت اچھا ہو جاتا ہے خواہ خیرات دینے والے کی ہو یا لینے والے کی یا مال کی جیسے تندرستی کی خیرات مرتے وقت کی خیرات سے بہتر ہے یوں ہی متقی پرہیزگار عیالدار کو خیرات دینا فاسق کو دینے سے بہتر اسی طرح جس چیز کی اس وقت تنگی ہو اسکا صدقہ افضل ہے جہاں پانی کی تنگی ہو وہاں کنواں کھدوانا بہت باعث ثواب ہے اس باب میں ان تمام حالات کا ذکر ہوگا جن سے صدقہ بہت بہتر ہو جاتا ہے سلہ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں لفظ ظہر زائد ہے جس کے کوئی معنے نہیں مگر حق یہ ہے کہ زائد نہیں بلکہ بمعنے قوت و غلبہ ہے یعنے صدقہ بہتر وہ ہے کہ صدقہ دینے والا صدقہ دیکر خود بھی خوب غنی رہے یا تو مال کا غنی رہے یعنی سب خیرات نہ کردے کہ کل کو خود اور اسکے بال بچے بھیک مانگتے پھریں غرضکہ صدقہ دیکر خود فقیر بھکاری نہ بن جاوے یا دل کا غنی کہ سب کچھ دے کر بھی لوگوں سے بے نیاز رہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے سب کچھ راہِ خدا میں دیدیا کہ گھر میں کچھ نہ رکھا لہذا یہ حدیث صدیق اکبر کے اس عمل کے خلاف نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عوام مسلمین اصلی ضرورت سے زیادہ مال خیرات کریں رب تعالٰے فرماتا ہے وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ عفو سے مراد ضرورت سے بچا مال اور خاص متوکلین کل مال بھی لٹا سکتے ہیں یہ حدیث دونوں کو شامل ہے سلہ یعنے اپنا مال پہلے اپنے پر پھر اپنے بال بچوں پر پھر غریب قرابت والوں پر پھر دوسروں پر خرچ کرو چونکہ مومن کو ان سب خرچوں میں صدقہ کا ثواب ملتا ہے اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان خرچوں کو صدقہ میں شامل فرمایا سبحان اللہ کیسی پیاری ترتیب ہے اور کیسی نفیس تعلیم اہل قرابت کو صدقہ دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہے اور قرابت ادا کرنے کا بھی جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے ۵ گھروالوں سے مراد بیوی بچے

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ دِيْنَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهٗ عَلٰى عِيَالِهٖ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهٗ عَلٰى دَابَّتِهٖ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهٗ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اشرفی تو اللہ کی راہ میں خرچ کرے ۱؎ اور جو اشرفی تو گردن آزاد کرنے میں خرچ کرے ۲؎ اور جو اشرفی تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور جو اشرفی تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین اشرفی جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ وہ اشرفی ہے جسے اپنے بال بچوں پر خرچ کرے اور وہ اشرفی جسے اپنے اللہ واسطے کے گھوڑے پر خرچ کرے ۴؎ اور وہ اشرفی ہے جسے اللہ کی راہ میں اپنے دوستوں پر خرچ کرے ۵؎ (مسلم) روایت ہے

اور سارے عزیز ہیں ان کی ترتیب کتب فقہ میں دیکھو اور طلب اجر سے مراد یہ ہے کہ ان سب پر خرچ کرے سنت جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سنت کی نیت سے تو خود اپنا کھانا، سونا، ہنسنا، روتا بلکہ جینا مرنا عبادت ہے، اللہ تعالٰی نیت خیر نصیب کرے، دنیا کو دکھانے اور اپنی ناموری کے لیے تو نماز پڑھنا بھی عبادت نہیں چہ جائیکہ یہ خرچ، لہذا بیاہ شادیوں میں جو مختلف رسوم کے ماتحت اہل قرابت کو یا کمینوں کو نیگ دستور یا حقوق دیئے جاتے ہیں ثواب نہیں کہ وہ اللہ کے لیے نہیں اپنے نام کے لیے ہیں، اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب ثواب کی قید لگائی، اللہ تعالٰی نیت خیر و اخلاص نصیب کرے آمین۔

۱؎ یہاں اللہ کی راہ سے مراد حج وجہاد وغیرہ وہ مقامات ہیں جہاں کسی بندے کی رضا قطعًا مقصود نہ ہو۔ ۲؎ اسمیں مکاتب کی امداد غلام کی آزادی، مقروض کو قرض سے آزاد کرنا کسی مصیبت میں پھنسے ہوئے کو اس مصیبت سے نکالنا سب ہی داخل ہیں، نہایت جامع کلمہ ہے۔ ۳؎ گھر والوں پر خرچ ان سب خیراتوں سے یا تو اس لیے بہتر ہے کہ وہ خیراتیں نفل تھیں اور یہ خرچ فرض ہے، اکثر فرض نفل سے بہتر ہوتا ہے یا اس لیے کہ اس خرچ دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اہل قرابت کے حق کی ادائیگی، اور دو نیکیاں ایک نیکی سے افضل ہے اسی لیے بعض لوگ گیارھویں شریف وغیرہ کی شیرینی اکثر سیدوں کو دیتے ہیں کہ یہ حضرات اولاد رسول ہیں، اس میں خیرات بھی اور اولاد رسول کے حق کی ادائیگی بھی، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۴؎ یہ ترجمہ بہت مناسب ہے، فی سبیل اللہ گھوڑے کی صفت ہے، خرچ کے متعلق نہیں یعنی جو گھوڑا جہاد کے لیے پالا ہو اس پر خرچ کرنا بہتر ہے، اور جو گھوڑا اپنی سواری وغیرہ کے لیے ہو وہ عیال میں داخل ہے یعنی بال بچے وغیرہ جن کی پرورش ہم پر لازم ہے۔ ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوستوں سے مراد سفر جہاد یا سفر حج کے ساتھی ہیں ان پر خرچ کرنا دوہرا ثواب ہے ساتھی سے سلوک اور حاجی یا غازی کی امداد، خیال رہے کہ اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ تین خرچ دوسرے خرچوں سے افضل ہیں، مگر ان تینوں میں سے کون دوسرے سے افضل ہے، یہ پتہ نہ لگا کیونکہ واؤ جملے کے لیے آتا ہے ترتیب نہیں چاہتا، لہذا ان میں ایک دوسرے

WWW.NAFSEISLAM.COM

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلِیْ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰی بَنِیْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اِنَّمَا ھُمْ
بَنِیَّ فَقَالَ اَنْفِقِیْ عَلَیْھِمْ فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَیْھِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ؛ وَعَنْ زَیْنَبَ امْرَاَۃِ
عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ یَا مَعْشَرَ
النِّسَآءِ وَلَوْ مِنْ حُلِیِّكُنَّ قَالَتْ فَرَجَعْتُ اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ فَقُلْتُ اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِیْفُ
ذَاتِ الْیَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَۃِ فَاْتِہٖ فَاسْئَلْہُ فَاِنْ
كَانَ ذٰلِكَ یُجْزِئُ وَاِلَّا صَرَفْتُھَا اِلٰی غَیْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بَلْ اِئْتِیْہِ اَنْتِ

حضرت ام سلمہ سے[1] فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر میں ابوسلمہ کے بچوں پر خرچ کروں یہ میرے ہی بچے ہیں خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملیگا فرمایا ان پر خرچ کرو تمہیں ان پر خرچ کا ثواب ہے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبداللہ ابن مسعود سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہی ہو[3] فرماتی ہیں میں عبداللہ کی طرف لوٹی بولی کہ تم کچھ مسکین و تنگدست ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے تم وہاں حاضر ہو کر پوچھ آؤ اگر تم کو میرا صدقہ کرنا درست ہوا تو خیر[4] ورنہ میں آپ لوگوں کے سوا کسی اور جگہ خرچ کروں[5] فرماتی ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بولے کہ تم ہی وہاں جاؤ۔

کی افضلیت موقعہ و محل کے لحاظ سے ہوگی، اگر جہاد کی سخت ضرورت آپڑی ہے تو غازیوں پر خرچ افضل اور گھر والے بہت ہی ضرورتمند ہوں تو اُن پر خرچ بہتر۔[1] ام سلمہ کے پہلے خاوند کا نام عبداللہ ابن عبدالاسد تھا کنیت ابوسلمہ، اُن کی وفات کے بعد آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہوئیں، ابوسلمہ کی کچھ اولاد دوسری بیوی سے تھی جو ام سلمہ کی سوتیلی اولاد تھی، عمر، زینب اور کچھ اولاد خود ام سلمہ کے بطن سے تھی یعنے سلمہ کی حقیقی اولاد محمد، دُرّہ، یہاں سوال سوتیلی اولاد کے متعلق ہے، ورنہ آپ بنی ابی سلمہ نہ فرماتیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ [2] کیونکہ وہ یتیم بھی ہیں اور تمہارے عزیز تریں بھی، اُن پر خرچ کرنا یتیم کو پالنا بھی ہے، اور عزیز کا حق ادا کرنا بھی، اپنے فوت شدہ خاوند کی روح کو خوش کرنا بھی [3] غالبًا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عید کے دن تھا چونکہ اُس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لئے عیدگاہ جاتی تھیں اور اُن کے لئے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا، اُس وعظ میں آپ نے یہ سُنا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوۃ فرض ہے، اور یہ زکوۃ خود عورت پر فرض ہے نہ کہ اُس کے خاوند پر خواہ میکے سے زیور ملا ہو یا سُسرال والوں نے دیا ہو بشرطیکہ مالک کردیا ہو، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوۃ نہیں، انشاءاللہ اس کی تحقیق مصارف زکوۃ میں ہوگی، اس صورت میں زیور سے مراد چاندی سونے کا زیور ہے، کیونکہ پہننے کے موتی، مرجان، لعل، ہیرے پر زکوۃ نہیں[4] یعنے اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہو تب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں، ورنہ کسی اور کو دوں: اس سے معلوم ہوا کہ غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے، جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کی غنا سے غنی نہیں ہوتی، دیکھو حضرت ابن مسعود کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے۔[5] حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی جو دوسری بیوی سے تھی، اور اب حضرت زینب اُن کی پرورش فرماتی

قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِي حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَقَالَتْ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ ائْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ أَتَجْزِي الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى أَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ

۱ میں چلی تو حضور کے دروازہ پاک پر ایک اور انصاری بی بی بھی تھیں جنہیں میرے جیسا ہی کام تھا ۲ فرماتی ہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی تھی ۳ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس حضرت بلال آئے ہم نے اُن سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ عرض کرنا کہ دروازے پر دو بیبیاں ہیں جو حضور سے پوچھتی ہیں ۴ کہ کیا اُن کا اپنے خاوندوں اور اُن یتیموں پر خرچ کر دینا جو اُن کی پرورش میں ہوں صدقہ بن جائیگا ۵ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں ۶ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا اُنہوں نے

تھیں، غلیو کہ میں ان سب سے خطاب ہے، یعنی اگر تمہیں اور تمہارے ان بچوں کو میرا صدقہ لینا درست ہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ دوسروں کو دوں۔ ۱ مجھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھتے شرم آتی ہے کہ اس سے بعض لوگ مجھے طمعی سمجھیں گے اس سے معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی سے باہر کا کام بھی کرا سکتا ہے جبکہ حجاب و پردہ سے ہو یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ خود نہ پوچھنا کسی دوسرے سے پوچھوا لینا بھی درست ہے جب اس سے کچھ مانع ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذی کا مسئلہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے خود نہ پوچھا بلکہ حضرت مقداد سے پوچھوایا۔ ۲ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر ایک بی بی اور بھی یہی پوچھنے کھڑی تھیں، مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ ہم دوست ہو گئے۔ ۳ یعنی رب العٰلمین نے دلوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جس کی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے، عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا، اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہیں، حالانکہ سرکار انتہائی خلیق اور بہت رحیم و کریم تھے شعر

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے یہ دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں، بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں۔ ۴ یعنی خود تو شرم و ہیبت کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتیں، میری معرفت یہ مسئلہ پوچھوا رہی ہیں، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ مسئلہ براہ راست پوچھنا بھی جائز اور کسی کی معرفت پوچھوانا بھی: دوسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہیں، دیکھو حضرت بلال ان بیبیوں کو جو بھی مسئلہ آکر بتاتے یہ قبول کر لیتیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ جب مطلع گرد آلود ہو تو رمضان کے چاند میں ایک کی خبر قبول ہے اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیثوں میں خبر واحد معتبر ہے، ان کے دلائل قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ ہیں۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے ۵ شاید یتیموں سے اُن کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہو چکی تھی یعنی ان کی سوتیلی اولاد نہیں یتیم کہنا مجازًا ہے، ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مر جائے، ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اگر انہیں صدقہ دیا گیا، تو اس کا کچھ حصّہ ہمارے کھانے میں بھی آجائیگا

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ھُمَا قَالَ امْرَأَۃٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَزَیْنَبُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الزَّیَانِبِ قَالَ امْرَأَۃُ عَبْدِ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَھُمَا اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَۃِ وَاَجْرُ الصَّدَقَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ؛ وَ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّھَا اَعْتَقَتْ وَلِیْدَۃً فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ اَعْطَیْتِھَا اَخْوَالَکِ کَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِکِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ؛ وَعَنْ عَائِشَۃَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون ہیں عرض کیا کہ ایک انصاری بی بی اور زینب ہیں [1] فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کونسی زینب عرض کیا عبداللہ کی زوجہ [2] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں دوہرا ثواب ہے ایک ثواب قرابت کا دوسرا صدقہ [3] (مسلم بخاری) اور لفظ مسلم کے ہیں؛ روایت ہے حضرت میمونہ بنت حارث سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لونڈی آزاد کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ اگر تم لونڈی اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہیں بڑا ثواب ملتا [4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے

لہذا ناجائز ہونا چاہیے۔ [6] تاکہ حاضرین میں ہمارا نام نہ لیا جائے اور ہمارا سوال ریا نہ بن جائے یا ہم بلا نہ لی جائیں؛ [1] حضرت بلال کا جواب نہایت ایمان افروز ہے کیونکہ ان بیبیوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول و حکم اُمتی میں تعارض ہوا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور اُمتی کا حکم قابل عمل نہ رہا، مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضرت بلال پر نام بتا دینا فرض شرعی ہوگیا کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے، انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتا دیتے۔ [2] یعنی مدینہ منورہ میں بہت عورتوں کا نام زینب ہے، صاف بتاؤ کونسی زینب ہیں، اب حضرت بلال نے عرض کیا کہ عبداللہ کی بیوی، اگرچہ عبداللہ نام کے بہت صحابہ تھے، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمرو ابن عاص وغیرہم، مگر ان سب میں عبداللہ ابن مسعود بہت مشہور و فقیہ ترین تھے علم فقہ کی باعث فقط عبداللہ کہنے پر لوگوں کے ذہن انہیں کی طرف جاتے تھے، اسی لیے حضرت بلال نے ابن مسعود نہ فرمایا بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا پھر نہ پوچھنا کون عبداللہ اسی جلالت شان کی طرف اشارہ کر رہا ہے، ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ اکثر فقہیات میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ہی کے پیروکار ہیں؛ [3] سارے ائمہ اس پر متفق ہیں، کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے یا نہیں، ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، اُن بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے، صدقہ فرض کی تصریح نہیں، ممانعت کی صریح حدیث آگے آرہی ہے، نیز عورت و خاوند کے مال قریبًا مشترک ہوتے ہیں، تو جب خاوند بیوی کو زکوۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوۃ کیسے دے سکتی ہے صدقہ کا لفظ صدقہ نفلی پر عام شائع ہے چنانچہ کتاب الزکوۃ کی آخری حدیث میں آئیگا کہ ایک عورت نے اپنی ماں کو صدقہ دیا یعنی صدقہ نفلی؛ [4] اس لیے کہ آزاد کرنے میں صرف صدقہ کا ثواب ہے اور انہیں دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہوتا اور

قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِيْ قَالَ إِلٰى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ؛ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ؛ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں اُن میں سے کسے ہدیہ دیا کروں فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو[۱] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شوربہ پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ کرو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو[۲] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کونسا صدقہ بہتر ہے فرمایا غریب آدمی کی مشقت[۳] اور ان سے شروع کرو جن کی پرورش کرتے ہو[۴] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلیمان ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

صلہ رحمی کا بھی، معلوم ہوا کہ صلہ رحمی غلام آزاد کرنے سے بھی افضل ہے۔ خیال رہے کہ ولیدہ وہ لونڈی کہلاتی ہے جو اپنے مملوک غلام اور لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہو یعنی خانہ زاد، اور بی بی میمونہ اُمّ المومنین ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس کی خالہ (اشعہ و مرقات) [۱] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پڑوسیوں کو ہدیہ دینا سنت ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی علت پڑوسیت ہے جس قدر پڑوسیت قوی ہوگی، اسی قدر ہدیہ کا استحقاق زیادہ ہوگا، تیسرے یہ کہ پڑوس کا قرب دروازہ سے ہوتا ہے نہ چھت سے نہ دیوار سے، اگر ایک شخص کے مکان کی دیوار اور چھت تو ہمارے مکان سے ملی ہو مگر دروازہ دُور ہو اور دوسرے کی نہ چھت ملی ہو نہ دیوار مگر دروازہ قریب ہو تو زیادہ قریب یہ دوسرا ہی مانا جائیگا اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے، کیونکہ دروازہ کی وجہ سے ملاقات ہوتی ہے، اور اسی کے ذریعہ زیادہ خلط ملط رہتا ہے اور ایک کو دوسرے کے درد و غم میں شرکت کا زیادہ موقع ملتا ہے، یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ دور والے پڑوسی کو بالکل نہ دو، مطلب یہ ہے کہ سب کو دو مگر قریب کو ترجیح دو۔

[۲] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ معمولی سالن بھی پڑوسیوں کو بھیجتے رہنا چاہیئے، کیونکہ سرکار نے یہاں شوربہ فرمایا گوشت کا ہو یا کسی اور چیز کا، دوسرے یہ کہ ہر پڑوسی کو ہدیہ دینا چاہیے قریب ہو یا دُور اگرچہ قریب کا حق زیادہ ہے، تیسرے یہ کہ ہمیشہ لذت پر الفت و محبت کو ترجیح دینا چاہیے، کیونکہ جب شوربے میں فقط پانی پڑیگا تو مزہ کم ہوجائیگا لیکن اس کے ذریعہ پڑوسیوں سے تعلقات قائم ہو جائیں گے اسی لئے مَاءَھَا فرمایا یعنی صرف پانی ہی بڑھادو اگرچہ گھی اور مصالحہ نہ بڑھا سکو۔ [۳] یعنی غریب آدمی محنت مزدوری کرے پھر اس میں سے خیرات بھی کرے، اس کا بڑا درجہ ہے خیال رہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جبکہ وہ توکل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ اس کے گھر والے صبر و توکل میں کامل ہوں، لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ صدقہ غنی بہتر ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ کا فقیر دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کرے تو ہاتھ کے غنی کی بہت سی خیرات سے افضل ہے لہذا وہاں غنی والی حدیث میں دل کی غنا مراد ہے

اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِيْ دِيْنَارٌ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى وَلَدِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى اَهْلِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى خَادِمِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْتَ اَعْلَمُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

کہ مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور وہ ہی صدقہ اپنے قرابت دار پر دو صدقے ہیں ایک صدقہ دوسرا صلہ رحمی ۱؎ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا میرے پاس ایک اشرفی ہے ۲؎ فرمایا اُسے اپنے پر خرچ کر ۳؎ عرض کیا میرے پاس دوسری بھی ہے فرمایا اسے اپنے بچوں پر خرچ کر عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اُسے اپنے گھر والوں ۴؎ پر خرچ کر عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اُسے اپنے خادم پر خرچ کر ۵؎ عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا تم جانو ۶؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے

سکتی ہے تب بھی احادیث میں تعارض نہیں۔ ۲؎ یعنے کوئی شخص اپنے بال بچوں کو بھوکا رکھ کر خیرات نہ کرے، پہلے اُن کا پیٹ بھردو، تن ڈھکو پھر خیرات کرو یہ مطلب نہیں کہ اپنی زکوۃ پہلے اپنے بال بچوں کو دو، پھر دوسروں کو، کیونکہ اپنی زکوۃ اپنی اولاد و بیوی کو نہیں لگتی۔ ۱؎ پہلے مسکین سے مراد اجنبی مسکین ہے یعنے اجنبی مسکین کو خیرات دینے میں صرف خیرات کا ثواب ہے اور اپنے عزیز مسکین کو خیرات دینے میں خیرات کا بھی ثواب ہے اور صلہ رحمی کا بھی، صلہ رحمی یعنے اہل قرابت کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے، بہترین عبادت، پھر جس قدر رشتہ قوی اُسی قدر اُس کے ساتھ سلوک کرنا زیادہ ثواب ہے، اسی لیے رب تعالٰے نے اہل قرابت کا ذکر پہلے فرمایا کہ ارشاد فرمایا وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۲؎ یہاں سائل کا سوال بطور مثال تھا یعنے اگر میرے پاس ایک ہی اشرفی ہو جو ایک ہی شخص کو کافی ہو تو میں کس پر خرچ کروں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سائل نے جھوٹ بولا کہ اس کے پاس تھیں تو زیادہ اشرفیاں اور کہا ایک اشرفی ہے ۳؎ کیونکہ سب سے پہلے ہم پر اپنے نفس کا حق ہے کہ اگر ہم جیتے رہیں گے تو سارے حق ادا کریں گے، اور اگر ہم ہی مر گئے تو عبادات معاملات سب کچھ ختم ہو گئے، ذات صفات پر مقدم ہے۔ ۴؎ اہل یعنے گھر والوں سے مراد بیوی ہے، قرآن کریم نے اہل بیت بیوی کو فرمایا ہے، اولاد کا حق بیوی پر چند وجہ سے مقدم ہے، ایک یہ کہ بیوی عاقلہ بالغہ ہے بوقت ضرورت کما سکتی ہے، مگر چھوٹے بچے بالکل باپ کے محتاج ہیں کہ کمانے پر قادر نہیں، دوسرے یہ کہ بیوی کا خرچ اس پر لازم نہیں، اگر طلاق دیدے تو ختم ہوگیا، مگر اولاد کا خرچ لازم ہے کہ وہ اُس کی ولدیت سے نہیں نکل سکتے؛ تیسرے یہ کہ بیوی بعد طلاق دوسرے کے نکاح میں جا کر اُس سے خرچ لے سکتی ہے، چھوٹی اولاد دوسرے کو نہ باپ بنا سکے نہ اُس سے خرچ لے سکے، یہاں اولاد سے فقیر اولاد مراد ہے، اگر بیٹا غنی و بالغ ہو تو بیوی اُس پر مقدم ہوگی، چونکہ سائل کے ماں باپ نہ تھے اسلیے والدین کے خرچ کا ذکر نہ فرمایا۔ ۵؎ خادم سے مراد خدمتگار ہے انسان ہو یا گھوڑا وغیرہ جانور کہ ان سب کا خرچہ مالک کے ذمہ ہے ۔ ۶؎ یعنے تمہیں اختیار، بچے ہوئے دینار کو رکھ چھوڑو یا اپنے پڑوسی یا دوسرے عزیزوں پر خرچ کرو یا کسی اچھی جگہ لگا دو، سبحان اللہ کیا نفیس ترتیب ہے ۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ النَّاسِ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِالَّذِیْ یَتْلُوْہُ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِیْ غُنَیْمَۃٍ لَہٗ یُؤَدِّیْ حَقَّ اللّٰہِ فِیْھَا اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ یُسْاَلُ بِاللّٰہِ وَلَا یُعْطِیْ بِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ؛ وَعَنْ اُمِّ بُجَیْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ رَوَاہُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ مَعْنَاہُ؛ و

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہیں بہترین آدمی نہ بتاؤں ۱؎ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے رہے ۲؎ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس کے بعد کون ہے وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں ہے اُن میں اللہ کا حق ادا کرتا ہے ۳؎ کیا میں تمہیں بدترین آدمی نہ بتاؤں وہ شخص ہے جو اللہ کے نام پر مانگا جائے اور اس پر بھی نہ دے ۴؎ (ترمذی، نسائی، دارمی) روایت ہے اُم بجید سے ۵؎ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سائل کو دے کر لوٹاؤ اگرچہ جلی کھری ہی ہو ۶؎ (مالک، نسائی) اور ترمذی و ابوداود نے اسکے معنے روایت کیے؛ روایت ہے

۱؎ سرکار کا یہ پوچھنا سامعین کو شوق دلانے کے لئے ہوتا تھا کہ اس سے اُن کو انتظار ہوجائے اور جو چیز انتظار کے بعد معلوم ہوتی ہے وہ یاد رہتی ہے اور یہاں خیر و شر سے اضافی خیر و شر مراد ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہترین بندہ مومن ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ اور بدترین انسان کافر ہے رب تعالٰے فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ۲؎ یعنے ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہے، اعلانِ جنگ کا منتظر ہے چونکہ اُس زمانہ میں گھوڑا جہاد کا بڑا ہتھیار تھا اسلئے اُسکا خصوصیت سے ذکر فرمایا، آج توپ و بندوق کی مشق کرنے، ہوائی سروس کا آدمی جب تیاری جہاد کے لئے یہ سب کچھ کرے وہ اس میں داخل ہوگا شیخ نے فرمایا کہ یہ کلام حصر کے لئے نہیں بلکہ شمول کے لئے ہے یعنے یہ مجاہد بھی بہترین لوگوں میں سے ہے؛ ۳؎ عرب میں جانوروں والے لوگ جنگل میں اپنے گھر بنا لیتے تھے وہاں ہی جانوروں میں رہتے تھے ان کی حفاظت بھی کرتے تھے اور اپنا گزارہ بھی انہیں اس لئے افضل فرمایا گیا کہ یہ لبستی کے اکثر فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں لوگوں سے اختلاط بہت سے گناہوں کا سبب ہے ۴؎ اس جملے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ شخص بدترین ہے جس سے فقیر اللہ کے نام پر کچھ مانگے اور وہ نہ دے اس صورت میں دینے سے مراد مطلقًا دینا ہوگا اگرچہ ایک پیسہ ہی ہو یا بحالت مجبوری فقیر کو دعائے خیر دینا ہی ہو ایک یہ کہ وہ سائل بھکاری بدترین شخص ہے جو لوگوں سے اللہ کے نام پر مانگے اور لوگ سے کچھ دیں نہیں کیونکہ یہ سائل اللہ تعالٰی کے نام کی توہین کرتا ہے کہ پیسہ پیسہ کیلئے اللہ کا نام ہر کس و ناکس کے سامنے لیتا ہے (اشعۃ اللمعات) ۵؎ آپ کا نام حوا بنت زید ابن سکن ہے مگر اپنی کنیت میں مشہور ہیں انصاریہ ہیں صحابیہ ہیں، آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں ۶؎ یہاں سائل سے مراد حاجت مند سائل ہے اور جلی کھری سے مراد نہایت معمولی چیز ہے جس کی کوئی قیمت نہ ہو یعنے اگر کوئی حاجت مند سائل آئے تو اسے خواہ معمولی چیز ہی بن پڑے دے دو خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے، آج کل کے پیشہ ور سائل اور جن سائلوں کو دینا منع ہے وہ اس میں داخل نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سائلوں کو نہیں بھی دیا ہے کیونکہ وہاں سائل غیر حاجتمند تھے یا ایسی چیز مانگتے تھے جس کے وہ مستحق نہ تھے یا پیشہ بھیک سے انہیں روکنا مقصود تھا

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنْكُمْ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ وَمَنْ
سَاَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ
فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْنَهٗ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تَرَوْا اَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ
وَالنَّسَائِيُّ. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسْاَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ
اِلَّا الْجَنَّةُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ: اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ

حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم سے اللہ کی پناہ لے اُسے پناہ دے دو[1] اور جو اللہ کے نام پر مانگے اُسے کچھ دو اور جو تمہیں دعوت دے اُسکی دعوت قبول کرو[2] اور جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے اُس کا بدلہ کرو[3] اگر بدلہ کی چیز نہ پاؤ تو اس کو دعائیں دو[4] حتے کہ سمجھ لو کہ تم نے اُسکا بدلہ کر دیا[5] (احمد، ابوداود، نسائی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے نام پر صرف جنت ہی مانگی جائے[6] (ابوداود) تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ

[1] یعنے جو تمہاری سختی یا غیر کی سختی سے تمہارے پاس اللہ کی پناہ مانگے تو اُسے دیدو، کہ اگر تم کسی کو مارنا چاہتے ہو تو معافی دے دو یا کوئی دوسرا اُس پر سختی کرنا چاہتا ہے اور تم دفع کر سکتے ہو تو کردو، یہ حکم اپنے ذاتی معاملات میں ہے، قوم یا دین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تاکہ امن و دین میں خلل نہ پڑے، لہذا یہ حدیث اُسکے خلاف نہیں، کہ آپ نے فاطمہ مخزومیہ کو جس نے چوری کر لی تھی معافی نہ دی۔ [2] بشرطیکہ وہ دعوت ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو لہذا جس ولیمہ میں ناچ گانا خاص کھانے کی جگہ ہو وہاں نہ جائے، ایسے ہی میت کے کھانے پر رسمی دعوت قبول نہ کرے، لہذا یہ فرمان فتوے فقہاء کے خلاف نہیں۔ [3] اسطرح کہ وہ جس قسم کا سلوک تم سے کرے قولی، عملی، مالی تم بھی اُس سے ویسا سلوک کرو، رب تعالے فرماتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ اور فرماتا ہے وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ یہ حکم ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لئے ہے ہمت والے تو اپنے دشمنوں کی برائی کا بدلہ معافی اور بھلائی سے کرتے ہیں۔ شعر

نیا ظلم کا عفو ہے انتقام علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

[4] اس طرح کہ کہو جزاک اللہ یا اس کا کھانا کھا کر کہو اللھم اطعم من اطعمنا واسق من سقانا وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب کوئی سائل دعائیں دیتا، تو آپ پہلے اُسے دعائیں دیتیں، پھر بھیک عطا فرماتیں کسی نے پوچھا کہ آپ عطا سے پہلے دعا کیوں دیتی ہیں فرمایا کہ میرا صدقہ عوض سے بچا رہے رضی اللہ تعالے عنہا (مرقات)۔ [5] اس بنا پر حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی درود شریف پڑھنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص نہ تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ کر سکتا ہے اور نہ بقدر احسان دعائیں ہی دے سکتا ہے کہ ان کے احسانات ہر آن بیشمار پہنچ رہے ہیں ہر کلمہ ہر تلاوت ہر نماز بلکہ ہر نیک عمل میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم پر احسانات ہیں لہذا مرتے مرتے ان کو دعائیں دو یعنے درود پاک پڑھو۔ شعر

جی و باقی جس کی کرتا ہے ثنا مرتے دم تک اُس کی مدحت کیجئے

WWW.NAFSEISLAM.COM

أَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ وَكَانَ اَحَبَّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا

مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ باغوں والے تھے اور انھیں زیادہ پیارا مال باغ بیرحار تھا لے جو مسجد شریف کے سامنے تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لیجاتے تھے اور وہاں کا بہترین پانی پیتے تھے ۲ے حضرت انس رضی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت لن تنالوا البر الخ نازل ہوئی ۳ے تو حضرت ابو طلحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر بولے یا رسول اللہ رب تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم بھلائی اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنا پسندیدہ مال خرچ نہ کرو اور مجھے بہت پسندیدہ مال باغ بیرحاء ہے اب وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے میں اللہ کے پاس اس کا ثواب اور اس کا ذخیرہ

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا اس کے پیارے سے محبت کیجیے

لے شیخ نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے، ایک یہ کسی شخص سے اللہ کے نام پر کچھ نہ مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگنے کی چیز جنت ہے، اور یہ شخص جنت دے نہیں سکتا، دوسرے یہ کہ اللہ تعالےٰ سے اس کے نام پر دنیاوی چیز نہ مانگو، بلکہ اس کے نام پر اس سے جنت مانگو یوں عرض کرو اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ اَنْ تُدْخِلَنَا الْجَنَّةَ، فقیر احمد یار کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالےٰ کے نام پر جنت مانگو، جیسے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ بعض عشاق کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ سے جناب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو مانگو اور جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالےٰ کو مانگو

خدایا از تو عشق مصطفےٰ را | محمد از تو مے خواہم خدا را

حضرت ربیعہ نے بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حضور ہی کو مانگا، مگر چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جنت ہی میں ملیں گے اس لئے جنت بھی مانگ لی عرض کیا آپ سے آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں، جو جنت میں ہوگی۔ لے حضرت طلحہ کے ایک باغ کا نام ہے، اس نام کے محدثین نے آٹھ معنے کئے ہیں، جن میں سے ایک یہ کہ حار ایک آدمی کا نام تھا جس نے یہ کنواں کھدوایا تھا چونکہ یہ کنواں اس باغ میں تھا، لہٰذا باغ کا نام بھی یہی ہوا، وہ کنواں اب تک موجود ہے فقیر نے اس کا پانی پیا ہے، دوسرے یہ کہ بیرحا بروزن فعیل ہے ایک ہی لفظ ہے براح سے مشتق بمعنے کھلی زمین، پہلی صورت میں اس کے معنے ہوں گے حار کا کنواں دوسری صورت میں معنے ہونگے کھلا باغ (از مرقات وغیرہ) ۲ے یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہاں کا پانی بہت محبوب تھا اسی لئے حجاج بلکہ ضرور اس کا پانی برکت کے لئے پیتے ہیں۔ ۳ے جس میں ارشاد ہوا کہ تم بھلائی یعنی رضائے الٰہی یا جنت اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر نور العرفان میں ملاحظہ فرمایئے۔

عِندَ اللهِ فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ
بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّي اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُو
طَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَسَمَهَا اَبُو طَلْحَةَ فِي اَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ كَبِدًا جَائِعًا

چاہتا ہوں ۱؎ یا رسول اللہ آپ اسے وہاں خرچ کریں جہاں رب تعالٰی آپ کی رائے قائم فرمائے ۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب خوب یہ تو بڑا نفع کا مال ہے ۳؎ جو تم نے کہا میں نے سن لیا میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے اہل قرابت میں وقف کردو ۴؎ ابوطلحہ بولے یا رسول اللہ میں یہ ہی کرتا ہوں پھر اسے ابوطلحہ نے اپنے عزیزوں اور چچازادوں میں تقسیم کردیا ۵؎ (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کلیجے کو سیر کردو ۱؎

۱؎ حضرت ابوطلحہ کے اس عرض ومعروض کا مقصد یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپکے اس عمل خیر پر گواہ ہوجائیں اور مسلمانوں میں اس وقف کا اعلان ہوجائے۔ خیال رہے کہ دوسرے نفلی صدقات اگرخفیہ دینا بہتر ہیں مگر وقف کا ہر طرح اعلان کردینا سخت ضروری ہے تاکہ آئندہ اس موقوف چیز پر کوئی ناجائز قبضہ نہ کرسکے حتی کہ مسجد کی عمارت میں مینار گنبد وغیرہ ایسے نشانات قائم کردیئے جائیں جس سے وہ دور سے ہی مسجد معلوم ہو اس میں ریا نہیں بلکہ وقف کا باقی رکھنا ہے نیز آپ کا اپنا دلی اخلاص ظاہر کرنا ریا کیلئے نہ تھا بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا حاصل کرنے کیلئے تھا لہذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں چاہیں اس باغ کی آمدنی لگادیں کہ وہاں خرچ ہوتی ہے چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا اپنی نفس کیطرف سے نہیں ہوتا بلکہ رب تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے اسی لئے اس طرح عرض کیا حَیْثُ اَرَاكَ اللهُ صحابہ کرام اپنے صدقے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے خرچ کراتے تھے تاکہ اس ہاتھ کی برکت سے قبول ہوجائیں، رب تعالٰی فرماتا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا یعنی آپ ان کے مالوں کے صدقے وصول فرمالیں اور ان کے ذریعہ انھیں پاک وصاف فرمادیں آج مسلمان ختم وفاتحہ بھی عرض کرتے ہیں نذر اللہ نیاز رسول اللہ اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے ۳؎ عربی میں نہایت خوشی کے اظہار کے وقت کہا جاتا ہے بَخٍ بَخٍ یعنی خوب خوب، رابح ربح سے بنا بمعنی نفع، رب تعالٰی نے فرمایا ہے فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ یعنی یہ مال بہت نفع والا ہے جیسے لابن دودھ والا اور تامر چھوارے والا یعنی اے ابوطلحہ تمہیں اس باغ کے وقف سے بہت نفع ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال کی قبولیت کی بھی خبر ہے اور یہ بھی کہ کس کا کونسا عمل کس درجہ کا قبول ہے یہ باغ کیوں قبول نہ ہوتا باغ بھی اچھا تھا وقف کرنیوالے بھی اچھے یعنی صحابی اور جن کی طفیل وقف کیا گیا وہ اچھوں کے شہنشاہ صلے اللہ علیہ وسلم ۴؎ یعنی اپنے عزیز واقارب فقراء کو اس کا مصرف بنادو کہ ہمیشہ وہ اس کی آمدنی کھایا کریں تاکہ تمہیں صدقہ کے ساتھ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنے کا بھی ثواب ملتا رہے خیال رہے کہ بعض اوقاف وہ ہوتے ہیں جن سے امیر وغریب حتی کہ وقف کرنیوالا بھی نفع حاصل کرسکتا ہے جیسے کنواں، مسجد، قبرستان، مسافرخانہ، ۵؎ اس کے معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ باغ تو وقف ہوا مگر اس کی تولیت تقسیم کردی گئی کہ اتنے حصہ کے فلاں متولی کہ خود کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں اور

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ؞ بَابُ صَدَقَةِ الْمَرْأَةِ مِنْ مَالِ الزَّوْجِ ؞ اَلْفَصْلُ
الْأَوَّلُ ؞ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ
طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ
مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ

بیہقی نے شعب الایمان باب خاوند کے مال سے بیوی کی خیرات ۱؎ فصل پہلی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہو تو اسے خیرات کرنے کا ثواب ہوگا ۲؎ اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب اور خزانچی کو بھی اس کے برابر جن میں کوئی دوسرے کے ثواب سے کچھ کم نہ کریگا ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے ۴؎ اس کے صریحی حکم کے بغیر خیرات کرے۔

اتنے حصے کے فلاں، دوسرے یہ کہ خود باغ ہی کو تقسیم کردیا کہ ان لوگوں کو ان حصوں کا مالک بنادیا مگر اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ امارت میں ان کے اہل قرابت سے وہ باغ خرید لیا اور وہاں اپنی عمارتیں بنائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقسیم بطریق تملیک تھی بطریق تقسیم تولیت تھی حضرت حسان ابن ثابت و ابی ابن کعب کو بھی اس سے حصہ ملا تھا ۶؎ بھوکے کلیجے سے مراد ہر بھوکا جاندار ہے انسان ہو یا دیگر جانور پھر انسانوں میں مومن ہو یا کافر (مرقات و لمعات) مگر اس سے موذی جانور علیحدہ ہیں جیسے شیر بھیڑیا، سانپ وغیرہ۔ بعض مشائخ کے ہاں لنگر عام جاری ہوتا ہے جہاں ہر آنے والا کھاتا ہے، بعض بزرگوں کے ہاں جانوروں کبوتروں کووں وغیرہ کو دانہ ڈالا جاتا ہے بعض لوگ مدینہ منورہ کے کبوتروں کیلئے حجاج کے ہاتھ دانہ بھیجتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے ۱؎ اگرچہ باب میں صرف بیوی کا ذکر ہے مگر اس میں خازن نوکر چاکر سب شامل ہیں اسی لئے اس باب میں خازن کے خرچ کرنے کا بھی ذکر ہوگا چونکہ عموماً بیویاں ہی خاوند کے مال سے خیرات کیا کرتی ہیں خازن تو کسی کسی کے پاس ہوتے ہیں اس لئے بیویوں کا ذکر ہوا ۲؎ اگرچہ حدیث پاک میں کھانے کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنے کی خاوند کی طرف سے عادۃً اجازت ہوتی ہے جیسے پھٹا پرانا کپڑا ٹوٹا جوتا وغیرہ اور کھانے میں بھی عام کھانا روٹی سالن داخل ہے جس کی خیرات کرنے کی خاوند کی طرف سے ناراضی نہیں ہوتی اگر خاوند نے کوئی خاص حلوہ یا معجون اپنے گھر کے خرچ کیلئے بہت روپیہ خرچ کرکے تیار کی ہے تو اس میں سے خیرات کی عورت کو اجازت نہیں۔ مرقات نے فرمایا یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ مہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ بھکاری فقیر پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہی ہے کہ مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کردینے کی عادت ہوتی ہے ۳؎ یہاں اصل ثواب میں سب برابر ہیں اگرچہ مقدار ثواب میں فرق ہے کمانے والے کا ثواب ان سب میں زیادہ ہوگا لہذا یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں عورت کیلئے آدھا ثواب فرمایا گیا ہے کہ یہاں اصل ثواب میں برابری مقصود ہے اور وہاں مقدار ثواب میں فرق ہے ۴؎ خاوند کی کمائی کی اس لئے قید لگائی

WWW.NAFSEISLAM.COM

فَلَهَا نِصْفُ اَجْرِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِيْ يُعْطِيْ مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِيْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ؛ عَنْ

تو اسے خاوند سے آدھا ثواب ہوگا[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان امانت دار خزانچی کہ[2] جو اسے حکم دیا جاتے وہ پورا اور مکمل خوش دلی سے خیرات کردے اور اس کو دے جسے دینے کو کہا گیا وہ بھی دو میں سے ایک صدقہ دینے والا ہے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئیں میرا خیال ہے کہ اگر کچھ بولتیں تو خیرات کرتیں تو کیا انہیں ثواب ہوگا اگر میں ان کی طرف سے خیرات کردوں فرمایا ہاں[5] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے۔

کہ اگر عورت اپنی ملک خیرات کرے تو اس کا یہ حکم ہے نہیں [1] یہ اس صورت میں ہے کہ خاوند نے صراحۃً تو خیرات کی اجازت نہ دی ہو مگر عرفاً اجازت ہو عورت کو معلوم ہو کہ خاوند اس خرچ سے ناراض نہ ہوگا عورت کو آدھا ثواب اسی لئے فرمایا کہ مرد کمانے والا ہے کمانے میں محنت زیادہ ہوتی ہے اور ثواب بقدر مشقت ملتا ہے [2] مبادشاہوں کے امیروں کے ہاں خزانچی بھی ملازم ہوتے ہیں جن کے پاس مالک کا روپیہ جمع رہتا ہے جس کا وہ لین دین کرتے ہیں اور حساب رکھتے ہیں خزانچی مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی اگلا اجر صرف مسلمان خزانچی کے لئے ہے کیونکہ کافر کسی نیکی کے ثواب کا مستحق نہیں ثواب قبولیت پر ملتا ہے اور قبولیت کی شرط اسلام ہے اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ حتی الامکان خزانچی مسلمان رکھے اور کلیدی اسامیوں پر مسلمان کو لگائے رب تعالٰی فرماتا ہے۔ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ کفار کو اپنا مخیر نہ بناؤ وزیر امین اور حساب داں مسلمان کو خزانچی بناؤ [3] یعنی اگر مسلمان امین خزانچی میں صدقہ دیتے وقت چار صفتیں جمع ہو جائیں تو مالک کی طرح اسے بھی صدقہ کا ثواب ملیگا مالک کے حکم سے صدقہ دے پورا پورا صدقہ دے حکم سے کم نہ دے خوشدلی سے دے جل کر نہ دے جیسا کہ بعض خازنوں کی عادت ہے کہ مالک خیرات کرے ان کی جان جلے جہاں صدقہ دینے کو کہا گیا ہے وہاں ہی دے مصرف نہ بدلے مسجد میں دینے کو کہا ہے تو مسجد میں دے خانقاہ پر خرچ کرنے کو کہا ہے تو وہاں ہی خرچ کرے وحی کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے فمن بدله بعد ما سمعه فانما اثمه على الذين يبدلونه یہ حدیث گویا اس آیت شریف کی تفسیر ہے [4] یہ سائل حضرت عبادہ ابن عبادہ تھے ان کی والدہ عمرہ بنت مسعود ابن قیس ابن عمرو ابن زید تھیں ۵ھ ہجری میں ہارٹ فیل (HORT FAIL) یعنے حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پاگئیں ناگہانی موت غافل کیلئے عذاب ہے کہ اسے توبہ اور نیک اعمال کا موقعہ نہیں ملتا مگر ذکر خدا میں رہنے والے مومن کے لئے رحمت کہ اللہ تعالٰی اسے بیماری کی شدتوں سے بچالیتا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں آپ کی والدہ صحابیہ ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرچکی تھیں، بڑی عابدہ زاہدہ تھیں [5] یعنے ہاں ان کی طرف سے تم صدقہ دو انہیں ضرور ثواب ملیگا لمعات میں حضرت

أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي خُطْبَتِهٖ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِّنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا بَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَآءَ قَامَتِ امْرَأَةٌ جَلِيْلَةٌ كَأَنَّهَا مِنْ نِّسَآءِ مُضَرَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّا كَلٌّ عَلٰى آبَائِنَا وَأَبْنَائِنَا وَأَزْوَاجِنَا فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ قَالَ الرَّطْبُ

حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بغیر خاوند کی اجازت کچھ خرچ نہ کرے[1] عرض کیا گیا یارسول اللہ کھانا بھی نہیں فرمایا یہ تو ہمارا بہترین مال ہے[2] (ترمذی) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ایک شاندار عورت شاید وہ مضر کی عورتوں سے تھی[3] اٹھی اور بولی یا نبی اللہ ہم تو اپنے باپ دادوں اولاد اور خاوندوں پر بوجھ ہیں[4] ہمیں ان کے مالوں سے کس قدر درست ہے فرمایا۔

شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ اور اس کے لئے دعا کرنا سنت ہے اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے صدقہ کے ثواب پہنچنے میں تمام اہل حق کا اتفاق ہے البتہ بدنی عبادات کے متعلق علماء میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے ہم بیرام سعد کی حدیث میں اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان کرچکے ہیں کہ اس قسم کی ایصال ثواب کی احادیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہیں کہ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى اور نہ اس کے کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کیونکہ ان آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادتیں ادا نہیں کرسکتا کہ اس کی طرف سے نمازیں فرض ادا کردیا کرے یا روزے رکھ دیا کرے اداء فرض اور ہے ثواب کچھ اور اسی لئے آیات میں کسب و سعی کا ذکر ہوا کہ ثواب کا ایصال ثواب تو قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب فہرست القرآن اشعۃ اللمعات میں اسی جگہ ہے کہ شیخ عزالدین عبدالسلام کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا فرمایا ہم دنیا میں تو تلاوت قرآن کے ثواب پہنچنے کے منکر تھے مگر اس جہاں میں آکر پتہ لگا کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

[1] یعنی بیوی خاوند کے مال سے بغیر اجازت خیرات نہ کرے اجازت خواہ صریحی ہو یا عرفی جیسے عام طور پر بیویوں کو خاوندوں کی طرف سے روٹی کا ٹکڑا معمولی چیز خیرات کردینے، مہمانوں کی خاطر تواضع کردینے کی اجازت ہوتی ہے بلکہ خاوند اس پر مطلع ہو کر خوش ہوتے ہیں کہ ہماری بیوی سلیقہ مند ہے مہمان نواز ہے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں۔ [2] یعنی کھانا تو بہترین مال ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے جب اپنے خاوند کی اجازت بغیر معمولی چیز بھی خرچ نہیں کرسکتی تو کھانے جیسی بہترین چیز کیسے خیرات کرسکتی ہے اس کا مطلب بھی عرض کیا گیا۔ [3] یعنی حسین صورت دراز قامت عزت و شرف والی کہ قبیلہ مضر کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے آج مصری لوگ یعنی غالبًا وہ بی بی قبیلہ مضر ابن نزار سے تھیں۔ [4] یعنی یہ لوگ ہم کو ہمارے حق پورے نہیں دیتے ہم پر خرچ کرتے گھبراتے ہیں۔ خیال رہے کہ لڑکی کا خرچ شادی سے پہلے باپ کے ذمہ ہے شادی کے بعد خاوند کے ذمہ صاحب اولاد ہونے کے بعد بیٹے پر ماں باپ کی ہر طرح کی خدمت لازم ہے مگر پھر بھی

تَأْكُلُنَهٗ وَتُهْدِيْنَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اٰبِى اللَّحْمِ قَالَ اَمَرَنِىْ مَوْلَایَ اَنْ اُقَدِّدَ لَحْمًا فَجَآءَنِىْ مِسْكِيْنٌ فَاَطْعَمْتُهٗ مِنْهُ فَعَلِمَ بِذٰلِكَ مَوْلَایَ فَضَرَبَنِىْ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَدَعَاهُ فَقَالَ لِمَ ضَرَبْتَهٗ قَالَ يُعْطِىْ طَعَامِىْ بِغَيْرِ اَنْ اٰمُرَهٗ فَقَالَ الْاَجْرُ بَيْنَكُمَا وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوْكًا فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَصَدَّقُ مِنْ مَّالِ مَوَالِىَّ بِشَیْءٍ قَالَ نَعَمْ وَ

تو کھانا ہے تم کھالو اور ہدیہ دے سکو ۷ (ابوداؤد) تیسری فصل: روایت ہے حضرت عمیر سے جو ابی اللحم کے غلام ہیں ۲ فرماتے ہیں کہ میرے مولا نے مجھے گوشت سکھانے کا حکم دیا ۳ کہ ایک مسکین آگیا جسے میں نے اس میں سے کچھ دے دیا ۴ اسکی خبر میرے مولا کو ہوئی تو اس نے مجھے مارا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ماجرا حضور سے عرض کیا ۵ حضور نے انہیں بلایا فرمایا تم نے انہیں کیوں مارا عرض کیا کہ یہ میرا کھانا میری بغیر اجازت دے دیتا ہے فرمایا تو اب تم دونوں کو ہے ۶ ایک روایت میں یوں ہے کہ فرماتے ہیں میں مملوک تھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اپنے مولا کے مال سے کچھ خیرات کردیا کروں فرمایا ہاں اور۔

خاوند پر اس کا خرچہ رہیگا ۔ ۱ یعنی پکے ہوئے کھانے میوہ جو زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے انہیں خود بھی کھاؤ اور ہدیہ بھی دو ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان چیزوں کے ہدیہ کی عرفًا اجازت ہوتی ہے حق یہ ہے کہ یہ حدیث باپ، اولاد، خاوند سب کے مال کے متعلق ہے لڑکی باپ کے مال سے ماں اولاد کے مال سے بیوی خاوند کے مال سے بغیر صریحی اجازت اس قسم کی چیزوں میں سے صدقہ ہدیہ سب کچھ کرسکتی ہے حق یہ ہی ہے ۔ ۲ عمیر صحابی ہیں غزوہ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے ان کے مولٰی بھی صحابی ہیں ان کے مولٰی کا نام عبداللہ ہے لقب ابی اللحم یعنی گوشت کے انکاری چونکہ یہ گوشت کی تجارت کرتے تھے مگر خود بالکل نہ کھاتے تھے اس لئے ان کا یہ لقب ہوا، بعض نے فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام کا ذبح کیا ہوا گوشت نہ کھاتے تھے مشہور اور پرانے صحابہ میں سے ہیں جنگ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ حنین میں شہید ۔ ۳ اُقَدِّدُ قَدٌّ سے بنا معنی گوشت کے ٹکڑے یا پارچے کرنا پھر یہ پارچے سکھائے بھی جاتے ہیں اس لئے اب سکھانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اہل عرب گوشت سکھا کر مہینوں استعمال کرتے ہیں اب بھی سوکھا گوشت ولایت سے بند ڈبوں میں آتا ہے ۔ ۴ یہ چوری یا مولٰی کے نقصان کی نیت سے نہیں بلکہ محض ثواب کی غرض سے، کیونکہ غلاموں کو اس قسم کے صدقات کی عادۃً اجازت ہوتی ہے ۔ ۵ اس جملہ سے فقیر کی شرح کو قوت پہنچتی ہے اگر ان کی نیت فاسد ہوتی تو اس واقعہ کو دبا لیتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت نہ لاتے شکایت کا منشا یہ ہی تھا کہ میں تو مولٰی کے مال سے صدقہ کرکے ان کا فائدہ کرتا ہوں وہ مجھے مارتے ہیں ۔ ۶ یعنی اگر تم اس کے دیئے ہوئے سے راضی ہوجاؤ تو تم بھی ثواب پاؤ ۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ غلام کو مولٰی کی بغیر اجازت اس کے مال میں تصرف کرنے کی مطلقًا اجازت دے دی جائے بلکہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی نیک نیتی پر مطلع تھے اس لئے ان کے مولٰی کو ایک بہتر بات کی ہدایت دی اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولٰی بلا قصور بھی غلام کو مار دے تو مولٰی پر اس کا قصاص نہیں یونہی اگر باپ بیٹے کو استاد شاگرد کو غلط فہمی کی بنا پر بلاوجہ بھی مارے تو قصاص نہیں، دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے

الْاَجْرُ بَيْنَكُمَا نِصْفَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ بَابُ مَنْ لَّا يَعُوْدُ فِي الصَّدَقَةِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهٗ وَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يَبِيْعُهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهٗ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ

ثواب تم دونوں کو آدھا آدھا ہوگا ۱ مسلم باب کون شخص صدقہ واپس نہ لے ۲ فصل پہلی روایت ہے حضرت عمر ابن الخطاب سے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا ۳ جس کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اسے برباد کردیا ۴ میں نے چاہا کہ گھوڑا خرید لوں میرا خیال تھا کہ سستا بیچ دے گا ۵ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا اسے نہ خریدو اور اپنا صدقہ واپس نہ لو اگرچہ تمہیں ایک درہم میں دے دے ۶ کیونکہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرکے چاٹ لے ایک اور روایت میں ہے صدقہ واپس نہ لو کہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا

بلاقصور ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے مگر اصل واقعہ اور حضرت ہارون علیہ السلام کی بےقصوری معلوم ہونے پر ان کیلئے دعا کی لیکن قصاص دیا لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کو حضرت عکاشہ کے سامنے پیش فرمادینا تعلیم عدل کیلئے ہے نہ کہ بیان قانون کے لیے ۱ اس کا مطلب وہی ہے جو پہلے عرض کیا جاچکا کہ اس سے وہ صورتیں مراد ہوتی ہیں جن میں مولیٰ کیطرف سے غلام کو عرفًا خرچ کردینے کی اجازت ہوتی ہے ورنہ کسی کا مال اس کی بغیر اجازت خیرات نہیں کرسکتے ۲ صدقہ واپس لینے کی چند صورتیں ہیں دیکر واپس لے لینا دیکر خرید لینا دینے کے بعد بطور میراث پھر صدقہ کا لوٹ آنا پہلی صورت بالکل ناجائز ہے، اور تیسری صورت بالکل جائز، دوسری صورت میں کچھ تفصیل ہے۔ خیال رہے کہ ہدیے کو واپس لینا جائز ہے اگرچہ بہت برا، اسکی بحث پہلے ہوچکی، مگر صدقہ دے کر واپس لینا جائز ہی نہیں ۳ بطور خیرات تاکہ اس پر جہاد وغیرہ کیا کرے، عاریۃً دینا مراد نہیں بلکہ مالک بنادینا مراد ہے ۴ اس طرح کہ اسکی خدمت کم کی جس سے وہ کمزور و دبلا ہوکر گویا برباد ہی ہوگیا ۵ یا اس لئے کہ گھوڑا کمزور ہوچکا ہے، جس سے اس کی قیمت گھٹ گئی یا اسلئے کہ میں اس کا محسن ہوں، مجھے رعایت سے دے گا، کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے، دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے ۶ اسی جملہ کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ کا خریدنا حرام ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے، اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقعہ پر فقیر صدقہ دینے والے کی گذشتہ مہربانی کا خیال کرتے ہوئے اسے سستا دیگا، اور یہ قیمت کی کمی صدقہ کی واپسی ہے، مثلاً اگر سو روپیہ کا مال اس نے ۸۰ میں دے دیا، تو گویا صدقہ دینے والے نے بیس روپیہ صدقہ کرکے واپس لے لئے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ملک بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اس کی مثال بالکل یوں سمجھو، کہ اگر تم نے اپنے پڑوسی فقیر کو صدقہ دیا، اس نے اس مال کا کھانا پکا کر تمہاری دعوت کی، یہ اگر اس مہربانی کے شکریہ میں ہو، تو وہ دعوت ناجائز ہے، اور اگر عام دعوت تھی، جس میں اتفاقًا تمہیں بھی بلا لیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلٰى أُمِّي بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا قَالَ صُومِي عَنْهَا قَالَتْ إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَأَحُجُّ قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ كِتَابُ الصَّوْمِ ؛ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

ایسا ہے جیسے اپنی قے دوبارہ کھا لینے والا ہے ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی بولی یارسول اللہ میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ میں دی تھی اور ماں فوت ہوگئی ۲؎ فرمایا تمہارا ثواب پورا ہوگیا اور میراث نے تمہیں لونڈی واپس دے دی ۳؎ عرض کیا یارسول اللہ میری ماں پر ایک مہینہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ دوں فرمایا رکھ دو ۴؎ بولی اس نے حج نہ کیا تھا کیا میں کروں فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کردو ۵؎ (مسلم) روزے کا بیان ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول۔

۱؎ اس تشبیہ سے معلوم ہورہا ہے کہ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ کتے کے اپنی قے کو چاٹ لینے سے اس کا پیٹ تو بھر ہی جائیگا مگر یہ کام گھناؤنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائیگی اگرچہ کام بہت برا ہے یہی تشبیہ ہبہ واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ ہبہ کی واپسی بالاتفاق جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے ۲؎ اور وہ لونڈی بطور میراث مجھے مل رہی ہے آیا اسے لوں یا نہ لوں کسی اور کو خیرات دے دوں اس جملہ سے معلوم ہوا کہ غریب ماں باپ کو صدقہ نفلی دے سکتے ہیں صدقہ فرض نہیں دے سکتے اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی اور ہوسکتا ہے کہ ان بی بی نے اپنی ماں کو لونڈی ہدیۃً دی ہو اور صدقہ سے ہدیہ مراد لیا ہو ۳؎ اس حدیث نے تصریح کردی کہ بطور میراث اگر اپنا صدقہ لوٹ آئے تو اسکا لینا جائز ہے بعض علماء نے فرمایا کہ دوسرے فقیر کو دیدے کیونکہ یہ حق اللہ بن چکا ہے مگر یہ قیاس حدیث کے مقابل ہے لہذا رد ہے ۴؎ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ میت کے قضا روزے وارث رکھ سکتا ہے لیکن امام ابوحنیفہ و شافعی و مالک علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں نہیں رکھ سکتا کیونکہ روزہ خالص بدنی عبادت ہے جس میں نیابت ناجائز ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ اور فرماتا ہے وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ روزے رکھے یہاں روزوں کا کفارہ دینا مراد ہے یعنی تم اپنی ماں کے روزوں کا فدیہ دیدو جو گویا روزہ ہے ۵؎ خواہ انہوں نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اگر ان پر حج فرض تھا تو ان کی طرف سے تم کردو تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قریب الغنا بیمار یا بوڑھے کی طرف سے اور میت کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے کیونکہ حج خالص بدنی عبادت نہیں بلکہ بدنی اور مالی کا مجموعہ ہے جو سخت مجبوری اور معذوری کی حالت میں دوسرے کے ادا کردینے سے ادا ہوسکتا ہے لہذا یہ حدیث ان تمام بزرگوں کی دلیل ہے عبادات تین قسم کی ہیں محض بدنی محض مالی بدنی و مالی کا مجموعہ محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقًا ناجائز ہے جیسے روزہ، نماز، اور محض مالی

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّۃِ ثَمَانِیَۃُ اَبْوَابٍ مِنْھَا بَابٌ یُسَمَّی الرَّیَّانُ لَا یَدْخُلُہٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب رمضان آتا ہے ۱؎ تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۲؎ اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں ۳؎ ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں ۴؎ جن میں سے ایک باب الریان ہے جس میں صرف روزے دار داخل ہوں گے ۵؎ (مسلم بخاری)

۱؎ صوم کے لغوی معنے ہیں باز رہنا قرآن کریم فرماتا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا یعنی میں نے بات چیت سے باز رہنے کی نذر مانی ہے شریعت میں صبح سے شام تک بہ نیت عبادت صحبت سے اور کسی چیز کے پیٹ یا دماغ میں داخل کرنے سے باز رہنے کو صوم کہا جاتا ہے روزہ کا منشاء ہے نفس کا زور توڑنا دل میں صفائی پیدا کرنا فقراء اور مساکین کی موافقت کرنا، ساکین پر اپنے دل کو نرم بنانا مرقات میں ہے کہ یوسف علیہ السلام زمانہ قحط میں پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے تاکہ بھوکوں فاقہ مستوں کا حق نہ بھول جائیں۔ لمعات مرقات اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ ۲ ہجری میں تبدیلی قبلہ کے ایک مہینہ بعد ہجرت سے اٹھارھویں مہینہ دسویں شعبان کو روزہ فرض ہوئے روزے کی فرضیت میں چھ قسم کی تبدیلیاں ہوئیں جنہیں ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پارہ دوم میں تفصیل وار بیان کیا ہے لے رمضان رمض سے بنا بمعنے گرمی یا گرم چوکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنا دیتی ہے اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قرب الٰہی زیادہ کرتا ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں نیز یہ اللہ کی رحمت محبت، ضمان امان اور نور لیکر آتا ہے اس لئے رمضان کہلاتا ہے خیال رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے اور پانچ ہی عبادتیں روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر میں عبادات اور تلاوت قرآن اسی مہینہ میں قرآن کریم اترا اور اسی مہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا ماہ رمضان کے تفصیلی وار فضائل ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں دیکھو ۲؎ حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور و غلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آ گیا اور وہ روزہ داروں کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ۳؎ یہ جملہ بھی اپنے ظاہری معنے پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقع دوزخ کے دروازے ہی بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی وہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے درحقیقت میں ابلیس مع اپنی ذریتوں کے قید کر دیا جاتا ہے اس مہینہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایمان و اخلاص سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۱؎ اور جو رمضان میں ایمان و اخلاص سے راتوں میں عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۲؎ اور جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۳؎ (مسلم بخاری)

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کی ساری نیکیاں دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھائی جائیں گی ۴؎ رب تعالٰے فرماتا ہے سوائے روزہ کے کہ روزہ تو میرا ہے ۵؎

میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہکانے سے فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت سے اعتراضات دفع ہوگئے مثلًا یہ کہ جب ابھی جنت میں کوئی جا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دوزخ کے دروازے بند ہوگئے تو رمضان میں گرمی کہاں سے آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہوگیا تو اس مہینہ میں گناہ کیسے ہوتے ہیں ۴؎ یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی ہی دیوار میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں ۵؎ ریان بروزن فعلان ری سے بنا بمعنی تروتازگی سیرابی و سبزی چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوک کے پیاس سے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لئے ان کے داخلے کیلئے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب سبزہ پھل فروٹ اور سیرابی ہے اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم و گمان میں آسکتا ہے نہ بیان میں اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہوجائیں مگر اس دروازہ سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کیلئے مخصوص ہے ۶؎ احتساب حسب سے بنا بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کیساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہوجائیں اس کا نفع تو بیشمار ہے دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندو دل کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کا علاج کیلئے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کیلئے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں ۲؎ اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد ۳؎ مرقات نے فرمایا کہ جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہوجاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اور تراویح کی برکت

أَنَا أَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ أَجْلِيْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَ

اور میں ہی اس کا ثواب دونگا[1] وہ میرے لئے اپنی شہوت اور اپنا کھانا چھوڑتا ہے[2] روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملتے وقت[3] روزہ دار کی منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے[4] اور روزے ڈھال ہیں[5] اور

سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑجاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہوگئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوا[11] یعنے تا نوٗنا ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گن اور زیادہ سے زیادہ سات سو گن ہے اگر اللہ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے اس حدیث سے دو آیتوں کیطرف اشارہ ہے ایک تو مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اور دوسری كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ[5] اگرچہ ساری عبادتیں اللہ تعالٰی کی ہیں مگر خصوصیت سے روزہ کو فرمایا کہ یہ میرا ہے چند وجہوں سے ایک یہ کہ دیگر عبادات میں اطاعت غالب ہے اور روزہ میں عشق غالب اور روزہ دار میں علامات عشق جمع ہو جاتی ہے۔ شعر

عاشقاں را شش نشان است اے پسر — آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
کم خورد کم گفتن و خفتن حرام — گر تو پرسند ستہ دیگر کدام

اور مطیع کا عوض ثواب ہے عاشق کا عوض لقائے یار دوسرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے مگر روزہ میں ریا نہیں ہو سکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے جو اندر باہر کچھ نہ کھائے پیئے وہ یقینًا مخلص ہی ہے ریاکار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کر سکتا ہے تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں اہل حقوق چھین سکتے ہیں حتی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کی عوض لے لیگا (شامی) مگر روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا رب تعالٰی فرمائیگا کہ روزہ تو میرا ہے کسی کو نہیں ملیگا۔ چوتھے یہ کہ کفار و مشرکین دوسری عبادتیں بتوں کیلئے بھی کر لیتے ہیں قربانی، سجدہ، حج، خیرات وغیرہ مگر کوئی کافر روزہ بت کیلئے نہیں رکھتا اگر روزہ رکھتے بھی ہیں تو صفائی نفس کیلئے تا کہ اس صفائی سے بتوں سے قرب حاصل ہو غرض کہ روزہ غیر اللہ کیلئے نہیں ہوتا بعض از مرقات، اشعہ وغیرہ)۔

[1] اس عبارت کی دو قراتیں ہیں اجزی معروف اور اجزی مجہول یعنے روزہ کا بدلہ میں براہ راست خود دونگا ہیں دینے والا روزہ دار لینے والا جو چاہوں دوں اس کی جزا مقرر نہیں یا روزہ کا بدلہ میں خود ہوں یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا رب اس کی وجہ آگے آرہی ہے[2] یعنے دوسرے عابد عابد ہیں یہ عابد بھی اور عاشق بھی یا روزہ دار ریا کے لئے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف میری رضا کے لئے چھوڑتا ہے ریاکار چھپکر کھا کر روزہ ظاہر کر سکتا ہے[3] سبحان اللہ کیسا پیارا فرمان ہے روزہ دار کو افطار کے وقت روحانی خوشی بھی ہوتی ہے کہ عبادات ادا ہوئی رب تعالٰی راضی ہوا سینہ میں نور دل میں سرور ہوا اور جسمانی فرحت بھی کہ سخت پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں رب تعالٰی کی روزی بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اور انشاء اللہ مرتے وقت بھی بروز قیامت بھی

إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۞ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ

جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بری بات کہے نہ شور مچائے؎۱ اگر کوئی اس سے گالی گلوچ یا جنگ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں؎۲ (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا؎۳ اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے بھلائی چاہنے والے آ؎۴ اور برائی چاہنے والے باز آ؎۵ اور اللہ کی طرف سے لوگ آگ سے

رب تعالٰی کی مہربانی دیکھ کر روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان سے باہر ہے وہ کریم فرمائیگا کہ دنیا میں جو میں کہتا وہ تو نے کیا اب جو تو کہے گا وہ میں کروں گا اللہ تعالٰی خیریت سے وہ وقت دکھائے اللہ کا شکر ہے کہ فقیر حقیر گنہگار یہ بیان بھی آج ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ جمعرات کے دن لکھ رہا ہے رب تعالٰی اپنے فضل و کرم اور محبوب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس قال کو حال بنا دے؎۴ خیال رہے کہ منہ کی وہ بدبو جو دانتوں کے میل وغیرہ یا بیماری سے پیدا ہو کر مکروہ کہلاتی ہے اور جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا سے خلوف کہتے ہیں دانتوں کے میل کی بو تو مسواک و منجن سے جا سکتی ہے اور بیماری کی بو دواؤں سے مگر خلو معدہ کی بو صرف کھانے سے جا سکتی ہے تجربہ ہے کہ یہ بو مسواک کے بعد بھی رہتی ہے لہذا یہ حدیث نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر دلیل ہے کہ بعد زوال روزہ میں مسواک منع ہے اور نہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ کے خلاف ہے کہ روزہ میں مسواک ہر وقت جائز ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ جملہ ایسا ہے جیسے ماں کہے کہ مجھے اپنے بچے کا پسینہ کیوڑے گلاب سے پیارا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پسینہ دھویا بھی نہ جاوے روزہ میں مسواک کی پوری بحث ان شاء اللہ آگے آئیگی؎۵ کہ دنیا میں نفس و شیطان کے شر سے بچاتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائیں گے؎۱ شور سے مراد جنگ و جدال کا شور ہے شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضا کا کہ انہیں گناہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے؎۲ لہذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں ہوں ان شاء اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہو جائیگا، یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے لڑنا گویا رب کا مقابلہ کرنا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر و ریا کیلئے نہ ہو؎۳ ان تین جملوں کی شرح ابھی کچھ پہلے ہو چکی ہے کہ یہ تینوں جملے اپنے ظاہری معنے پر ہیں ان میں کسی کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں چونکہ ابلیس ایک ہے اور اس کی ذریت بہت قسم کی جن کے نام بھی الگ ہیں اور کام بھی الگ یہ سب ہی ایک مہینہ کے لئے گرفتار کر لئے جاتے ہیں اس لئے شیاطین جمع فرمایا مرقات نے یہاں فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں جنت اور

وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ؎۲ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ؎ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ؎ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ؎

آزاد کئے جاتے ہیں یہ ہر رات ہوتا ہے؎۱ (ترمذی) ابن ماجہ) احمد نے ایک شخص سے روایت کی ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے؎۲ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان آگیا برکت والا مہینہ ہے؎۳ اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے؎۴ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں؎۵

دوزخ کے دروازے کبھی کھلتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں مگر رمضان میں سارا مہینہ دوزخ کے دروازے بند رہتے ہیں جنت کے کھلے، سبحان اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ اطہر کا دروازہ دیگر مہینوں میں شب جمعہ کو کھلتا ہے مگر ماہ رمضان میں ہمیشہ کھلا رہتا ہے کیوں نہ ہو کہ وہ ہم غریبوں کی جنت ہے۔ شعر:

مسجد من کعبہ من خلدِ ما　　　　آستان تو در تو کوئے تو

؎۵ اللہ کی طرف آ، رسول اللہ کی طرف آ، جنت کی طرف آ، مسجد کی طرف آ، عبادات کی طرف آ کیونکہ اب عمل قلیل پر جزائے جلیل ملے گی، زمانہ کمائی کا آگیا کچھ کمالے؎۶ گناہوں سے باز آ، غیر اللہ کیطرف جانے سے باز آ رب تعالٰی مہربان ہے اس سے شرم کر اس آواز کا اثر یہ دیکھا جارہا ہے کہ اس زمانہ میں بے نماز نمازی ہوجاتے ہیں، بخیل سخی بن جاتے ہیں بچے اور بیمار جو نماز سے گھبرائیں روزہ پر حریص ہوتے ہیں حالانکہ روزہ نماز سے دشوار ہے روزہ میں عادۃً سستی اور نیند بڑھ جاتی ہے مگر پھر بھی مسجدیں بھری رہتی ہیں اور راتیں ذکر اللہ سے آباد۔

؎۱ یعنی مہینہ بھر روزانہ افطار کے وقت بہت سے ہم جیسے گنہگار جو اپنے گیارہ مہینوں کی بدکاریوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہوچکے ہوتے ہیں انہیں اللہ روزہ کی برکت سے معاف دے دیتا ہے فرماتا ہے اگرچہ گنہگار ہیں مگر روزہ دار ہیں بخش دیا؎۲ یعنی حدیث مرفوع غریب ہے موقوف صحیح ہے اور ہوسکتا ہے کہ غریب بھی ہو اور صحیح بھی کیونکہ غرابت حسن یا صحیح ہونے کے خلاف نہیں (مرقات) امام حذری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی ابوبکر ابن عیاش بھی ہیں جن کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگرچہ امام عاصم قاری کے شاگرد ہیں اور امام حفص پر قرات میں مقدم ہیں اور فضائل و کمالات میں اپنے اہل زمانہ پر فوقیت رکھتے ہیں مگر کچھ حافظہ کے کمزور تھے؎۳ برکت کے معنی ہیں بیٹھ جانا جم جانا اسی لئے اونٹ کے طویلہ کو مبارک الابل کہا جاتا ہے کہ وہاں اونٹ بیٹھتے بندھتے ہیں اب وہ زیادتی خیر جو آ کر نہ جائے برکت کہلاتی ہے چونکہ ماہ رمضان میں حسی برکتیں بھی ہیں اور غیبی برکتیں بھی اسلئے اس مہینہ کا نام ماہ مبارک بھی ہے رمضان میں قدرتی طور پر مومنوں کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی آمد پر خوش ہونا ایک دوسرے کو مبارکباد دینا سنت ہے اور جس کی آمد پر خوشی ہونا چاہیئے اس کے جانے پر غم بھی ہونا چاہیے دیکھو نکاح ختم ہونے پر عورت کو شرعًا غم لازم ہے اسی لئے اکثر مسلمان جمعۃ الوداع کو مغموم اور چشم پرنم ہوتے ہیں اور خطبا اس دن میں کچھ وداعیہ کلمات کہتے ہیں تاکہ مسلمان باقی گھڑیوں کو غنیمت جان کر نیکیوں میں اور زیادہ کوشش کریں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے؎۴ یعنی سب پر روزہ رمضان ہی فرض ہیں طاقت روزہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ لِلّٰهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ إِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ

دوزخ کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اور اس میں مردود شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں[۱] اس میں ایک ہے ہزار مہینوں سے بہتر [۲] جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا[۳] (احمد نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے[۲] روزے عرض کریں گے یارب میں نے اسے دن میں کھانے اور شہوت سے روکا لہذا اس کے بارے میں میری شفاعت قبول کر اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات میں سونے سے روکا

رکھنے والا فدیہ نہیں دے سکتا رب تعالٰی فرماتا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ حتی کہ حائضہ عورت نمازوں کی قضا نہیں کرتی مگر روزوں کی قضا کرتی ہے لہذا حدیث اپنے ظاہر پر ہے[۵] آسمان میں بہت سی قسم کے دروازے ہیں روزی اور فرشتے اترنے کیلئے دروازے لوگوں کے اعمال جانیکے دروازے عذاب آنیکے دروازے مخصوص رحمتیں اترنے کے دروازے وغیرہ یہاں یہ آخری قسم کے دروازے مراد ہیں یعنے رمضان میں خاص رحمتوں یا خاص فرشتوں کی آمد کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آسمان کے دروازے تو ہمیشہ کھلے رہتے ہیں[۱] اس جملہ کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں بہترین مطلب یہ ہے کہ عام شیاطین تو رب کے عام جیل خانوں میں بند کئے جاتے ہیں مگر بہت زیادہ سرکش شیاطین زنجیروں وطوقوں میں باندھے جاتے ہیں جیسے دنیادی جیلوں میں پھانسی کے ملزم کال کوٹھری میں بند ہوتے ہیں اور ڈاکوؤں کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں اسی لئے یہاں تُغَلُّ فرمایا گیا تغل غل سے بنا بمعنی زنجیر وطوق ہے لہذا یہاں مردود کی قید احترازی ہے اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف بھی نہیں[۲] وہ رات شب قدر ہے جو لفضلہ تعالٰی ہر ماہ رمضان میں ہوتی ہے کہ دوسری ہزار مہینوں کی عبادت سے جس میں شب قدر نہ ہو اس ایک رات کی عبادت بہتر ہے اور غالبًا یہ رات ستائیسویں رمضان ہے اس کی نفیس بحث ہماری کتاب مواعظ نعیمیہ میں ملاحظہ فرمایئے خیال رہے کہ لیلۃ القدر میں نو حرف ہیں اور سورۃ قدر میں یہ لفظ تین بار ارشاد ہوا تو تین دفعہ نو تو ستائیں بنتے ہیں نیز سورۃ قدر میں تیس کلمے ہیں آخری آیت هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ میں ہی ضمیر جو لیلۃ القدر کیطرف لوٹ رہی ہے ستائیسواں کلمہ ہے ان وجوہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رمضان ہے[۳] یعنے جس نے یہ رات گناہوں میں گزاری یا اس رات بھی بلاعذر عشاء و فجر جماعت سے نہ پڑھی اس لیے اس کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بقیہ دنوں میں بھی بھلائی نہیں کمالے گا شب قدر میں عبادتوں کی تین قسم ہیں جن میں سے آخری قسم ہے عشاء و فجر کا جماعت سے ادا کرنا جس نے یہ بھی نہ کیا واقعی وہ بڑا محروم ہے الحمدللہ گنہگار احمد یار آج ستائیسویں رمضان ۱۳۷۹ھ کو یہ مضمون لکھ رہا ہے آج شب قدر ہے[۴] یعنے روزہ رکھنے والے تراویح پڑھنے والے گنہگار بندے کی تو معافی کی سفارش کریں گے اور بے گناہ بندے کی بلندی درجات کی لہذا قرآن و رمضان کی شفاعت سے سارے ہی مومن فائدہ اٹھائیں گے چونکہ قرآن کریم رمضان مبارک

بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ فَيُشَفَّعَانِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ؛ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا كُلُّ مَحْرُومٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا

لہٰذا اسکے متعلق میری شفاعت قبول کرلے دونوں کی شفاعت قبول ہوگی [۱] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے فرماتے ہیں رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مہینہ تمہارے پاس آگیا [۲] اس میں ایک رات ہے ہزار مہینوں سے بہتر جو اس رات سے محروم رہا وہ ساری خیر سے محروم رہا اور ساری خیر سے پورا بدنصیب محروم رہتا ہے [۵] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہم میں وعظ فرمایا تو فرمایا اے لوگو تم پر عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے [۶] یہ مہینہ برکت والا ہے جس کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے وہ یہ مہینہ ہے جس کے روزے اللہ نے فرض کیے [۷] اور جس کی رات کا قیام نفل بنایا [۸]۔

اسی میں آیا اور رمضان میں ہی اس کی تلاوت زیادہ ہوتی ہے اور دن میں روزہ رات کو تراویح میں تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی لئے ان دونوں کو جمع فرمایا گیا [۱] یعنی روزہ افطار کرکے اس کی طبیعت آرام کیطرف مائل ہوتی تھی ہاتھ پاؤں میں سستی پھیل جاتی تھی کہ نماز عشاء کی اذان کی آواز سنتے ہی تراویح میں مجھے سننے آجاتا تھا لہٰذا یہاں تراویح پڑھنے والے مراد ہیں تہجد والے ہی مراد نہیں کیونکہ تہجد تو سال بھر پڑھی جاتی ہے یہاں خصوصیت رمضان کا ذکر ہے بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں رمضان نے تو اے رب عرض کیا مگر قرآن نے اے رب کہا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کلام الٰہی قدیم ہے اور مخلوق نہیں (مرقات) اسطرح کہ روزوں کی شفاعت سے گناہ معاف ہوں گے اور قرآن کی شفاعت سے درجے بلند یا روزوں کی شفاعت سے غضب الٰہی کی آگ ٹھنڈی ہوگی اور قرآن کی شفاعت سے رحمت الٰہی کی ہوا چلے گی وغیرہ وغیرہ روزے اور قرآن بلکہ سارے اعمال وہاں شکلوں میں نمودار ہوں گے جیسے آج دنیا میں ہم واقعات کو خواب میں مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ بادشاہ مصر نے آئندہ قحط سالیوں کو گایوں اور بالیوں کی شکل میں دیکھا تھا [۲] یعنے ماہ رمضان وہ سخی ہے جو تمہارے پاس آکر دیتا ہے جیسے بادل آکر پانی دیتا ہے کنویں کیطرح بلاکر نہیں دیتا [۳] یعنی یہ ایک رات تراسی سال چار ماہ سے بہتر ہے اگر وہ شب قدر سے خالی ہوں [۵] اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ اس رات کی عبادت میں مشقت نہایت ہی کم ہے اور ثواب بہت ہی زیادہ جو اتنی سی محنت بھی نہ کرسکے وہ پورا ہی محروم و بدنصیب ہے [۶] اس پیشگی اطلاع دینے میں ماہ رمضان کی فضیلت کا اظہار ہے اور مسلمانوں کو اس کی عبادات کیلئے تیار کرنا ہے اظل فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے درخت یا چھت بندے کو اپنے سایہ میں لیکر سورج کی تپش سے بچا لیتے ہیں ایسے ہی ماہ رمضان مومن کو اپنے سایہ میں لیکر دنیاوی و اخروی عذاب سے بچا لیتا ہے گویا رمضان سایہ دار بار آور درخت ہے یا ڈھال ہے [۷] یہاں نفل لغوی معنیٰ میں ہے یعنے

مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْءٌ قُلْنَا يَا

جو اس ماہ میں نفلی بھلائی سے قرب الٰہی حاصل کرے تو گویا اس نے دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا اور جو اس میں ایک فرض ادا کرے تو ایسا ہوگا جیسے اس نے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کئے۱ یہ صبر کا مہینہ ہے۲ اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ غرباء کی غمخواری کا مہینہ ہے۳ یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۴ جو اس میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہوں کی بخشش اس کی گردن کی آزادی آگ سے ہوگی اور اسے روزہ دار کا سا ثواب ملے گا۵ اس کے بغیر کہ روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم ہو۶ ہم نے عرض کیا یا

زاید چیز اور رات کے قیام سے مراد تراویح ہے یعنے اس ماہ میں نماز تراویح زائد نماز ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تراویح نفل ہو وہ تو سنت موکدہ ہے تراویح کی پوری بحث ہماری کتاب جاءالحق حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۱؎ یعنے ماہ رمضان کی نفل دوسرے مہینوں کی فرض کی برابر ہے اور اس ماہ کی فرض عبادات دوسرے ماہ کی ستر فرض کی مثل ہے لہذا اگر مکہ معظمہ میں ماہ رمضان میں ایک فرض ادا کیا جائے تو اس کا ثواب ستر لاکھ فرض کا ہے کیونکہ وہاں ایک کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ تو رمضان میں ستر لاکھ اس حساب سے مدینہ منورہ میں ماہ رمضان کی ایک فرض کا ثواب ۳۵ پینتیس لاکھ ہے یہ زیادتی تو رمضان کے عام دنوں میں ہے شب قدر اور رمضان کے جمعہ کی نیکیاں تو بہت زیادہ ہوں گی ان شاءاللہ۔ ۲؎ یعنے دوسرے مہینہ شکر کے ہیں جن میں کھاؤ، آرام کرو اور شکر بجا لاؤ اس مہینہ میں دن نہ کھاؤ، رات کو نہ سوؤ، اور صبر کرو، رمضان کے چار نام ہیں ماہ رمضان، ماہ صبر، ماہ مواسات، ماہ مبارک ان ناموں کی وجہ ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں تفصیل سے لکھی ہے ۳؎ کہ اس مہینہ میں قدرتی طور پر مسلمان میں غرباء اقرباء کی غمخواری کا جذبہ موجزن ہوتا ہے بعض لوگ رمضان میں اپنی شادی شدہ لڑکیوں کو بلا لیتے ہیں بعض لوگ مہینہ بھر تک مسکینوں کو کھلاتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اور مواسات پر عمل ہے مواسات بمعنے مساہمت ہے سہم بمعنے حصہ سے مشتق یعنے اپنی روزی میں دوسروں کو حصہ دار بنانا، سخاوت کرنا ۴؎ رزق حسی بھی اور معنوی بھی ہر سال اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر روزہ دار کو رمضان میں وہ نعمتیں ملتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ملتیں نیز اس مہینہ میں قدرتی طور پر دل پر وہ اثر ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتا ۵؎ یعنے روزہ افطار کرانیوالے کو تین فائدے ہوتے ہیں گناہوں سے بخشش دوزخ سے آزادی اور اسے روزہ کا ثواب بعض لوگ افطار کے وقت مسجدوں میں پھل فروٹ یا کھانے بھیجتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث شریف ہے کاٹھیاوار اور یو۔پی میں ہر نمازی مغرب کے وقت کچھ لیکر آتا ہے، اور کوشش ہوتی ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کھانے سے روزہ افطار کرے اسکی اصل بھی یہی حدیث ہے خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ تو مل جاتا ہے مگر اس سے روزہ ادا نہیں ہوتا لہذا کوئی امیر لوگوں کو افطار کرا کے خود روزہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا روزے تو رکھنے ہی پڑیں گے ۶؎ جیسے علم روشنی، ہوا ان سے خواہ کتنے ہی لوگ فائدہ اٹھالیں کمی نہیں ہوتی ایسے ہی ثواب تقسیم ہونے سے کم نہیں،

رَسُولَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ أَوْ تَمْرَةٍ أَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ وَمَنْ أَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ فِيهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ

رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص وہ نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے[1] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہ ثواب اسے دیگا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا کھجور یا گھونٹ بھر پانی[2] سے افطار کرائے اور جو روزہ دار کو سیر کرے اللہ اسے میرے حوض سے وہ پانی پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا حتی کہ جنت میں داخل ہوجائے[3] یہ وہ مہینہ ہے جس کے اول میں رحمت بیچ میں بخشش اور آخر میں آگ سے آزادی ہے[4] اور جو اس مہینہ میں اپنے غلام سے تخفیف کرے تو اللہ اسے بخش دے گا اور آگ سے آزاد کردیگا[5] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب ماہ رمضان آتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ہوتا، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ تقسیم ہو کر ثواب میں کمی کیوں نہیں ہوتی، مادی چیزیں بٹ کر گھٹتی ہیں، نور میں یہ قاعدہ نہیں، بلکہ سمندر اور چشمہ کا پانی بھی خرچ سے گھٹتا نہیں۔ [1] وہ حضرات سمجھے کہ روزہ افطار کرانے کے معنے ہیں اُسے پیٹ بھر کر دینا، اس لئے یہ سوال کیا۔ [2] جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف پیٹ بھرنے پر یہ ثواب موقوف نہیں، جو چیز بھی اولًا روزہ دار کے حلق سے نیچے اُتاری جائے، یہ ثواب مل جاتا ہے، بلکہ اگر چند آدمی مکرر روزہ دار کو کسی چیز سے افطار کرادیں تو سب کو الگ الگ روزے کا ثواب ہوگا، داتا کی دین کے بہانے ہوتے ہیں، صدقے اُس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ [3] یعنے صرف افطار کرانے کا ثواب تو بیان ہوچکا، روزہ دار کو سیر کرکے کھلانے کا ثواب یہ ہے۔ خیال رہے کہ جیسے آج دنیا میں سب کو کھانے کی سخت ضرورت ہے ایسے ہی کل میدان محشر میں پانی کی سخت ضرورت ہوگی۔ وہاں بھوک نہ ہوگی مگر پیاس ہوگی، اللہ تعالٰی حوض کوثر کی ایک نہر میدان محشر میں پہنچادے گا جس سے اُمت مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم وہاں ہی یہ پانی پئے گی، اور پیاس سے امن میں رہے گی، ایکبار جس نے یہ پانی پی لیا، تو جنت میں داخلے تک پیاس نہ لگے گی، اللہ تعالٰی ہم سب کو وہاں اُس حوض کا پانی نصیب کرے، پھر جنت میں پہنچ کر نہ بھوک ہوگی نہ پیاس، لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے، اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ محشر میں حوض کوثر کہاں، حوض تو جنت میں ہوگا، نہ یہ اعتراض رہا کہ پیاسا نہ ہونے کی انتہا جنت میں داخلے تک بیان کیوں فرمائی، کیا جنت میں پہنچ کر پیاس لگے گی، نہ یہ اعتراض رہا کہ کھانے کا بدلہ پانی کیوں، اس کا بدلہ تو کھانا ہی چاہیئے تھا۔ خیال رہے کہ جنت میں بھوک نہ ہوگی نہ پیاس مگر وہاں کھانا پینا سب کچھ ہوگا، لذت کے لئے نہ کہ بھوک پیاس دفع کرنے کو اسی لئے وہاں میوے ہیں غلے نہیں کہ غلے بھوک دفع کرنے کو ہوتے ہیں میوہ لذت کو۔ [4] یعنے ماہ رمضان کے تین عشرہ ہیں پہلے عشرہ میں رب تعالٰی مومنوں پر خاص رحمتیں فرماتا ہے جس سے انہیں روزہ تراویح کی ہمت ہوتی ہے اور آئندہ ملنے والی نعمتوں کی استعداد پیدا ہوتی ہے دوسرے عشرہ میں تمام صغیرہ گناہوں کی معافی ہے جو جہنم سے آزادی کا اور جنت میں داخلے کا سبب ہے تیسرے عشرہ میں روزے داروں کے جنتی ہوجانے کا اعلان اور وہاں کے داخلہ کا ویزہ (VIZA) اور پاسپورٹ (PASPORT) کی تحریر فقیر کی

شَهْرُ رَمَضَانَ أَطْلَقَ كُلَّ أَسِيْرٍ وَّأَعْطٰى كُلَّ سَائِلٍ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَّأْسِ الْحَوْلِ إِلٰى حَوْلٍ قَابِلٍ قَالَ فَإِذَا كَانَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِّنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَقُلْنَ

ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے ۱؎ اور ہر منگتے کو دیتے تھے ۲؎ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے لیے جنت شروع سال سے اگلے سال تک سنواری جاتی ہے ۳؎ فرمایا جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے آنکھ والی حوروں پر ایک خوشگوار ہوا چلتی ہے ۴؎ تو حوریں عرض کرتی

اس طرح سے اس ترتیب کی وجہ بھی معلوم ہوگئی اور یہ اعتراض بھی نہ رہا، کہ جب پہلے دو عشروں میں رحمت و مغفرت ہو چکی، تو تیسرے عشرہ میں آگ سے آزادی کے کیا معنے، وہ تو پہلے ہی حاصل ہو چکی ۵؎ اسلامی بادشاہ رمضان میں ہر محکمہ میں چھٹی کرتے تھے، اب بھی تمام مدارس اسلامیہ رمضان میں بند رہتے ہیں، تاکہ مدرسین کو فرصت اور طلباء کو فراغت ملے، بعض امراء اس مہینہ میں نوکروں سے کام یا تو لیتے نہیں یا بہت کم لیتے ہیں مگر اُن کی تنخواہ اور کھانا وغیرہ برابر دیتے رہتے ہیں، ان سب کی اصل یہ حدیث شریف ہے، تم اپنے ماتحتوں، نوکروں پر مہربانی کرو، اللہ تم پر مہربانی کریگا ۱؎ حق یہ ہے کہ یہاں قیدی سے مراد وہ شخص ہے جو حق اللہ یا حق العبد میں گرفتار ہو، اور آزاد فرمانے سے اُسکے حق ادا کردینا یا کرا دینا مراد ہے ورنہ اُس زمانہ پاک میں سوائے اُن کفار کے جو غزوہ و جہاد میں قید ہو کر آئیں، اور کسی کو قید نہ کیا جاتا تھا، اور ایسے قیدیوں کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں آزاد نہ کیا کہ اُن کو چھوڑ دینا فتنہ سے خالی نہ تھا، وہ پھر جا کر مسلمانوں کے مقابل ہوتے، احناف کے نزدیک جنگ کے کفار قیدیوں کو چھوڑنا منسوخ ہے، اُن کے لئے یا قتل ہے یا غلام بنانا یا فدیہ پر چھوڑنا، إِمَّا مَنًّا بَعْدُ منسوخ ہے اسکا ناسخ ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ، ہاں شوافع کے ہاں آزاد کرنے کا بھی حق ہے، یہ معنے جو ہم نے عرض کئے متفق علیہ ہیں ۞ ۲؎ یوں تو سرکار ہمیشہ ہی ہر سائل کو دیتے تھے، کریم ہیں، سخی ہیں، داتا ہیں، مگر ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت کا سمندر موجیں مارتا تھا، یہاں دو باتیں خیال میں رکھئے، ایک یہ کہ امیروں سے صرف مال مانگے جاتے ہیں، مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے مال، اعمال، کمال، رضائے رب ذوالجلال اور جنت نیز دوزخ سے پناہ، ایمان پر خاتمہ سب کچھ ہی مانگا جاتا ہے، حضرت ربیعہ نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم یوں تو ہمیشہ خصوصًا رمضان میں ہر سائل کو اُس کی مُنہ مانگی مراد دیتے تھے، دوسرے یہ کہ سرکار کی یہ بخششیں صرف اُس زمانہ سے خاص نہیں تاقیامت اُن کا دروازہ ہر فقیر کے لئے کھلا ہے، کیوں نہ ہو کہ رب تعالٰے نے فرمایا وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ سائل میں زمانہ و مکان کی قید نہیں لہٰذا اب بھی رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر مومن کو رہائی بھی مانگنی چاہیئے اور جنت وغیرہ بھی، ہم نے عرض کیا ہے شعر

غم قیدی، یہ جرم بے حیائی　　رہائی یا رسول اللہ رہائی
رہائی کردی غزالے زدامے　　عطا کن زیں بلا مارا رہائی
چھوڑایا قید سے ہرنی کو تم نے　　مجھے بھی اس بلا سے دو رہائی

۳؎ یعنے عید الفطر کا چاند نظر آتے ہی، اگلے رمضان کے لئے جنت کی آراستگی شروع ہو جاتی ہے، اور سال بھر تک فرشتے اُسے سجاتے رہتے ہیں

يَا رَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ اَزْوَاجًا تَقَرُّ بِهِمْ اَعْيُنُنَا وَنُقِرُّ اَعْيُنَهُمْ بِنَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يُغْفَرُ لِاُمَّتِهٖ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرَهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۞ بَابُ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُوْا

ہیں یارب اپنے بندوں کو ہمارا خاوند بنا اُن سے ہماری آنکھیں اور ہم سے اُنکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں [۱] یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمائیں [۲] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا کہ میری اُمت کی بخشش رمضان کی آخری رات میں ہوتی ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا وہ شب قدر ہے فرمایا نہیں لیکن مزدور کو مزدوری جب ملتی ہے جب وہ اپنا کام پورا کرلیتا ہے [۳] (احمد) باب چاند دیکھنا [۴] پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ نہ رکھو

جنت خود بھی سجائی، پھر اور بھی زیادہ سجائی جائے، پھر سجانے والے فرشتے ہوں، تو کیسی سجائی جاتی ہوگی، اسکی سجاوٹ ہمارے وہم و گمان سے وراء ہے۔ بعض مسلمان رمضان میں مسجدیں سجاتے ہیں، وہاں قلعی چونا کرتے ہیں، جھنڈیاں لگاتے، روشنی کرتے ہیں، اُنکی اصل یہ ہی حدیث ہے [۲] یعنی یہ ہوا عرش سے شروع ہوتی ہے جنت کے درختوں، پھولوں سے معطر ہوکر حوروں تک پہنچتی ہے۔ مرقات نے فرمایا۔ یہ روزہ داروں کے منہ کی بُو کے اثر سے ہوتی ہے واللہ اعلم

[۱] یعنی ہم کو ان روزے داروں کے نکاح میں دے، کہ وہ ہمارے خاوند ہوں، ہم ان کی بیویاں بنیں۔ خیال رہے کہ نکاح کے لئے نامزدگی تو پہلے ہی ہوچکی ہے کہ فلاں حور فلاں کی بیوی، مگر نکاح جنت میں پہنچکر ہوگا یا نکاح پہلے ہوچکا ہے، رخصت یعنی عطا بعد قیامت ہوگی، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ قرّ خوشگوار ٹھنڈک کو کہتے ہیں، اسی لئے بیٹے کو قرۃ العین کہتے ہیں [۲] یہ احادیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں، لہٰذا قوی ہیں، کثرت اسناد ضعیف کو قوی کردیتی ہے (مرقات) [۳] یعنی رمضان کی انتیسویں یا تیسویں رات کو روزہ داروں کی بخشش کا فرشتوں میں اعلان ہوجاتا ہے، کہ ان کے روزے، تراویح، اعتکاف، شب قدر کی عبادتیں قبول فرمالی گئیں، اور اُن کی بخشش کا فیصلہ کردیا گیا، یہ ہی رات بندوں کے عمل سے فراغت کی رات ہے، رب تعالٰے کی عطا کی رات بھی حسن اتفاق ہے کہ یہ گنہگار بندہ احمد یار آج انتیسویں رمضان دوشنبہ ۱۳۷۹ھ کو یہ شرح لکھ رہا ہے، خدا کرے اس رات میں اس گنہگار کی معافی بھی ہوگئی ہو، اور جو مسلمان بھائی میری مغفرت کی دعا کرے اللہ اس کی مغفرت فرمادے آمین۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ [۴] عربی میں تیسری شب تک کے چاند کو ہلال کہتے ہیں، ان کے بعد کی راتوں میں قمر کہا جاتا ہے، اور چودھویں شب کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے، آخری راتوں میں محاق، یہاں رمضان وغیرہ کی پہلی شب کا چاند مراد ہے بہت سی اسلامی عبادات چاند پر موقوف ہیں، اس لئے ہر مہینہ کا ہی چاند دیکھنا چاہیے، مگر خصوصیت سے شب برات، رمضان، شوال، بقرعید کا چاند ضرور دیکھنا چاہیئے

حَتّٰی تَرَوُا الْھِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَیْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔ وَعَنِ ابْنِ

حتے کہ رمضان کا چاند دیکھ لو اور افطار نہ کرو حتے کہ چاند دیکھ لو ۱ اگر تم پر ابر کی وجہ سے چاند چھپ جائے تو مہینہ کا اندازہ لگاؤ ۲ اور ایک روایت میں ہے کہ مہینہ انتیس راتوں کا ہے تو روزہ نہ رکھو حتے کہ چاند دیکھ لو ۳ پھر اگر تم پر چاند مشتبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کر لو ۴ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو ۵ پھر اگر چاند تم پر مشتبہ ہو جائے تو شعبان تیس دن کا شمار کر لو ۶ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن

۱ چونکہ چاند دیکھنے سے روزے، عید، قربانی وغیرہ متعلق ہیں، اس لیے مصنف نے چاند دیکھنے کا مستقل باب باندھا ۱ یعنے نہ تو مشکوک دن میں روزہ رکھو اور نہ مشکوک میں عید مناؤ، لہذا انتیسویں شعبان کو روزہ نہ رکھو کہ شاید کل چاند ہو گیا ہو، اور تیسویں رمضان کو عید نہ مناؤ، اس شبہ پر کہ کل شاید شوال کا چاند ہو گیا ہو، بلکہ جب رمضان یا شوال کا چاند یقینی طور پر ہو جائے، تب روزہ یا عید مانو، اس جملہ پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے ۲ یعنے تیس دن پورے کرو، کیونکہ چاند کا مہینہ ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا اور ۳۰ دن سے زیادہ نہیں ہوتا، چاند دیکھنے کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے ۳ یعنے عربی مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے لیکن اگر چاند نظر آئے، تو تیس کا ہوگا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاند میں دیکھنے کا اعتبار ہے جنتری حساب وغیرہ شریعت میں بالکل غیر معتبر ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے ۴ یہ جملہ اس آیت کی تفسیر ہے فَاَکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ یعنے ماہ رمضان کی گنتی پوری کرنا فرض ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر جنتری والا اپنے حساب سے روزہ رکھے یا عید کرے، تو سخت گنہگار ہوگا، کیونکہ شریعت میں چاند دیکھنے کا اعتبار ہے اور اگر حساب پر عید منوائے تو سخت فاسق ہوگا، اور اگر اسی حساب پر لوگوں کے روزے تڑوا دے، تو سب پر کفارہ واجب ہوگا، اور اگر اس حساب پر عمل کو واجب جان کر روزہ یا عید کو فرض جانے تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ وہ آیت مذکورہ کا بھی منکر ہوا، اور احادیث متواترہ کا بھی ۵ صُوْمُوْا کا فاعل سارے مسلمان ہیں، لِرُؤْیَتِهٖ میں ہ ضمیر کا مرجع چاند ہے، لِرُؤْیَتِکُمْ نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائیگا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ شوافع کا خیال ہے کہ ایک علاقہ کی رویت دوسرے علاقہ والوں کیلئے معتبر نہیں مانتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل ہے شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان لَمْ نَرَہٗ وَلَمْ یَرَہٗ اَحَدٌ مِّنَّا اس کا جواب ان شاء اللہ اسی حدیث کے ماتحت دیا جائیگا کہ وہاں شرعی گواہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا تھا بعض جہلا تیسویں رمضان کو عید کا چاند عصر کے وقت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آگیا روزہ کھول دو یہ غلط ہے یہاں افطار سے مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے ۶ چاند مشتبہ ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کہیں نظر ہی نہ آئے جنتری والے کہتے ہوں کہ کل چاند ہو گیا دوسرے یہ کہ اڑتے اڑتے معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ چاند

WWW.NAFSEISLAM.COM

عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ ثُمَّ قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِي تَمَامَ الثَّلَاثِينَ يَعْنِي مَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِينَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ

عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگ بے پڑھی جماعت ہیں نہ لکھیں نہ حساب لگائیں[1] مہینہ یوں اتنا اتنا اور اتنا ہے تیسری بار میں انگوٹھا شریف بند کرلیا پھر فرمایا کہ مہینہ اتنا اتنا اور اتنا ہے یعنی پورے تیس دن کا یعنی انتیس کا اور کبھی تیس کا[2] (مسلم، بخاری)

روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کے دو مہینے[3] کبھی کم نہیں ہوتے رمضان اور بقرعید کے[4]

ہو گیا شرعی گواہی نہ پہنچے، فقیر نے ریڈیو کی خبر کے متعلق فتوے یہ دیا ہے، کہ اگر ریڈیو پر کسی چاند ہونے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں، اور سننے والے اس خبر پر روزہ یا عید نہیں منا سکتے، لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ ہلال کمیٹی شرعی قواعد کی رُو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے، کیونکہ پہلی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا پہلا غیر معتبر دوسرا معتبر، حاکم کے فیصلہ کی اطلاع تو فائر، گولہ، چراغاں وغیرہ سے کر دینا بھی جائز ہے، ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی ہے اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے فتاوے النعیمیہ میں دیکھو، خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتوے اس صورت میں ہے کہ ہلال کمیٹی کے ارکین مسائل شرعیہ سے واقف ہوں، اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں۔

[1] لفظ ام - اُمّ سے بنا بمعنے اصل یا ماں اس میں اشارہ اہل عرب کی طرف سے امی کے معنے ہیں ام القرٰے یعنے مکہ یا حجاز والا یا بے پڑھا ہوا شخص کہ جیسے ماں کے شکم سے پیدا ہوا ویسے ہی رہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو امی کہا جاتا ہے اس کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ فرمائیے، یعنے ہم حجازی جماعت عموماً حساب کتاب نہیں کیا کرتے یا عام صحابہ بے پڑھے ہیں حساب نہیں لگاتے، مگر قیامت تک سارے مسلمان انہیں بے پڑھوں کے تابع ہیں (مرقاۃ) خیال رہے کہ امی کے معنے بے پڑھا ہے بے علم نہیں، اللہ تعالٰے نے صحابہ کرام کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ایسا عالم بنایا، کہ جہان بھر کے علماء اُن کی شاگردی کریں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بایں معنے امی ہیں کہ پیدائشی، عالم، عارف، معلم ہیں، صلے اللہ علیہ وسلم۔ شعر۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوئے اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکے — وہ راز اک اُمّی لقبی نے سمجھا دیئے چند اشاروں میں

[2] اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ چاند میں حساب، جنتری، چاند کی رفتار کا قیاس، چاند کا چھوٹا بڑا ہونا، اٹھائیس تاریخ کو نظر نہ آنا وغیرہ کچھ بھی معتبر نہیں صرف رؤیت کا اعتبار ہے، اگر انتیس کو رؤیت نہ ہو تو تیس دن پورے کرنا لازم ہیں[3] سبحان اللہ ان پاک اشاروں پر ہماری جانیں فدا ہوں، دو اشاروں میں ہزار ہا مسائل حل فرما دیئے، اس اشارہ فرمانے سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حدود و قصاص کے سوا باقی اکثر احکام شرعیہ میں، اشارہ معتبر ہے اگر کوئی اپنی بیوی کو تین انگلیاں دکھا کر کہے، تجھے اتنی طلاقیں، تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، اگر حاکم کے سامنے کوئی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوْا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیْ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے [۱] مگر ہاں جو کوئی روزہ رکھتا ہو تو وہ اس دن روزہ رکھ لے [۲] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ماہ شعبان آدھا گذر جائے تو روزہ نہ رکھو [۳] (ابوداؤد، ترمذی)

دسوں انگلیاں دکھا کر کہے، مجھ پر فلاں کے اتنے روپے قرض ہیں تو دس روپے کا اقرار ہوگا اگر کسی عورت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ تیرا نکاح اس سے کرتا ہوں، تو نکاح ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ، اسی طرح گونگا اشاروں سے نکاح۔ طلاق وغیرہ کرسکتا ہے۔ [۳] رمضان اور بقرعید چونکہ رمضان عید الفطر کا پیش خیمہ ہے یا اس کی ہر ساعت خوشی و مسرت کی ہے اس لئے اسے بھی ماہ عید کہدیا گیا، یا تغلیبًا تثنیہ کردیا گیا، جیسے چاند و سورج کو قمرین کہدیتے ہیں، اور حضرت ابوبکر و عمر کو عمرین۔ [۴] بعض نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ ایک سال میں ماہ رمضان و بقرعید دونوں انتیس کے نہیں ہوتے، یا دونوں تیس کے ہوں گے یا ایک انتیس کا، دوسرا تیس کا۔ مگر یہ غلط ہے، مشاہدہ کے خلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اکثر یہ قاعدہ ہے مگر یہ بھی غلط ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کُل نو رمضان کے روزے رکھے، جن میں دو تیسے تھے باقی سات اُنتیسے اب بھی بہت دفعہ رمضان و بقرعید دونوں اُنتیسے ہوجاتے ہیں، لہٰذا یہاں کمی سے مراد ثواب و اجر کی کمی ہے، نہ کہ تعداد ایام کی کمی یعنی رمضان و بقرعید اُنتیس کے ہوں یا تیس کے۔ ثواب عمل برابر ہی ملے گا یعنی اُنتیس کا ثواب تیس کے برابر، یا بقرعید کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کا ثواب رمضان کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کے برابر ہے، نہ یہ کم نہ وہ واللہ اعلم۔

[۱] یعنی رمضان کے چاند سے ایک دو دن پہلے نفلی روزے نہ رکھے تاکہ نفل و فرض مخلوط نہ ہوجائیں، جیسے فرض نماز سے ملا کر نفل نہ پڑھے بلکہ وقفہ کرکے جگہ تبدیل کرکے پڑھے یا اس لئے نہ ملائے، تاکہ لوگوں کو رمضان کا چاند ہونے کا شبہ نہ ہوجائے، لوگ سمجھیں کہ شاید اس نے چاند دیکھ لیا ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے، وہ بھی عوام کے لئے، خاص علماء اگر روزہ رکھ لیں، اور کسی پر ظاہر نہ کریں، تو درست ہے، لہٰذا یہ حدیث اُن احادیث کے خلاف نہیں، جن میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے (لمعات و مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ قضاء اور نذر کے روزے ان دنوں میں رکھنا بلا کراہت جائز ہے [۲] یعنی اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ ہر سوموار یا ہر جمعرات یا جمعہ کو نفلی روزہ رکھا کرتا ہے، اور اتفاقًا انتیسویں شعبان اسی دن آئی، تو اسے بلا کراہت یہ نفلی روزہ رکھ لینا جائز ہے کہ یہ شک کے دن کا روزہ نہیں، بلکہ اپنی عادت کے دن کا روزہ ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص دن میں ہمیشہ روزہ رکھنا یا نوافل پڑھنا یا خیرات کرنا جائز ہے، نہ یہ تعین حرام ہے، اور نہ یہ تقرر مکروہ، لہٰذا ہر ماہ کی بارھویں میلاد شریف کرنا، گیارھویں تاریخ کو غوث پاک کی فاتحہ

وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے لئے شعبان کے چاند کا حساب رکھو[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو متواتر دو ماہ روزے رکھتے نہ دیکھا سوائے شعبان و رمضان کے[2] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے فرماتے ہیں جو شک کے دن روزہ رکھے اس نے ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی[3] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)[4]

کرنا اس میں نوافل پڑھنا، ختم قرآن کرنا، صدقہ وخیرات کرنا جائز اور باعث ثواب ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں، کہ نفلی عبادات میں مقرر کرنا حرام ہے، خود ان بزرگوں کے ہاں دینی مدارس کی تعطیلیں و امتحانات مقررہ دنوں میں ہوتے ہیں ۳؎ یہ ممانعت ان کمزور لوگوں کے لئے ہے، جو اس زمانہ میں نفلی روزے رکھ کر رمضان کے روزوں پر قادر نہ رہیں، یا ان سے بہت تکلیف اٹھائیں یا ان لوگوں کے لئے جو شروع شعبان میں تو روزے نہ رکھیں، پندرھویں شعبان کے بعد بلاوجہ مسلسل روزے شروع کردیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے، مرقات نے فرمایا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے، اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کے لئے۔

۱؎ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت تحقیق سے دیکھو، اور اس کے دن گنتے رہو، تاکہ رمضان کا آنا یقین سے معلوم ہو، فقہاء فرماتے ہیں کہ شعبان کا چاند دیکھنا بھی ضروری ہے رمضان کے لئے۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سارے ہی شعبان کے اکثر روزے رکھتے تھے، حتی کہ انتیسویں یا تیسویں شعبان کے بھی اس کی ممانعت کی توجیہیں پہلے کی جاچکی ہیں کہ کمزوروں کے لئے پندرھویں شعبان کے بعد روزے مناسب نہیں، قوت والوں کے لئے مناسب ہیں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شعبان میں روزے زیادہ رکھتے تھے، اور افطار کم فرماتے تھے، یعنی کبھی وہ عمل فرماتے تھے اور کبھی یہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۳؎ اس نافرمانی کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ سارے شعبان میں کبھی روزے نہ رکھے، صرف شک کے دن، بلاوجہ نفلی روزہ رکھے: دوسرے یہ کہ شک کے دن رمضان کی نیت سے فرضی روزہ رکھے، تیسرے یہ کہ اس روزہ میں متردد نیت کرے کہ آج اگر رمضان کی پہلی ہے، تو یہ روزہ فرضی ہے اور اگر شعبان کی تیسویں ہے، تو یہ روزہ نفلی ہے یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں، دوسری صورت زیادہ بری کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث اباحت کے خلاف نہیں: مرقات میں ہے کہ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ شوال کے چھ روزوں کا رمضان سے ملانا عوام کے لئے

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْهِلَالَ يَعْنِيْ هِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بِلَالُ اَذِّنْ فِي النَّاسِ اَنْ يَّصُوْمُوْا غَدًا (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَاَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ رَاَيْتُهٗ فَصَامَ وَاَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهٖ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک بدوی حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بولا کہ میں نے چاند دیکھا ہے یعنی رمضان کا چاند ۱؎ حضور نے فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بولا ہاں فرمایا کیا یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں بولا ہاں ۲؎ فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں ۳؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا حضور نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کو روزے کا حکم دیا ۴؎

ناپسند کرتے تھے ۳؎ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح فرمایا اور بخاری نے اسے تعلیقًا روایت کیا، حاکم نے اسے بشرط شیخین بتایا، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے موقوفًا روایت کیا، غرضکہ یہ حدیث صحیح ہے جن لوگوں نے اسے موضوع بتایا انہوں نے سخت غلطی کی، خیال رہے کہ ترمذی وغیرہ میں اصل حدیث یوں ہے کہ حضرت صلہ ابن زفر فرماتے ہیں، کہ ہم شک کے دن حضرت عمار ابن یاسر کے پاس تھے، آپ کی خدمت میں بھنی بکری لائی گئی، بعض لوگ پیچھے ہٹ گئے، تب آپ نے فرمایا جو اس دن روزہ رکھے اس نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس قسم کی موقوف حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں ۔

۱؎ یعنی اس نے نہ تو اپنے ساتھ کوئی اور گواہ پیش کیا اور نہ گواہی کے الفاظ ادا کئے، اس سے معلوم ہوا کہ اس چاند میں خبر کافی ہوتی ہے ۲؎ اس زمانہ میں چونکہ اسلام میں فرقے نہ بنے تھے، صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی تھا، نیز کلمہ طیبہ پڑھنا تمام عقائد اسلامیہ مان لینے کی دلیل تھا اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ دو اقرار کرائے، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ رمضان کے چاند میں مسلمان کی خبر معتبر ہے نہ کہ کافر کی، دوسرے یہ کہ کسی بات کے جواب میں ہاں کہہ دینا یہ بھی اقرار ہوتا ہے، اس سے اقرار نکاح طلاق کے بہت سے مسائل مستنبط ہونگے، مثلًا کسی نے پوچھا کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس نے کہا ہاں، طلاق ہوگئی وغیرہ البتہ حدود و قصاص میں اقرار کے صریح الفاظ بولنے ضروری ہیں، وہاں فقط ہاں کافی نہیں، کیونکہ یہ چیزیں شبہات سے ختم ہوجاتی ہیں، فقیر نے حدیث کی جو شرح عرض کی، اس سے معلوم ہوگیا کہ اب مرزائیوں وغیرہ مرتدین کا فقط کلمہ پڑھ لینا اسلام کے لئے کافی نہیں، خود زمانہ نبوی میں (صلے اللہ علیہ وسلم) منافقوں کا کلمہ پڑھنا ان کے اسلام کے لئے کافی نہ تھا، لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کی اس آیت خلاف ہے وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ اور نہ ان احادیث کے مخالف جن میں فرمایا گیا کہ آئندہ زمانے میں لوگ قرآن اور نمازیں پڑھیں گے مگر اسلام سے دور ہونگے ۳؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر انتیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، تو ایک عادل مسلمان کی خبر سے رمضان کے چاند کا ثبوت ہوجائے گا، ان کا ماخذ یہ حدیث

رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ. اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهٖ ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلٰثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ. وَعَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةٍ تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَلَقِيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا اِنَّا رَاَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ

(ابوداؤد، دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان کی اتنی نگرانی فرماتے تھے جتنی دوسرے مہینے کی نہ کرتے تھے ۱ پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے پھر اگر مشتبہ ہو جاتا ۲ تو تیس دن پورے کرتے پھر روزہ رکھتے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالبختری سے ۳ فرماتے ہیں ہم عمرہ کے لئے روانہ ہوئے جب بطن نخلہ میں اترے ۴ تو ہم چاند دیکھنے جمع ہوئے ۵ بعض قوم نے کہا کہ یہ تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے ۶ پھر حضرت ابن عباس سے ملے ہم نے عرض کیا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو بعض نے کہا ہے۔

ہے اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوا کہ سارے صحابہ عادل ہیں، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلمہ کا اقرار کرا کر اعمال کی تحقیق نہ فرمائی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں بھی ہو سکتی ہے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں ۴ یعنی انتیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ تھا، لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی کسی کو نظر نہ آیا صرف میں نے دیکھ لیا، اور صرف میری خبر پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دے دیا۔ خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں رمضان کے چاند میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو دو شخصوں کی گواہی ضروری ہے، مگر یہ احادیث ان کے اس فرمان کے خلاف ہیں، اس لئے اکثر شوافع اس حدیث پر فتوے دیکر صرف ایک مسلمان کی خبر معتبر مانتے ہیں، ہمارے امام اعظم کے ہاں صرف ایک عادل کی خبر کافی ہے، اور اگر مطلع صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہوگا، عید کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو کی گواہی ضروری ہے، اور اگر صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی درکار ہے، کیونکہ رمضان کے چاند پر صرف شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں، جن میں ایک کی خبر کافی ہوتی ہے، مگر عید کے چاند سے بندوں کے حقوق وابستہ ہیں، لہذا یہاں دو کی گواہی ضروری ہوئی، بڑی جماعت میں اختلاف ہے، امام یوسف کے ہاں پچاس آدمی بڑی جماعت ہیں، بعض کے ہاں تعداد معتبر نہیں، اتنے لوگوں کی گواہی ضروری ہے جن سے چاند کا گمان غالب ہو جائے۔

۱ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے، کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، بقر عید کے چاند پر بھی اگرچہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے، مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا، اور نماز بقر عید قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے۔ لہذا اسکے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیئے ۲ یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے، تو تیس دن شعبان کے پورے فرماتے ۳ ان کا نام سعید ابن فیروز ہے، تابعین میں سے ہیں، کوفی ہیں، آدمی ٹھیک تھے، مائل بہ رفض تھے، ان کی سمعی حدیثیں مقبول ہیں دوسری نہیں (مرقات وغیرہ) ۴ بطن نخلہ مکہ معظمہ سے شرق کی جانب طائف کے راستہ پر واقع ہے مشہور منزل ہے۔ اب اسے مضیق کہتے ہیں ۵ کہ میدان میں جمع ہو کر ایک دوسرے کو دکھانے لگے کہ وہ ہے چاند

الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ اَیَّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوْهُ قُلْنَا
لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّهٗ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوْهُ
وَفِیْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ فَاَرْسَلْنَا رَجُلًا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ
يَسْاَلُهٗ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَمَدَّهٗ
لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ اُغْمِیَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ بَابٌ: اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ:
عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَكَةً مُتَّفَقٌ

تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے تو آپ نے فرمایا تم نے کس رات دیکھا ۱؎ ہم نے عرض کیا فلاں رات ۲؎ تو فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چاند کی مدت دیکھنے تک کی رکھی لہذا وہ اسی رات کا ہے جس میں تم نے دیکھا ۳؎ انہی سے ایک روایت ہے کہ ہم نے رمضان کا چاند دیکھا جب ہم ذات عرق میں تھے ۴؎ تو ہم نے حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص مسئلہ پوچھنے بھیجا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے چاند کی مدت دیکھنے تک رکھی تو اگر تم پر شبہ ہوجائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو ۵؎ (مسلم) باب ۶؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے ۵؎ (مسلم بخاری)

خیال ہے کہ چاند کی طرف اشارہ کرنا دکھانے کیلئے جائز ہے بلا ضرورت مکروہ کہ فعل کفار ہے (مرقات وشامی) ۲؎ یعنے چاند اونچا اور بڑا تھا اسلئے بعض نے کہا دوسری شب کا ہے بعض نے کہا تیسری شب کا ہے یعنے کسی نے کہا کل ہوچکا ہے کسی نے کہا پرسوں ہوچکا ہے۔ یہ چاند رمضان کا تھا، یہ حضرات شعبان کے آخر میں عمرہ کرنے گئے تھے۔

۱؎ یعنے مجھے اپنا اندازہ نہ بتاؤ، اپنی رویت کی خبر دو کہ تم میں سے کس نے اس سے پہلے کب دیکھا تھا، کل یا پرسوں ۲؎ یعنے حضرت ابن عباس کے فرمانے پر اب ہم نے دیکھنے کی رات بتائی کہ مثلاً کل دیکھا تھا ۳؎ یعنے چاند میں چھوٹا بڑا ہونے یا اونچا ہونے کا اعتبار نہیں، دیکھنے کا اعتبار ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت ونصیحت پکڑیں کہ صرف جنتری یا اخبار میں لکھی ہوئی تاریخ دیکھ کر یا چاند کی بڑائی دیکھ کر جھگڑتے ہیں ۴؎ ذات عرق عراق والوں کا میقات ہے جہاں یہ لوگ احرام باندھتے ہیں طائف کے راستہ پر واقع ہے، اب اس کا نام سیل ہے، لاری بسوں کا مشہور اڈہ ہے۔ فقیر وہاں سے گذرا ہے، عراق سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے بھی اور مکہ معظمہ سے طائف آتے جاتے بھی بڑے عمرہ کا احرام یہاں سے ہی باندھا جاتا ہے، یہاں کا پانی بہت لذیذ اور ہاضم ہے ۵؎ حضرت عبداللہ ابن عباس کا قیام طائف میں تھا، وہاں ہی آپ کا مزار پرانوار ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔ غالباً ان حضرات نے طائف پہنچکر اُن سے یہ مسئلہ پوچھا ہوگا: جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کی مدت رمضان کا چاند دیکھنے تک ہے حساب وغیرہ کا اعتبار نہیں، مرقات نے فرمایا کہ یہاں لیلۃ فرمانے سے اشارۃً معلوم ہوا، کہ اگر دن میں زوال کے بعد رمضان یا عید کا چاند نظر آجائے مگر بعد غروب آفتاب نظر نہ آئے، تو اس دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد کی رویت کا اعتبار ہے واللہ اعلم ۶؎ چونکہ اس باب میں روزے کے متعلق مختلف احادیث لائیں گے، اس لیئے اس باب کا کوئی ترجمہ مقرر نہ فرمایا بعض نسخوں میں باب السحور وغیرہ ہے مگر صحیح یہ ہی ہے کہ یہ باب بغیر ترجمہ کے

عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتٰبِ اَكْلَةُ السَّحَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ سَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عُمَرَ

روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کے چند لقمے ہیں ۱؎ مسلم اور روایت ہے حضرت سہل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ بھلائی میں ہیں جب تک افطار جلدی کرتے رہیں گے ۲؎ (مسلم بخاری) اور روایت ہے حضرت عمر سے

ہے لہٰذا یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی، کیونکہ روزہ کے لئے سحری مستحب ہے، واجب یا فرض نہیں، صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں، اور اُس وقت کے کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخر رات کی غذا، سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہوجاتا ہے، مگر سُنّت یہ ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں کھائی جائے ۵؎ سحور سین کے پیش سے بھی ہے اور زبر سے بھی، مگر زبر سے زیادہ فصیح ہے، بعض نے فرمایا کہ سحور سین کے پیش سے سحری کھانا، اور سین کے زبر سے اُس وقت کی غذا (مرقات واشعہ) سحری کا کھانا مبارک ہے، اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے، کیونکہ یہ سُنّت ہے اور سُنّت مبارک ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہوجاتا ہے۔ خیال رہے کہ علماء سے روشنائی، دوپہری میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے، تو دنیا دین ہوجاتی ہے، تو حضرات انبیاء و اولیاء سے جس چیز کو نسبت ہوجائے، وہ بھی یقیناً مبارک ہوجاتی ہے، دیکھو شب قدر مبارک، ماہ رمضان مبارک ہے، کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے، عیسٰے علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا مجھے اللہ نے مبارک بنایا: یہ حضرات بذاتِ خود مبارک ہیں، اور ان کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک۔ ۱؎ اُکْلَۃُ الف کے پیش اور کاف کے جزم سے بمعنی لقمے یا نوالے، اور الف کے زبر سے بمعنی کھانا یعنے سحری کے نوالے یا سحری کھانا مسلمانوں اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں، کیونکہ ان کے ہاں رات کو سونے کے بعد کھانا حرام ہوجاتا ہے، اسلام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پو پھٹنے تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا، سحری کھانے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اِس نعمت کا شکریہ۔ اُکْلہ فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے، اتنی زیادہ کہ دوپہر تک کھٹی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں ۲؎ افطار جلدی کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہوجانے پر افطار کر لیا جائے، پھر دیر نہ لگائی جائے۔ خیال رہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں، وقت مستحب، وقت مباح اور وقت مکروہ۔ وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار لیا جائے، وقت مباح تارے گِننے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تارے گِنتے جانے پر افطار کرنا مکروہ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطارتے ہیں، اس میں اُن سے مشابہت ہے، اور جلدی افطار نے میں اپنے عجز بندگی کا اظہار بھی ہے، اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی (مرقاۃ) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا، نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب و عشاء کو ملانے کے لئے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے، مگر یہ غلط ہے کیونکہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھٰھُنَا وَاَدْبَرَ النَّھَارُ مِنْ ھٰھُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۞ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اِنَّکَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۞ اَلْفَصْلُ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب رات ادھر سے آجائے اور دن ادھر سے چلا جائے ۱ اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار افطار کرے ۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا ۳ تو حضور سے کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو وصال کرتے ہیں ۴ فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے ۵ میں اس طرح رات گذارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے ۶ (مسلم بخاری) فصل

سنت رسول اللہ سیدھا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہمیشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے نفس کشی کے لئے سنت کی مخالفت نہ کرو۔ کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے

۱ پہلے ادھر سے سمت مغرب مراد ہے اور دوسرے ادھر سے سمت مشرق مراد، چونکہ مغرب کی طرف سیاہی پہلے نمودار ہوتی ہے اور سورج کا آخری کنارہ پیچھے ڈوبتا ہے، اسلئے اس سید الفصحاء صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کے آنے کا ذکر پہلے فرمایا، دن کے جانے سے مراد سورج کا آخری کنارہ ڈوب جانا ہے نہ کہ سرخی غائب ہوجانا کیونکہ سرخی غائب ہونے پر تو صاحبین کے ہاں وقت عشاء آجاتا ہے اسی لئے اگلا جملہ ارشاد ہو رہا ہے ۲ اس جملہ نے دن جانے کی شرح فرمادی یعنی سورج چھپتے ہی روزہ افطار و اب نفس کشی کے بہانے یا وہمیات کی اتباع نہ کرو، اب خواہ مخواہ دن ہونے کا شبہ کرنا شک نہیں بلکہ وہم ہے ۳ روزہ کا وصال یہ ہے کہ شب کو بغیر افطار کئے، بغیر کچھ کھائے پیئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے، حق یہ ہے، کہ یہ وصال ہمارے لئے مکروہ تحریمی ہے، اور یہاں ممانعت حرمت کی ہے، اس ممانعت میں صدہا حکمتیں ہیں، وصال سے جسم بہت کمزور ہوجاتا ہے وصال سے دوسری عبادتیں بھاری پڑجاتی ہیں، وصال میں جوگیوں، سادھوؤں کی مشابہت ہے، وصال ساری امت کے لئے ناجائز ہے خواہ ادنیٰ رہوں یا دیگر طبقہ کے لوگ ۴ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم صرف ایک دن کا نہیں بلکہ متواتر کئی کئی روزہ کا وصال فرماتے تھے کہ مسلسل روزے پر روزے رکھتے تھے، اس لئے سائل کو شبہ ہوا کہ وصال تو سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہونا چاہیے، منع کیوں ہے ۵ یہ استفہام انکاری ہے، اور ایکم میں صحابہ اور تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنی تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں، جب صحابہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہوسکے اور کسی کا کیا منہ ہے جو ان سے ہمسری کا دعوے کرے، ہمارا عقیدہ تو یہ ہے، شعر:-

سیت خود بگت کردم و لبس منفعلم ... زاں کہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی ست

رب تعالیٰ کے فرمان قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں خالص بشریت میں تشبیہ ہے جس میں الوہیت کا خلط نہ ہو یعنی میں تمہاری طرح خالص بشر ہوں نہ خدا نہ خدا سا بھی، البتہ میری بشریت سے نبوت کا خلط ہوا ہے یُوْحٰۤى اِلَیَّ نے بیان کیا لہٰذا یہ حدیث قرآن کی اس آیت کے خلاف نہیں، تمام جہان کے اولیاء ایک صحابی کی مثل نہیں ہوسکے جس نے ایمانی نگاہ سے ان کا چہرہ ایک آن دیکھا ان کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ۶ علماء نے اس کھلانے پلانے

اَلثَّانِیْ: عَنْ حَفْصَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یُجْمِعِ الصِّیَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِیَامَ لَہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ اَبُوْدَاؤدَ

دوسری روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو فجر سے پہلے روزہ کا ارادہ (نیت) نہ کرے اُس کے روزے نہیں ہوتے [۱] (ترمذی ابوداؤد۔ نسائی، دارمی) ابوداؤد فرمایا کہ

کی بہت توجیہیں کی ہیں، بعض نے کہا کہ اس سے قوت برداشت مراد ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے روحانی غذائیں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے معنوی فیضان اور مناجات کی لذتیں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے بھوک پیاس کا نہ ہونا مراد ہے وغیرہ، مگر حضرت عشق کا فتوٰے یہ ہے کہ حدیث اپنے بالکل ظاہری معنے پر ہے، اور اس میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰے کی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا، ایک یہ کہ تم سب اپنے بیوی بچوں کے پاس رات گزارتے ہو اور میں اپنے رب کے پاس، شعر؂

فرشی و برادج عرش منزل — امی و کتاب خانہ در دل

امی و دقیقہ دان عالم — بے سایہ و سائبان عالم

دوسرے یہ کہ میں رب تعالٰے کے پاس رہ کر خود نہیں کھاتا پیتا بلکہ مجھے رب تعالٰے کھلاتا پلاتا ہے، کھلانے والا اس کا دستِ کرم، کھانے والا میں تیسرے یہ کہ رب تعالٰے مجھے وہ روزی کھلاتا پلاتا ہے جس سے نہ روزہ ٹوٹے، نہ روزوں کا تسلسل جائے یعنے جنت کے میوے اور سلسبیل تسنیم وغیرہ کے شربت، اس جملہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے (۱) ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچکر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں ہو سکتا، جب انسان کو ناطق کی قید نے تمام حیوانات سے ذاتی امتیاز دے دیا، تو نبوت اور وحی کی صفتوں نے بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں سے ذاتی ممتاز کر دیا (۲) دوسرے یہ کہ اگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بہ نیت عبادت کھانا پینا چھوڑیں تو خواہ ہفتوں نہ کھائیں، ضعف و کمزوری بالکل طاری نہ ہوگی، اور اگر بطور عادت کھانا ملاحظہ نہ کریں تو ضعف بھی نمودار ہوگا اور شکم پاک پر پتھر بھی باندھے جائیں گے، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی، عبادات میں نورانیت کا ظہور ہے اور عادات میں بشریت کی جلوہ گری، لہذا یہ حدیث حضرت جابر کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دو وقت کھانا نہ کھانے پر دو پتھر پیٹ سے باندھے (۳) تیسرے یہ کہ جنتی میوے کھانے اور وہاں کا پانی پینے سے روزہ نہیں جاتا، جیسے رب تعالٰے سے کلام کرنے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے سے نماز نہیں جاتی، بعض اولیاء خواب میں کھاپی لیتے ہیں، کہ کھانے کی خوشبو بیداری کے بعد اُن کے منہ میں پائی جاتی ہے، مگر اُن کا روزہ قائم رہتا ہے، دیکھو احتلام سے ہمارا روزہ نہیں جاتا (۴) چوتھے یہ کہ بعض بندوں کو اسی زندگی میں جنتی میوے ملتے ہیں، حضرت مریم علیہا السلام کا جنتی میوے کھانا قرآن پاک سے ثابت ہے (۵) پانچویں یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر کام ہمارے لئے سنت نہیں، بلکہ وہ کام سنت ہے جو ہمارے لئے لائق عمل ہو، خصوصیات مصطفوی ہمارے لئے سنت نہیں روزہ وصال، ۹ بیویاں نکاح میں جمع فرمانا، ہمارے لئے نہ سنت ہیں نہ لائق عمل، سنت و حدیث میں یہی فرق ہے۔

[۱] یعنے روزے کی نیت رات سے کرنا چاہیئے صبح صادق سے پہلے، تاکہ دن کا ہر حصہ روزے کی نیت سے گزرے، یہاں اس سے مراد وہ روزہ ہے جو فرض ہو مگر مقرر نہ ہو جیسے رمضان کی قضا یا مطلق نذر کا روزہ، نفلی روزہ اور معین فرض روزے کی نیت دن میں ضحوی کبرٰے سے پہلے ہو سکتی ہے کیونکہ

وَقَفَهٗ عَلٰى حَفْصَةَ مَعْمَرٌ وَالزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَيُونُسُ الْاَيْلِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ؛
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ اَحَدُكُمْ وَالْاِنَاءُ فِيْ يَدِهٖ فَلَا يَضَعْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحَبُّ عِبَادِيْ اِلَيَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ؛ وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَاءٍ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ

۱؎ معمر زبیدی ابن عیینہ اور یونس ایلی نے حضرت حفصہ پر موقوف کیا یہ تمام حضرات زہری سے راوی ہیں ۱؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضرورت پوری کئے بغیر اسے نہ رکھے ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے میرے بندوں میں مجھے بہت پیارے وہ ہیں جو افطار میں جلدی کریں ۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت سلمان ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرنے لگے تو چھوارے پر افطار کرے کہ یہ برکت ہے ۴؎ پھر اگر چھوارہ نہ پائے تو پانی پر افطار کرے کہ یہ پاک کرنیوالا ہے ۵؎ (احمد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس صبح کو تشریف لاتے تو فرماتے کچھ کھانے کو ہے میں عرض کرتی، کچھ نہیں تو فرماتے اچھا تو ہمارا روزہ ہے، نیز روایات میں ہے کہ ایکبار صبح کو رمضان کا چاند ہو جانے کی خبر ملی تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ابھی تک کچھ نہ کھایا پیا ہو وہ روزہ رکھ لے، فقیر کی اس شرح پر یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ وہاں نفلی روزہ ہے یا فرضی معین روزہ اور یہاں فرضی غیر معین روزہ مراد ہے۔

۱؎ اس حدیث کے متعلق ترمذی نے فرمایا کہ نافع نے حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا، نسائی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے، دارقطنی نے اسے مرفوعًا نقل کیا، امام نووی نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے، بہت سی اسنادوں سے مروی ہے ۲؎ یعنے بوقت افطار اذانِ مغرب ہوتی رہے، تم روزہ افطار کئے رہو، افطار سے فارغ ہو کر نماز کو آؤ، اذان سن کر افطار کا کھانا پینا نہ چھوڑ دو، یا سحری کے وقت اگر اذان فجر ہو جائے اور تمہیں غالب گمان ہو کہ ابھی پو نہیں پھٹی ہے، مؤذن نے غلطی سے اذان کہدی ہے، تو سحری کھاتے پیتے رہو (مرقات، اشعۃ اللمعات، لمعات) لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے، اس پر یہ لازم نہیں آتا کہ فجر کی اذان کے وقت سحری کھاتے رہو ۳؎ یعنے یہود و نصارے یا روافض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ روزہ دیر سے کھولتے ہیں، اور سنی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں، سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے، کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے، اور جلدی افطار میں رب تعالٰے کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے اپنی حاجتمندی کا اظہار ہے ۴؎ چھوارے سے روزہ افطار نا چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے صحابہ کرام کی سنت ہے، نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا تندرستی، خصوصًا نظر کے لئے بہت مفید ہے۔ اس لئے یہ عمل دین و دنیاوی برکتوں کا ذریعہ ہے کھجور محبوب بندوں کی غذا ہے ۵؎ یعنے پانی جیسے جسم کو پاک کرنے

وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَلَمْ يَذْكُرْ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ غَيْرُ التِّرْمِذِيِّ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى ؛ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا اَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهٗ

ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی اور "اِنَّہٗ بَرَکَۃٌ" کا لفظ ترمذی کے سوا کسی نے روایت نہ کیا اپنی دوسری روایت میں۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے چند تر کھجوروں پر روزہ افطارتے تھے؎۱ اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک چھواروں پر؎۲ اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے؎۳ (ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت زید بن خالد سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو روزے دار کو افطار کرائے یا غازی کو سامان دے تو اُسے

والا ہے ایسے ہی دل و دماغ کو بھی پاک صاف کرنے والا ہے، نیز پانی میں حرام ہونے کا احتمال بہت کم ہوتا ہے، کہ کنوئیں کا پانی جنگل کا تنکا اصل میں مباح ہے دوسری چیزوں میں احتمال ہے کہ حرام کمائی سے حاصل کی گئی ہوں، روزہ حلال سے افطار کرنا بہتر ہے یہ امر استحبابی ہے؎۱ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک کہ روزہ دار افطار پہلے کرے، نماز مغرب بعد میں پڑھے، نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سُنّت کے خلاف ہے، دوسرے یہ کہ چند کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ، بعض روایات میں تین خرمے کا ذکر ہے، مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے لئے، تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں، یا اس لئے کہ اتفاقًا اُس وقت افطار نے کے لئے کچھ موجود نہ ہوتا تھا، بہرحال نماز سے پہلے افطار سُنّت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سُنّت ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو، تو بعد نماز افطار کرلے، یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے، یعنے افطار تو نماز سے پہلے کرلیتے تھے، اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے، بہرحال حدیث واجب التاویل ہے ؎۲ اس ترتیب سے پتہ لگا کہ تر کھجور پر روزہ افطارنا بہت اچھا ہے، پھر اگر یہ نہ ملیں، تو خشک چھواروں پر افطار کرنا، ہمارے ہاں رمضان شریف میں کثرت سے بازار میں کھجوریں آجاتی ہیں، اور عام طور پر لوگ خریدتے ہیں مسجدوں میں بھیجتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے ؎۳ غرضکہ روٹی چاول یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے۔ پنجاب میں بعض روزہ داروں کو دیکھا گیا، کہ سگریٹ سے روزہ افطارتے ہیں، نعوذ باللہ روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہیئے، سگریٹ گندی بدبودار چیز بھی ہے، اور اس سے روزہ افطارنا مضر صحت بھی ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آگ سے پکی چیز سے روزہ نہ افطارے، بلکہ گرمی میں پانی سے، سردی میں کھجور سے افطارے، جب آگ کی پکی چیز سے روزہ نہ افطارنا چاہیئے، تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا بُرا ہوگا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکہ والے ہمیشہ آب زمزم سے روزہ افطارتے ہیں یہ غلط ہے، سُنّت کے خلاف ہے، سُنّت ہے کھجور یا چھوارے سے افطارنا، اگر یہ نہ لیں تو پانی سے افطارنا۔

مِثْلُ اَجْرِهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَمُحْيِ السُّنَّةِ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ صَحِيْحٌ وَ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ
الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ رَوَاهُ
اَبُوْدَاوٗدَ مُرْسَلًا **اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ** عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اُن ہی کی طرح ثواب ہے[1] (بیہقی، شعب الایمان محی السنہ نے شرح سنہ میں اسے روایت کیا اور فرمایا صحیح ہے[2] روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار تے تو فرماتے پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور ان شاء اللہ ثواب ثابت ہو گیا[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاذ ابن زہرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطارتے تو فرماتے الٰہی میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا[4] (ابوداؤد۔ مرسلاً) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] اسلئے روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان دینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى چونکہ روزہ دار نفس وشیطان سے جہاد کرتا ہے اسلئے اسے غازی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب تو مل جائیگا مگر اس سے روزہ دار نہ ہوگا، وہ تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا اور ہے فرض ادا ہونا کچھ اور[2] یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابن حبان وغیرہم محدثین نے نقل فرمائی، ترمذی نے اسے حسن صحیح فرمایا شاید حضرت مصنف قدس سرہ ان اسنادوں پر مطلع نہ ہوئے، اسلئے ان کا ذکر نہ فرمایا[3] اسمیں رب تعالٰے کا انتہائی شکر ہے کہ پیاس اور رگوں کی خشکی ایک عارضی چیزیں تھیں جو افطار کرتے ہی دور ہو گئیں، مگر اس عارضی تکلیف پر جو رب تعالٰے نے ثواب عطا فرمایا وہ عظیم الشان ہے، اور دائمی ہے۔ ان شاء اللہ یا محض برکت کے لئے فرمایا گیا یا ہماری تعلیم کے لئے، کہ ہم کو روزہ مقبول یا مردود ہونے کی خبر نہیں، اگر رب تعالٰے نے قبول فرمایا ہو تو پھر اجر ہی اجر ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا اِنْ بمعنی اِذْ ہے، اور اس کا تعلق گذشتہ تینوں چیزوں سے ہے مگر پہلی توجیہ قوی بھی ہے اور موقعہ کے مناسب بھی[4] افطار کے وقت یہ دعا مانگنا سنت ہے، مرقات نے فرمایا کہ اگر یہ بھی کہے وَبِكَ اٰمَنْتُ اگرچہ اس کلمہ کی کوئی اصل تو نہیں مگر درست ہے، بعض لوگ آخر میں یہ بھی کہہ لیتے ہیں وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ یہ کل کے روزے کی نیت ہے، اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بدعت حسنہ ہے بعض لوگ افطار کے وقت یوں کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِرِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ اس میں بھی حرج نہیں، کیونکہ دعائیہ کلمات میں زیادتی جائز ہے۔ بعض اَلتَّحِيَّاتُ میں درود ابراہیمی میں لفظ مُحَمَّدٍ سے پہلے سَيِّدِنَا بڑھا دیتے ہیں، بعض حجاج تلبیہ میں یہ زیادتی کر دیتے ہیں اِنَّ عَبْدَكَ وَابْنَ عَبْدِكَ وَاقِفٌ بَيْنَ يَدَيْكَ حَالَكَ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ وغیرہ اس میں بھی حرج نہیں، ہاں درود وظیفوں کے الفاظ بالکل نہ بدلے جائیں، کیونکہ وہ کسی خاص اثر کے لئے ہوتے ہیں، اور یہ اثر منقولہ الفاظ سے وابستہ ہے اور دعائیں محض ثواب کے لئے، یہاں جتنے الفاظ زیادہ اتنا ثواب زیادہ۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَزَالُ الدِّیْنُ ظَاھِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی
یُؤَخِّرُوْنَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ ۔ وَعَنْ اَبِیْ عَطِیَّۃَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰی
عَائِشَۃَ فَقُلْنَا یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدُھُمَا
یُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَیُعَجِّلُ الصَّلٰوۃَ وَالْاٰخَرُ یُؤَخِّرُ الْاِفْطَارَ وَیُؤَخِّرُ الصَّلٰوۃَ قَالَتْ اَیُّھُمَا یُعَجِّلُ
الْاِفْطَارَ وَیُعَجِّلُ الصَّلٰوۃَ قُلْنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ ھٰکَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْمُوْسٰی رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ قَالَ دَعَانِیْ رَسُوْلُ

علیہ وسلم نے دین غالب رہے گا جب تک لوگ جلدی افطار کرتے رہیں ۱ کیونکہ یہود و عیسائی دیر سے افطار کرتے ہیں ۲ (ابوداؤد، ابن ماجہ)
روایت ہے حضرت ابوعطیہ سے فرماتے ہیں میں اور مسروق حضرت عائشہ کے پاس گئے ۳ ہم نے عرض کیا اے ام المومنین حضور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
میں سے دو حضرات ہیں ایک تو افطار بھی جلد کرتے ہیں اور نماز بھی جلد پڑھتے ہیں اور دوسرے صاحب افطار بھی دیر سے کرتے ہیں اور نماز بھی دیر سے پڑھتے
ہیں ۴ فرمانے لگیں کون صاحب نماز و افطار میں جلدی کرتے ہیں ۵ ہم نے عرض کیا عبداللہ ابن مسعود بولیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کیا ہے اور دوسرے حضرت ابوموسیٰ ہیں ۶ (مسلم) روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ

۱ یعنی مسلمانوں کا جلدی روزہ افطار کرتے رہنا دین کے غلبہ کا سبب ہے معلوم ہوا کہ سنتوں بلکہ مستحبات کی پابندی مسلمانوں کی شوکت اور دین کے ظہور و دبدبہ
کا باعث ہے، پھر فرائض کا کیا پوچھنا، ہندوستان کے مسلمان اذان اور گائے کی قربانی پر کفار سے لڑتے رہے ہیں، غلبہ اسلام کو قائم رکھنے کے لئے خیال
رہے کہ یہاں جلدی سے مراد وقت جواز میں جلدی ہے یعنی سورج ڈوب جائے پھر دیر نہ لگائے، بلاوجہ دیر لگانا سنت کے خلاف ہے اور اتنی دیر کہ تارے گتھ
جائیں مکروہ تحریمی ۲ یعنی دیر سے افطار کرنے میں اہل کتاب سے مشابہت ہے مرقاۃ و اشعہ نے فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کی درستی سارے کفار کی مخالفت سے وابستہ
ہے ان سے مشابہت میں دین کی کمزوری ہے، افسوس ان مسلمانوں پر جو محض عیسائیوں کی مشابہت کے لئے داڑھیاں منڈائیں، کھڑے ہوکر پیشاب کریں، ننگے سر پھریں، رب
تعالٰی فرماتا ہے لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ اور فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بہت دیر کرکے روزہ
افطار کرنے کو دین سمجھتے ہیں، سورج ڈوبتے ہی فورًا روزہ افطار کرنا چاہیے اسی لیے رب تعالٰی نے فرمایا ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ، فِی الَّیْلِ نہ فرمایا
یعنی روزے کو رات میں بالکل داخل نہ کرو، رات آتے ہی روزہ ختم کردو ۳ یہ دونوں حضرات جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان میں نماز مغرب اور
افطار روزہ میں اختلاف ہوا، فیصلہ کے لئے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے، کیونکہ آپ بڑی فقیہہ عالمہ تھیں۔ ۴
نماز سے مراد نماز مغرب ہے اور جلدی سے بہت ہی جلدی آفتاب کا کنارہ چھپتے ہی بالکل متصل اور دیر سے مراد چند منٹ کی احتیاطًا دیر لگانا
ہے نہ کہ تارے گتھ جانے تک کی تاخیر، لہذا ان میں سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں، ایک صاحب عزیمت پر عامل ہیں دوسرے رخصت پر ۵ سبحان
اللہ جناب ام المومنین کا کیسا حکیمانہ سوال ہے، دیر لگانے والے کا نام نہ پوچھا تاکہ ان پر الزام کا ذکر نہ ہو ۶ آخری جملہ راوی کا اپنا ہے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی السُّحُوْرِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ ھَلُمَّ اِلَی الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ۞ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَ سُحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ بَابُ تَنْزِیْہِ الصَّوْمِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۞

صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سحری کے لئے بلایا[۱] تو فرمایا برکت والے ناشتہ کے لئے آؤ کیونکہ سحری میں برکت ہے[۲] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مومن کی اچھی سحری چھوہارے ہیں[۳] (ابوداؤد) باب روزے کو پاک وصاف رکھنا[۴] فصل پہلی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جھوٹی باتیں اور برے کام نہ چھوڑے[۵] تو اللہ تعالے کو اس کے کھانا پانی چھوڑ دینے کی پرواہ نہیں[۶] (بخاری) روایت ہے

حضرت ام المومنین نے جناب عبداللہ کے عمل کو سنت مستحبہ کے موافق بتایا اور تعدیل سے تاخیر کو مستحب قرار دیا معلوم ہوا کہ جناب ام المومنین مزاج شناس رسول ہیں اور احوال دان مصطفے ہیں صلے اللہ علیہ وسلم غالب یہ ہے کہ یہ خبر حضرت ابوموسے اشعری کو پہنچی ہوگی اور انہوں نے اپنے عمل میں تبدیلی کر لی ہوگی صحابہ سے یہ توقع ہو سکتی ہی نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واقف ہو کر اس کے خلاف کام کریں[۱] ظاہر یہ ہے کہ حضرت عرباض سحری کے وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہوں گے تو فرمایا آؤ سحری کھاؤ، انہیں باقاعدہ دعوت دیکر گھر سے نہ بلایا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ کھاتے وقت اگر کوئی مسلمان آجائے تو اس پر کھانا پیش کر دینا سنت ہے[۲] اسکی شرح پہلے ہو چکی کہ سحری کھانا سنت بھی ہے لہذا اسمیں اخروی برکت ہے اور اس سے روزے میں مدد بھی ملتی ہے لہذا اسمیں دنیوی برکت بھی ہے خیال رہے کہ ھَلُمَّ اسم فعل ہے ایک کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے دو بہت کے لئے بھی رب تعالے نے سارے مشرکوں سے فرمایا ھَلُمَّ شُھَدَآءَکُمْ[۳] اس طرح کہ سحری کے وقت کچھ کھانا کھا کر آخر میں کچھ چھوارے بھی کھائے تاکہ روزے کی ابتدا بھی چھواروں سے ہو اور انتہا بھی سحری کھانا بھی سنت ہے، اور چھوارے کھانا بھی سنت اس صورت میں دو سنتوں کا اجتماع ہو کر انشاء اللہ روزہ ٹوٹے تو دہ ہوجائیگا، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سحری میں بہت کھانا نہ کھاؤ جو بد ہضمی کا باعث ہو، چند کھجوریں کھا کر پانی پی لو[۴] تنزیہ کے لغوی معنے ہیں دور رکھنا یا الگ کرنا، اصطلاح شریعت میں تنزیہ صوم یہ ہے کہ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا مکروہ ہوجاتا ہے یا اس کا ثواب کم ہوجاتا ہے ان سے روزہ کو الگ رکھنا یعنے روزہ دار کا الگ رہنا تاکہ روزہ ہر نقصان سے پاک وصاف رہے یہ چیز بہت ضروری ہے[۵] یہاں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان غیبت، چغلی، تہمت، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے، اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے گناہوں سے زیادہ ہیں اس لئے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا، یہ حدیث بہت جامع ہے، دو جملوں میں ساری چیزیں بیان فرما دیں، اگرچہ برے کام ہر حالت میں اور ہمیشہ ہی برے ہیں مگر روزے کی حالت میں زیادہ برے، کہ ان کے کرنے میں روزے کی بے حرمتی اور امتناز

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِأَرَبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِيْ رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنِ ابْنِ

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوس و کنار کرلیتے تھے اور حضور اپنے نفسی حاجت پر سب سے زیادہ مالک رقادر تھے [۱] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں بحالت جنابت صبح ہوتی تھی [۲] احتلام کے بغیر [۳] پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے [۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت

کی بے ادبی ہے اسلئے خصوصیت سے روزے کا ذکر فرمایا ہر جگہ ایک گناہ کا عذاب ایک، مگر مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کا عذاب ایک لاکھ ہے کیوں؟ اس زمین پاک کی بے ادبی کی وجہ سے [۶] یہاں حاجت بمعنی ضرورت نہیں، کیونکہ اللہ تعالٰے ضرورتوں سے پاک ہے، بلکہ بمعنی توجہ، التفات پرواہ یعنی اللہ تعالٰے ایسے شخص کا روزہ قبول نہیں فرمایا قبول نہ ہونے سے روزہ گویا فاقہ بن جاتا ہے، اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ روزہ شرعًا تو درست ہوجائے گا کہ فرض ادا ہوجائے گا مگر قبول نہ ہوگا شرائط جواز تو صرف نیت ہے اور کھانا پینا، صحبت چھوڑ دینا، مگر شرائط قبول میں باتیں چھوڑنا ہے جو روزہ کا اصل مقصود ہے، روزے کا منشاء نفس کا زور توڑنا ہے جس کا انجام گناہ چھوڑنا ہے جب روزے میں گناہ نہ چھوٹے تو معلوم ہوا نفس نہ مرا صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ ہر عضو کا ہونا چاہیئے، صرف حلال چیزوں یعنی کھانے پینے کو نہ چھوڑو بلکہ حرام چیزوں یعنی جھوٹ وغیبت کو بھی چھوڑو، مرقات نے فرمایا کہ ایسے بے پاک روزے دار کو اصل روزہ کا ثواب ملیگا اور ان چیزوں کا گناہ [۱] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر پورا قابو رکھتا ہو یا بیماری یا بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے یا تقوٰے و پرہیزگاری کی وجہ سے وہ اپنی بیوی سے بوس و کنار کرسکتا ہے، اور جو قابو نہ رکھے، وہ ہرگز ہرگز یہ کام نہ کرے، اس لئے ام المومنین فرماتی ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نفسی حاجت پر قادر تھے: حضرت عائشہ کا ایسے واقعات بیان فرمانا مسئلہ شرعی کے بیان کے لئے ہے لہٰذا بے غیرتی کہنا حماقت ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ، طبیب لوگ بیماریوں و علاجوں کے بیان میں کھلی کھلی باتیں بیان کرتے ہیں بے غیرتی کے لئے نہیں بلکہ بیان علاج کے لئے [۲] اس طرح کہ نماز تہجد کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے مقاربت فرماتے اور فورًا غسل نہ فرماتے تھے بلکہ نماز فجر کے وقت پر پہنچنے کے بعد، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے تھے خصوصًا رمضان شریف میں [۳] تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہوسکتا، کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ ابلیس عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے، اور یہ حضرات اس کے اثر سے محفوظ ہیں، بلکہ جو بیبیاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی ہوتی ہیں انہیں بھی کبھی خواب سے احتلام نہیں ہوتا جیسا کہ ہم باب الغسل میں عرض کرچکے ہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بغیر خواب نیند میں انہیں انزال ہوسکتا ہے یا نہیں یعنی زیادتی منی کے باعث: حق یہ ہے کہ وہ حضرات اس سے بھی محفوظ ہیں: یہاں حضرت ام المومنین کا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فرمانا یہ بتانے کے لئے ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی جنابت مقاربت سے ہوتی تھی یہ منشاء نہیں کہ وہاں احتلام کا امکان ہے حضرت ام المومنین کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مخالطت سے ہی جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے کہ وہاں احتلام کا تو امکان ہی نہیں (مرقاۃ و اشعہ) [۴]

عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَھُوَ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ وَھُوَ صَائِمٌ فَاَکَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام اور بحالت روزہ فصد لی ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بحالت روزہ بھول جائے تو کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے ۲؎ کہ اسے رب تعالٰے نے کھلایا پلایا ہے ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص آیا ۴؎

اس سے معلوم ہوا کہ روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا خواہ روزہ فرض ہو یا نفل، یہ قول صحیح ہے حضرت ابو ہریرہ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ جو جنابت میں سویرا پائے، اس کا روزہ نہیں، مگر یہ حدیث سن کر رجوع فرما گئے اور بولے کہ حضرت عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما مجھ سے زیادہ جانتی ہیں۔ اس حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہے فَالْاٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ نیز اس آیت سے بھی اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ کیونکہ جب رمضان میں رات بھر صحبت کرنے کی اجازت دی گئی تو پو پھٹنے تک صحبت جائز ہوئی اب لامحالہ غسل پو پھٹنے پر ہی ہوگا۔ نیز اگر روزہ دار کو دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کوئی نقصان نہیں، بعض علماء نے فرض ونفل میں فرق کیا ہے، مگر حق یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں۔

۱؎ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم محرم بھی تھے اور روزہ دار بھی، اس حال میں پچھنے لگوائے فصد لی، جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بلکہ دونوں واقعہ الگ الگ ہیں یعنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام بھی فصد لی ہے اور بحالت روزہ بھی، معلوم ہوا کہ فصد سے نہ احرام خراب ہو نہ روزہ فاسد، مگر احرام میں ضروری یہ ہے کہ بال نہ اکھڑے، ورنہ کفارہ واجب ہوگا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فصد نہ تو روزہ توڑتی ہے اور نہ اس سے روزہ مکروہ ہوتا ہے، یہ ہی امام اعظم ابوحنیفہ کا فرمان ہے، یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے، فصد کرنے والا اور کرانے والا دونوں کا روزہ باقی رہتا ہے ٹوٹتا نہیں، امام احمد کے ہاں حاجم ومحجوم دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر ان پر کفارہ نہیں صرف قضا ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے، ان کی دلیل دوسری حدیث ہے جس کے متعلق اس کی شرح میں ان شاء اللہ عرض کیا جائیگا۔

۲؎ یہ حکم فرض ونفل تمام روزوں کے لئے ہے کہ ان میں بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں جاتا: بھول یہ ہے کہ روزہ یاد نہ ہو اور کھانا پینا ارادۃً ہو اس میں نہ قضا ہے نہ کفارہ، خطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے کلی یا غرارہ کرتے وقت اس میں قضا ہے، کفارہ نہیں۔ عمدیہ ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی ارادۃً ہو اس میں ماہ رمضان میں قضا بھی ہے کفارہ بھی اجماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے لہذا اگر روزہ دار بھول کر صحبت کرلے، تو بھی روزہ نہیں جائیگا، یہ ہی احناف کا مذہب ہے فلیتم امر سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزہ شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا ہے جس کو پورا کرنا فرض ہے ۳؎ یعنے یہ بھول رب تعالٰے کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھا پی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہو جائے۔ خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت وکمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالٰے کی طرف سے ہے، لہذا حدیث

فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکْتُ قَالَ مَالَکَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰی امْرَاَتِیْ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ تَجِدُ رَقَبَۃً تُعْتِقُھَا قَالَ لَا قَالَ فَھَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ قَالَ لَا قَالَ ھَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا قَالَ لَا قَالَ اجْلِسْ وَمَکَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَا نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِیْہِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِکْتَلُ الضَّخْمُ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ قَالَ اَنَا

عرض کیا یارسول اللہ میں تو ہلاک ہوگیا ۱ فرمایا تجھے کیا ہوا عرض کیا میں نے بحالت روزہ اپنی بیوی سے صحبت کرلی ۲ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو غلام پاتا ہے جسے آزاد کردے ۳ بولا نہیں فرمایا تو کیا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے بولا نہیں ۴ فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کا کھانا پاتا ہے بولا نہیں ۵ فرمایا بیٹھ جا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ توقف فرمایا ۶ ہم اسی حال میں تھے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زنبیل لائی گئی جس میں کھجوریں تھیں عرق بڑی زنبیل ہوتی ہے ۷ فرمایا مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے بولا میں ہوں

پر یہ اعتراض نہیں کہ بھول تو شیطانی اثر ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے وَمَآ اَنْسٰنِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ. پھر اسے رب تعالٰے کی طرف منسوب کیوں فرمایا ۱ یہ حاضر ہونے والے صاحب حضرت سلمہ ابن صخر انصاری بیاضی ہیں، بعض نے فرمایا ان کا نام سلیمان انصاری ہے، مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے انہوں نے رمضان میں بحالت روزہ دن میں اپنی زوجہ سے صحبت کرلی تھی اسلئے حاضر بارگاہ ہوئے خیال رہے کہ اسلامی قانون شکنی کرکے سخت سزا کا مستحق ہوچکا اور اپنی بیوی کو اس جرم میں مبتلا کردیا کہ وہ بھی روزہ دار تھیں، اسلئے ہلاکت کو صرف اپنی طرف نسبت کیا، یہ نہ کہا کہ ہم دونوں ہلاک ہوگئے کہ وہ بے قصور تھیں انہوں نے جبرًا صحبت کی تھی ۲ بیوی کو مجبور کرکے وہ اس پر نہ راضی تھی نہ اسکے لیے آمادہ تھی ۳ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے. ایک یہ کہ ماہ رمضان میں بحالتِ روزہ عمدًا دن میں صحبت کرلینے سے قضا بھی واجب ہے کفارہ بھی، دوسرے یہ کہ عمدًا کھا پی لینے سے بھی کفارہ واجب ہے کیونکہ کفارہ کا سبب رمضان میں روزہ توڑنا ہے، روزہ جیسے جماع سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی کھانے پینے سے: تیسرے یہ کہ اگر عورت سے جبرًا صحبت کی ہو تو اس پر کفارہ نہیں بلکہ مرد پر ہوگا، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کفارہ میں صرف مرد سے خطاب فرمایا؛ چوتھے یہ کہ کفارہ میں ترتیب معتبر ہے کہ اگر غلام آزاد کرسکتا ہے تو یہ کرے. اگر غلام نہ پائے تو دو ماہ کے مسلسل روزے، اگر یہ ناممکن ہو تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا، دارقطنی میں بروایت حضرت ابوہریرہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان کے دن میں بحالت روزہ عمدًا کھالیا تھا اُسے بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے غلام آزاد کرنے کا حکم دیا: اسی دارقطنی میں بروایت سعید ابن المسیب ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے روزہ توڑ دیا ہے اُسے بھی کفارہ کا حکم دیا گیا: بہرحال رمضان میں جس طرح بھی عمدًا روزہ توڑے، کفارہ واجب ہے. یہ ہی احناف کا قول ہے ۴ یعنی مجھ میں دو ماہ مسلسل روزہ رکھنے کی طاقت نہیں، کہ اپنے نفس کو بیوی سے نہیں روک سکتا، جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے، معلوم ہوا کہ روزے کی طاقت نہ ہونا، بڑھاپے، بیماری، غلبہ شہوت ہر طرح ثابت ہوجاتا ہے ۵ یعنی میرے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہے ساٹھ مسکینوں کو کہاں سے کھلاؤں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے ۶ یعنی انتظار فرمایا کہ کہیں سے کچھ آجائے تو اس کو ادائے کفارہ کے لئے

قَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰى اَفْقَرَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ اَهْلُ بَيْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ

فرمایا یہ لے اور صدقہ کردے ۱؎ اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں خدا کی قسم مدینہ کے دو کونوں یعنی دو سنگلاخوں کے بیچ میرے گھروالوں سے زیادہ کوئی خاندان محتاج نہیں ۲؎ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتےکہ آپ کے دانت مبارک چمک گئے ۳؎ فرمایا اپنے گھروالوں کو ہی کھلا ۴؎ (مسلم،بخاری) الفصل

دے دیا جائے خیال رہے کہ ایسے فقیر پر کفارہ واجب نہیں صرف توبہ کرے،مگر یہاں کا یہ واقعہ خصوصیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ یہ کھجوریں صدقہ کی تھیں جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیرات کرنے کے لیے حاضر کی گئی تھیں،عرق وہ بڑا ٹوکرہ ہے جس میں تیس صاع کھجوریں آتی ہیں،کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو فی مسکین آدھا صاع کھجوریں دی جاتی ہیں،لہذا یہ کھجوریں اس کے کفارے کے لئے کافی تھیں،بعض نے فرمایا کہ اس زنبیل میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں،ہر مسکین کو چوتھائی صاع یعنی مد کھجوریں دی جائیں۔ ۱؎ یعنی اس صدقہ کا پہلے تو مالک بن جا،پھر مالک ہوکر اپنی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو خیرات کردے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ شرعی حیلے درست ہیں کہ کسی فقیر کو زکوۃ کا مالک بنادیا،پھر وہ زکوۃ اس سے دوسری جگہ خیرات کرادی،سید کو دلوادی یا مسجد میں خرچ کرادی،حیلے کی مکمل بحث ہماری کتاب جاءالحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے،جہاں آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے اس کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ۲؎ یعنی کفارہ فقیروں کو دینا چاہیئے،اگر مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ فقیر وحاجتمند ہم ہی ہیں،مطلب یہ تھا کہ اجازت ہو تو اسے میں اور میرے بال بچے ہی کھالیں،طلب کے لیے بھی منہ چاہیئے،کس ڈھنگ سے داتا سے مانگا۔ ۳؎ یعنی مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک میں سے کیلیاں ظاہر ہوگئیں۔ ۴؎ یعنی اپنا یہ کفارہ تو خود بھی کھالے اور اپنے گھروالوں کو بھی کھلادے،تیرا کفارہ ادا ہوجائے گا یہ ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اختیار خداداد،کہ مجرم کے لئے اس کا کفارہ اس کے لیے انعام بنادیا،ورنہ کوئی شخص اپنا کفارہ،اپنی زکوۃ،نہ تو خود کھاسکتا ہے،نہ اس کے بیوی بچے،مگر یہاں اس کا اپنا ہی کفارہ ہے اور اپنے آپ ہی کھارہا ہے،یہاں بعض لوگوں نے بڑے غوطے کھائے ہیں،کہتے ہیں کہ یہ کفارہ نہ تھا،کیونکہ وہ فقیر تھا،اور ایسے فقیر پر مالی کفارہ واجب نہیں،بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تو یہ کھالے،جب کبھی تیرے پاس مال آئے تو کفارہ ادا کردینا،مگر یہ غلط ہے چند وجہوں سے،ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا فَتَصَدَّقْ بِهٖ اس کا صدقہ دیدے،پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کفارہ نہ تھا،اگر فقیر کو بقدر کفارہ مال دیدیا جائے،تو وہ کفارہ ضرور دے،یہاں ایسا ہی ہوا۔دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ نہ فرمایا کہ آئندہ تو کفارہ دے دینا،تم یہ کہاں سے کہتے ہو،یہ قید اپنی طرف سے ہے حدیث میں نہیں۔تیسرے یہ کہ روایات میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صرف تجھے ہی کافی ہے دوسرے کو کافی نہ ہوگا،لہذا یہ اگر آئندہ کفارہ دلوانا ہوتا تو اس خصوصیت کے کیا معنے۔چوتھے یہ کہ دارقطنی میں اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اللہ نے تیرا کفارہ ادا کردیا،پھر آئندہ کفارہ دینے کے کیا معنے۔پانچویں یہ کہ امام زہری وغیرہ محدثین نے اسے اس شخص کی خصوصیات سے مانا۔دیکھو مرقات واشعۃ اللمعات وغیرہ۔غرضکہ یہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

الثَّانِي: عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَيَمُصُّ لِسَانَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهٗ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَسَاَلَهٗ فَنَهَاهُ فَاِذَا الَّذِيْ رَخَّصَ لَهٗ شَيْخٌ وَ اِذَا الَّذِيْ نَهَاهُ شَابٌّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْيَقْضِ رَوَاهُ

دوسری روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحالت روزہ انہیں چومتے اور ان کی زبان شریف چوستے تھے ۱؎ (ابوداؤد) ۲؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے بوس و کنار کے متعلق پوچھا آپ نے اسے اجازت دے دی ۳؎ خدمت عالی میں دوسرا حاضر ہوا اور یہی پوچھا تو اسے منع فرمادیا جس کو اجازت دی تھی وہ بڈھا تھا اور جسے منع کیا وہ جوان تھا ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے روزہ کی حالت میں قے آجائے تو اس پر قضا نہیں اور جو جان کر قے کرے وہ قضا کرے ۵؎

تاویل بہت رکیک ہے حق وہ ہی ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد اختیارات میں سے ہے: اس اختیار کی پوری بحث ہماری کتاب سلطنت مصطفےٰ میں ملاحظہ فرمایئے۔ ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ ماہ رمضان میں واقع ہوتا تھا جبکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بھی روزہ دار ہوتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر قادر ہو تو اپنی بیوی کا بوسہ بھی لے سکتا ہے اور اسکی زبان بھی چوس سکتا ہے بشرطیکہ ایک دوسرے کا تھوک دوسرے کے منہ میں نہ جاوے، اگر جائے تو نگلے نہ بلکہ تھوک دے: یہ مسئلہ بتانے کے لیے حضرت ام المؤمنین یہ واقعہ بیان فرمارہی ہیں، ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ طبیب بیان علاج میں بڑی بڑی خفیہ باتیں بیان کردیتے ہیں، اس بیان میں شرم نہیں کرتے، اگر شرم کریں تو علاج کیسے ہو، اسی طرح یہ حضرات مسئلہ شرعی بیان کرنے کے لیے بلاحجاب خفیہ باتیں بیان فرمادیتے ہیں، اگر شرم کریں تو دینی مسائل کیونکر واضح ہوں اور لوگوں کو ہدایت کیسے ملے ۲؎ مرقاۃ واشعۃ اللمعات وغیرہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی اسناد میں سعد ابن اوس بصری اور محمد ابن دینار ہیں، سعد ابن اوس تو ضعیف ہیں، اور زبان چوسنے کی روایت سوائے محمد ابن دینار کے کسی نے نہ کی، اور محمد ابن دینار بھی ضعیف ہیں ۳؎ یعنے اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تجھ جیسے روزہ دار کو بحالت روزہ بوس و کنار کی اجازت ہے یہ مسئلہ بتانا تھا ۴؎ اس تفریق سے مسئلہ فقہی واضح ہوا کہ بوڑھا یا بیمار یا کمزور یا بہت متقی جو بوس و کنار کے باوجود اپنے نفس پر قابو رکھے اسے اس کی اجازت ہے، دوسرے کے لیے نہیں، تاکہ روزہ نہ توڑ بیٹھے، یہ حدیث صحیح ہے اسکی اسناد بہت جید و قوی ہے ۵؎ اسی پر چاروں اماموں کا عمل ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ یاد ہوتے ہوئے عمداً قے کرے تو روزہ جاتا رہے گا، کیونکہ قے کا کچھ غیر محسوس حصہ حلق میں واپس لوٹ جاتا ہے جس کا احساس نہیں ہوتا، جیسے سونا وضو توڑ دیتا ہے کہ اس میں اکثر ریح نکل جاتی ہے، مگر احساس نہیں ہوتا، ہاں امام یوسف نے عمد کے ساتھ منہ بھر قے ہونے کی پابندی لگائی ہے، مگر قے کردینے سے صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہ ہوگا، قے کے پورے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ
لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ عِیْسٰی ابْنِ یُوْنُسَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ یَعْنِی الْبُخَارِیَّ لَا اُرَاهُ مَحْفُوْظًا
وَعَنْ مَعْدَانَ ابْنِ طَلْحَةَ اَنَّ اَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
قَاءَ فَاَفْطَرَ قَالَ فَلَقِیْتُ ثَوْبَانَ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَنِیْ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاَفْطَرَ قَالَ صَدَقَ وَاَنَا صَبَبْتُ لَهٗ وَضُوْءَهٗ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ. وَعَنْ عَامِرِ ابْنِ رَبِیْعَةَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا اُحْصِیْ یَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم سوائے عیسےٰ ابن یونس کسی سے نہیں معلوم کرتے امام محمد بخاری نے فرمایا کہ میں انہیں محفوظ نہیں جانتا۱ روایت ہے حضرت معدان ابن طلحہ۲ سے کہ ابوالدرداء نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو روزہ افطار کر دیا۳ فرماتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان۴ سے ملا میں نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو روزہ افطار فرما دیا فرمایا انہوں نے سچ کہا اور میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی انڈیلا تھا۵ (ابوداؤد، ترمذی، دارمی) روایت ہے حضرت عامر ابن ربیعہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بے شمار دفعہ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا۶ (ترمذی، ابوداؤد)۷ روایت ہے حضرت

۱ اراہ کی ضمیر کا مرجع حدیث ہے، یعنے میں اس حدیث کو محفوظ نہیں جانتا۔ خیال رہے کہ امام ترمذی و بخاری کو یہ حدیث غریب ہو کر ملی اسکو حاکم، ابن حبان، دارقطنی نے صحیح اسنادوں سے نقل فرمایا، حاکم نے فرمایا حدیث صحیح شرط شیخین ہے، دارقطنی نے فرمایا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں موطا امام مالک نے حضرت ابن عمر پر موقوفًا روایت کی، نسائی و عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ پر موقوفًا روایت کی، ابن ماجہ نے مرفوعًا نقل فرمائی جس کا مضمون و الفاظ اس سے کچھ متفاوت ہے، غرضکہ متن حدیث صحیح ہے ۲ آپ جلیل القدر تابعی ہیں، حضرت عمر، حضرت ابوالدرداء و ثوبان سے احادیث روایت کرتے ہیں ۳ یعنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے روزے میں عمدًا قے کی کسی ضرورت سے تو اسے روزے کا مفطر مانا جس کے بعد کھانا وغیرہ ملاحظہ فرمالیا ۴ حضرت ثوبان حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، انہوں نے حضرت ابوالدرداء کی تصدیق فرماتے ہوئے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے قے کو ناقض وضو بھی قرار دیا، چنانچہ آپ نے وضو کیا اور پانی میں نے حاضر کیا۔ اس سے معلوم ہوا، کہ منہ بھر کر قے روزہ بھی توڑ دیتی ہے اور وضو بھی، یہ ہی ہمارا مذہب ہے یہ حدیث ہمارے امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں قے سے وضو نہیں ٹوٹتا، وہ یہاں وضو سے مراد کلی کرنا لیتے ہیں، مگر قول امام اعظم قوی تر ہے بلاوجہ شرعی معنے چھوڑنا کمزور سی بات ہے ۵ اس حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہ و مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزے میں ہر وقت ہر قسم کی مسواک بلا کراہت جائز ہے، زوال سے پہلے کرے یا بعد، تر مسواک کرے یا خشک، بہرحال بلا کراہت درست ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث

أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اشْتَكَيْتُ عَيْنِيَّ أَفَأَكْتَحِلُ
وَأَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَأَبُو عَاتِكَةَ
الرَّاوِي يُضَعَّفُ ۔ وَعَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ

انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا میں آنکھوں کا بیمار ہوں کیا بحالت روزہ سُرمہ لگا سکتا ہوں فرمایا ہاں ۱؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اسکی اسناد قوی نہیں ابو عاتکہ راوی ضعیف مانے جاتے ہیں ۲؎ روایت ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مقام عرج میں ۳؎ بحالت روزہ سر مبارک پر پیاس یا

اُس حدیث کے خلاف نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بُو اللہ تعالٰی کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے، کیونکہ وہاں لفظ خلوف ہے نہ کہ لفظ بخر خلوف منہ کی وہ بو ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہوجاتی ہے، وہ مسواک سے نہیں جاتی جیسا کہ بارہا کا مشاہدہ ہے، رہا حضرت موسٰے علیہ السلام کا طور والا واقعہ وہ حضرت موسٰے علیہ السلام کی خصوصیات سے ہے کہ آپ نے روزے میں مسواک کرلی پھر توریت لینے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ موسٰے دس روزے اور رکھو تاکہ پھر وہی مہک پیدا ہو، جو مسواک سے جاتی رہی ہے، ورنہ مسواک سے روزے کی قضا اور پھر دس روزے رکھنے کا حکم کسی امام کے ہاں نہیں امام شافعی کے ہاں زوال کے بعد روزے میں مسواک مکروہ ہے اور امام احمد کے ہاں آخر دن میں مکروہ، مگر مذہب حنفی بہت قوی ہے، چنانچہ دارقطنی میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کا بہترین مشغلہ مسواک ہے، طبرانی میں حضرت عبدالرحمٰن ابن غنم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاذ ابن جبل سے پوچھا کیا میں روزے میں مسواک کرسکتا ہوں، فرمایا ہاں، پوچھا دن کے کس حصہ میں؟ فرمایا ہر حصہ میں، خیال ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو رب تعالٰی کو ایسی ہی پیاری ہے جیسے غازی کے قدم کی گرد وغبار، اگر غازی اپنے قدموں پر ویسے ہی خاک ڈال لے تو ثواب ملتا نہیں، اور اگر وہ قدموں کی دھول جھاڑ دے تو ثواب گھٹتا نہیں، ایسے ہی اگر روزہ دار بہ تکلف منہ میں بو پیدا کرے تو ثواب ملتا نہیں، اور اگر مسواک کرے تو ثواب گھٹتا نہیں، اسی لئے بیہقی، ابن حبان، طبرانی وغیرہ میں عام صحابہ کا یہ عمل بیان ہوا کہ وہ حضرات روزے میں ہر وقت مسواک کرلیتے تھے، اسکی پوری تحقیق یہاں مرقاۃ میں دیکھو۔ ۶؎ اس حدیث کو ترمذی نے حسن فرمایا اور احمد و ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا۔

۱؎ یہی تینوں اماموں کا مذہب ہے یعنی امام ابوحنیفہ، شافعی و مالک کہ روزہ دار کو سُرمہ لگانا، آنکھ میں خشک یا پتلی اگرچہ چکنی ہو دوا ڈالنا ہر وقت جائز ہے یعنی سونے سے پہلے بھی اور بعد بھی، اگر دوا کا رنگ یا مزا حلق میں محسوس ہو جب بھی مضر نہیں، امام احمد سونے سے پہلے سرمہ لگانا مکروہ فرماتے ہیں، یہ حدیث ان تینوں ائمہ کی دلیل ہے۔

۲؎ یہ حدیث بہت طریقوں سے مختلف اسنادوں سے بہت کتب میں مروی ہے تمام اسنادیں ضعیف ہیں لیکن زیادتی اسناد اور عمل علماء کی وجہ سے قوی ہوگئی، تمام اسنادیں بالتفصیل یہاں مرقات نے نقل فرمائیں اور اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو کہ تعدد اسناد اور عمل علماء سے حدیث ضعیف بھی قوی ہوجاتی ہے۔ ۳؎ عرج مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک منزل کا نام تھا اور

أَوْ مِنَ الْحَرِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُوْ دَاوٗدَ ❊ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى رَجُلًا بِالْبَقِيْعِ وَهُوَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِيْ لِثَمَانِ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحْيِ السُّنَّةِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَتَأَوَّلَهُ بَعْضُ مَنْ رَخَّصَ فِي الْحِجَامَةِ أَيْ تَعَرَّضَا لِلْإِفْطَارِ الْمَحْجُوْمُ لِلضُّعْفِ وَالْحَاجِمُ لِأَنَّهُ لَا يَأْمَنُ مِنْ أَنْ يَّصِلَ شَيْءٌ إِلٰى جَوْفِهِ بِمَصِّ الْمَلَازِمِ ❊ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَفْطَرَ

گرمی کی وجہ سے پانی ڈالتے دیکھا [1] (مالک۔ ابوداؤد) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بقیع میں ایک شخص پر تشریف لائے جو فصد دے رہا تھا حضور انور میرا ہاتھ پکڑے تھے [2] رمضان کے اٹھارہ دن گزر چکے تھے تو فرمایا فصد لینے والے اور فصد کرانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا [3] (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) الشیخ امام السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن بعض علماء نے فصد کی اجازت دے دی وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ دونوں قریب الافطار ہوگئے فصد کرانے والا تو ضعف کی وجہ سے اور فصد کرنے والا اسلئے کہ وہ اس سے امن میں نہیں کہ سینگی چوسنے کی وجہ سے اسکے پیٹ میں کچھ پہنچ جائے [4]۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان میں بغیر

[1] مدینہ منورہ میں ایک محلہ بھی تھا، یہاں دونوں احتمال ہیں کہ یا یہ سفر کا واقعہ ہو یا گھر کا یعنی غسل نہیں فرماتے تھے بلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے صرف سر شریف پر پانی بہاتے تھے اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسامات کے ذریعہ جو پانی وغیرہ جسم میں پہنچ جائے وہ روزے کے لئے مضر نہیں، لہذا روزے دار کا نہانا پانی میں غوطہ لگانا، سر یا جسم پر تیل کی مالش کرنا، بھیگا کپڑا جسم پر لپیٹنا روزے کے لئے مضر نہیں، ٹیکہ (INJECTION) لگوانے کا مسئلہ پہلے بیان ہوچکا کہ اس سے روزہ نہیں جاتا، جیسے سانپ بچھو بھڑ کے کاٹ لینے سے۔ دوسرے یہ کہ روزے میں سر پر پانی ڈالنا، زیادہ نہانا مکروہ نہیں جبکہ گھبراہٹ کے اظہار کے لئے نہ ہو، اگر دکھلاوے اور گھبراہٹ کے اظہار کے لئے ہو تو مکروہ ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔ [2] یعنی میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب تھا لہذا میں نے آپ کے کلمات نہایت صحیح سنے، یا یہ مطلب ہے کہ مجھ پر اس دن اللہ کا بڑا فضل تھا کہ میرا ہاتھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے پکڑا ہوا تھا۔ [3] یہی مذہب ہے امام احمد و اسحاق کا کہ فصد سے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے روزے میں بارہا فصد کرائی ہے لہذا یہ حدیث یا منسوخ ہے یا اس کی تاویل لازم ہے، چنانچہ علماء نے اس کی بہت تاویلیں کی ہیں، جن میں سے ایک تاویل وہ ہے جو خود مشکوٰۃ شریف میں ہی آگے آرہی ہے۔ [4] فصد لینے والا پہلے نشتر سے عضو پر زخم لگاتا ہے، پھر سینگی کا چوڑا حصہ زخم پر رکھ کر اس کا باریک حصہ اپنے منہ میں لے کر زور سے چوستا ہے، پھر اس سوراخ کو آٹے وغیرہ سے بند کر دیتا ہے جس سے عضو کا خون جمع ہوتا رہتا ہے خون نکل جانے کی وجہ سے فصد کرانے والا بہت کمزور ہوجاتا ہے، بسا اوقات فورًا اسے کچھ کھانا پینا پڑتا ہے، اور فصد لینے والے کے منہ بلکہ حلق میں بے اختیاری طور پر چوستے وقت کچھ خون پہنچ جاتا ہے لہذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں

يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبُخَارِيُّ فِي تَرْجَمَةِ بَابٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يَقُوْلُ أَبُو الْمُطَوِّسِ الرَّاوِي لَا أَعْرِفُ لَهُ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ

شرعی اجازت اور بغیر بیماری کا ایک دن کا روزہ نہ رکھے تو اگرچہ عمر بھر روزہ رکھے اسکی قضا نہ کرے گا[1] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور بخاری نے ترجمہ باب میں روایت کیا ترمذی فرماتے ہیں کہ میں حضرت محمد یعنی امام بخاری کو فرماتے سنا کہ ابوالمطوس راوی سے اس حدیث کے سوا اور حدیث مجھے معلوم نہیں[2] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے روزے دار وہ ہیں جنہیں روزہ سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں[3] اور بہت سے شب خیزوہ ہیں جنہیں شب خیزی میں بے خوابی کے سوا کچھ میسر نہیں[4]

قریب الافطار ہو گئے، فصد لینے والا تو اسلئے کہ شاید کچھ خون حلق میں اتر گیا ہو، اور فصد کرانے والا اس لئے کہ شاید وہ زیادتی کمزوری کی بنا پر کچھ کھانے پینے پر مجبور ہو جائے اسکی کو ملازم اسلئے کہتے ہیں کہ وہ زخم سے چپٹ جاتی ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ دونوں صاحب فصد کے وقت غیبتیں بھی کر رہے ہیں اس غیبت کی وجہ سے فرمایا کہ ان کا روزہ جاتا رہا یعنی روزے کا ثواب جاتا رہا۔ بعض نے فرمایا کہ وہ دونوں ہی حضرات شام کے وقت افطار کے قریب فصد کا کام کر رہے تھے، تب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یعنی یہ دونوں افطار کرنے والے ہی ہیں تھوڑا اور ٹھہر جاتے غرضکہ یہ حدیث واجب التاویل ہے اور فصد کرانے والی حدیثوں کے خلاف نہیں [1] یعنی بلا وجہ رمضان میں ایک روزہ بھی نہ رکھنے والا اسکے عوض عمر بھر روزہ رکھے، تو وہ درجہ اور ثواب نہ پائیگا جو رمضان میں رکھنے سے پاتا اگرچہ شرعاً ایک روزے سے اسکی قضاء ہو جائے گی ادائے فرض اور ہے درجہ پانا کچھ اور، رخصت سے مراد شرعی اجازت ہے جیسے سفر یا عورت کا حمل یا بچہ کو دودھ پلانا وغیرہ، اس سے معلوم ہوا کہ وقت پر عبادت کر لینا بہت بہتر ہے، نماز وغیرہ ساری عبادات کا یہی حال ہے: صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جوانی کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے کہ عبادات کا اصل وقت جوانی ہے، شعر

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں جب بڑھاپا آگیا کچھ بات بن پڑتی نہیں

ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

وقت کی قدر کرو، اسے غنیمت جانو جو گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں [2] یعنی اس حدیث کی اسناد میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنے والے راوی ابوالمطوس ہیں، ان سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، ابن خلف قرطبی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر خیال رہے کہ ایک اسناد ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعیف ہو جانا لازم نہیں، ترمذی کی اسناد میں ابوالمطوس ہیں باقی ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی و احمد نے مختلف اسنادوں سے یہ حدیث نقل کی، تعدد اسناد ضعیف حدیث کو قوی کر دیتا ہے (مرقات) [3] یہ وہ لوگ ہیں جو روزے میں لگائی گورنج، جھوٹ

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَذُكِرَ حَدِيثُ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ فِي بَابِ سُنَنِ الْوُضُوءِ ۞ اَلْفَصْلُ
الثَّالِثُ ۞ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ لَا يُفَطِّرْنَ
الصَّائِمَ الْحِجَامَةُ وَالْقَيْءُ وَالْاِحْتِلَامُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ
وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدٍ الرَّاوِي يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ ۞ وَعَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ قَالَ سُئِلَ
أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ كُنْتُمْ تَكْرَهُونَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقًا

روایت دارمی اور لقیط ابن صبرہ کی حدیث باب سنن الوضوء میں بیان کردی گئی۔ فصل تیسری روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑتیں فصد قے احتلام ۱؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور عبدالرحمن ابن زید راوی حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں ۲؎ روایت ہے حضرت ثابت بنانی سے ۳؎ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک سے پوچھا گیا کہ کیا آپ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ دار کے لئے فصد ناپسند کرتے تھے ۴؎ فرمایا نہیں مگر ضعف کی وجہ سے ۵؎ (بخاری) اور روایت ہے امام بخاری کی تعلیقا ۶؎

غیبت بہتان وغیرہ گناہوں سے نہیں بچتے۔ وہ یہ لوگ بھوک پیاس کی تکلیف تو اٹھاتے ہیں مگر روزہ کا ثواب حاصل نہیں کرتے، چونکہ روزے میں بمقابلہ بھوک کے پیاس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس لئے صرف پیاس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ ایسے روزے سے فرض شرعی ادا ہو جائیگا ادا اور چیز ہے اس کے شرائط کچھ اور، اور قبولیت دوسری چیز ہے اس کے شرائط بھی دوسرے۔

۲؎ یعنی وہ تہجد خواں جو حضور قلبی کے بغیر تہجد پڑھے وہ جاگنے کی مشقت تو اٹھا لیتے ہیں مگر اس کا ثواب نہیں پاتے، اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو مغصوب زمین میں نماز پڑھیں اور نماز میں ممنوعات سے بچیں نہیں اور سنن و مستحبات کا لحاظ نہ رکھیں، اس فرمان کا منشاء یہ نہیں ہے کہ ایسے لوگ روزہ یا تہجد چھوڑ دیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ برائیاں چھوڑ دیں، اللہ تعالٰی انہیں محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مقبول عبادتوں کی توفیق دے، ہم کمزور ہیں نفس امارہ اور شیطان جیسے قوی دشمنوں میں گھرے ہیں، اے قوی وقادر ہمیں اپنی امان میں لے لے

۱؎ اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی قے سے مراد وہ قے ہے جو خود بخود ہو جائے، لہذا یہ حدیث گذشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں قے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا گیا کیونکہ وہاں وہ قے مراد تھی جو خود کی جائے

۲؎ لہذا یہ شاذ بھی ہے اور ضعیف بھی، خیال رہے کہ یہ حدیث صرف ترمذی کی اسناد میں ضعیف ہے، اسے دارقطنی، بیہقی ابوداؤد نے بھی روایت کیا، ابوحاتم نے کہا کہ ابوداؤد کی روایت اشبہ بالثواب ہے، ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت ہی صحیح ہے، بزار نے سیدنا عبداللہ ابن عباس سے اور طبرانی نے ثوبان سے مرفوعًا روایت کی، بزار نے فرمایا حدیث صحیح ہے

۳؎ آپ ثابت ابن اسلم مشہور تابعی ہیں، بصرہ کے علماء اعلام میں سے تھے، حضرت انس کے ساتھ چالیس سال رہے

۴؎ صحابہ کرام سے فصد کے متعلق یہ سوالات اس حدیث کی وجہ سے ہوتے تھے جو لوگوں میں مشہور ہو چکی تھی اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ۔ اس کا مطلب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں

۵؎ یعنی چونکہ فصد لینے سے خون نکل جانے

قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ ؛ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ اِنْ مَضْمَضَ ثُمَّ اَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيرُهُ اَنْ يَزْدَرِدَ رِيقَهُ وَمَا بَقِيَ فِي فِيهِ وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ فَاِنْ اِزْدَرَدَ رِيقَ الْعِلْكِ لَا اَقُوْلُ اِنَّهُ يُفْطِرُ وَلٰكِنْ يُنْهٰى عَنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَرْجَمَةِ بَابٍ ؛ بَابُ صَوْمِ الْمُسَافِرِ ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر روزہ کی حالت میں فصد لیتے تھے پھر چھوڑ دی پھر رات میں فصد لیتے تھے ۱؎ روایت ہے حضرت عطاء سے فرماتے ہیں اگر کلی کرے پھر منہ میں کا پانی اگل دے تو اسے تھوک کا اور جو پانی کا اثر اسکے منہ میں رہ گیا ہے اسے نگل جانا مضر نہیں ۲؎ اور علک (مصطگی) نہ چبائے ۳؎ اگر علک والا تھوک نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس سے منع کرنا چاہیئے ۴؎ (بخاری) ترجمہ باب وباب مسافر کا روزہ ۵؎ پہلی فصل روایت ہے ۔

کے باعث آدمی کمزور پڑجاتا ہے، ممکن ہے کہ روزہ پورا نہ کر سکے یا بہت تکلیف اٹھائے اسلئے روزے میں فصد بہتر نہ جانتے تھے اس حدیث نے گذشتہ حدیث اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ کی تفسیر کردی جیسا کہ پہلے عرض کر چکے ہیں ۶؎ بغیر اسناد حدیث بیان کرنیکو تعلیق کہتے ہیں تعلیقات بخاری سب مقبول و معتبر ہیں، کیونکہ امام بخاری اسی جگہ اسناد چھوڑتے ہیں جہاں انہیں حدیث کی صحت کا یقین ہوتا ہے جب امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے تو ثقہ تابعین کا ارسال بھی قبول ہے بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمادینا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا بالکل قبول ہے یہ حضرات امام بخاری سے زیادہ رتبہ والے ہیں ۔

۱؎ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ آپ جوانی اور طاقت کے زمانہ میں روزہ میں فصد لیتے تھے کہ اسوقت آپ کو ضعف کا اندیشہ نہ تھا، پھر بڑھاپے اور کمزوری میں یہ عمل چھوڑ دیا کیونکہ فصد سے کہ روزہ پورا کرنا دشوار تھا ۲؎ یعنے روزہ دار کو کلی کرکے تھوک نگلنا جائز ہے اگرچہ اسمیں پانی کی ٹھنڈک اور اس کا اثر رہ گیا ہو کیونکہ اس قدر اثر سے بچنا ناممکن ہے اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز سے روزہ دار نہ بچ سکے اس سے روزہ نہیں جاتا لہٰذا اگر گرد و غبار دھواں، مکھی مچھر اور آٹے کی مشین کا اڑتا ہوا آٹا، کلی کے پانی کی تری روزہ دار کے حلق میں چلی جائے، تو اس سے روزہ نہیں جائیگا ۳؎ ملک عرب کا مشہور گوند ہے، جسے دانتوں کی صفائی اور مضبوطی کے لئے چبایا جاتا ہے مصطگی کی طرح دانہ دانہ ہوتا ہے ۴؎ خلاصہ یہ ہے کہ روزہ میں گوند مصطگی وغیرہ چبا کر تھوک دینا مکروہ ہے، کیونکہ اندیشہ ہے کہ گوند کے کچھ اجزاء حلق میں اتر جائیں، گویا اس میں روزہ کو قریب الافطار کردینا ہے جو شخص یہ چبا کر اچھی طرح تھوک دے، پھر تھوک نگلے، تو اگرچہ گوند کے کچھ نامعلوم ذرے حلق میں اتر جائیں روزہ نہ جائیگا ۔ مسئلہ، درزی نے رنگین دھاگا دانت سے توڑا جس سے اس کا تھوک رنگین ہوگیا، تو اگر دھاگہ کی طرح تیز رنگین ہوگیا اس کا نگلنا روزہ توڑ دیگا اور اگر خفیف رنگین ہوگیا تو نہیں ۔ مسئلہ، عورتوں کے لئے مسواک مکروہ ہے کہ ان کے مسوڑھے کمزور ہوتے ہیں، ان کے لئے علک، سکڑا، انگلی، موٹا کپڑا مسواک کے قائمقام ہے ۔ مسئلہ، مردوں کے لئے مسّی اور سکڑا ملنا مکروہ ہے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے ۵؎ شریعت میں مسافر وہ ہے جو اپنے شہر سے تین منزل یعنے چھتیس کوس (۵۷ میل) کے ارادہ سے نکلے، پھر جب تک وہ گھر لوٹ نہ آئے یا کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے مسافر ہی ہوگا، کہ اس پر نماز میں قصر واجب ہوگا اور روزہ قضا کرنے کی اجازت ہوگی امام

عائشۃ قالت ان حمزۃ بن عمرو الاسلمی قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اصوم فی السفر وکان کثیر الصیام فقال ان شئت فصم وان شئت فافطر متفق علیہ ۞ وعن ابی سعید الخدری قال غزونا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لست عشرۃ مضت من شھر رمضان فمنا من صام ومنا من افطر فلم یعب الصائم علی المفطر ولا المفطر علی الصائم رواہ مسلم ۞ وعن جابر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فرای زحاما ورجلا قد ظلل علیہ فقال ما ھذا قالوا صائم

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں وہ بہت روزے رکھتے تھے ۱ تو حضور نے فرمایا اگر چاہو روزہ رکھو اگر چاہو افطار کرو ۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا جبکہ ماہ رمضان کے سولہ دن گذر گئے تھے ۳ تو ہم میں بعض نے روزہ رکھا اور بعض وہ تھے جنہوں نے افطار کیا تو نہ روزہ داروں نے بے روزوں کو عیب لگایا اور نہ بے روزوں نے روزہ داروں کو ۴ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو لوگوں کی بھیڑ دیکھی اور ایک شخص کو ملاحظہ کیا جس پر سایہ کیا گیا تھا ۵ فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا ایک روزہ دار ہے

ابو حنیفہ، مالک، شافعی و ثوری رضی اللہ عنہم کے ہاں مسافر کو روزہ رکھنا بہتر ہے اور امام احمد و اوزاعی کے ہاں افطار بہتر یہ عام حالات میں ہے بعض حالات میں اس پر افطار واجب ہو جاتا ہے جیسے مسافر غازی جب روزہ کی وجہ سے بجائے جہاد کرنے کے دوسرے پر بوجھ بن جائیں (لمعات) ۱ یہاں مرقات نے فرمایا کہ آپ صائم الدھر یعنی ہمیشہ کے روزہ دار رہنے چاہتے تھے کہ سفر میں بھی کبھی روزہ نہ چھوڑیں، تب یہ سوال کیا سفر میں روزہ رکھنا گناہ تو نہیں، شاید آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن چکے تھے کہ سفر میں روزہ اچھا نہیں، اس لئے یہ سوال کیا ۲ اس جواب سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر عام حالات میں روزہ رکھ لینا بہتر تاکہ عام مسلمانوں کی موافقت بھی ہو جائے اور رمضان کے بعد قضاء گراں بھی نہ پڑے، کیونکہ سرکار نے روزہ رکھنے کا ذکر پہلے فرمایا خیال رہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے، مگر ماہ رمضان کی بے حرمتی کرنے کا اختیار نہیں، لہذا بازاروں میں علانیہ نہ کھائے پیئے، نہ سگریٹ پیتا پھرے بلکہ چھپ کر کچھ کھائے پیئے، حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چھپ کر کھائیں پیئیں ۞ ۳ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی درمیان رمضان میں سفر کرے تو اسے افطار جائز نہیں، اس پر روزہ ہی فرض ہے، افطار کی اجازت صرف اسے ہے جسے بحالت سفر رمضان شروع ہو، اس حدیث میں ان کی کھلی تردید ہے دیکھو سولہ رمضان کو سفر شروع ہوا، اور بعض صحابہ نے روزے نہ رکھے ۴ یہ حدیث بظاہر ان علماء کی دلیل ہے جو سفر میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کو یکساں کہتے ہیں کسی کو ترجیح نہیں دیتے، مگر یہ استدلال ضعیف سا ہے، کیونکہ یہاں عیب لگانے کی نفی ہے، ترک مستحب پر نہ عیب لگایا جاتا ہے نہ اعتراض ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ اس غزوہ میں حالات معمول پر ہونگے ورنہ بحالت جنگ روزہ نہ رکھنا بہتر ہے ۵ ان صاحب کا نام قیس یا قیصر ہے، کنیت ابو اسرائیل ہے، گرمی سخت تھی، سفر کی حالت تھی، غزوہ تبوک کا موقعہ تھا جبکہ لشکر اسلام میں کھانے کی بھی کمی تھی، یہ

فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ فَسَقَطَ الصَّوَّامُونَ وَقَامَ الْمُفْطِرُونَ فَضَرَبُوا الْأَبْنِيَةَ وَسَقَوُا الرِّكَابَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ

فرمایا سفر میں یوں روزہ رکھنا بھلائی نہیں ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ہم میں سے بعض روزہ دار تھے بعض بے روزہ ہم گرم دن میں ایک منزل پر اترے روزہ دار تو گر گئے ۲؎ اور بے روزہ کھڑے رہے انہوں نے خیمے لگائے اونٹوں کو پانی پلایا ۳؎ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج بے روزہ ثواب لے گئے ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے ۵؎ تو روزے رکھتے رہے حتی کہ عسفان پہنچ گئے ۶؎ پھر

ایک درخت کے پاس کھڑے ہوئے تھے، بغیر سحری کا روزہ منہ میں تھا کہ بے ہوش ہوکر گر گئے، صحابہ کرام نے اپنی چادریوں سے سایہ کرلیا، یا ان پر خیمہ لگا دیا، کیونکہ عرب کے عام درختوں کا سایہ کافی نہیں ہوا کرتا (از مرقات ولمعات)۔

۱؎ بلکہ برا ہے، یہاں تو الصوم میں الف لام عہد خارجی ہے: یا سفر میں یا دونوں میں، یعنی ایسے سخت سفر میں ایسا بے سروسامانی کا روزہ بھلائی نہیں بلکہ برا ہے، اور رب تعالٰے کے اس فرمان کے خلاف ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں، کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزے رکھے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ صالحین کی خدمت نوافل سے افضل ہے یعنی یہ صاحب اگر روزہ نہ رکھتے، تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی خدمت کرتے، اب روزہ رکھ کر خود جلیل القدر صحابہ سے خدمت لینے لگے۔ ۲؎ یعنی روزہ دار حضرات ضعف کی وجہ سے منزل پر پہنچتے ہی لیٹ گئے، کوئی کام نہ کرسکے: یہاں گرنے سے مراد بے ہوش ہوکر گرنا نہیں، ورنہ ان پر بھی وہ عتاب ہوجاتا جو پچھلی حدیث میں گذرا۔ ۳؎ اور تمام وہ ضروری کام کئے، جو سفروں میں عموماً اور جہاد میں خصوصاً کئے جاتے ہیں لہذا یہ لوگ کام ثواب ہیں ۴؎ ثواب سے مراد کامل ثواب ہے، یعنی روزہ داروں نے تو روزوں کا ثواب پایا، جسے یہ لوگ بھی بعد رمضان قضاء کرکے حاصل کرلیں گے مگر بے روزوں نے جہاد کی تیاری اور لشکر اسلام کی خدمت کرکے وہ ثواب کمایا، جس کی وہ قضاء نہ کرسکیں گے: شعر:-

نمازیں گر قضاء ہوں، پھر ادا ہوں　　نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

کیا تمہیں خبر نہیں کہ سیدنا علی مرتضٰے نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز عصر قضاء کردی، خیال رہے کہ چونکہ یہ روزہ دار حضرات بقیہ صحابہ پر بوجھ نہ بنے اسلئے ان پر عتاب نہ فرمایا گیا۔ ۵؎ فتح مکہ کے سال، خیال رہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر اور فتح مکہ کے موقعوں پر رمضان میں سفر کیا ہے ان دو سفروں کے علاوہ اور کبھی رمضان میں سفر ثابت نہیں (مرقات) موجودہ روایتوں میں آتا ہے کہ ہم ایکبار سخت گرمی میں سفر جہاد میں تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ اِلٰی یَدِهٖ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَاَفْطَرَ حَتّٰی قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ فَكَانَ
ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ
شَاءَ اَفْطَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ شَرِبَ بَعْدَ الْعَصْرِ۔ اَلْفَصْلُ
الثَّانِيْ۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْكَعْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ
اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰى رَوَاهُ

پانی منگایا تو اسے اپنے ہاتھ میں اٹھایا[۱] تاکہ آپ کو لوگ دیکھ لیں[۲] پھر افطار فرماتے رہے حتٰے کہ مکہ معظمہ آگئے[۳] اور یہ واقعہ رمضان میں تھا[۴] چنانچہ
حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہے تو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے[۵]
(مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں حضرت جابر سے یوں ہے کہ آپ نے بعد عصر پانی پیا[۶] فصل دوسری: روایت ہے حضرت انس ابن مالک کعبی سے[۷] فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرمادی[۸] اور روزہ مسافر دودھ پلانے والی اور حاملہ سے[۹]

کے سوا ہم میں کوئی روزہ دار نہ تھا، وہاں رمضان کا ذکر نہیں۔ [۱] عسفان مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کے راستہ پر دوسری منزل ہے، مشہور جگہ ہے۔
[۱] یہ اِلٰی بمعنی فی ہے جیسے لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور ہوسکتا ہے کہ بمعنی مع ہو، جیسے مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى اللّٰهِ یا جیسے لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ
اور ممکن ہے کہ بمعنی علٰے ہو، اور ہوسکتا ہے کہ اپنے ہی معنی میں ہو یعنی انتہاء کے لئے، اور اصل عبارت یوں ہو اِلٰی مُنْتَهٰى يَدِهٖ۔ یعنی پانی کا پیالہ اپنے
ہاتھ میں اٹھایا یا اپنے ہاتھ پر یا دست مبارک کے ساتھ پیالہ بھی اوپر اٹھایا، یا پیالہ ہاتھ میں لے کر ہاتھ پورا بلند کردیا، الحمدللہ عبارت میں کوئی
اشکال نہ رہا[۲] یہ لوگوں کو دکھانا ماہ رمضان کی بے حرمتی کے لئے نہ تھا بلکہ لوگوں کو مسئلہ بتانے کے لئے، کیونکہ وہاں سب ہی مسافر تھے، اس سے
معلوم ہوا کہ مسافر راستہ میں مسافروں کے ساتھ رمضان میں علانیہ کھا سکتا ہے[۳] بعض شارحین نے اَفْطَرَ کے معنے یہ سمجھے کہ حضور انور صلے اللہ
علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر توڑ دیا، اسی بنا پر انہوں نے فرمایا کہ مسافر کو رمضان میں روزہ رکھ کر توڑ دینا بھی جائز ہے، مگر یہ غلط ہے، اَفْطَرَ کے وہی معنے ہیں
جو فقیر نے عرض کئے، ورنہ ابھی حدیثوں میں گزر چکا کہ بعض صحابہ سفر جہاد میں روزہ کی وجہ سے بے ہوش ہوکر گر گئے، ان پر صحابہ نے سایہ تو کیا مگر حضور
انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں روزہ توڑنے کی اجازت نہ دی[۴] یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے ۲، رمضان ۸ھ میں بعد عصر مدینہ منورہ
سے روانہ ہوئے (مرقات) اور بیس رمضان کو مکہ معظمہ فتح ہوا، بعض مورخین نے دسویں رمضان کو روانگی بیان کی ہے۔ [۵] بعض شیعہ سفر میں روزہ
مطلقًا ناجائز کہتے ہیں، اور اس قول کو سیدنا عبداللہ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں، حضرت ابن عباس کا قول وہ ہے جو یہاں
منقول ہوا۔ [۶] اس کا مطلب وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سرکار نے اس دن روزہ رکھا ہی نہ تھا اس کا اظہار عصر کے بعد اس طرح کیا، یہ
مطلب نہیں ہے کہ روزہ رکھ کر توڑ دیا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا پانی پینا ایک مسئلہ شرعیہ کی عملی تبلیغ تھی نہ کہ ماہ رمضان کی بے حرمتی۔ [۷] یہ انس
ابن مالک وہ مشہور انس نہیں جو ابوطلحہ انصاری کے سوتیلے بیٹے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں، وہ تو انصاری بخاری خزرجی ہیں، بہت

أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ حَمُوْلَةٌ تَأْوِيْ إِلَى شِبَعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ أَدْرَكَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؛ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ فَرَفَعَهُ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيْلَ لَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَنَّ

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سلمہ ابن محبق سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس کے پاس سواری ہو جو اسے بحالت سیری منزل تک پہنچا دے ۲؎ وہ رمضان کے روزے رکھے جہاں پائے ۳؎ (ابوداؤد) ۴؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتح کے سال رمضان میں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے ۵؎ تو روزے رکھتے رہے حتے کہ کراع الغمیم پہنچ گئے ۶؎ لوگ بھی روزہ دار رہے پھر حضور نے پانی کا پیالہ منگایا اسے اٹھایا حتے کہ آپ کو لوگوں نے دیکھا پھر پیا ۷؎ اس کے بعد حضور سے عرض کیا گیا کہ

ہی احادیث کے راوی ہیں، بلکہ یہ انس ابن مالک عبداللہ ابن کعب کی اولاد سے ہیں، اسی لئے کعبی کہلاتے ہیں، ان سے بہت ہی کم احادیث یعنے صرف یہ ہی مروی ہے (مرقات) اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ بیس صحابہ کے نام انس ہیں، جن میں سے دو کے نام انس ابن مالک ہیں، ایک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص بہت سی احادیث کے راوی، دوسرے یہ، ان کا قیام بصرہ میں رہا۔ ۸؎ اس طرح کہ مسافر پر نماز میں قصر واجب ہے، صرف جائز نہیں، جیسا کہ ہم سافر کے باب میں ثابت کر چکے ہیں، اور اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں بہت دلائل سے بیان کر چکے ہیں ۹؎ یعنے ان تین شخصوں سے روزہ کا فوری وجوب معاف ہو چکا ہے، اگر چاہیں تو قضا کر دیں۔ خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضا ہی واجب ہے، وہ فدیہ نہیں دے سکتیں، یہ ہی ہم احناف کا مذہب ہے، یہ دونوں اس حکم میں مسافر کی طرح ہیں، نیز ان دونوں عورتوں کو قضا کی اجازت جب ہے جبکہ انہیں روزہ سے اپنے بچہ پر خوف ہو، اشعہ نے فرمایا کہ اگر عورت جس کا بچہ دودھ پیتا ہو وہ بچہ کے لئے دودھ پلائی رکھے اور خود روزہ رکھے۔ ۱؎ آپ خود بھی صحابی ہیں، اور آپ کے بیٹے سنان ابن سلمہ بھی صحابی، سنان بڑے پہلوان تھے، بہت سے غزوات میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ۲؎ یعنے آرام و آسائش سے منزل پر افطار سے پہلے پہنچ جائے یا اس کا سامان خور و نوش ساتھ ہو، تو وہ سفر میں روزہ قضا نہ کرے بلکہ تمام مسلمانوں کی موافقت میں روزہ رکھے۔ ۳؎ یہ حکم استحبابی ہے یعنے آرام کے سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے، قضا کر دینا مناسب نہیں آج کل ریل و موٹر کے سفروں میں تو بہت آسانیاں ہیں، ان سفروں میں روزہ رکھنا ہی اچھا ہے ۴؎ اس حدیث کی اسناد میں عبدالصمد ابن حبیب ازدی ہے اکثر محدثین کے ہاں قوی نہیں ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے، مگر فضائل اعمال میں حدیث صحیح قبول ہے جیسا کہ بارہا عرض کیا گیا، یہاں بھی فضیلت عمل ہی کا ذکر ہے یعنے آسان سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے لہذا قبول ہے۔ ۵؎ فتح مکہ کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی روانگی بھی رمضان میں اور فتح فرمانا بھی رمضان میں، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ۶؎ یہ مشہور جگہ ہے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے، عسفان سے تین

بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجِدُ بِيْ قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ قَالَ هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ

بعض لوگوں نے روزہ رکھ لیا [1] ہے فرمایا یہ لوگ گنہگار ہیں یہ لوگ گنہگار ہیں [2] (مسلم) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عوف سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سفر میں رمضان کے روزے رکھنے والا ایسا ہے جیسے گھر میں افطار کرنے والا [3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی سے [4] انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے اندر سفر میں روزہ کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا مجھ پر گناہ ہے فرمایا وہ تو اللہ عزوجل کی طرف سے [5] رخصت

میل فاصلہ پر ہے چونکہ اس جنگل کا نقشہ بکری کی پنڈلی کی طرح ہے۔ اسلئے اسے کراع کہا جاتا ہے، غمیم بمعنے جنگل یعنے بکری کی پنڈلی کے نمونہ کا جنگل۔ [2] یعنے آج تک روزہ رکھا، آج سے افطار شروع فرمایا، یہ مطلب نہیں کہ آج روزہ رکھ کر توڑ دیا، جیساکہ ظاہر ہے۔

[1] یعنے صحابہ کرام میں سے بعض نے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل پر عمل کرکے روزہ نہیں رکھا ہے، اور بعض نے اس خیال سے رکھ لیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے، وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اس سفر میں اب سے روزہ نہ رکھنا سنت اور روزہ رکھنا خلاف سنت ہے، غرضکہ ان سے خطائے اجتہادی واقع ہوئی [2] اس جملہ کی تکرار تاکید بلکہ تغلیظ کے لئے ہے، یعنے یہ لوگ یقیناً سخت گنہگار ہیں دو وجہ سے: (۱) ایک یہ کہ میری موجودگی میں انہیں اجتہاد نہ کرنا چاہیئے تھا، بلکہ براہ راست مجھ سے مسئلہ پوچھ لینا چاہیئے تھا، کیونکہ اجتہاد حدیث نہ مل سکنے پر ہوتا ہے (۲) دوسرے یہ کہ آج سے روزہ نہ رکھنا میری سنت ہوچکا تھا، لہذا ان کا روزہ رکھنا خلاف سنت ہوا، اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے۔ فقیر کی اس تقریر سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ صحابہ کرام تو فسق سے پاک ہیں پھر وہ حضرات یہ گناہ کیسے کر بیٹھے، کیونکہ ان بزرگوں نے نہ تو گناہ کی نیت سے یہ کام کیا تھا، نہ بعد میں اس پر قائم رہے، اور فسق کے لئے دونوں چیزیں ضروری ہیں، اور یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ خطائے اجتہادی پر پکڑ نہیں، اور نہ وہ گناہ ہے، پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں گنہگار کیوں فرمایا، کیونکہ سرکار نے اپنی موجودگی میں ان کے اجتہاد کو گناہ قرار دیا، کہ انہیں مجھ سے پوچھنا چاہیئے تھا، یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اس پر وہ حضرات گنہگار کیوں ہوگئے، کیونکہ اس وقت سے افطار کرنا سنت ہوچکا تھا، اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے خیال رہے کہ عدم سنت اور ہے، اور مخالفت سنت کچھ اور، اس وقت سے معلوم ہوا کہ روزہ نماز بذات خود ثواب کا باعث نہیں بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع ثواب کا باعث ہے، جو عبادت ان کی اتباع سے خالی ہو جائے وہ گناہ بن جاتی ہے، عید کے دن کا روزہ سورج نکلتے ڈوبتے نماز پڑھنا منع ہے، ایسے ہی اب ان کے لئے روزہ گناہ ہوگیا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرجانے پر مکہ معظمہ میں رہنا گناہ ہوگیا تھا۔ [3] یہاں اَلسَّفَر میں الف لام عہدی ہے اور اس سے وہ سفر مراد ہے جس میں روزہ ہلاکت یا سخت تکلیف کا باعث ہو، یا وہ سفر جہاد مراد ہے جس میں روزہ دار بجائے جہاد کرنے کے دوسرے غازیوں پر بوجھ بن جائے، لہذا یہ حدیث سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث کے خلاف نہیں، یعنے ایسا مسافر سفر میں روزہ رکھنے سے ایسا ہی گنہگار ہوگا جیسے

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَمَنْ اَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

بَابُ الْقَضَاءِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ رَمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَقْضِيَ اِلَّا فِيْ شَعْبَانَ قَالَ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ تَعْنِي الشُّغْلَ مِنَ النَّبِيِّ اَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

ہے جو اسے قبول کرے تو اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر گناہ نہیں[1] (مسلم) باب روزہ کی قضا[2] پہلی فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے[3] تو میں سوائے شعبان کے قضا نہ کرسکتی تھی[4] یحیی ابن سعید نے فرمایا آپ کی مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغولیت ہے[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی عورت کو یہ درست نہیں کہ جب اس کا خاوند موجود ہو تو اس کی بغیر اجازت روزہ رکھے[6]

غیر مسافر گھر میں رہ کر بلا عذر روزہ نہ رکھنے پر گنہگار ہوتا ہے[1] یہ حدیث گزشتہ احادیث کی تفسیر ہے، کہ سفر میں روزہ رکھنے کی بھی اجازت ہے اور نہ رکھنے کی بھی: یہاں ایک اعتراض ہے وہ یہ کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنا بہتر، رکھنا خلاف اولٰی، کیونکہ سرکار نے نہ رکھنے کو حسن فرمایا اور رکھنے کو لاجناح۔ جواب یہ ہے کہ عرب کے سفر خصوصًا گرمی کے موسم کے عمومًا دشوار ہوتے تھے اور ان میں روزہ سخت تکلیف کا باعث بعض لوگ اندازہ میں غلطی کرکے روزہ رکھ لیتے تھے اور پھر بڑی مشقت جھیلتے تھے، اس لئے فرمایا گیا کہ ان حالات میں روزہ نہ رکھنا ہی بہتر، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزے کو افضل قرار دیا گیا، اور نہ عام حالات میں بحالت سفر روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے[2] ظاہر یہی ہے کہ قضاء سے روزوں کی قضا مراد ہے جیسا کہ اس موقعہ سے اور آئندہ حدیثوں سے معلوم ہورہا ہے خیال رہے کہ ہر عبادت کی قضا بہت جلد کرلینا چاہیئے کیونکہ موت کی خبر نہیں ایسے کہ اگر حائضہ یا مسافر کے پانچ روزے قضا ہوگئے، پھر حائضہ پاک ہونے اور مسافر گھر آنے کے تین دن بعد فوت ہوگئے تو ان تین دن کی پکڑ میں آجائیں گے رب کی پناہ[3] جو نسائی عوارض یا بیماری کی وجہ سے رہ جاتے تھے پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں[4] یعنے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات شریف میں رمضان کے روزوں کی قضا شعبان سے پہلے نہ کرسکتی تھی، شعبان میں قضا کرتی تھی کہ وہ آخری مہینہ ہوتا تھا جس کے بعد دوسرا رمضان ہوتا تھا، یا ماہ شعبان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر روزے رکھتے تھے اس لئے میں فراغت پالیتی تھی[5] اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ دس ماہ میں ہر وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہتی تھی کہ نہ معلوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کس وقت شرف قربت عنایت فرمائیں اسلئے روزہ قضا نہ کرتی تھی معلوم ہورہا ہے کہ ام المؤمنین ان دس ماہ میں نفلی روزے بھی نہ رکھتی تھیں جب فرض قضا نہ کرسکتی تھیں تو نفل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خاوند کو حق ہے کہ ایک عورت کی باری کے دن میں دوسری عورت سے صحبت کرے، کیونکہ باری صرف رات کے قیام کی ہوتی ہے نہ کہ صحبت کی دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے، دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے

وَلَا تَأْذَنَ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا قَالَتْ لِعَائِشَةَ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ يُصِيْبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ

نہ دے اس کی بلا اجازت اس کے گھر میں کسی کو آنے دے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت معاذہ عدویہ سے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ حائضہ کا کیا حال ہے کہ وہ روزہ تو قضا کرتی ہے اور نماز قضا نہیں کرتی ۲؎ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ عارضہ ہم کو آتا تھا تو ہم کو روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مر گیا اور اس پر روزے تھے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے ادا کرے ۴؎

نفلی روزے نہ رکھتی تھیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر روزہ دار رہتی تھیں۔ تیسرے یہ کہ ام المؤمنین کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بتا دینے سے معلوم تھا کہ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں وفات نہ پاؤں گی، اگر آپ کو اپنی وفات کا ہر دم خطرہ رہتا، تو آپ پر قضا بہت جلد کرنا ضروری ہوتا جیسے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حج فرض ہونے پر پہلے سال حج نہ کیا، کیونکہ آپ کو اپنی زندگی کا یقین تھا، ہم پر حج فرض ہوتے ہی کر لینا ضروری ہے، تاخیر گناہ ہے، چوتھے یہ کہ ایک سال کے رمضان کی قضا دوسرے رمضان آنے سے پہلے ضرور کر لینا چاہیئے شعبان میں ضروری کرے ۶؎ یعنی خاوند جب گھر پر ہو تو اس کی مرضی یا صریحی اجازت کے بغیر نہ نفلی روزے رکھے، نہ نفلی اعتکاف کرے، کیونکہ مرد کو دن میں صحبت کرنے کا حق ہے اور اس کا روزہ یا اعتکاف اس حق کو روک دیگا لہٰذا حق والے سے اجازت لے لے، اس حکم سے نذر معین اور رمضان کے روزے علیحدہ ہیں کہ وہ حق شرع ہیں، اگر عورت نے بغیر خاوند کی اجازت نفلی روزہ رکھ لیا تو وہ اس سے تڑوا کر صحبت کر سکتا ہے جس کی قضا واجب ہوگی، اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث باب القضاء میں لائے۔ فقیر کی اس تقریر سے بہت اعتراضات اٹھ گئے، حدیث واضح ہو گئی۔ خیال رہے کہ عورت کو نفل نماز سے منع نہیں فرمایا گیا، کیونکہ وہ تھوڑی دیر میں ہو جاتی ہے اس سے خاوند کا حق صحبت نہیں مارا جاتا۔

۱؎ یعنی خاوند کی ناراضگی پر کسی مرد و عورت، اجنبی یا قریبی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، فقہاء فرماتے ہیں کہ خاوند عورت کو اس کے ماں باپ سے ملنے سے نہیں روک سکتا، ہاں انہیں اپنے گھر میں آنے سے روک سکتا ہے، عورت وہاں جا کر مل لے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲؎ یعنی نماز بھی فرض ہے روزہ بھی فرض، اور حیض و نفاس دونوں سے مانع، پھر نماز کی قضا کیوں ہوتی ہے اور روزے کی کیوں نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں پوچھنا برا نہیں، ہاں احکام شرعیہ پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔ فقیر نے ایک کتاب لکھی اسرار الاحکام، اس میں احکام شریعت و طریقت کی عقلی حکمتیں بیان کی ہیں ۳؎ سبحان اللہ کیسا ایمان افروز جواب ہے کہ مجھے عقلی حکمتوں سے غرض نہیں، ہم تو حکم کے تابع ہیں چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے روزے کی قضا کا حکم دیا، نماز کی قضا کا نہیں دیا، اس لیے یہ فرق ہو گیا، ہمیں عقلی حکمتوں سے کیا غرض، بیمار طبیب کے نسخے پینے کی کوشش کرتا ہے، دواؤں کے اوزان سوچنے میں وقت ضائع نہیں کرتا، فقہاء فرماتے ہیں کہ روزے کی قضا میں ندرت ہے کہ سال میں سات آٹھ روزے قضا کرنے پڑتے ہیں اسلیے اس میں دشواری نہیں، اور قضائے نماز میں کثرت ہے کہ ہر مہینہ سات آٹھ دن کی فی دن پانچ نمازیں قضا کرنی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ❊ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْيُطْعِمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ عُمَرَ ❊ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ عُمَرَ كَانَ يَسْاَلُ هَلْ يَصُوْمُ اَحَدٌ اَوْ يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ فَيَقُوْلُ لَا يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا

(مسلم بخاری) دوسری فصل: روایت ہے حضرت نافع سے وہ حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو مرجائے اور اُس پر ماہِ رمضان کے روزے ہوں تو اُسکی طرف سے ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھلا دیا جائے ۱؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر پر موقوف ہے ۲؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت مالک سے انہیں روایت پہنچی کہ حضرت عمر سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھ دے یا نماز پڑھ دے تو فرماتے تھے کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے ۳؎ (مؤطا)

پڑھتیں یعنے چالیس بلکہ بعض کو پچاس نمازیں اس میں بہت دشواری ہوتی، اسلئے نمازوں کی قضا نہیں، روزوں کی ہے، واللہ و رسولہ اعلم ۱؎ یعنے جس شخص پر رمضان یا نذر کا روزہ قضا ہوگیا، پھر اُسے قضا کرنے کا موقعہ ملا، مگر قضا نہ کی کہ مرگیا، تو اس کا ولی وارث اُس کی طرف سے روزہ ادا کرے، امام احمد کے ہاں اسطرح کہ روزے رکھ دے، اور باقی تمام اماموں کے ہاں اس طرح کہ روزوں کا فدیہ دیدے چند وجوں سے ایک یہ کہ رب تعالٰے فرماتا ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں اُن پر فدیہ ہے اور میت بھی اب طاقت نہیں رکھتا، دوسرے یہ کہ خود حدیث شریف میں صراحۃً وارد ہوا کہ الا لا یصوم احدٌ عن احد ولا یصلی احد عن احد کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے جیسا کہ آگے آرہا ہے، تیسرے یہ کہ خود صحابہ کرام کا فتوٰی یہ رہا کہ میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دیا جاوے روزہ رکھا نہ جائے، دیکھو مرقات: چوتھے یہ کہ قیاس شرعی بھی یہ ہی چاہتا ہے کیونکہ نماز بمقابلہ روزہ زیادہ اہم و ضروری ہے مگر میت کی طرف سے کوئی نمازیں نہیں پڑھتا تو روزے کیسے رکھ سکتا ہے محض بدنی عبادت خود ہی کرنی پڑتی ہے دوسرے نہیں کرائی جاتی ۱؎ یہ حدیث گذشتہ حدیث کی تفسیر ہے کہ وہاں ولی کے روزہ رکھنے سے مراد حکمی روزہ تھا یعنے ادائے فدیہ، فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کی نمازوں کا بھی فدیہ دے دیا جائے، کیونکہ نماز روزے سے زیادہ اہم ہے، حیلہ اسقاط کی اصل یہ حدیث ہے اس حیلہ کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔ ۲؎ اگرچہ حدیث موقوف ہی صحیح ہے، مگر یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ صحابہ کرام کے وہ اقوال جو عقل سے وراء ہوں وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں، کہ صحابی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے سُن کر ہی یہ فرمایا ہے عقل کا اس میں گنجائش نہیں۔ ۳؎ اس حدیث کی تائید آیات قرآنیہ کر رہی ہیں، رب تعالٰے فرماتا ہے لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى اور فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ جن سے معلوم ہوا کہ سعی اور کسب یعنے بدنی عبادات خود بندے ہی کو کرنا ہوں گی، دوسرے نہیں کرا سکتا، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں یا بعد موت کوئی شخص کسی کی طرف سے محض بدنی عبادتیں روزہ نماز وغیرہ نہیں ادا کر سکتا: نسائی شریف میں حضرت ابن عباس

WWW.NAFSEISLAM.COM

بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهٗ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِيْ شَعْبَانَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ وَكَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا كُلَّهٗ قَالَتْ مَا عَلِمْتُهٗ صَامَ شَهْرًا كُلَّهٗ اِلَّا رَمَضَانَ

باب نفلی روزے ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے رہتے حتی کہ ہم کہتے افطار نہ کریں گے اور افطار کرتے رہتے حتی کہ ہم کہتے روزے نہ رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ سوائے رمضان کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں ۲؎ اور میں نے حضور کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے رکھتے نہ دیکھا ۳؎ ایک روایت میں یوں ہے فرماتی ہیں کہ قریبًا سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور بجز تھوڑے دنوں کے سارے شعبان کے روزے رکھتے ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شقیق سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے کہا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ کے پورے روزے بھی رکھتے تھے ۵؎ بولیں مجھے خبر نہیں کہ رمضان کے سوا کسی اور پورے مہینے کے

ـے بھی یہ فتوٰی نقل فرمایا، عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر سے یہ قول نقل کیا، امام مالک نے فرمایا کہ میں نے کسی صحابی یا تابعی کے متعلق یہ نہ سنا کہ کسی نے کسی کی طرف سے نماز یا روزہ ادا کرلینے کی اجازت دی ہو، یہ گفتگو نماز و روزے میں نیابت کے متعلق ہے، رہا ان عبادات کا ثواب بخشنا، وہ باتفاق اہل سنت بالکل جائز ہے (مرقات)، اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔ ۱؎ تطوع، طوع سے بنا بمعنی رغبت و خوشی، رب تعالٰی فرماتا ہے قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ نفل عبادات کو تطوع اس لئے کہا جاتا ہے، کہ بندہ وہ کام اپنی خوشی سے کرتا ہے، رب تعالٰی نے اس پر فرض نہ کی، ۲؎ یعنے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں مسلسل اتنے روزے رکھتے کہ ہم گمان کرتے یا اے مخاطب تو گمان کرتا کہ آپ اس ماہ بالکل افطار نہ کریں گے، اور کسی مہینہ میں مسلسل اتنا افطار فرماتے کہ معلوم ہوتا اس مہینہ میں آپ روزہ کوئی نہ رکھیں گے، غرضکہ روزہ نفلی میں آپ ہمیشگی نہ کرتے تھے۔ ۲؎ یہ کلی حکم ہے جس سے کوئی مہینہ مستثنٰی نہیں، کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ماہ رمضان کسی مہینے کے مکمل روزے کبھی نہ رکھے۔ ۳؎ یعنے آپ رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں روزے ضرور رکھتے تھے۔ مگر شعبان میں زیادہ رکھتے تھے فِيْ شَهْرٍ، اَكْثَرَ کی ضمیر سے حال ہے، اور فِيْ شَعْبَانَ مِنْهُ کی ضمیر سے حال، یا یہ دونوں ظرف ہیں۔ ۴؎ اس عبارت کا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے، یعنے کل شعبان سے مراد قریبًا کل ہے، چونکہ شعبان رمضان کا پڑوسی ہے اس لئے وہ بھی حرمت والا ہے، نیز اس مہینہ میں رمضانی عبادات کی تیاری کرنا چاہیئے، اس لئے اس ماہ میں نفلی نماز روزے کثرت سے ادا کرنا بہتر ہے۔ ۵؎ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ خصوصیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدم و ہمراز تھیں، اور آپ کے ہر حال پر نگاہ رکھتی تھیں، ساتھ ہی بڑی فقیہہ و عالمہ بھی تھیں، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونی و بیرونی حالات زیادہ تر آپ ہی سے پوچھے جاتے تھے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَلَا اَفْطَرَهٗ كُلَّهٗ حَتّٰى يَصُوْمَ مِنْهُ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَاَلَهٗ اَوْ سَاَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا اَبَا فُلَانٍ اَمَا صُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ رَوَاهُ

روزے رکھے ہوں یا کسی مہینہ کا پورا افطار کیا ہو ہر مہینہ میں کچھ روزے رکھتے تھے[1] حتی کہ اپنے رب تک تشریف لے گئے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا یا کسی اور سے پوچھا اور عمران سن رہے تھے تو حضور نے فرمایا اے ابو فلاں کیا تم نے آخر ماہ شعبان کے روزے نہ رکھے[3] وہ بولے نہیں فرمایا جب یہ روزے رکھ چکو تو دو دن روزے رکھ لینا[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینہ محرم کے ہیں[5] اور فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے[6]

[1] حَتّٰى يَصُوْمَ میں حتّٰی بمعنی کے ہے یعنے کسی مہینہ میں سارا افطار اسلئے نہ کیا، تاکہ ہر ماہ میں بعض دن روزے رکھنا سنت ہوں، اور ہو سکتا ہے کہ حتّٰی انتہائے غایت کا ہو، مگر اسمیں بہت تکلیف ہے (مرقات)۔ [2] یہ حتّٰی تینوں جملوں کی انتہا ہے، اور اپنی راہ تشریف لے جانے سے مراد وفات پا جانا ہے [3] سرر یا سرار مہینہ کے اول دنوں کو بھی کہتے ہیں، درمیانی کو بھی اور آخر کو بھی، مگر زیادہ آخری رات کو کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں چاند بالکل چھپا ہوتا ہے بعض لوگوں نے یہاں اول یا درمیانی مہینہ مراد لیا ہے، کیونکہ شعبان کی آخری تاریخ میں روزہ منع ہے جیسا کہ گزر چکا مگر لمعات، اشعۃ اللمعات و مرقات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں آخری کے معنے ہی میں ہے یہ صاحب ہر مہینے کے آخر روزہ رکھنے کے عادی تھے یا اسکی منت مان چکے تھے، مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سن کر انہوں نے شعبان کے آخر میں روزہ نہ رکھا، تب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ [4] یعنے ہماری ممانعت ان لوگوں کے لئے ہے جو صرف شعبان کے آخر میں روزے رکھیں، تم چونکہ ہر ماہ کے آخر میں روزہ رکھنے کے عادی ہو یا نذر مان چکے ہو اسلئے تم بعد عید اسکے عوض دو روزے رکھ لینا (لمعات و مرقات) اس شرح سے حدیث بالکل واضح ہو گئی اور اس پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ [5] ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم، ورنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع ہوا ہے اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں، آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا فرعون کا غرق اور موسے علیہ السلام کی نجات ایوب علیہ السلام کی شفا یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اسلئے سارے محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنے اللہ کے محبوبوں کا مہینہ، کہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہوا ہو، اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے، لہذا ربیع الثانی کی گیارھویں، ربیع الاول کی بارھویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا ثابت ہے: یہ حدیث بہت سے صوفیانہ و عالمانہ مسائل کا ماخذ ہے، صوفیائے

مُسْلِمٌ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ
فَضَّلَهٗ عَلٰى غَيْرِهٖ اِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْهُ قَالَ حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ
قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ آپ کسی دن کے روزوں کو دوسرے دنوں پر بزرگی دے کر تلاش کرتے ہوں ۱؎ سوائے اسی دن یعنی عاشوراء کے دن اور اسی مہینہ یعنی ماہ رمضان کے ۲؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا ۳؎ تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ وہ دن ہے جس کی یہود و عیسائی تعظیم کرتے ہیں ۴؎ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ ہم بہت سے اعمال کی زکوٰۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں، اسکی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے ۶؎ فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنے زائد نفل، وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نماز تہجد کا ہے، کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، رب تعالے فرماتا ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ رب تعالے نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اور فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وغیرہ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے، اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا کرے، ان شاء اللہ دین میں بہت کچھ ملیگا ۱؎ یعنے اسکو بہت بہتر بھی سمجھتے ہوں اور مبالغہ سے اس کی جستجو بھی کرتے ہوں اور سال بھر تک اس کا انتظار فرماتے ہوں یعنے آپ کا انتظار اور تلاش کرنا اتفاقاً نہ تھا بلکہ ان کو سب سے افضل بیان کرتے تھے ۲؎ یعنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تمام دنوں میں عاشورے کے دن کو بہت افضل جانتے تھے اور مہینوں میں رمضان کے مہینہ کو، عاشورے کی افضلیت کے وجوہ ابھی عرض کئے گئے، ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے اسمیں شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے اس کا آخری عشرہ اعتکاف کا زمانہ ہے، اس مہینہ میں جبریل امین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے، نیز اس مہینہ میں دوزخ بند رہتی ہے جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں شیطان قید ہو جاتے ہیں اسلئے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے افضل ہے، خیال رہے کہ قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور ہجرت سے پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل تھا ہجرت کے بعد اسلام میں اس دن کا روزہ فرض ہوا، پھر رمضان کی فرضیت سے اس روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی، مگر سنیت اور استحباب اب بھی باقی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ صوم عاشورہ کا افضل اور یوم عرفہ کا افضل یعنے نویں ذی الحجہ کہ وہ حج کا دن ہے لہٰذا یہ حدیث عرفہ کی افضلیت کی حدیث کے خلاف نہیں ۳؎ پہلے وجوبی حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استحبابی، واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود مدینہ کو روزہ رکھتے پایا، ان سے اس کی وجہ پوچھی، وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالے نے موسےٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ بمقابلہ تمہارے موسےٰ علیہ السلام کا ہم پر زیادہ حق ہے یہ فرما کر عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کر دیا، پھر روزہ رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی، مگر حضور

وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَّهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اگر ہم سال آئندہ زندہ ہے تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ام الفضل بنت حارث سے ۲؎ کہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس عرفہ کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق گفتگو کی بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار نہیں ۳؎ تو ام الفضل نے ایک پیالہ دودھ حضور انور کی خدمت میں بھیجا جبکہ آپ عرفات میں اپنے اونٹ پر قیام فرماتے تو آپ نے پی لیا ۴؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ

استحبابًا خود بھی یہ روزہ رکھتے رہے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے، اب وہ واقعہ پیش آیا جو یہاں مذکور ہے ۲؎ لہٰذا اگر ہم بھی عاشورے کی تعظیم کرینگے تو اہل کتاب سے مشابہت ہو جائیگی، اور کفار سے مشابہت اسلام میں حرام ہے، یہ عرض معروض سنہ ۱۰ھ میں ہوئی (مرقات) ۱؎ یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے اس طرح بچ جائیں گے کہ وہ صرف عاشورے کا ایک روزہ رکھتے ہیں اور ہم نویں محرم کا بھی روزہ رکھ کر دو کر لیا کرینگے، یعنے مشابہت کے خوف سے نیکی بند نہ کرینگے، بلکہ اس میں زیادتی کرکے فرق کر دیا کرینگے، مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک تشریف فرما نہ رہے، بلکہ اسی سال ربیع الاول میں وفات پا گئے: فقہاء فرماتے ہیں کہ اب سنت یہی ہے کہ عاشورے کے دو روزے رکھے سنت قولی تو صراحتًا ہے اور سنت فعلی ارادۃً: اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا شرک یا حرام نہیں بلکہ رکن اسلام ہے، نماز پنجگانہ کی رکعتیں بقرعید کی نماز و قربانی اور حج کے سارے ارکان یادگار انبیاء ہی ہیں (علیہم السلام) دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول لہٰذا عرس، میلاد شریف، گیارہویں پاک سب افضل چیزیں ہیں، دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی احکام کے مالک و مختار ہیں، عاشورے کے روزے کی کوئی آیت موجود نہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جب چاہا فرض ہو گیا، اور جب چاہا مستحب رہ گیا، تیسرے یہ کہ حدیث قرآن سے منسوخ ہو سکتی ہے، دیکھو عاشورے کا روزہ حدیث سے ثابت تھا اور اس کا نسخ رمضان سے ہوا جو قرآن سے ثابت ہے: چوتھے یہ کہ کفار سے ہر تشبہ برا نہیں ملکہ بری باتوں میں یا ان چیزوں میں تشبہ حرام ہے، جسے اسلام نے ان کا قومی یا مذہبی نشان قرار دیا ہو، تشبہ اور اشتراک میں بڑا فرق ہے، دیکھو سنہ ۱۰ھ تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا ایک ہی روزہ رکھا اور صحابہ کے عرض کرنے پر بھی اس روزے کو حرام نہ کہا، پانچویں یہ کہ تھوڑے فرق سے تشبہ اٹھ جاتا ہے، تشبہ کے بہانے سے عبادات بند نہ کرو، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں، جو میلاد شریف کو کنہیا جنم سے اور نیاز فاتحہ کو کنا گتوں سے تشبیہ دیکر حرام کہتے ہیں، اللہ سمجھ عطا فرمائے: چھٹے یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم تھا کہ اسی سال ہو جائیگی، اسی لئے صرف اس موقعہ پر اگر فرمایا یہ اگر اپنے شک کے لئے نہیں بلکہ اوروں کو شک میں رکھنے کے لئے ہے جیسے رب تعالٰے فرماتا ہے اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا ۞ ۲؎ آپ کا نام لبابہ ہے، حضرت عباس کی بیوی عبداللہ ابن عباس و فضل ابن عباس کی والدہ ہیں، ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن ہیں آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ۞ ۳؎ یہ واقعہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہوا جب حضور انور صلے اللہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِی الْعَشْرِ قَطُّ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَیْفَ تَصُوْمُ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِہٖ فَلَمَّا رَاٰی عُمَرُ غَضَبَہٗ قَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ فَجَعَلَ عُمَرُ یُرَدِّدُ ھٰذَا الْکَلَامَ حَتّٰی سَکَنَ غَضَبُہٗ فَقَالَ

علیہ وسلم کو بقرعید کے عشرہ میں کبھی روزہ رکھتے نہ دیکھا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا آپ روزے کیسے رکھتے ہیں تو اس کی بات سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے[2] جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضی دیکھی تو عرض کیا ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰے کے نبی ہونے سے راضی ہیں ہم اللہ و رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں[3] حضرت عمر یہ بار بار کہتے رہے حتےٰ کہ حضور کی ناراضی جاتی رہی[4] پھر حضرت

وسلم عرفات میں قیام فرماتے۔ خیال رہے کہ یہاں صیام مصدر ہے جمع نہیں، جیسے قیام کبھی مصدر ہوتا ہے کبھی جمع، صیام صوم کی جمع بھی آتی ہے اور صائم کی بھی اور مصدر بھی[2] سبحان اللہ ام الفضل کی فراست پر قربان جاؤں کہ آپ نے نہایت آسانی سے ان کا جھگڑا ختم کردیا اور دودھ بھیجا، کیونکہ وہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ مرغوب تھا، فقہاء فرماتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ غیر حاجی کے لئے سُنّت ہے حاجی کے لئے سُنّت نہیں، بلکہ ایسے کمزور کو جو روزہ رکھ کر ارکانِ حج ادا نہ کرسکے مکروہ ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر دودھ پینا اسی کے اظہار کے لئے تھا۔[1] اس میں ام المؤمنین اپنے علم کی نفی کررہی ہیں نہ کہ اصل روزے کی، لہذا یہ حدیث نسائی کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ آپ نویں بقرعید کو روزہ رکھتے تھے، نیز سرکار نے فرمایا کہ بقرعید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ بعد رمضان بقرعید کے پہلے عشرے کی عزت ہے خیال رہے کہ اگر نفی اور ثبوت کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت والی احادیث کو ترجیح ہوتی ہے (مرقات)[2] چند وجہ سے یہ ناراضی ہوئی، ایک یہ کہ سوال میں بے ادبی کا شائبہ ہے سائل کو چاہیئے کہ اپنے متعلق سوال کرے نہ کہ مفتی کے بارے میں، انہیں پوچھنا چاہیئے تھا کہ میں کس طرح روزے رکھا کروں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کریمہ مختلف تھے، آپ کبھی زیادہ روزے رکھتے تھے کبھی کم، تو جواب دشوار تھا۔ تیسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کم کرتے تھے تاکہ امت پر دشواری نہ ہو اُن پر آسانی رہے چوتھے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام حقوق ازواج اور سلطنت کے انتظام، مہمانوں کی تواضع میں زیادہ مشغول رہتے تھے، جس کی وجہ سے روزے کبھی کم رکھتے تھے، پانچویں یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو تھوڑے اعمال پر وہ ثواب ملتا تھا جو دوسروں کو زیادہ اعمال پر بھی نہیں ملتا، ممکن تھا کہ وہ سائل حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے روزے سن کر انہیں کم سمجھتا، جیسے بعض لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادات سُن کر انہیں کم جانا (مرقات و اشعہ ولمعات)[3] یعنی میں سارے مسلمانوں کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سے جو بے ادبیاں سرزد ہوجاتی ہیں ان کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں آپ کے مراتب کا انکار ہے بلکہ محض درباری آداب سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔ اعلٰے حضرت نے کیا خوب فرمایا شعر

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ الدَّهْرَ كُلَّهُ قَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ أَوْ قَالَ لَمْ يَصُمْ وَ
لَمْ يُفْطِرْ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَيُطِيقُ ذٰلِكَ أَحَدٌ قَالَ كَيْفَ
مَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ
يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُ أَنِّي طُوِّقْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ

عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ جو ساری عمر روزے رکھے وہ کیسا فرمایا نہ اس نے روزے رکھے نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھ سکا اور نہ افطار کر سکا۱؎ عرض کیا جو دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا کیا کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے۲؎ عرض کیا جو ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۳؎ عرض کیا جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا میری تمنا ہے کہ مجھے یہ طاقت ملتی۴؎ پھر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر ماہ میں

مرقات نے یہاں فرمایا کہ چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ناراضی پر رب تعالٰے بھی ناراض ہوجاتا ہے اسلئے جناب عمر نے اللہ کے غضب کا بھی ذکر کیا۔ خیال رہے کہ اللہ رسول کے غضب سے سوائے رب کی بارگاہ کے کہیں پناہ نہیں مل سکتی ہے؎ معلوم ہوا کہ عاجزی اور خوشامد بڑی اکسیر ہے شعر

عجز کار انبیاء و اولیاء ست　　　عاجزی محبوب درگاہ خداست

۱؎ ایسا شخص ہمیشہ دن میں کھانے سے محروم رہا اور روزوں کا ثواب بھی نہ پاسکا کیونکہ سال میں پانچ دن روزے منع تھے، وہ ان دنوں میں بھی روزے رکھ گیا، گنہگار ہوا، یا یہ حکم اسکے متعلق ہے جو ہمیشہ کے روزوں پر قادر نہ ہو، بہت مشقت اٹھا کر اور نفس کو ہلاکت میں ڈال کر روزے رکھے اور ان روزوں کی وجہ سے حق والوں کے حقوق ادا نہ کرسکے، لہذا یہ حدیث اسکے خلاف نہیں کہ حضرت ابوطلحہ انصاری اور حمزہ ابن عمرو اسلمی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سواء ہمیشہ روزے رکھتے تھے، اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع ہونے پر منع نہ کیا، نیز بیہقی شریف میں ہے کہ جو ہمیشہ روزے رکھے، اس پر دوزخ ایسی تنگ ہوجائیگی جیسے نوے کا عدد کہ کلمے کی انگلی کا کنارہ انگوٹھے کی جڑ میں لگا دیا جائے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ تنبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ سے ایسے عادی ہوجائیں کہ انہیں روزے میں تکلیف محسوس نہ ہو (لمعات و مرقات) لہذا امام اعظم ابوحنیفہ کا چالیس سال مسلسل روزے رکھنا اس عتاب کی زد میں نہیں آتا ۔ ۲؎ یعنے عام لوگوں پر یہ بھی دشوار ہے اس سے بھی لوگوں کے سارے کاروبار بند ہوجائیں گے اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت کی وجہ لوگوں کی کمزوری ہے اگر کسی میں ہمیشہ روزے رکھنے کی طاقت ہو جس سے اس کا کوئی کام بند نہ ہو تو اسکے لئے وہی افضل ہے۔ ۳؎ یعنے آپ ہمیشہ یونہی روزے رکھتے تھے یہ بہتر طریقہ ہے، یا یہ مطلب ہے کہ عوام پر یہ بھی مشکل ہے یہ تو داؤد علیہ السلام ہی تھے جو اسطرح روزے رکھ گئے، دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے، اور دوسری حدیثیں پہلے معنے کی تائید کرتی ہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ عمل اتنا کرو جو تمہیں علم سے نہ روکے، اور علم میں اتنے مشغول ہونا جو تمہیں اعمال سے نہ روکے، درمیانی خیال اچھی ۴؎ یعنے مجھ پر امت کا بوجھ ازواج کے حقوق، مملکت کے انتظامات نہ ہوتے، تو میں اسی طرح روزے رکھا کرتا، اگر میں ایسے روزے رکھنے لگوں، تو کمزور مسلمان بھی اس سنت پر عمل کرنے لگیں جس سے ان کے کاروبار بند ہوجائیں گے، یہاں طاقت رکھنے سے مراد موقعہ پانا ہے لہذا یہ

مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهٗ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُّ وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ رَوَاهُ

تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان تک کے روزے ساری عمر کے روزے ہیں[۱] عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے ایک سال پچھلے کا کفارہ ہوجائے[۲] اور عاشورہ کے دن روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ پچھلے سال کا کفارہ بنادے[۳] (مسلم) انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا[۴] تو فرمایا کہ اس دن میں ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر قرآن اتارا گیا[۵]

حدیث اسکے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم روزۂ وصال رکھا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ نہ رکھتے تھے کبھی کبھی، پھر سبھی صحابہ کو اس سے منع فرمادیا۔ لہٰذا اس عبارت سے کوئی دھوکہ نہ کھائے اور یہ نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کمزور تھے، اور آپ میں ان روزوں کی بھی طاقت نہ تھی، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام حضرت بایزید بسطامی نے ایکبار تین سال تک پانی نہ پیا، اعلٰحضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ نے ایک بار انتیس دن کچھ نہ کھایا اور کسی کام میں فرق نہ آیا، یہ واقعہ مجھے میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا۔ [۱] ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کے روزے رکھ لئے جائیں، اور پورے ماہ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جب ایک کا دس ملتا ہے تو انشاء اللہ تین روزوں میں تیس کا ثواب ملیگا، اس حساب سے ساری عمر کے روزے ہوجائیں گے، یہ سب رحمتیں اس رحمت والے محبوب کے صدقہ سے ہیں صلے اللہ علیہ وسلم۔ [۲] پہلے عرض کیا جاچکا کہ یہ صِیام مصدر ہے نہ کہ صوم یا صائم کی جمع یعنے ذی الحجہ کی نو تاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اگر گناہ صغیرہ نہ ہوں، تو درجے بلند کر دیتا ہے گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور بندوں کے حق بغیر ادا کئے معاف نہیں ہوتے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے معنے یہ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے خیال رہے کہ یہ حدیث غیر حاجیوں کے لئے ہے حاجی کے لئے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ [۳] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورے کے روزے سے نویں بقرعید کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، اور عرفہ کا روزہ دو سال کا، مگر عاشورے کا دن عرفے کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورے کے دن کی افضلیت بیان کی گئی۔ [۴] یا تو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے، یا یہ کہ یارسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے (مرقات ولمعات)۔ [۵] یعنے پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں، ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزولِ قرآن کی ابتداء کہ غار حرا میں پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ الآیہ پیر کے دن ہی آئی، لہٰذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے: اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہوجاتے ہیں (مرقات)، دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

مُسْلِمٌ وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ لَهَا اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُوْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ

(مسلم) روایت ہے حضرت مُعاذہ عَدَوِیَّہ سے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھتے تھے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا کہ مہینے کے کون سے حصہ میں روزے رکھتے تھے فرمایا اسکی پرواہ نہ کرتے تھے کہ کس حصہ میں روزہ رکھیں ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ایوب انصاری سے انہوں نے خبر دی ۲؎ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے ۳؎ تو ساری عمر کے روزوں کی طرح ہوگا ۴؎ (مسلم) ۵؎ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

کی ولادت کریمہ اللہ تعالٰے کی بڑی ہی نعمت ہے، کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، رب تعالٰے نے صرف اس نعمت پر مَنَّ (احسان جتایا) کہ فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الآیہ، تیسرے یہ کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا سنت سے ثابت ہے، چوتھے یہ کہ یادگاریں کھیل کود نہ ہونا چاہیئے بلکہ عبادتیں ہوں جیسے میلاد شریف، عید معراج، عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے، انکی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔

۱؎ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں، اس لئے سرکار کے حالات زیادہ تر ام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے، خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مہینوں میں مختلف روزے رکھتے تھے، کبھی زیادہ کبھی کم، مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے، اکثر تیرھویں چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے، کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخوں میں دس قول ہیں۔ ۲؎ اپنے سے نیچے راوی کو یعنی اپنے شاگرد ابن عمرو ابن ثابت کو، انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ۳؎ مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سویرے ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے۔ ۴؎ کیونکہ سال میں دن تقریبًا تین سو ساٹھ ہوتے ہیں، اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا، تو چھتیس روزے تین سو ہوگئے، اور یہ چھ روزے ساٹھ ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینہ میں تین روزے عمر بھر کے روزے ہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہو اور ان کا بھی یہی، ثواب ایک لیکن اسکے حاصل کرنے کے ذریعے بہت۔ ۵؎ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریبًا تیس صحابہ سے مروی ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا، باقی انتیس اسنادیں اسکی نہایت صحیح ہیں، چنانچہ اسے طبرانی، بزاز، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابوہریرہ، جابر، ثوبان، براء ابن عازب، ابن عباس، سعد ابن سعید ابو ایوب انصاری اور حضرت عائشہ

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ؛ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فِیْ یَوْمَیْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ؛ وَعَنْ نُبَیْشَۃَ الْھُذَلِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ اَیَّامُ اَکْلٍ وَّ شُرْبٍ وَّ ذِکْرِ اللّٰہِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَصُوْمُ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِلَّا اَنْ یَّصُوْمَ قَبْلَہٗ اَوْ یَصُوْمَ بَعْدَہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ؛

صلے اللہ علیہ وسلم نے عید و قربانی کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا[1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دو دن روزہ جائز نہیں عید و بقر عید[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت نُبَیْشَہ ہُذَلِی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریق کا زمانہ کھانے اور پینے اور اللہ کے ذکر کا زمانہ ہے[3] (مسلم)[4] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے[5] مگر یہ کہ اس کے آگے پیچھے بھی روزہ رکھے[6] (مسلم بخاری)

صدیقہ سے روایتیں کیں، اس حدیث کو ضعیف کہنا سخت غلطی ہے [1] نحر کے دن سے تشریق کے سارے دن مراد ہیں، چونکہ ان میں سے اکثر میں قربانی ہوتی ہے اسلئے تغلیباً ان سب کو نحر کا دن فرما دیا، دسویں ذی الحجہ صرف قربانی کا دن ہے، گیارہویں بارہویں قربانی کا دن بھی ہے اور تشریق کا بھی، اور تیرہویں صرف تشریق کا دن ہے خلاصہ یہ ہے کہ سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے یکم شوال اور دسویں گیارہویں بارہویں تیرہویں ذی الحجہ۔ مسئلہ جو شخص ان دنوں میں روزے کی نذر مان لے، تو دوسرے اماموں کے ہاں وہ نذر ہی درست نہیں، اور امام اعظم کے ہاں نذر صحیح ہے مگر اس کی قضا واجب [2] دو دن سے مراد دو قسم کے دن ہیں، اور بقر عید سے مراد دسویں ذی الحجہ مع تین دن بعد والے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے غرضکہ یہ حدیث مجمل ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے [3] بقر عید کے تین دن بعد تک یعنے ۱۳ تاریخ تک اہل عرب قربانی کے گوشت سکھاتے تھے اسلئے ان دنوں کو تشریق یعنے سکھانے اور دھوپ دکھانے کا زمانہ کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ چار دن بندوں کی مہمانی کے ہیں جن میں رب تعالے میزبان بندے مہمان اسلئے ان دنوں میں روزہ رکھنا گویا رب تعالے کی دعوت سے انکار ہے اس زمانہ میں خوب کھاؤ خوب پیو اور خوب اللہ کا ذکر کرو، یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفصیل ہے جس نے بتایا کہ وہاں بقر عید سے مراد یہ چاروں دن تھے [4] احمد، طبرانی، دارقطنی، ابن ابی شیبہ وغیرہم نے مختلف الفاظ سے روایتیں کیں، کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اعلان کراتے تھے، صحابہ منٰی کے بازار میں شور کرتے پھرتے تھے کہ خبردار ایام تشریق میں روزے نہ رکھنا یہ دن کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے ہیں [5] یعنے نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دو دن روزے رکھے، اس کی تحقیق آگے آ رہی ہے [6] فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے، وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر اسکی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے، کپڑے بدلنے، خطبہ سننے نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن ہے روزے کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے، جیسے حاجی کے لئے عرفے کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں، کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَلَا تَخْتَصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں میں شب بیداری سے خاص نہ کرو۱ اور جمعہ کے دن کو دیگر دنوں میں روزے سے خاص نہ کرو۲ مگر یہ کہ جمعہ اُس تاریخ میں آجائے جس میں کوئی روزہ رکھتا ہو۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے تو اللہ اُسے آگ سے ستر سال کی راہ دور رکھے گا۴ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

کے کام اچھی طرح نہ کر سکے گا، شارحین نے اور بہت سی وجہیں بیان کی ہیں، لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے: بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار بہتر، وہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنے صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو اُن سے مشابہت ہو جائے گی، واللہ اعلم۔ ۱ اس طرح کہ صرف اسی رات میں عبادت کو لازم کر لو یا سمجھ لو، دوسری راتوں میں بالکل ہی غافل رہو، بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو، اس توجیہ پر حدیث بالکل صاف ہے یعنے جمعہ کی رات میں عبادت کرنا منع نہیں، بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ غفلت کی دلیل ہے، چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے، اندیشہ تھا کہ لوگ اسکو نفلی عبادتوں سے خاص کر لیں گے اسلئے اسی رات کا نام لیا گیا۔ ۲ کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے، صرف عید میں روزہ رکھنا کیسا، لمعات میں ہے کہ امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیہ صرف جمعہ کے روزے کو منع نہیں کرتا، بلکہ بعض فقہاء ارادۃً جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں (اشعہ) خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلاف اولیٰ کے لئے ہے، کیونکہ آگے صراحتہً حدیث میں آرہا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے، روزہ ہی رکھتے تھے۔ ۳ مثلاً کوئی شخص ہر گیارھویں یا بارھویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو، اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو رکھ لے، اب خلاف اولیٰ بھی نہیں، بعض لوگ مخصوص تاریخوں میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پکڑتے ہیں، الحمد للہ اس جملے نے ان کے خیال کو باطل کر دیا، صاف بتا دیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا، بلکہ اسکی وجوہ کچھ اور ہیں جو پہلے عرض کی گئیں، ورنہ یہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا، اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۴ عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں، چونکہ اہل عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں، اسلئے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے، روزے سے نفلی روزہ مراد ہے، اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنے بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ

وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَاصَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ

اے عبداللہ کیا مجھے یہ خبر نہ ملی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو[1] میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا ایسا نہ کرو روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی[2] کیونکہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے[3] اور تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے[4] جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے روزے رکھے ہی نہیں[5] ہر مہینہ تین روزے ساری عمر کے روزے ہیں ہر مہینہ میں تین روزے رکھو[6] اور ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو[7] میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں[8] فرمایا تو تم

رکھے اور اللہ قبول کرے، تو دوزخ میں جانا تو کیا، وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ [1] یہ سوال انکاری ہے یعنے مجھے خبر ملی ہے کہ تم سوائے پانچ ممنوعہ دنوں کے باقی سال بھر مسلسل نفلی روزے رکھتے رہتے ہو اور رات کو عبادات کہ نہ دن میں کبھی افطار کرتے ہو نہ رات میں سوتے ہو[2] ورنہ تم اتنے کمزور ہو جاؤ گے کہ فرضی عبادتیں اور لوگوں کے شرعی حقوق ادا نہ کرسکو گے، اور نفل کی وجہ سے فرض چھوڑنا یا فرض چھوٹنے کے اسباب پر عمل کرنا نہ عقلاً مناسب ہے نہ شرعاً، خیال رہے کہ اس صورت میں یہ ممانعت تحریمی ہے، جو چیز فرائض چھوڑا دے، وہ حرام ہے[3] ہمیشہ روزہ رکھنے سے تمہارا جسم بہت کمزور ہو جائیگا اور بالکل نہ سونے سے نگاہ کمزور پڑ جانے کا خطرہ ہے[4] اور ہمیشہ روزہ رکھنے اور شب بیداری کرنے سے تم کمزور ہوسکو گے اور بیوی کو منہ نہ لگاؤ گے، ملاقاتی لوگ، وہ مہمان چاہتے ہیں کہ تم اُن کے ساتھ کھاؤ پیو، اور رات کو دو گھڑی اُن سے بات چیت کرو، تم یہ بھی نہ کرسکو گے، ان جملوں سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ روزے رکھنے کی ممانعت ہم جیسے لوگوں کے لئے ہے جو تمام حقوق چھوڑ بیٹھیں، جن کے لئے ہمیشہ کا روزہ اور رات بھر کا جاگنا مذکورہ حقوق سے آڑ نہ ہو، ان کے لئے اس میں حرج نہیں، مگر ایسے بہادر لوگ لاکھوں میں ایک آدھ ہیں، جیسے حضرت طلحہ وغیرہ صحابہ میں اور امام ابو حنیفہ تابعین میں[5] یعنے کامل روزے نہ رکھے جس سے پورا ثواب ملے ہماری پہلی شرح سے معلوم ہوچکا کہ یہاں مَنْ سے مراد وہ عام مسلمین ہیں جو دن میں عبادتوں میں مشغول ہو کر باقی حقوق ادا نہ کرسکیں[6] کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے، تو ہر مہینہ میں تین روزوں کا ثواب پورے مہینہ کے روزوں کا ہوگا، بہتر یہ ہے کہ یہ تین روزے چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو رکھے جائیں [7] یہ جملہ قرآن کریم کے تیس پارے بنانے کی اصل ہے، زمانہ نبوی میں قرآن کریم کی تقسیم سورتوں اور منزلوں پر تھی، رکوع اور پاروں پر نہ تھی، پھر خلافت عثمانیہ میں اس میں رکوع قائم کئے گئے، کہ حضرت عثمان غنی تراویح کی رکعتوں میں جس قدر تلاوت کرکے رکوع فرماتے، اس کا نام رکوع رکھا گیا اور حاشیہ پر ع کا نشان لگایا گیا، تاکہ تراویح کا باقاعدہ رواج دینے والے جناب عمر اور اس رواج کو تمام دنیا میں پھیلانے والے حضرت عثمان کی طرف اشارہ ہو، تراویح روزانہ بیس رکعت ہوتی تھیں، اور ستائیسویں شب کو ختم قرآن، اسلئے قرآن کریم کے پانچسو چالیس رکوع ہوئے، بہت

قرآن پاک میں رکوع کب بنائے گئے؟

أَفْضَلُ الصَّوْمِ صَوْمُ دَاوُدَ صِيَامُ يَوْمٍ وَّإِفْطَارُ يَوْمٍ وَاقْرَأْ فِيْ كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً وَّلَا
تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ
اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

بہترین روزے یعنی روزہ داؤد رکھو کہ ایک دن روزہ ایک دن افطار اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اس سے زیادہ نہ کرو ۱؎ (مسلم بخاری)
دوسری فصل ۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے ۲؎ (ترمذی، نسائی)
روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال پیر و جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں ۳؎ لہذا میں
چاہتا ہوں کہ میرے عمل اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ والا ہوں ۴؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

عرصہ بعد قرآن کریم کے تیس پارے کئے گئے تاکہ روزانہ تلاوت کرنے والوں کو آسانی رہے کہ وہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر مہینہ ایک قرآن ختم کیا کریں
۸؎ لہذا مجھے زیادہ عبادت کی اجازت دیجئے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس ممانعت سے انکے لئے نوافل اور روزے ناجائز ہو گئے تھے، اسی لئے آپ
اصرار کرکے زیادہ کی اجازت حاصل کر رہے ہیں، اس سے جہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیارات خداداد معلوم ہوئے، وہاں ہی صحابہ کا شوق عبادت بھی ظاہر ہو گیا
اللہ ان بزرگوں کے طفیل ہمیں بھی عبادات کا شوق دے ۱؎ کہ روزانہ فمی بشوق کی ترتیب پر ایک منزل پڑھو تاکہ ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہو ابھی عرض کیا جا چکا کہ یہ
حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو حضرت عبداللہ ابن عمرو جیسی طاقت رکھتے ہوں، ان سے کمزور مہینہ میں ختم کریں، اور ان سے زیادہ قوی ہفتہ سے کم میں بھی ختم کر سکتے ہیں
ایک مہینہ میں بھی ختم نہ کرنا بڑی محرومی ہے ۲؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے، اسکی وجہ اگلی حدیث میں آ رہی
ہے، پیر کو یوم الاثنین غالباً اسلئے کہتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خلق کے بعد اللہ کی بڑی نعمت ہیں قصہ مختصر
بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے، لہذا اتوار پہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنیچر سے شروع
ہوتا ہے (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اسی دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی، واللہ اعلم ۳؎ اس طرح
کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دونوں میں رب تعالٰی کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا
یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالٰی کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دو بار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال
رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں، مگر پیشی ہفتہ میں دو بار، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں
روزانہ دو بار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے (مرقات) یا اس کے معنٰی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمالنامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمالناموں
کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں (اشعہ) اب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے ۴؎ تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الٰہی کا دریا جوش مارے۔

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّھْرِ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَۃَ
وَاَرْبَعَ عَشْرَۃَ وَخَمْسَ عَشْرَۃَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ
کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ مِنْ غُرَّۃِ کُلِّ شَھْرٍ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَقَلَّمَا کَانَ
یُفْطِرُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ اِلٰی ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ ؛
وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ مِنَ الشَّھْرِ السَّبْتَ
وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَیْنِ وَمِنَ الشَّھْرِ الْاٰخِرِ الثَّلٰثَاءَ وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِیْسَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ؛
وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ ثَلٰثَۃَ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے ابوذر جب تم ہر مہینہ تین روزے رکھو تو تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے رکھو[1] (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں پہلی تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے[2] اور جمعہ کے دن بہت کم افطار کرتے تھے[3] (ترمذی، نسائی) اور ابوداؤد نے تین ایام تک روایت کی۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ میں ہفتہ، اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے تھے اور دوسرے مہینہ میں منگل، بدھ اور جمعرات کا[4] (ترمذی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیتے تھے کہ میں تین روزے

خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے، کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے، غرضکہ فرشتی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہا ذیقعد پر، عرشی سال کچھ اور (از مرقات)۔

[1] انہی دنوں کو عربی میں ایام بیض یعنی چمکدار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے [2] پہلی، دوسری، تیسری تاریخوں میں یا ان کے قریب، حضرت ابن مسعود کی یہ روایت اپنے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ سرکار کا یہ عمل کبھی کبھی تھا اکثر ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھا کرتے تھے، لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ سرکار مہینہ کے روزوں میں خاص تاریخوں کے پابند نہ تھے اور نہ اس کے مخالف، کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے [3] یعنی اکثر جمعہ کو روزہ رکھتے تھے، چونکہ جمعہ کی نیکی کا ثواب ستر گنا ہے، ظاہر یہ ہے کہ آپ صرف جمعہ کا روزہ رکھتے تھے، اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے نہیں، ہر شخص کو اس دن کے روزے کی اجازت ہے لہذا یہ حدیث مذہب حنفی وفقہاء کے فتوے کی مؤید ہے کہ جمعہ کا روزہ ممنوع نہیں، جہاں ممانعت آئی ہے وہاں کسی عارضہ سے ہے یا یعنی خلاف اولیٰ ہے (از مرقات واشعہ) [4] یعنی آپ نے ہفتہ کے سارے دنوں میں اپنے روزے تقسیم کر دیئے تھے تاکہ کوئی دن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے روزے کی برکت سے محروم نہ رہے، چنانچہ ایک مہینہ میں تین دن اور دوسرے مہینہ میں اگلے تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے روزے کی تو عادت کریمہ تھی ہی جیسا کہ ابھی حدیث پاک میں گزر گیا، ہم لوگ دن

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی نفلی روزہ جائز ہے

أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ أَوَّلُهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ؛ وَعَنْ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَوْسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ قَالَ إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ وَكُلَّ أَرْبِعَاءٍ وَخَمِيْسٍ فَإِذًا أَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ كُلَّهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ أُخْتِهِ الصَّمَّاءِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ

ہر مہینہ میں رکھوں جن میں پہلا روزہ پیر یا جمعرات کا ہو [1] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت مسلم قرشی سے فرماتے ہیں کہ میں نے یا کسی اور نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عمر بھر کے روزوں کے متعلق پوچھا [2] تو فرمایا کہ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے رمضان کا اور اس کے متصل کا روزہ رکھو [3] اور ہر بدھ و جمعرات کا روزہ رکھو تو تم نے ساری عمر کے روزے رکھ لیے [4] (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقام عرفات میں عرفہ کے روزے سے منع فرمایا [5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے وہ اپنی بہن صماء سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفتہ کے دن بجز

سے برکت حاصل کرتے ہیں، اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادات سے دن برکت پاتے تھے، جیسے ہم چاند سے روشنی پاتے ہیں اور چاند سورج سے [1] یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی، اسی واسطے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے وہ روزے نفل ہوتے تھے، مرقات نے فرمایا کہ اثنین پیر کے دن کا نام بن چکا ہے، جیسے بحرین ایک علاقہ کا نام ہے، اور ناموں میں تبدیلی نہیں ہوتی، اسلئے یہاں رفع کی حالت میں اثنان نہ آیا بلکہ اثنین ہی آیا، بعض کا خیال ہے کہ یہاں یوم پوشیدہ ہے اثنین اس کا مضاف الیہ ہے، مگر پہلی بات بہت قوی ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی مہینہ میں پیر منگل اور بدھ کے روزے رکھو اور کسی میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے، بعض شارحین کے خیال میں یہ واؤ بمعنے اَو ہے، یعنے تمہیں اختیار ہے کہ پیر سے شروع کرو یا جمعرات سے [2] کہ پانچ ممنوعہ دنوں کے علاوہ باقی سارا سال روزہ رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے ثواب ہے یا گناہ؟ [3] متصل سے مراد یا شعبان ہے یا شوال یعنے اکثر شعبان اور سارے رمضان کے روزے رکھو یا سارے رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھو، یہ حدیث مجمل ہے جس کی شرح پہلی احادیث تھیں [4] یعنے ان روزوں میں تمہیں ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جائے گا، یہاں مرقات نے فرمایا اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عمر بھر کے روزے بذات خود ممنوع نہیں، بلکہ اگر ضعف پیدا کریں جس سے مسلمان دوسرے حقوق ادا نہ کر سکے تو ممنوع ہیں، لہذا بعض صحابہ کرام اور مشائخ عظام کا عمر بھر روزے رکھنا اس حدیث کے خلاف نہیں [5] یعنے حاجی کو نویں بقرعید کے دن عرفات شریف میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا، تاکہ حاجی اس دن دعا مانگنے، نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہو جائے، اور روزے کی وجہ سے اس کے اخلاق اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہو جائیں، یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ نے بارہا اس دن روزہ رکھا ہے، حضرت عطا فرماتے ہیں اگر سردی میں ایسا موقع آئے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں، گرمیوں میں نہیں۔

السَّبْتِ اِلَّا فِیْمَا افْتُرِضَ عَلَیْکُمْ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ اَحَدُکُمْ اِلَّا لِحَآءَ عِنَبَۃٍ اَوْ عُوْدَ شَجَرَۃٍ فَلْیَمْضَغْہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ ؛ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جَعَلَ اللّٰہُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّارِ خَنْدَقًا کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ؛ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْغَنِیْمَۃُ الْبَارِدَۃُ الصَّوْمُ فِی الشِّتَآءِ

جو تم پر فرض ہو اور روزہ نہ رکھو ۱ اگر تم میں سے کوئی انگور کی چھال یا درخت کی لکڑی کے سوا کچھ نہ پائے تو وہ ہی چبالے ۲ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) ۳ روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے ۴ تو اللہ تعالٰے اس کے اور آگ کے درمیان ایسی خندق کردیگا جیسی آسمان اور زمین کے درمیان ۵ (ترمذی) روایت ہے حضرت عامر ابن مسعود سے ۶ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈی غنیمت جاڑوں کے روزے ہیں ۷

---

۱ یعنے نفلی روزہ صرف ہفتہ کے دن نہ رکھو، کیونکہ اس میں یہود سے مشابہت ہے کہ وہ اگرچہ اس دن روزہ تو نہیں رکھتے، مگر اس کی تعظیم بہت ہی کرتے ہیں، اجتناب اس روزے میں ان سے اشتباہ ہوگا، جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے لہذا یہ حدیث ہفتہ کے دن کے روزے کی احادیث کے خلاف نہ ہوگی کہ وہ بیان جواز کے لئے ہیں، اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے، اگر ہفتہ کے ساتھ اور دن کا بھی روزہ رکھ لیا جائے تو نہ مشابہت رہے گی نہ ممانعت، یہاں فرض سے مراد صرف شرعی فرض نہیں بلکہ ہر ضروری ہے لہذا رمضان، قضائے رمضان، نذر، کفارہ، عاشورے، گیارھویں، بارھویں وغیرہ متبرک تاریخوں کے روزے اس دن میں رکھنا بلا کراہت جائز ہیں (مرقات ولمعات) ۲ یعنے ہفتہ کے دن اتفاقیہ فاقہ بھی نہ کرے، اگر گھر میں کچھ کھانے پینے کو نہ ہو تو معمولی چیز نگل کر ہی فاقہ سے بچ جائے، یہ فرمان مبالغہ کے لئے ہے، اور ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہو، اور حدیث منسوخ ہو ۳ اس حدیث کو حاکم نے صحیح اور شرط بخاری پر کہا، اور نووی فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے، ابوداؤد فرماتے ہیں حدیث منسوخ ہے (مرقات) ۴ اللہ کی راہ سے مراد جہاد، حج، عمرہ، طلب علم دین کا سفر ہے، یعنے ان میں سے جو مسافر ایک دن بھی رکھ لے، یا اس سے مراد رضائے الٰہی ہے یعنے جو کوئی گھر یا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے ۵ یعنے پانچسو سال کی راہ، اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آچکا ہے، مگر ان میں آپس میں تعارض نہیں، کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہوجاتا ہے، خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ ان شاء اللہ اس تک آگ تو کیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی، جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا ۶ ان کے نام اور ان کی صحابیت میں بڑا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ عامر ابن عبداللہ ابن مسعود ہیں، تابعی ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ عامر ابن مسعود ابن امیہ ابن خلف جمحی ہیں، یعنے صفوان ابن امیہ کے بھتیجے، حق یہی ہے کہ آپ صحابی نہیں، تابعی ہیں ۷ کہ جن میں تکلیف بہت کم اور اصل روزے کا ثواب پورا، جیسے جہاد میں دشمن بغیر مقابلہ بھاگ جائے، اور سردی کا موسم بھی ہو کہ غازی بلا تکلیف ثواب و غنیمت لے آتا ہے، سردی کے رمضان کا بھی یہی حال ہے، خیال رہے کہ یہ اصل ثواب میں گفتگو ہے، ورنہ گرمی کے روزوں میں زیادہ مشقت کا ثواب بھی ملیگا، اسی لئے حضرت علی مرتضے

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ أَبِي هُرَيْرَةَ مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللهِ فِي بَابِ الْأُضْحِيَةِ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهُ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ أَنْجَى اللهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ فَصَامَهُ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ

(احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث مرسل ہے [۱] اور حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث مَا مِنْ أَيَّامٍ الحدیث قربانی کے باب میں ذکر ہو چکی

تیسری فصل ٭ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے پایا [۲] ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو [۳] وہ بولے یہ وہ عظمت والا دن ہے جس میں اللہ نے موسےٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبویا موسےٰ علیہ السلام نے شکریہ میں روزہ رکھا ہم بھی رکھتے ہیں [۴] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسےٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں [۵]

فرماتے ہیں کہ مجھے تین چیزیں بڑی پیاری ہیں اکرام الضیف اصیام الصیف اجہاد بالسیف، مہمان کی خدمت، گرمی کے روزے، تلوار سے جہاد ٭ [۱] کیونکہ عامر ابن مسعود نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت نہ پائی۔ خیال رہے کہ آپ ابراہیم ابن عامر قرشی کے والد ہیں، اور آپ کی اس کے سوا کوئی حدیث نہیں [۲] یعنی ہجرت کے دوسرے سال میں جب عاشورے کا دن آیا، تو آپ نے یہود کو روزہ دار دیکھا، کیونکہ ربیع الاول شریف میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تھے اس سال کا عاشوراء گذر چکا تھا [۳] خیال رہے کہ یہود کے مہینے اور تاریخیں اسلامی مہینوں اور تاریخوں کے علاوہ تھیں، مگر انہوں نے عاشورے کے دن کو روزے کے لیے پہچان لیا تھا جس میں چاند کے حساب سے ہی روزے رکھتے تھے محض برکت کے لئے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ جب یہود کے مہینے ہی اور تھے، تو ان کا عاشوراء کے دن روزہ کیسا [۴] شرعی قاعدہ ہے کہ دینی باتوں میں کفار کی خبر معتبر نہیں، مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خبر معتبر مانی یا اسلئے کہ عبداللہ ابن سلام وغیرہ علماء یہود جو اسلام لا چکے تھے انہوں نے بھی یہ خبر دی، یا اسلئے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ وحی سے معلوم تھا، اسکی تائید کرانے کیلئے ان سے یہ سوال فرمایا گیا، یا اس لئے کہ یہود کے ہاں یہ خبر متواتر تھی، متواتر خبریں کفار کی بھی معتبر ہیں، تواتر مستقل بڑا ثبوت ہے ٭ [۵] کیونکہ انبیاء علیہم السلام سارے بھائی ہیں، اصل دین میں سب متفق ہیں، اے یہود تم نے توان کی کتاب ہی بدل دی، اور تم اصل دین ہی میں اُنکے مخالف ہو گئے، تو جب تم ان کی خوشی میں شرکت کرتے ہو تو ہم بھی ان کی خوشی میں شریک ہوں گے، اور اُن کی یادگار قائم کریں گے: اس میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ ہم عاشورہ کا روزہ تمہاری مشابہت کے لئے نہیں رکھتے بلکہ موسےٰ علیہ السلام کی موافقت کے لئے رکھتے ہیں، اور موافقت انبیاء علیہم السلام اسلام میں بڑی پیاری چیز ہے، دیکھو سورۂ ص کا سجدہ داؤد علیہ السلام کی موافقت کے لئے ہے نہ کہ داؤدیوں کی مشابہت کے لئے، فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث سے یہ شبہ اٹھ گیا کہ یہود

فَصَامَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؁ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ اَكْثَرَ مَا يَصُوْمُ مِنَ الْاَيَّامِ وَيَقُوْلُ اِنَّهُمَا يَوْمَا عِيْدٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اُخَالِفَهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ ؁ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِصِيَامِ

چنانچہ یہ روزہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی رکھا [1] اور اس روزہ کا حکم بھی دیا [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جن دنوں میں روزے زیادہ رکھتے تھے ان میں اکثر ہفتہ و اتوار کو رکھتے تھے [3] اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں دن مشرکین کی عید کے دن ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں [4] (احمد) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عاشورا کے دن روزہ رکھنے

نصارٰی سے مشابہت اسلام میں منع ہے، یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شروع اسلام میں یہ مشابہت ممنوع نہ تھی، بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بہت سی باتوں میں اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے، حتےٰ کہ اسلام کا پہلا قبلہ بیت المقدس رہا، کیونکہ انہی کے تالیف قلوب کے لئے، پھر جب انکی ہٹ دھرمی کھل گئی تو اسلام میں انکی مخالفت لازم کردی گئی [1] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ رکھنا موسےٰ علیہ السلام کی موافقت کے لئے ہے نہ کہ ان کی متابعت کے لئے، موافقت اور متابعت میں زمین آسمان کا فرق ہے رب تعالےٰ فرماتا ہے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یہاں موافقت کا ذکر ہے کہ آپ سارے انبیاء کی موافقت فرمائیں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسےٰ علیہ السلام بحیات ظاہری زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا، یہاں اتباع کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء کے موافق ہیں اور انبیائے کرام حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع [2] چنانچہ شروع اسلام میں عاشورا کا روزہ فرض رہا، پھر رمضان کی فرضیت سے عاشورا کے روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی، مگر سنیت اب بھی باقی ہے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ معظم واقعات کی یادگاریں منانا رکن اسلامی ہے، دوسرے یہ کہ یہ یادگاریں محض اسلئے حرام نہ کی جائیں گی کہ ان میں مشابہت کفار کا شائبہ ہے، تیسرے یہ کہ اسلامی یادگاریں کھیل کود سے نہ منائی جائیں بلکہ عبادتوں سے منائی جائیں، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے موسےٰ علیہ السلام کے واقعہ کی یادگار میں روزہ رکھا جو کہ عبادت ہے چوتھے یہ کہ اللہ والوں کی خوشی میں شرکت کرنا کچھ ملنے کا بہانہ ہوجاتا ہے، بادشاہوں کے نوکر چاکر شہزادوں کی سالگرہ میں دکھلاوے کی خوشی مناکر بھی کچھ پالیتے ہیں، تو اگر ہم عید میلاد، عید معراج دل سے منائیں تو انشاءاللہ منہ مانگی مرادیں پائیں گے بلکہ پارہے ہیں، ان تمام عیدوں کی اصل یہ حدیث ہے [3] خیال رہے کہ ہفتہ یا اتوار یا دونوں دنوں کے روزے رکھنا یہودیوں عیسائیوں کی مخالفت کرنے کے لئے بہت ہی بہتر ہے اور ان دنوں کی تعظیم کے لئے روزہ رکھنا سخت منع، لہٰذا یہ حدیث اس گذشتہ کے خلاف نہیں جس میں ہفتہ کے روزے سے منع فرمایا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں دوسری نوعیت کا روزہ مراد تھا اور یہاں اس قسم کا روزہ مقصود ہے، اور ہوسکتا ہے کہ وہاں صرف ہفتہ کا روزہ مراد ہو، اور یہاں ہفتہ اتوار دونوں دن کا روزہ ہے [4] یعنی ہفتہ کا دن یہود کی عید ہے اور اتوار کا دن عیسائیوں کی عید ان میں وہ خوب کھاتے پیتے ہیں، اور عیش کرتے ہیں، ہم نے ان کی مخالفت میں روزہ رکھا، مشرکین سے مراد یہودی عیسائی ہیں، کیونکہ یہود عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر ان کو پوجا

WWW.NAFSEISLAM.COM

يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهٗ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۝ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ اَرْبَعٌ لَمْ يَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۝ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ اَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۝ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

کا حکم دیتے اور ہم کو اس پر رغبت دیتے اور عاشورہ کے دن ہماری تحقیقات فرماتے تھے پھر جب رمضان فرض ہوا تو نہ ہمیں اسکا حکم دیا نہ منع کیا نہ تحقیقات فرمائی[۱] (مسلم) روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم چار کام نہ چھوڑتے تھے عاشورہ کا روزہ بقرعید کے دس دن اور ہر مہینہ تین دن کے روزے[۲] اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں (نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چاندنی کے روشن دنوں میں روزے نہ چھوڑتے تھے نہ گھر میں نہ سفر میں[۳] (نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

کرتے ہیں اور عیسائی عیسے علیہ السلام کو لہٰذا یہ دونوں مشرک ہوئے، قرآن شریف میں عمومًا شرک بمعنے کفر اور مشرک بمعنے کافر استعمال ہوا ہے رب تعالٰے فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ اور فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ ان آیتوں میں شرک بمعنے کفر ہے ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی مشرکین سے کفار مراد ہوں

[۱] یہ دونوں واقعے ہجرت کے بعد ہیں ہجرت سے پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی روزہ کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام میں عاشورہ کا روزہ فرض تھا، کیونکہ اس کا حکم دینا اور عاشورہ آنے پر تحقیقات فرمانا کس نے روزہ رکھا اور کس نے نہیں فرضیت کی علامت ہے، رمضان کی فرضیت کے بعد عاشوراء کی فرضیت اٹھ گئی، مگر سنیت باقی رہی، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ روزہ رکھا ہے۔ مسلم بخاری میں حضرت سلمہ ابن اکوع سے روایت ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے یہ اعلان کرایا، کہ جس نے کچھ کھا لیا ہو وہ بقیہ دن کچھ نہ کھائے اور جس نے نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھ لے، کیونکہ آج عاشورہ ہے، یہ حدیث اس زمانہ کی ہے جب عاشورہ کا روزہ فرض تھا

[۲] یعنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ تینوں قسم کے روزے رکھے، لہٰذا یہ سب سنت ہیں، بقرعید کے دس دن سے مراد نو دن ہیں، ورنہ دسویں بقرعید کو روزہ حرام ہے یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے نہ کہ ہمیشہ کا، لہٰذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کی اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں، جس میں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو بقرعید کے عشرہ میں روزہ رکھتے نہ دیکھا: بقرعید کا عشرہ بہت ہی بہترین زمانہ ہے: بعض علماء فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں بہترین ہیں کہ ان سب میں شب قدر ہے اور بقرعید کے پہلے عشرہ کے دن افضل ہیں کہ ان میں عرفہ کا دن ہے۔

[۳] یہاں مرقات نے فرمایا ایام بیض کے متعلق علماء کے ۹ قول ہیں، جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ وہ چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں راتیں ہیں، انہیں ایام بیض کے متعلق یا تو اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں اُجیالی ہیں، اور یا اس لئے کہ ان کے روزے دنوں کو نورانی اور اُجیالا کرتے ہیں، اور یا اس لئے کہ آدم علیہ السلام کے اعضاء جنت سے آکر سیاہ پڑ گئے تھے، رب تعالٰے نے انہیں ان تین

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوۃٌ وَزَکٰوۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَ
عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَقِیْلَ یَا
رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَقَالَ اِنَّ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ یَغْفِرُ اللّٰہُ
فِیْھِمَا لِکُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا ذَا ھَاجِرَیْنِ یَقُوْلُ دَعْھُمَا حَتّٰی یَصْطَلِحَا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ
وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ بَعَّدَہُ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزے ہیں ۱؎ (ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن روزے رکھتے تھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ حضور پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالٰے سوائے عداوت والوں کے باقی سب مسلمانوں کو بخش دیتا ہے ۲؎ انکے متعلق فرمایا ہے انہیں چھوڑ دو حتی کہ آپس میں صلح کرلیں ۳؎ (احمد، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو رضائے الٰہی کی تلاش میں ایک دن روزہ رکھے ۴؎ تو اللہ

روزوں کا حکم دیا، ہر روزے سے آپ کا تہائی جسم چمکیلا ہوا حتے کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہوگیا۔ ۱؎ کہ روزے کی برکت سے اکثر آدمی دبلے ہوجاتے ہیں، جسم کا کچھ گوشت گل جاتا ہے، یا روزہ کی برکت سے جسم گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ یا روزہ کی برکت سے آگ روزہ دار تک نہ پہنچ سکے گی غرضکہ روزہ زکوٰۃ کے سے تینوں کام کرتا ہے ۲؎ سبحان اللہ یہ دونوں دن بڑی عظمت اور برکت والے ہیں کیوں نہ ہوں کہ انہیں عظمت والوں سے نسبت ہے، جمعرات تو جمعہ کا پڑوسی ہے اور حضرت آمنہ خاتون کے حاملہ ہونے کا دن ہے اور پیر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بھی دن ہے اور نزول قرآن کریم کا بھی، جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک صحابی (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا کیا حال ہے، بولا سخت عذاب میں گرفتار ہوں، مگر پیر کے دن میرا عذاب کچھ ہلکا ہوجاتا ہے اور اپنے داہنے ہاتھ کی بیچ انگلی سے مجھے پانی ملتا ہے، کیونکہ میں نے اس دن حضور انور کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو اس انگلی کے اشارے سے کہا تھا جا تو آزاد ہے۔ سبحان اللہ تا قیامت ان دو دنوں میں اللہ کے فضل سے ہم گنہگار بخشش و مغفرت کی مٹھائیاں لیتے رہیں گے شعر

بزرگوں سے نسبت بڑی چیز ہے — خدا کی یہ نعمت بڑی چیز ہے

۳؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پیر و جمعرات کے دن اُن مسلمانوں کی بخشش ہوتی ہے جو ان دونوں میں روزہ رکھنے کے عادی ہیں، یہ خطاب کہ انہیں چھوڑ دو یا تو اس فرشتے سے ہوتا ہے جو اعمال کے رجسٹروں سے لوگوں کے گناہ مٹانے پر مقرر ہے، یا اُن لوگوں سے ہوتا ہے جو ان کے لئے دعائے مغفرت کریں (مرقات واشعہ) یعنی ابھی ان کے گناہ باقی رہنے دو، جب تک کہ یہ آپس میں صلح نہ کرلیں، عداوت سے مراد دنیاوی عداوتیں ہیں، جو جائداد مال وغیرہ کے باعث ہوں، دینی عداوتیں تو عبادت ہیں، ہر مسلمان ہر کافر سے عداوت رکھے، رب تعالٰی فرماتا ہے ان من ازواجکم واولادکم عدو لکم فاحذروھم اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان سے کینہ و عداوت اللہ تعالٰے کی بڑی رحمت سے محرومی کا باعث ہے سینہ کینہ سے پاک رکھو تا کہ اس میں مدینہ کے انوار دیکھو، گندی تختی پر حرف کندہ نہیں ہوتے ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ اس روزے سے مراد نفلی روزہ ہے اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث

مِنْ جَهَنَّمَ كَبُعْدِ غُرَابٍ طَائِرٍ وَهُوَ فَرْخٌ حَتّٰى مَاتَ هَرِمًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ ۞ بَابٌ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَاِنِّيْ اِذًا صَائِمٌ ثُمَّ اَتَانَا يَوْمًا اٰخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ اَرِيْنِيْهِ فَلَقَدْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا فَاَكَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اُسے دوزخ سے اتنا دور کردیگا جیسے اُڑنے والے کوّے کی دُوری جب بچہ ہو حتےٰ کہ بوڑھا ہو کر مرجائے (۱) (احمد) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سلمہ ابن قیس سے روایت کی ۞ باب (۲) پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ایک دن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے ہم نے عرض کیا نہیں (۳) فرمایا تو آج ہمارا روزہ ہے (۴) پھر دوسرے اور دن تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہمیں حیس ہدیۃً آیا ہے (۵) فرمایا مجھے دکھاؤ میں نے تو آج روزہ دار ہو کر صبح کی تھی پھر آپ نے کھایا (۶) (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ

نفلی روزوں کے باب میں لائے (۱) تلاش رضاء الٰہی کی قید اسلیئے ہے کہ کوئی عمل بغیر اخلاص نہ قبول ہو، نہ اس کا کوئی ثواب نہ اس کے فوائد کا ظہور ہو، اس میں اشارۃً بتایا جا رہا ہے کہ جب ایک نفلی روزے کے ثواب کا یہ حال ہے تو اندازہ لگالو کہ فرضی روزے کا ثواب کتنا ہوگا (۲) کوّے کی طبعی عمر ایکہزار سال ہے (مرقات) اور یہ بہت تیز اڑتا ہے، یہاں دوزخ سے انتہائی دوری بتانے کے لیے بطور تمثیل ارشاد ہوا کہ کوّے کا بچہ اگر پیدا ہوتے ہی اڑنا شروع کرے، اور مرتے دم یعنے ایکہزار سال تک برابر اڑتا رہے، تو اندازہ لگالو کہ اپنے گھونسلے سے کتنی دور جالیگا، رب تعالےٰ اس روزہ دار کو دوزخ سے اتنا دور رکھے گا، حدیث بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، رب تعالےٰ کی عطائیں ہمارے وہم و گمان سے ورا ہیں (۳) مرقات نے فرمایا حق یہ ہے کہ ان کا نام سلمہ بن قیس نہیں بلکہ سلمہ ابن قیصر حضرمی ہے: طبرانی نے انکا نام سلامہ بتایا واللہ اعلم (۴) کیونکہ اس باب میں گذشتہ بابوں کے متعلق مختلف مضامین بیان ہوں گے نفلی روزے، روزہ رکھ کر توڑ دینا، روزے کی قضا وغیرہ اسلیئے مصنف نے اس کا ترجمہ یا عنوان قائم نہ فرمایا گویا یہ باب المتفرقات ہے (۵) حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال تمام ازواج پاک سے تھا، اور جواب بھی سب کی طرف سے ہوا یعنے نو ازواج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں، جو مالک کونین ہے اس کے اپنے گھر کا یہ حال ہے شعر

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں　　دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری ہے، فرماتے ہیں اگر میں چاہوں، تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں (۶) یعنے چونکہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں، لہذا ہم اب اس وقت سے روزۂ نفلی کی نیت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ روزے نفل کی نیت ضحوۂ کبرےٰ یعنے نصف نہار شرعی سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے رات سے ہونا ضروری نہیں، مصنف اسی مقصد کے لئے یہ حدیث یہاں لائے (۷) یعنے کسی شخص نے کھجور کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حضور ملاحظہ فرمائیں، عربی میں حیس کے معنے ہیں خلط یا مخلوط چیز، اصطلاح میں یہ ایک حلوہ ہے جو مکھن پنیر کھجور سے یا آٹے مکھن اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے حریرہ اس سے اعلےٰ درجہ کا ہوتا ہے، فقیر نے مدینہ طیبہ میں حیس بھی کھایا ہے اور حریرہ بھی (۸) یہ صورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ فَقَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ فَاِنِّيْ صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَاَهْلِ بَيْتِهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِذَا

علیہ وسلم ام سلیم کے ہاں تشریف لائے ۱؎ تو وہ حضور کی خدمت میں چھوارے و گھی لائیں ۲؎ حضور نے فرمایا اپنا گھی تو مشکیزہ میں لوٹ دو اور اپنے چھوارے اس کے برتن میں ڈال دو میں روزہ دار ہوں ۳؎ پھر گھر کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے تو فرض کے علاوہ نماز پڑھی پھر ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا کی ۴؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے اور وہ ہو روزہ دار تو کہدے میں روزہ دار ہوں ۵؎ ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جب

ہونے کی وجہ سے روزے کی نیت کر لی گئی تھی اور یہاں کھانا دیکھ کر رکھا ہوا نفلی روزہ توڑ دیا گیا، ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفلی روزہ یا نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ رب تعالٰے نے فرمایا ہے وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ اور فرماتا ہے فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا یعنے اہل کتاب نے نیک اعمال شروع کرکے انہیں نبھایا نہیں، معلوم ہوا کہ نیکی شروع کرکے پوری کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کرکے توڑ دے تو اس کی قضاء واجب ہے ان دو گزشتہ آیتوں کی وجہ سے اور اس حدیث کی وجہ سے جو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ آگے آرہی ہے اور نفلی حج وعمرہ پر قیاس کی وجہ سے، کہ یہ دونوں چیزیں احرام باندھتے ہی واجب ہو جاتی ہیں، کہ اگر انہیں پورا نہ کرسکے، تو قضاء کرنا واجب ہے، خیال رہے کہ نفلی روزہ اور نمازیں بلا عذر توڑنا ناجائز ہیں، دعوت اور مہمان کی آمد بھی عذر ہیں یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں کہ یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ توڑنا عذراً تھا یعنے کسی روزے کھانا ملاحظہ نہ فرمایا، اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے کی قضاء نہ کی، لہٰذا یہ حدیث نہ شافعیوں کی دلیل ہے نہ مالکیوں کی اور نہ حنفیوں کے خلاف: نوٹ: شوافع کے ہاں نفلی روزہ توڑنے سے مطلقاً قضاء واجب نہیں، اور مالکیوں کے ہاں اگر بلا عذر توڑا ہو تو قضاء واجب ہے، ہمارے ہاں مطلقاً قضاء واجب ❊ ۱؎ ام سلیم بنت ملحان کے حالات پہلے بیان ہوچکے ہیں کہ یہ حضرت انس کی والدہ ہیں اور ابوطلحہ کی زوجہ، ان کے نام میں بہت اختلاف ہے رملہ ہے یا ملیکہ یا غمیصاء یا رمیصاء پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں، ان سے حضرت انس پیدا ہوئے، پھر حضرت ابوطلحہ سے اسلام کی شرط پر نکاح کیا ❊ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم صرف ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے اور ام سلیم نے خاطر و تواضع کے طور پر یہ پیش کیا، باقاعدہ دعوت نہ تھی، ورنہ ام سلیم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے روزہ کے دن دعوت نہ دیتیں یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم روزے کے عذر سے دعوت قبول نہ فرماتے، نیز دعوت میں عموماً روٹی سالن پیش کیا جاتا ہے نہ کہ فقط کھجور و گھی، اس سے معلوم ہوا کہ ملاقاتی اور مہمان کی خاطر و تواضع کرنا سنت ہے، علماء فرماتے ہیں کہ بغیر کھائے پیئے مُردوں کی سی ملاقات ہے ❊ ۳؎ روزے کا اظہار اس لئے فرمادیا، تاکہ جناب ام سلیم کو اس رد فرمادینے پر رنج نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ دار کو اگر پتہ ہو کہ میرے روزے سے گھر والے مطلع ہو کر نہ کھانے پر ناراض نہ ہوں گے، تو روزہ نہ توڑنا افضل ہے، اور اگر ان کے رنجیدہ ہونے کا اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دینا اور کچھ کھا لینا بہتر ہے بعد میں قضاء کی جائے: یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی چھپی عبادت کا اظہار ریا نہیں: یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں کھانے پینے کا سامان جمع رکھنا توکل کے خلاف نہیں: دیکھو حضرت ام سلیم کے گھر گھی کی

دُعِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَاِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَاِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ: عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ
فَجَلَسَتْ عَلٰى يَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمُّ هَانِئٍ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَجَاءَتِ الْوَلِيْدَةُ
بِاِنَاءٍ فِيْهِ شَرَابٌ فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهٗ اُمَّ هَانِئٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ اَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا اَكُنْتِ تَقْضِيْنَ شَيْئًا قَالَتْ لَا قَالَ

تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو قبول کرے پھر اگر روزہ دار ہو تو دعا کرے اور اگر بے روزہ ہو تو کھالے ۶؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہ زہرا آئیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں ۱؎ اور ام ہانی حضور کے دائیں طرف تھیں ۲؎ تو ایک لونڈی ایک برتن لائیں جس میں شربت تھا حضور کو پیش کیا آپ نے اس سے پیا پھر ام ہانی کو دے دیا انہوں نے پیا ۳؎ پھر بولیں یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑ دیا میں تو روزہ دار تھی ۴؎ تو فرمایا کیا تم کوئی روزہ قضا کر رہی تھیں بولیں نہیں فرمایا

شکیں بھری ہوئی تھیں اور چھواروں کے ٹوکرے ۴؎ گھر کے گوشہ میں نماز تو اس لئے پڑھی، تاکہ وہ گھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نفل سے متبرک ہو جائے، اور یہ جگہ گھر والوں کے لئے دائمی جائے نماز بن جائے، اور دعا اسلئے کی تاکہ معلوم ہو کہ روزہ دار اگر کھانا نہ کھائے تو گھر والوں کے لئے دعا ضرور کرے ۵؎ یا اسطرح کہ دعوت قبول ہی نہ کرے یا اسطرح کہ قبول کرلے اور پہنچ بھی جائے، مگر وہاں کھائے نہیں، یہ عذر کردے، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے، خیال رہے کہ نفلی روزے کا چھپانا بہتر ہے، مگر چونکہ یہاں چھپانے سے یا صاحب خانہ کے دل میں عداوت پیدا ہوگی یا رنج و غم مسلمان کے دل کو خوش کرنا بھی عبادت ہے اسلئے روزے کے اظہار کا حکم دیا گیا۔ ۶؎ دعا کا حکم تو استحبابی ہے کہ وہیں نفل پڑھکر یا بغیر نفل پڑھے دعا کر دینا بہتر ہے اور کھانے کا حکم وجوبی بھی ہوسکتا ہے اور استحبابی بھی، جیسا دعوت دینے والا اور جیسا موقعہ ویسا حکم (مرقات) لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں دعوت کے موقعہ پر روزہ توڑنے کا حکم ہے۔ ۱؎ غالباً مجلس کی یہ ترتیب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھی کیونکہ ام ہانی فاطمہ زہرا کی نند بھی تھیں اور پھوپھی بھی، عمر میں بھی آپ سے بڑی تھیں اسلئے انہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بائیں طرف بٹھایا اور ام ہانی کو دائیں طرف، اب بھی اجتماع کے موقعہ پر نشستگاہوں میں مرتبہ کے مطابق ترتیب چاہیئے، غالباً یہ واقعہ ام ہانی کے اپنے گھر میں نہ ہوا بلکہ کسی دوسرے گھر میں، ورنہ ام ہانی میزبانی کی خدمت خود انجام دیتیں، خیال رہے کہ ام ہانی نے مکہ معظمہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔ ۲؎ سنت یہ ہے کہ مجلس میں پانی وغیرہ کا برتن پہلے بزرگ کی خدمت میں پیش کیا جائے، پھر داہنی طرف کو دے چلے کہ اگرچہ اس طرف چھوٹا آدمی یا بچہ ہی ہو اور بائیں طرف بڑا، مگر دیا جائے داہنی طرف ہی، اور یہاں تو اتفاقاً داہنی جانب ام ہانی تھیں جو رشتہ اور عمر میں فاطمہ زہرا سے بڑی تھیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عزیز قرابت دار مرد و عورت ایک دوسرے کا جوٹھا پانی پی سکتے ہیں، جن روایات میں ہے کہ عورت مرد کا جوٹھا نہ پیئے نہ مرد عورت کا، وہاں اجنبی لوگ مراد ہیں، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ ۳؎ سبحان اللہ کیا عجیب عمل ہے کہ ام ہانی نے پہلے روزہ توڑا پھر مسئلہ پوچھا، ان کے نزدیک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا پس خوردہ تبرک پینا روزے سے افضل تھا

فلا يضرك إن كان تطوعا رواه أبو داود والترمذي والدارمي وفي رواية لأحمد والترمذي نحوه وفيه فقالت يا رسول الله أما إني كنت صائمة فقال الصائم المتطوع أمير نفسه إن شاء صام وإن شاء أفطر ۔ وعن الزهري عن عروة عن عائشة قالت كنت أنا وحفصة صائمتين فعرض لنا طعام اشتهيناه فأكلنا منه فقالت حفصة يا رسول الله إنا كنا صائمتين فعرض لنا طعام اشتهيناه فأكلنا منه قال اقضيا يوما آخر مكانه رواه

اگر نفلی روزہ تھا تو تمہیں کچھ حرج نہیں [1] (ابوداؤد، ترمذی، دارمی) اور احمد و ترمذی کی روایت میں اسی کی مثل ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ بولیں یارسول اللہ میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفلی روزہ دار اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ پورا کرے اگر چاہے افطار کرے [2] روایت ہے حضرت زہری سے وہ عروہ سے وہ عائشہ صدیقہ سے راوی فرماتی ہیں کہ میں اور حفصہ دونوں روزہ دار تھیں اور ہمارے سامنے وہ کھانا آیا جس کی ہمیں رغبت تھی ہم نے اس میں سے کھالیا [3] حضرت حفصہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے سامنے مرغوب کھانا آیا تو ہم نے اس میں سے کھالیا [4] سرکار نے فرمایا اسکی جگہ اور کسی دن کی قضا کرو

ان کے دل نے فتویٰ دیا کہ روزے کی قضاء یا کفارہ ادا کرلوں گی، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا پھر کہاں ملے گا، عشق کے رنگ نرالے ہیں شعر

نیست ایں باراں از ایں ابر شما ۞ ہست باراں دیگر و دیگر سما

عشق کا مدرسہ ہی دوسرا ہے، اور اس کے آسمان و زمین ہی کچھ اور [5] یعنی اگر یہ روزہ نذر یا قضائے رمضان وغیرہ تھا تب تو اسکا توڑنا منع تھا اور اگر محض نفلی تھا تو توڑنا بالکل جائز اگرچہ اس کی قضاء واجب اس سے معلوم ہوا کہ مرید یا شاگرد اپنے پیر یا استاد کے تبرک کھانے کیلئے نفلی روزہ توڑ سکتا ہے دعوت کی طرح یہ بھی روزہ توڑنے کا ایک عذر ہے۔ [6] ان ظاہری الفاظ سے امام شافعی نے فرمایا کہ نفلی روزہ توڑ دینے سے قضاء واجب نہیں، لیکن یہ دلیل ضعیف ہے، کیونکہ یہاں گناہ کی نفی ہے نہ کہ قضاء کی قضاء کا حکم تو اگلی حدیث میں آرہا ہے أَمِيْرُ نَفْسِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ نفلی روزہ دار کسی موقعہ اور محل پر افطار بہتر سمجھے تو توڑ سکتا ہے۔ اس حدیث پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ فتح مکہ رمضان میں ہوئی، ام ہانی اس دن مسافر نہ تھیں، ان پر روزہ رمضان فرض تھا نفلی روزہ نہ رکھ سکتی تھیں، اس لئے ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں کچھ ضعف ہے، نسائی نے کہا کہ اس کی اسناد میں بہت اختلاف ہے امام منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں، اور اگر صحیح بھی ہو یہاں فتح مکہ کے دن سے زمانہ فتح مکہ مراد ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ میں عرصہ تک قیام فرمایا تھا، لہذا یہ واقعہ ماہ رمضان کے بعد پیش آیا شیخ نے فرمایا کہ فتح مکہ کیلئے مدینہ منورہ سے سفر رمضان میں ہوا مگر فتح بعد رمضان، لیکن پہلی توجیہ قوی معلوم ہوتی ہے کیونکہ سارے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ فتح مکہ بھی رمضان ہی میں ہوئی [7] اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگ بیبیوں کا یہ روزہ نفلی تھا قضائے رمضان یا نذر کا فرضی روزہ نہ تھا کہ فرضی روزہ توڑ دینے کی ہمت کوئی عام مسلمان بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ ازواج مطہرات محض اچھا کھانا دیکھ کر ایک اہم عبادت توڑ دیں لہذا بعض شافعیوں کا اسے فرضی روزہ قرار دینا درست نہیں ان بزرگوں کی شان کے خلاف ہے [8] یہ دونوں بزرگ سمجھیں کہ جب دعوت کیلئے نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے تو ہدیہ کیلئے جائز ہونا چاہیے کہ دونوں قریباً یکساں ہیں یہ ہی اجتہادی غلطی یا خطاء ہے [9] یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کیونکہ اقضیا امر ہے اور امر وجوب کیلئے ہوتا ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM

الترمذی وذکر جماعة من الحفاظ رووا عن الزهری عن عائشة مرسلا ولم یذکروا فیه عن
عروة وهذا اصح ورواه ابو داود عن زمیل مولی عروة عن عروة عن عائشة
وعن ام عمارة بنت کعب ان النبی صلی الله علیه وسلم دخل علیها فدعت له بطعام
فقال لها کلی فقالت انی صائمة فقال النبی صلی الله علیه وسلم ان الصائم اذا اکل

ترمذی، حافظین کی ایک جماعت نے اسے زہری سے انہوں نے حضرت عائشہ سے مرسلاً روایت کیا اور اس میں عروہ کا ذکر نہ کیا یہ ہی صحیح تر ہے اور روایت کیا ابوداؤد نے اسے عروہ کے مولے زمیل سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا۔ روایت ہے حضرت عمارہ بنت کعب سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے تو انہوں نے حضور کے لیئے کھانا منگایا حضور نے ان سے فرمایا تم بھی کھانا کھالو بولیں میں روزہ دار ہوں پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے........

معلوم ہوا کہ اگر نفلی روزہ شروع کرکے توڑ دیا جائے تو اس کی قضا واجب ہوتی ہے اور جس کی قضا واجب ہو وہ خود بھی واجب ہوتا ہے لہذا نفلی روزہ شروع کر دینے سے واجب ہو جاتا ہے شوافع فرماتے ہیں کہ یا تو یہ روزہ قضا یا نذر کا واجب روزہ تھا اس کا جواب تو ابھی عرض کر دیا گیا اور یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ نفل پہلے بھی نفل ہے اور بعد شروع بھی نفل، شروع کے بعد واجب ہو جانا اس کی نفلیت کے خلاف ہے، مگر یہ حضرات بھی نفل حج و عمرہ کو شروع ہو جانے کے بعد واجب مانتے ہیں اور توڑ دینے یا چھوڑ دینے پر قضا لازم سمجھتے ہیں، لہذا انکا یہ استدلال یہاں بھی کمزور ہے، نیز جب نذر مان لینے سے نفل واجب ہو جاتے ہیں تو شروع کر دینے سے بھی واجب ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں اس مسئلے پر بہت قوی دلائل ہیں جو ابھی کچھ پہلے عرض کیے جا چکے دارقطنی نے حضرت جابر سے و دار قطنی و بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی دعوت کی جب سب حضرات کھانے لگے تو ایک صاحب الگ بیٹھ گئے بولے میرا روزہ ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توڑ دو اور اپنے بھائی میزبان کو خوش کرو اور اسکی قضا کر لو مرقات و لمعات۔ یہاں مرسل سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں یعنے صحابی کا چھوٹ جانا بلکہ لغوی مرسل مراد ہے یعنے اسناد میں راوی کا رہ جانا جسے محدثین کے ہاں منقطع کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جناب زہری و حضرت عائشہ کے درمیان عروہ ہیں جنکا اس اسناد میں ذکر نہیں ہے یعنے اسناد میں بھی انقطاع ہے کیونکہ زمیل نے عروہ سے حدیث نہیں سنی نیز زمیل مجہول شخص ہیں لہذا یہ اسناد ضعیف ہے مرقات نے بیان فرمایا کہ یہ ضعف مضر نہیں کیونکہ ابن حبان وغیرہ نے عن جریر ابن حازم عن یحیی ابن سعید عن عروہ عن عائشہ روایت کی اور ابن ابی شیبہ نے عن خصیف عن سعید ابن جبیر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن خصیف عن عکرمہ عن ابن عباس عن عائشہ روایت کی، اور بزار نے عن حماد ابن ولید عن عبید اللہ ابن عمر عن نافع عن ابن عمر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن محمد ابن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ عن عائشہ روایت کی جب اتنی صحیح اسنادیں موجود ہیں تو حدیث صحیح ہے اور اس سے دلیل پکڑنا درست، لہذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے۔ آپکا نام نسیبہ ابن کعب ابن عوف ہے کنیت ام عمارہ صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں عاصم ابن زید کی بیوی ہیں بیعت عقبہ اور بیعت رضوان میں حاضر تھیں غزوہ احد میں آپ نے گیارہ زخم کھائے تھے کہ زخموں کی وجہ سے ایک ہاتھ کاٹنا پڑا تھا رضی اللہ تعالٰی عنہا اسکے باوجود تمام غزوں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ چنانچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا

عِنْدَهٗ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى يَفْرُغُوْا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ؛
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغَدَاءَ يَا بِلَالُ قَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِي الْجَنَّةِ اَشَعَرْتَ
يَا بِلَالُ اَنَّ الصَّائِمَ يُسَبِّحُ عِظَامُهٗ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مَا اُكِلَ عِنْدَهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ؛

تو اسے فرشتے دعائیں دیتے ہیں جب تک کہ وہ فارغ ہوں (۱) احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے (۲) فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ حضور ناشتہ کر رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال ناشتہ کرو عرض کیا یارسول اللہ میں روزہ دار ہوں (۳) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اپنی روزی کھا رہے ہیں اور بلال کی بہتر روزی جنت میں ہے (۴) اے بلال کیا تمہیں خبر ہے کہ جب تک روزے دار کے سامنے کچھ کھایا جائے تب تک اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اسے فرشتے دعائیں دیتے ہیں (۵) بیہقی شعب الایمان

انہوں نے نہ کھایا اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ روزہ دار مہمان کی تواضع خاطر کھانے سے کر سکتا ہے، ہاں رمضان میں روزہ توڑوں اور روزہ چوروں کو نہ کھانا کھلائے نہ ان کے لئے پکائے کہ یہ گناہ پر مدد ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ دوسرے یہ کہ اگر مہمان کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہو، تو میزبان نفلی روزہ نہ توڑے اور مہمان سے عذر کر دے۔

(۱) کیونکہ یہ روزہ دار دو عبادتیں کر رہا ہے، ایک روزہ، دوسرا کھانا کھاتے دیکھ کر صبر اس لئے اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے اور فرشتوں کی دعائیں نفع بھی ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں (۲) آپ مشہور صحابی ہیں، اسلمی ہیں، یمنی ہیں، از زمانہ نبوی اور زمانہ خلفائے راشدین میں آپ نے اسلام کی شاندار خدمات کیں، جنگ جمل و صفین میں جناب علی مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہ کے ساتھ تھے، یزید پلید کے زمانہ میں ۶۲ھ ہجری میں مقام مرو میں وفات ہوئی، وہیں آپ کا مزار ہے جس سے لوگ برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ (۳) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا کھاتے میں کوئی آجائے، تو اسے بھی کھانے کے لئے بلانا سنت ہے، مگر دلی ارادہ سے بلائے، جھوٹی تواضع نہ کرے، اور آنے والا بھی جھوٹ بول کر یہ نہ کہے کہ مجھے خواہش نہیں، تاکہ بھوک اور جھوٹ کا اجتماع نہ ہو جائے، بلکہ اگر کھانا کم دیکھے تو کہہ دے بَارَكَ اللّٰهُ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی عبادات نہیں چھپانی چاہئیں، بلکہ ظاہر کر دی جائیں، تاکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ بن جائیں یہ اظہار ریا نہیں۔ (۴) یعنے آج کی روزی ہم تو اپنی یہیں کھائے لیتے ہیں، اور بلال اس کے عوض جنت میں کھائیں گے، وہ عوض اس سے بہتر بھی ہوگا اور زیادہ بھی (۵) حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے، واقعی اس وقت روزہ دار کی ہر ہڈی، جوڑ بلکہ رگ رگ تسبیح کرتی ہے جس کا روزہ دار کو پتہ نہیں ہوتا مگر سرکار سنتے ہیں یہ تسبیح اگرچہ بغیر اختیار ہے، مگر اس پر ثواب بے شمار جب سبزہ کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ تو ان ہڈیوں کی تسبیح سے خود روزہ دار بلکہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی ثواب ملے گا۔

بَابُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ؛ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ

باب شب قدر کا(1) پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق تاریخوں میں ڈھونڈو(2) بخاری روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کو شب قدر خواب میں دکھائی گئی کہ رمضان کے آخری ہفتہ میں ہے(3) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں آخری ہفتہ پر متفق ہو گئیں(4)

(1) شب قدر اس امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے ہم سے پہلے کسی کو نہ ملی قدر کے معنی ہیں اندازہ لگانا عزت وعظمت و تنگی چونکہ اس رات میں سال بھر کے ہونیوالے واقعات فرشتوں کے صحیفوں میں لکھ کر انہیں دے دیئے جاتے ہیں ملک الموت کو سال بھر میں مرنیوالوں کی فہرست مل جاتی ہے، حضرت میکائیل کو تقسیم رزق کی فہرست عطا ہوتی ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے فیھا یفرق کل امر حکیم نیز اس رات میں اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے ارشاد باری تعالٰی ہے تنزل الملئکۃ والروح فیھا اس لئے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں نیز اس رات کی عزت وعظمت بہت زیادہ اس شب میں عبادت کرنیوالا رب کے ہاں عزت والا ہے لہذا اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں، اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ رات کب ہوتی ہے بعض کے خیال میں یہ مقرر نہیں کسی سال کسی مہینہ اور کسی تاریخ میں دوسرے سال کسی مہینہ اور تاریخ میں بعض کا خیال ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے مگر تاریخ مقرر نہیں بعض کے خیال میں رمضان کے آخری عشرہ میں ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس عشرہ کی طاق تاریخوں میں ہے اکیسویں تیئسویں وغیرہ مگر زیادہ قوی قول یہ ہے کہ انشاء اللہ شب قدر ہمیشہ ستائیسویں رمضان کی شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں ۹ حرف ہیں یہ لفظ سورۂ قدر میں تین جگہ ارشاد ہوا ہے تو تین نو ستائیس ہوتے ہیں نیز سورہ قدر میں تیس حرف ہیں جن میں سے ستائیسواں حرف ہے ہی، یہ ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹتی ہے دروح البیان، اس کی پوری تحقیق اور اس رات میں کرنیکے اعمال ہماری کتاب مواعظ نعیمیہ اور اسلامی زندگی میں ملاحظہ کرو(2) اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ شب قدر ہر سال ماہ رمضان میں ہوتی ہے اور ہوتی بھی ہے آخری عشرہ میں وہ بھی طاق تاریخوں میں قرآن کریم بھی اس کی تائید فرما رہا ہے کیونکہ ایک جگہ ارشاد ہے شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن جس سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہے دوسری جگہ ارشاد ہے انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر جس سے معلوم ہوا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا یہ دونوں آیتیں جب ہی جمع ہو سکتی ہیں جبکہ شب قدر رمضان میں ہو خیال رہے کہ شب قدر کو رب تعالٰے نے ہم سے چھپا لیا تاکہ ہم اسکی تلاش میں بہت راتوں میں عبادت کریں تلاش کرنے سے مراد عبادتیں کرنا ہے حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا مگر اسکے اظہار کی اجازت نہ دی، اسم اعظم کی طرح عوام سے اسے چھپا رکھا تاکہ اس کی تلاش رہے اور اچھی چیز کی تلاش بھی عبادت ہے لہذا اسکا چھپانا ہمارے لئے بہتر ہے(3) یہ ترجمہ بہت احتیاط سے کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب دیکھا کہ وہ رمضان کی اکیسویں شب ہے کسی نے دیکھا تیئسویں ہے کسی نے پچیسویں اور کسی نے ستائیسویں یا انتیسویں کہا ہے یعنے آخری عشرہ کی طاق راتیں، چونکہ ان میں اکثر راتیں آخری ہفتہ میں ہیں یعنے تیئسویں سے انتیسویں تک اس لئے آخری ہفتہ ارشاد ہوا، اس جملہ کی شرح میں شارحین کو بہت دشوار ہوئی ہے فقیر نے جو عرض کیا وہ زیادہ قریں ہے واللہ ورسولہ اعلم (4) یعنے اے صحابہ تمہاری خوابیں شب کی تعیین میں

الاواخر فمن كان متحريها فليتحرها في السبع الاواخر متفق عليه وعن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال التمسوها في العشر الاواخر من رمضان ليلة القدر في تاسعة تبقى في سابعة تبقى في خامسة تبقى رواه البخاري وعن ابي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتكف العشر الاول من رمضان ثم اعتكف العشر الاوسط في قبة تركية ثم اطلع راسه فقال اني اعتكفت العشر الاول التمس هذه الليلة ثم اعتكفت العشر

میں تو جو شب قدر تلاش کرے وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو جب نو دن باقی رہیں سات دن باقی رہیں پانچ دن باقی رہیں (بخاری) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا پھر ترکی خیمہ کے اندر درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا پھر سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا کہ ہم نے اس رات کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا

تو مختلف ہیں مگر سب اس تعیین میں متفق ہیں کہ ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ مومن کا خواب معتبر ہے خصوصاً جبکہ نبی کی تصدیق بھی ہو جائے دیکھو اذان خواب ہی میں صحابہ نے دیکھی تھی جو آج تک اسلام میں جاری ہے بلکہ اسلام کا شعار ہے ایسے ہی یہ بھی ہے لہذا اکیسویں تیئیسویں پچیسویں ستائیسویں انتیسویں میں اس کی تلاش کی جائے اس کی تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے عرب میں دستور ہے کہ ابتدائی مہینہ میں تاریخوں کا اعتبار شروع مہینہ سے کرتے ہیں یعنی پانچویں تاریخ وہ جس سے پہلے چار تاریخیں گزر گئی ہوں آٹھویں وہ جس سے پہلے مہینہ کے سات دن گزر چکے ہوں مگر مہینہ کے انتہا میں آخری طرف سے حساب لگاتے ہیں اس طرح کہ نویں تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے نو دن باقی ہوں یعنی اکیسویں ساتویں تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے سات دن باقی ہوں یعنی تیئیسویں اور اسکے ساتھ لفظ تبقی بول دیتے ہیں یعنی اسکے بعد اتنے روز باقی ہیں اسی محاورے سے یہ فرمان عالی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ شب قدر رمضان کی اکیسویں تیئیسویں پچیسویں وغیرہ میں تلاش کرو شارحین نے اس جملے کے اور بہت سے معنے کئے ہیں کہ سابعہ سے ستائیسویں شب مراد ہے تاسعہ سے انتیسویں اور خامسہ سے پچیسویں مگر فقیر نے جو معنی کئے آسان تر ہیں واللہ ورسولہ اعلم ان افصح الفصحاء صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھنا آسان نہیں ۔ یہاں اول واو کے شد سے بھی ہو سکتا ہے تفضیل کا واحد مذکر کیونکہ لفظ عشر واحد بھی ہے مذکر بھی اور ہمزہ کے پیش واو کے زبر سے بھی اولیٰ کی جمع کیونکہ عشر معنے کے لحاظ سے مونث ہے اور جمع ہے پہلی قرات زیادہ مشہور ہے اگلا جملہ بھی اس کی تائید کر رہا ہے کہ وہاں بھی اوسط واحد مذکر آیا ہے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکبار رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا تھا۔ اس خیمہ کو عربی میں خرگاہ کہتے ہیں اور ترکی میں خرگاہ نمدہ یا کمبل کا چھوٹا سا گول خیمہ ہوتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مسجد ہی میں لگایا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں اپنے لیئے جگہ خاص کر لیتا ہے جہاں چادر وغیرہ تان لے جس میں بغیر اجازت کوئی نہ آسکے ۵ اس وقت تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی اطلاع نہیں دی گئی تھی آپ نے صرف اجتہاد سے یہ تلاش فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے بھی علم تھا کہ شب قدر رمضان ہی میں ہے دوسرے مہینوں میں نہیں یہ حدیث ان بزرگوں کے خلاف ہوگی جو کہتے ہیں کہ شب قدر

الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِيْتُ فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيْ فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا وَقَدْ رَاَيْتُنِيْ اَسْجُدُ فِيْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ مِّنْ صَبِيْحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْهَا فِيْ كُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰى عَرِيْشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صَبِيْحَةِ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

پھر ہمارے پاس آنیوالا آیا اور مجھے بتایا گیا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے [1] تو جس نے ہمارے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے [2] مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی میں نے اس رات کی سویرے اپنے کو کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا ہے [3] لہذا تم اسے آخری عشرہ میں ڈھونڈو ہر طاق تاریخ میں تلاش کرو [4] راوی فرماتے ہیں کہ اس بارش دیکھی اور مسجد پر چھپر تھا [5] چنانچہ مسجد ٹپکی اور میری آنکھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اکیسویں کے سویرے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پاک پر کیچڑ کا اثر تھا [6] مسلم بخاری۔

سال بھر میں کبھی ہو جاتی ہے [1] چونکہ اس عشرہ کی ہر رات میں شبقدر ہونے کا احتمال تھا اس لئے یہاں اواخر جمع ارشاد ہوا مرقات نے بیسویں تاریخ کو فرشتے نے آ عرض کیا کہ شبقدر اگلے عشرہ میں ہے [2] رب تعالے چاہتا تھا کہ محبوب کا سارا مہینہ اعتکاف میں گذرے اس لئے پہلے اطلاع نہ دی [3] تاکہ اس کی یہ محنت رائیگاں نہ جائے اور شبقدر کی تلاش میں کامیاب ہو جائے۔ اس جملے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شبقدر رمضان میں ہے اور آخری عشرہ میں ہے [4] مرقات نے یہاں فرمایا کہ غالباً حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خصوصی علامت بتائی گئی تھی پھر وہ بھلا دی گئی تاکہ امت اس کی تلاش میں کوشش کرے اور ثواب پائے معین رات صراحۃً نہ بتائی گئی تھی کہ اس کا بھول جانا کچھ بعید از عقل ہے خیال رہے کہ جو چیز ضروریات دین سے نہ ہو پیغمبر اسے بھول سکتے ہیں اور اس بھول میں اللہ کی بہت حکمتیں ہیں یہ بھی خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شبقدر وغیرہ تمام چیزوں کا تفصیلی علم عطا ہوا خود فرماتے ہیں فتجلی لی کل شیء وعرفت ہر چیز میں شبقدر بھی یقیناً داخل ہے بھلا دی گئی فرما کر یہ بتایا کہ یہ بھولنا ہماری اپنی کوتاہی سے نہیں ہوا بلکہ رب تعالے کی طرف سے ہوا رب تعالے فرماتا ہے فلا تنسی الا ماشاء اللہ [5] یعنی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس سال شبقدر میں بارش ہوگی مسجد نبوی شریف ٹپکے گی جس سے مسجد میں کیچڑ ہو جائے اور ہم اس کیچڑ میں نماز فجر ادا کرینگے یہ مطلب نہیں کہ ہر سال شبقدر میں بارش ہوا کرے گی اور ہم کیچڑ میں فجر پڑھا کریں گے [6] معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر بالکل نہ بھلائی گئی تھی بلکہ اس کا تقرر و تعین بھلا دیا گیا تھا اس لئے فرمایا کہ شب قدر آخری عشرہ رمضان کی طاق تاریخوں تیئسویں پچیسویں وغیرہ میں ہے ڈھونڈو [7] کہ بجائے ستونوں کے کھجور کے تنے تھے اور بجائے کڑیوں کے کھجور کی شاخیں تھیں جن پر کھجور کے پتے ڈال دیئے گئے تھے دھوپ بھی چھن کر آتی تھی اور بارش بھی اسی لئے تھوڑی سی بارش سے مسجد میں کیچڑ ہو جاتی تھی [8] تب ہی پتہ لگا کہ آج اکیسویں شب کو لیلۃ القدر ہو گئی، اس حدیث کی وجہ سے بعض علماء فرماتے ہیں کہ شبقدر اکیسویں رمضان ہے بعض نے فرمایا کہ اس سال اکیسویں شب تھی ہمیشہ نہیں ہم عرض کر چکے ہیں کہ دلائل ہر رات کے متعلق موجود ہیں، مگر ستائیسویں شب کے دلائل بہت قوی اور زیادہ ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں پیشانی زمین پر ضرور لگائے اگرچہ فرش پر معمولی کیچڑ ہو اور نماز میں پیشانی وغیرہ پونچھے۔

فِي الْمَعْنٰى وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ إِلٰى قَوْلِهٖ فَقِيْلَ لِيْ إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْبَاقِيْ لِلْبُخَارِيِّ وَفِيْ رِوَايَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ قَالَ لَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ○ وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ مَنْ يَّقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَرَادَ أَنْ لَّا يَتَّكِلَ النَّاسُ أَمَا إِنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِيْ رَمَضَانَ وَأَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِيْ أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَقُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ تَقُوْلُ ذٰلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْآيَةِ الَّتِيْ أَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

معنے اور لفظ مسلم کے ہیں اس مضمون تک کہ مجھے بتایا گیا وہ آخری عشرہ میں ہے باقی بخاری میں ہے اور عبداللہ ابن انیس کی روایت میں ہے کہ فرمایا وہ تیئسویں رات ہے[1] مسلم روایت ہے حضرت زر ابن حبیش سے[2] فرماتے ہیں میں نے حضرت ابی ابن کعب سے پوچھا میں نے کہا کہ تمہارے بھائی ابن مسعود فرماتے ہیں جو سال بھر شب بیداری کرے وہ شب قدر پالے گا[3] وہ بولے اللہ ان پر رحم کرے انہوں نے چاہا کہ یہ لوگ بھروسہ نہ کرلیں ورنہ وہ جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان میں ہے اس کے آخری عشرہ میں ہے اور وہ ستائیسویں شب ہے[4] پھر آپ نے بغیر ان شاء اللہ کہے قسم کھائی کہ وہ ستائیسویں شب ہے[5] میں نے کہا آپ کس دلیل سے یہ فرماتے ہیں اے ابو المنذر فرمایا اس نشانی یا اس دلیل سے جو ہمیں رسول اللہ صلے اللہ

تنبیں مٹی کیچڑ پونچھنے دے، ہاں بعد نماز پونچھ ڈالے کہ یہ عبادت کا اثر ہے جس کے اظہار میں ریاء کا اندیشہ ہے[1] اس جملہ میں لَیْلَۃُ کو پیش و زبر ہے تو معنے ہوئے کہ بارش وغیرہ والی تیئسویں رمضان کی شب میں ہوا تب راویوں کی یاد میں اختلاف ہے، حضرت ابو سعید خدری کو یاد رہا کہ اکیسویں شب کو بارش ہوئی، اور حضرت عبداللہ ابن انیس کو تیئسویں شب یاد رہی اور یا لیلۃ کو پیش ہے، تو معنے یہ ہوں گے کہ شب قدر تیئسویں رمضان کی رات ہے، کیونکہ انہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رات بہت عبادت کرنے کا حکم دیا[2] آپ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں آپکی عمر ایک سو بیس یا ایک سو تیس یا ڈیڑھ سو برس ہوئی، آدھی عمر جاہلیت میں گذاری آدھی اسلام میں زبردست قاری تھے حضرت ابن مسعود و ابی ابن کعب کے ساتھیوں میں سے ہیں[3] شب بیداری سے مراد نماز تہجد پڑھنا ہے کیونکہ تمام سال پوری رات جاگنا شرعاً ممنوع ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ شب قدر نہ تو رمضان کی کسی خاص تاریخ سے مخصوص ہے نہ خود رمضان شریف سے بلکہ سال کے کسی مہینہ میں ضرور ہوتی ہے مسئلہ۔ اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تجھے شب قدر کی صبح کو طلاق ہے، تو کہنے سے سال بھر کے بعد طلاق واقع ہوگی، کیونکہ نکاح یقینی تھا اور شب قدر کی تعیین میں شک ہے۔ سال میں یقیناً ہوتی ہے، یقینی چیز یقینی سے ہی زائل ہوسکتی ہے[4] یعنے میرا بھی گمان غالب قریباً یقین ہے۔ اور حضرت ابن مسعود کا بھی، کہ شب قدر ستائیسویں رمضان کی رات ہے، مگر انہوں نے اس کا اظہار اس لئے نہ کیا کہ تم لوگ اس کی تلاش نہ چھوڑ دو تلاش میں لگے رہو کہ ثواب پاتے رہو، کہ اچھی چیز کی تلاش بھی اچھی ہے[5] یعنے یوں فرمایا کہ قسم خدا کی شب قدر ستائیسویں رمضان کی شب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسائل اجتہادیہ پر قسم کھائی جاسکتی ہے، مثلاً حنفی کہے قسم خدا کی آمین اونچی آواز سے پکارنا منع ہے، یا اللہ کی قسم رفع یدین نہ کرنا سنت ہے، دیکھو حضرت ابی ابن کعب اپنے اجتہاد سے بتائی ہوئی بات پر قسم کھا رہے ہیں، آپ کو اتنا اعتماد ہے

اللہ علیہ وسلم انہا تطلع یومئذ لا شعاع لہا رواہ مسلم ۞ وعن عائشۃ قالت کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی العشر الاواخر ما لا یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم ۞ وعنہا
قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیی لیلہ و
ایقظ اھلہ متفق علیہ ۞ الفصل الثانی ۞ عن عائشۃ قالت قلت یا رسول اللہ ارأیت

علیہ وسلم نے بتائی کہ اس دن سورج بغیر شعاؤں کے طلوع ہوتا ہے [1] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اس قدر مشقت فرماتے تھے جو دیگر ایام میں نہ کرتے تھے [2] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستہ ہو جاتے [3] راتوں کو خود جاگتے اور گھر والوں کو جگاتے [4] (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے۔

[1] یعنی شب قدر کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے سویرے کو سورج کی بوقت طلوع شعاعیں نہیں پڑتیں سفید بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے، بعد میں شعاعیں ظاہر ہوتی ہیں، اور ہم نے یہ آزمالیا کہ ستائیسویں رمضان کو ایسا ہوتا ہے، اس دلیل کا کبریٰ نص سے ثابت ہے اور صغریٰ ان کے اجتہاد سے، لہذا دلیل اجتہادی ہوئی، اشعۃ اللمعات میں اس جگہ فرمایا کہ ایکبار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے شبقدر کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے، خواہ سات باقی ہوں یا سات گذر گئی ہوں، یعنے تیئسویں یا ستائیسویں شب، جناب عمر نے پوچھا دلیل کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ رب تعالٰی نے آسمان بنائے سات، زمین سات، ہفتہ کے دن سات، انسان کی پیدائش سات اندام سے نیز انسان کھاتا ہے سات اعضاء سے سجدہ کرتا ہے سات اعضاء پر، طواف میں سات چکر ہیں، رمی جمار میں سات کنکریں مارے جاتے ہیں، لہذا شب قدر میں بھی سات کا ہی عدد چاہیئے حضرت عمر نے فرمایا اے ابن عباس تم نے وہ ہی چیز جان لی جو ہمارے علم میں بھی ہے [2] چنانچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور عموماً شب بیداری بھی یا تو اسلئے کہ اس عشرہ میں شبقدر ہے یا اس لئے کہ مہمان جا رہا ہے الوداع سامنے ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے، یا اسلئے کہ ہمیشہ کا خاتمہ زیادہ عبادتوں پر ہو، بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں دنیا سے کنارہ کر کے عبادت زیادہ کرتے ہیں کہ اب چلا وقت ہے جو ہو سکے کر لیں۔ شعر

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے ۞ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

[3] میزر ازار سے بنا بمعنے تہبند یا پائجامہ، لفظی معنے ہوئے اپنا تہبند باندھ لیتے، ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لئے تیار ہو جانے جیسے کہا جاتا ہے اٹھو باندھ کمر کیا بیٹھا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک قطعًا علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی [4] یعنے اس عشرہ کی راتوں میں قریبًا تمام رات جاگتے تھے، تلاوت قرآن، نوافل، ذکر اللہ میں راتیں گذارتے تھے، اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام رات بیداری و عبادات کبھی نہ کیں، خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کیلئے جاگنا، اور لیل اس کا ظرف ہے یعنے رات بھر عبادت کے لئے جاگتے، ہو سکتا ہے کہ لیلہ مفعول بہ ہو یعنے رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کر دیتے یا زندہ رکھتے، جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا قَالَ قُولِي اللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ؛ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْتَمِسُوهَا يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تِسْعٍ يَبْقَيْنَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ أَوْ فِي خَمْسٍ يَبْقَيْنَ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ رَوَاهُ سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ قَالَ قُلْتُ

اگر میں جان لوں کہ شبقدر کونسی رات ہے تو اس میں کیا پڑھوں ¹ فرمایا یہ عرض کرو الٰہی تو معاف فرمانیوالا ہے معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دیدے ² احمد ابن ماجہ ترمذی اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے، روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ رات یعنی شب قدر ڈھونڈو جب نو دن باقی رہیں یا سات دن باقی رہیں یا پانچ دن باقی رہیں یا تین یا آخری رات ³ ترمذی، روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے ⁴ ابوداؤد، اور ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث سفیان و شعبہ نے ابو اسحاق سے حضرت ابن عمر پر موقوف روایت کی، روایت ہے حضرت عبداللہ ابن انیس سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا

مردہ، جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی، طبری نے بروایت حضرت ابو امامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے وہ گویا آدھی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر بھی جماعت سے پڑھے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا ¹ یعنے اگر کبھی میری آنکھوں سے حجاب اٹھ جائیں اور میں شجر و حجر کو سجدہ کرتے، فرشتوں کو اترتے، شبقدر کا نور پھیلتے، روح فرشتہ کو زمین پر آتے دیکھوں جس سے معلوم کرلوں کہ یہی شبقدر ہے تو میں اس میں کیا دعا مانگوں معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کبھی شبقدر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں، مگر انہیں بھی چھپانے کا حکم ہے، کہ شبقدر کو چھپانا سنت ہے (مرقاۃ) ² یہ دعا مختصر ہے اور بہت جامع ہے کیونکہ جب رب تعالٰے نے بندے کو معافی دیدی تو سب کچھ دیدیا خیال رہے کہ گنہگار گناہوں سے معافی مانگتے ہیں اور نیک کار نیکی کرکے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں کہ خداوندا تیری بارگاہ کے لائق نیکی نہ ہوسکی تو معاف فرمانے والا ہے، معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دیدے شعر:

زاہداں از گناہ توبہ کنند ٭ عارفاں از اطاعت استغفار

حضرت عائشہ صدیقہ رب تعالٰے کے فضل سے گناہوں سے محفوظ ہیں، پھر بھی معافی مانگنے کا حکم دیا گیا گناہوں سے معافی نہیں بلکہ وہ معافی جو عرض کی گئی۔ ³ یعنے شب قدر کو اکیسویں رمضان یا تیئسویں یا پچیسویں تا ستائیسویں یا انتیسویں کی راتوں میں تلاش کرو اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ عرب میں کبھی آخر ماہ سے حساب لگاتے ہیں، وہاں یبقین یا بقیت کہدیتے ہیں، اور یہ حساب اسی حساب سے ہے کہ رمضان تیس دن کا ہو ⁴ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ہمیشہ شب قدر رمضان میں ہوگی، اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں نہیں ہوگی، نہ تو یہ ہوگا کہ کوئی سال شبقدر سے بالکل خالی رہے کہ کسی مہینہ میں شبقدر نہ ہو اور نہ یہ کہ رمضان کے سوا کسی اور مہینہ میں ہو جاوے، دوسرے یہ کہ رمضان کے ہر حصہ میں شبقدر ہو سکتی ہے۔ آخری

يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي بَادِيَةً أَكُونُ فِيهَا وَأَنَا أُصَلِّي فِيهَا بِحَمْدِ اللّٰهِ فَمُرْنِي بِلَيْلَةٍ أَنْزِلُهَا إِلٰى هٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ انْزِلْ لَيْلَةَ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِينَ قِيلَ لِابْنِهٖ كَيْفَ كَانَ أَبُوكَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَإِذَا صَلَّى الصُّبْحَ وَجَدَ دَابَّتَهٗ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَلَحِقَ بِبَادِيَتِهٖ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ اَلْفَصْلُ

یارسول اللہ میرا ایک جنگل ہے جس میں میں رہتا ہوں[1] اور الحمد للہ وہاں ہی نمازیں پڑھتا ہوں[2] مجھے ایک رات بتا دیجئے جس میں میں اس مسجد میں آیا کروں[3] فرمایا تیئسویں رات آجایا کرو[4] ان کے بیٹے سے پوچھا گیا کہ آپ کے والد کیا کرتے تھے فرمایا جب عصر پڑھ لیتے تو مسجد نبوی میں چلے جاتے[5] پھر کسی کام کیلئے نہ نکلتے حتی کہ نماز فجر پڑھ لیتے[6] جب فجر پڑھ لیتے تو اپنی سواری مسجد کے دروازے پر پاتے اس پر سوار ہو کر اپنے جنگل چلے جاتے[7] (ابوداؤد)[8] فصل

عشرہ سے خاص نہیں، کبھی شروع تاریخوں میں ہوگی کبھی درمیانی میں اور کبھی آخری تاریخوں میں، یہ حدیث ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیشہ شب قدر رمضان ہی میں ہوگی مگر تاریخ مقرر نہیں، کبھی کسی تاریخ میں اور کبھی کسی میں، واللہ ورسولہ اعلم۔ [1] یعنی میرا مکان مدینہ منورہ سے دور اپنی زمین میں واقع ہے جہاں میرا کنواں باغ وغیرہ ہے وہاں ہی میرے جانور رہتے ہیں اور وہاں ہی میرے بال بچے، عرب میں یہ بات عام مروج تھی کہ باغوں زمینوں والے اپنی زمینوں میں رہتے تھے۔ [2] اس طرح کہ اس زمین میں میں نے مسجد بنالی ہے جہاں ہم سب گھر والے باجماعت نمازیں پڑھ لیا کرتے ہیں اور راہگیر مسافر بھی وہاں نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ پنجاب میں کنوؤں کی مسجدوں میں ہوتا ہے لہذا ان صحابی پر ترک جماعت کا اعتراض نہیں ہوسکتا۔ [3] یعنی مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوجایا کروں رات بھر نوافل پڑھنے کیلئے یعنی شب قدر بتادیں تاکہ زمان اور مکان دونوں کی برکتیں حاصل کرلیا کروں، شب قدر ہو مسجد نبوی کی زمین پاک ہو اور میری جبین نیاز ہو اس طرح نوافل ادا کیا کروں، رب تعالٰی کبھی ہم کو بھی یہ سعادت میسر کرے۔ [4] یعنی تیئسویں رمضان کی رات یہاں آکر شب بیداری اور نوافل ادا کیا کرو کہ یہ رات شب قدر ہے، یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ تیئسویں رمضان بھی شب قدر ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا گیا۔ [5] یعنی میرے والد بائیسویں رمضان کی عصر پڑھ کر مسجد نبوی میں داخل ہوجاتے تھے ظاہر یہ ہے کہ نماز عصر اپنے گھر پڑھ کر آتے تھے اور ہوسکتا ہے کہ نماز عصر یہاں مسجد نبوی شریف میں ہی پڑھتے ہوں، تب داخلہ سے مراد ٹھہرنے کا داخلہ ہوگا اس طرح کہ یہاں عصر پڑھی پھر ضروریات سے فارغ ہوئے پھر رات بھر قیام کے ارادے سے مسجد میں آگئے۔ [6] ظاہر یہ ہے کہ حاجت سے مراد مطلق ضرورت ہے تو آپ تمام ضروریات انسانی سے ایسے فارغ ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تھے کہ پھر وضو کیلئے بھی باہر نہ آتے تھے، وضو ٹوٹتا ہی نہ تھا اس جملہ کی اور بہت شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہت ہی مناسب ہے خیال رہے کہ آپ معتکف نہ ہوتے تھے کیونکہ فرضی اعتکاف تو چوبیس گھنٹہ کا ہوتا ہے اور اعتکاف سنت رمضان کے پورے آخری عشرہ کا اور اعتکاف نفلی ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے، مگر اس میں مسجد سے باہر آنا ممنوع نہیں جب چاہے معتکف باہر آجائے اور جب چاہے اندر جائے پھر نیت اعتکاف کرے لہذا جن شارحین نے اس سے اعتکاف سمجھا وہ مناسب نہیں معلوم ہوتا آپ اس رات کی حاضری کو غنیمت جانتے تھے اور ایک منٹ کیلئے بھی باہر نہ آتے تھے۔ [7] اور پھر شہر میں کبھی کبھار آتے اس سے اشارۃً معلوم ہورہا ہے کہ اس رات کو وہ شب قدر جان کر یہ عبادت کرتے تھے جیسا کہ مرقات میں ہے۔ [8] ابوداؤد نے یہ حدیث ضمرہ ابن عبداللہ ابن انیس سے روایت کی اس اسناد میں محمد ابن اسحاق راوی ہیں جنکا حال یہ ہے کہ اگر وہ حدثنا کہکر روایت کریں

الثَّالِثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ يَّذْكُرُ اللّٰهَ

تیسری روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں شبقدر بتانے تشریف لائے [١] تو دو مسلمان مرد لڑ پڑے [٢] حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں شب قدر بتانے آیا تھا مگر فلاں فلاں لڑ پڑے تو شب قدر اٹھالی گئی [٣] ممکن ہے یہ اٹھالیا جانا تمہارے لئے بہتری ہو [٤] اب اسے آخری نویں ساتویں پانچویں میں تلاش کرو [٥] بخاری اور روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اُترتے ہیں [٦] ہر اُس کھڑے بیٹھے بندے کو دعائیں دیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو [٧] ؛

تو اسناد صحیح ہوتی۔ اصل حدیث مسلم کی ہے بروایت بشر ابن سعید [١] یعنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خبر بھی دیدی گئی اور بتانے کی اجازت بھی دیدی گئی اسی لئے سرکار بتانے کیلئے تشریف لائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شبقدر کا علم دیا [٢] غالباً یہ حضرات عبداللہ ابن ابی حدرد اور کعب ابن مالک تھے جنکا جھگڑا قرض کے متعلق تھا جس میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آدھا معاف کرا دیا اور باقی آدھا ادا کرنیکا حکم دیدیا [٣] یعنے میرے علم سے اسکا تقرر دور کر دیا گیا اور مجھے بھلا دی گئی یہ مطلب نہیں کہ خود شب قدر ہی ختم کر دی اب وہ ہوا ہی نہ کرے گی ان جھگڑنے والوں کا جھگڑا ناحق بھی تھا اور اعتدال سے زیادہ بھی جس کا اثر یہ ہوا معلوم ہوا کہ دنیاوی جھگڑے منحوس ہیں انکا وبال بہت ہی زیادہ ہے انکی وجہ سے اللہ کی آتی ہوئی رحمتیں رک جاتی ہیں [٤] یعنے اس سر کے ضمن میں تمہارے لئے خیر ہے، کہ اب تم شب قدر کی تلاش کرو گے اور اس کی تلاش بھی عبادت ہے، لہٰذا تم اس پر بھی بہت ثواب پاؤ گے یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص شب قدر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو وہ بھی لوگوں پر ظاہر نہ کرے کہ اسکا ظاہر نہ کرنا سنت ہے اور ظاہر کر دینا خلاف سنت اللہ تعالے نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کر دیا تھا مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحقیقی اطلاع نہ دی بھی یا علامتیں بتائیں یا نوعی تقرر ظاہر کیا [٥] یعنے رمضان کی انتیسویں، ستائیسویں، پچیسویں راتوں میں زیادہ جستجو کرو غالب یہ ہے کہ ان میں سے کسی رات میں ہے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ اس جھگڑے سے خود شبقدر نہ اٹھی تھی بلکہ اسکا تعین اٹھا ورنہ اسکے تلاش کرنیکے کیا معنے، تلاش وہ چیز کی جاتی ہے جو ہو مگر اسکا پتہ نہ ہو [٦] یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے کہ تنزل الملٰئکۃ والروح فیہا اس سے پتہ لگا کہ وہاں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ملائکہ سے مراد فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو ان کے ساتھ اترتی ہے، یہ جماعت سوائے شبقدر کے اور کبھی نہیں اترتی بعض بزرگوں نے کبھی اس جماعت کو دیکھا بھی ہے روح کی تفسیریں اور بہت ہیں مگر قوی یہی ہے کہ وہ حضرت جبریل ہیں [٧] اس تعلیم سے معلوم ہوا کہ شبقدر میں صرف نماز ہی پڑھنا لازم نہیں بلکہ نماز، تلاوت قرآن اور تمام قسم کے ذکر اللہ کئے جائیں پھر نماز نفل کھڑے ہو کر پڑھی جائے یا بیٹھ کر ہر طرح فرشتوں کی دعائیں مل جاتی ہیں ؛

عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ بَاهَى اللّٰهُ بِهِمْ مَلَائِكَتَهٗ فَقَالَ يَا مَلَائِكَتِيْ مَا جَزَاءُ اَجِيْرٍ وَفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَاؤُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرَهٗ قَالَ مَلَائِكَتِيْ عَبِيْدِيْ وَاِمَائِيْ قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَاءِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكَرَمِيْ وَعُلُوِّيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ اِرْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ رَوَاهُ

پھر جب بندوں کی عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ ان بندوں سے اپنے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے [1] فرماتا ہے اے میرے فرشتو اس مزدور کی اجرت کیا ہونی چاہیئے جو اپنا کام پورا کردے [2] عرض کرتے ہیں الٰہی اس کی اجرت یہ ہے کہ اسے پورا ثواب دیا جائے [3] فرماتا ہے اے فرشتو میرے بندے بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو ان پر تھا پھر دعا میں شور مچاتے نکل پڑے [4] مجھے اپنی عزت اپنے جلال اپنے کرم اپنی بلندی اپنے علو مرتبہ کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا [5] پھر فرماتا ہے لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا [6] اور تمہاری برائیوں کو خوبیاں بنا دیا [7] فرمایا پھر یہ لوگ بخشے ہوئے لوٹتے ہیں [8]

[1] فرماتا ہے اے فرشتو تم نے تو انسان کو فسادی کہا تھا ... دیکھو ... روزے رکھے، راتوں کو اس طرح جاگ رہے ہیں اور ... عبادتیں کر رہے ہیں جو کسی اور سے نہ ہو سکے خیال رہے کہ روزہ ... شہادت وغیرہ وہ عبادتیں ہیں جو صرف انسان ہی کر سکتا ہے فرشتوں سے یہ نہیں ہو سکتیں رکوع سجدہ تو عبادات مشترکہ ہیں مگر یہ عبادات انسان سے خاص ہیں اسی لئے رب تعالٰی نے فرمایا وحملها الانسان ... [2] ... اور عبادات پوری کریں روزے ... بیداری وغیرہ اب کام پورے کر چکے اب بتاؤ ہم کیا کریں اور انہیں کیا دیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان کا کام تو مرتے وقت پورا ہوتا ہے ابھی یہ کیوں فرمایا گیا کیونکہ یہاں اس ماہ کی عبادات پوری کر لینا مراد ہے [3] کہ یہ تو ان مزدوروں کا حق ہے جو تو نے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمالیا ہے آگے جو تو کرم فرمائے تو تیرا کرم ہے جو سب کے وہم و گمان سے وراء ہے یہ کلام در پردہ فرشتوں کی سفارش ہے خیال رہے کہ فرشتے مومنوں کیلئے عمومی دعا تو ہمیشہ کرتے رہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے الذی یحملون العرش یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون للذین امنوا اور خصوصی دعائیں خاص موقعوں پر کرتے ہیں یہ سب کچھ اسکا عوض ہے جو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں انسانوں کی شکایت کی تھی اسی لئے شب قدر میں فرشتے ہی دعائیں کرتے آتے ہیں اور آج فرشتوں ہی سے یہ خطاب ہے [4] اس حدیث سے پتہ لگا کہ عید الفطر کی نماز جنگل میں نکل کر پڑھنا بہتر ہے اور یہ نماز در حقیقت اس نعمت کا شکریہ ہے کہ رب نے ہمیں رمضان کی عبادات کی توفیق بخشی قرآن کریم فرماتا ہے ولتکبروا اللہ علٰی ما ھدٰکم بے روزہ چوروں اور روزہ چھوڑوں اور روزہ توڑوں کو عید کی خوشی منانے کا حق ہی نہیں مگر آج کل عید کی زیادہ خوشی یہی لوگ مناتے دیکھے گئے [5] یعنے بعد نماز عید جو دعا مانگیں گے وہ قبول کروں گا معلوم ہوا کہ نماز عید کے بعد دعا ضرور مانگے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ نماز عید کے بعد دعا مانگنا بدعت ہے نہیں مانگنا چاہیئے [6] اس طرح کہ تمہارے سارے گناہ بخش دیئے چھوٹے ہوں یا بڑے یہی زیادہ ظاہر ہے [7] مرقات نے فرمایا کہ معافی و بخشش تو گنہگاروں کے لئے ہے اور گناہوں کو نیکیاں بنا دینا توبہ کرنے والوں کے لئے اس کی تائید اس آیت سے ہے الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاٰتہم حسنات اس کا مطلب یہ ہے کہ نامہ اعمال سے گناہ مٹا کر ان کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں جن پر اجر و ثواب ملتا ہے یہ رب تعالٰی کے کرم سے کوئی بعید نہیں [8] یہ بشارت عظمٰی اور شاہی خلعت ان لوگوں کے لئے ہے جو عید گاہ جا کر نماز پڑھتے ہیں، رہے وہ لوگ جو وہاں نہیں جاتے جیسے شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ...

اَلْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ؛ بَابُ الْاِعْتِکَافِ ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَیْرِ وَکَانَ اَجْوَدَ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ کَانَ جِبْرِیْلُ یَلْقَاہُ کُلَّ لَیْلَۃٍ فِیْ

بیہقی شعب الایمان، اعتکاف کا باب ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے حتی کہ اللہ نے انہیں وفات دی ۲؎ پھر آپ کی بیویوں نے آپ کے بعد اعتکاف کیا ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام سے بڑھ کر بھلائی کے سخی داتا تھے ۴؎ اور آپ رمضان میں بہت ہی سخاوت فرماتے تھے ۵؎ ہر رات جبریل امین آپ سے ملتے تھے

دیہاتی لوگ اور عورتیں وغیرہ ان کی بخشش اس کے بغیر بھی ہوتی ہے جیسے عام مسلمانوں کی بخشش، روزہ نماز سے بچوں اور دیوانوں کی بخشش محض کرم سے اس کی عطا ہماری طلب پر موقوف نہیں۔ شعر:

ما نبودیم و تقاضا ما نبود ؎ لطف تو ناگفتہ ما مے شنید

۱؎ اعتکاف عکف سے بنا بمعنی ٹھہرنا یا قائم رہنا رب تعالٰے فرماتا ہے یعکفون علٰی اصنام لہم اور فرماتا ہے وانتم عاکفون فی المساجد شریعت میں بنیت عبادت مسجد میں خاص ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے، اعتکاف بڑی پرانی عبادت ہے رب تعالٰے نے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام سے فرمایا تھا اَنْ طَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ، اعتکاف تین قسم کا ہے، اعتکاف فرض جیسے نذر مانا ہوا اعتکاف، اس میں روزہ شرط ہے اور اس کی مدت کم از کم ایک دن و رات ہے، اعتکاف سنت بیسویں رمضان کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک ہے، اعتکاف نفل اس میں نہ روزہ شرط ہے نہ اس کی مدت مقرر جب بھی مسجد میں جائے تو کہدے میں نے اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں رہوں حق یہ ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کسی نے نہ کیا تو سب سنت کے تارک ہوئے، اگر ایک نے بھی کرلیا تو سب کی طرف سے ادا ہوگیا۔ مرد تو جماعت والی مسجد میں ہی اعتکاف کرسکتا ہے جہاں نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو مگر عورت اپنے گھر میں کوئی جگہ صاف و پاک کرکے وہاں ہی اعتکاف کرے جسے مسجد خانہ کہتے ہیں (لمعات، مرقاۃ وغیرہ)

۲؎ اس ہمیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، اور چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم امت کو صراحۃً نہ دیا بلکہ رغبت دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں، کیونکہ وجوب کے لئے حکم دینا ضروری ہے، لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے پھر سارے مدینہ منورہ میں صرف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

۳؎ یعنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج پاک نے ہمیشہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا نہ کہ مسجد نبوی شریف میں مسجد میں تو ایک بار ان بیویوں نے اعتکاف کیا تھا، اعتکاف کے لئے کپڑے کے خیمے لگائے تھے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اکھڑوا دیئے تھے، فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ عورت مسجد میں بھی باپردہ رہ کر اعتکاف کرسکتی ہے مگر اس کے لئے گھر میں اعتکاف بہت اچھا ہے ۴؎ کہ ہمیشہ ہی مال کی، اعمال کی علم کی ہر رحمت الٰہیہ کی سخاوت کرتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سی سخاوت آج تک نہ کسی نے کی نہ کوئی کرسکتا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰے کی صفت

رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِيْ قُبِضَ وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ فِي الْعَامِ الَّذِيْ قُبِضَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل پر قرآن پیش فرماتے تھے[1] تو جب آپ سے جبریل ملتے تب آپ بھیجی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی بالخیر ہوتے تھے[2] مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سارا قرآن ایکبار پیش کیا جاتا تھا جس سال حضور انور کو وفات دی گئی اس سال دو بار پیش کیا گیا[3] اور حضور ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے وفات کے سال بیس دن اعتکاف کیا[4] بخاری روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ

جواد کے مظہر اتم ہیں، قرآن پاک نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو کریم یعنی سخی داتا فرمایا۔ شعر:

یارب تو کریمی و رسول تو کریم ؛ صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

[5] کہ ماہ رمضان میں تو کسی کو کسی طرح رد فرماتے ہی نہ تھے جنت رحمت مانگنے والوں کو جنت رحمت کے سائلوں کو رحمت، خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حضور کو مانگنے والوں کو اپنی توجہ کرم، مال مانگنے والوں کو مال، اعمال، کمال، لقائے ذوالجلال غرضکہ جو سائل جو مانگتا تھا منہ مانگی پاتا تھا، بعض عشاق اب بھی رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر چیز مانگتے ہیں، مسلمانوں کو بھی رمضان میں بہت سخاوت کرنا چاہیئے کہ یہ سنت رسول ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔

[1] یہاں مرقات نے فرمایا کہ ہر رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ اول سے آخر تک سارا قرآن مع تجوید و مخارج حروف کے دور فرماتے تھے، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ رمضان میں دور قرآن کرنا یا قرآن کا دورہ کرنا سنت رسول بھی ہے اور سنت جبریل بھی، دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارا قرآن جانتے ہیں، نزول قرآن تو امت پر احکام جاری کرنے کے لئے ہوا، کیونکہ ہر رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پورا قرآن سن بھی رہے ہیں اور حضرت جبریل کو سنا بھی رہے ہیں، حالانکہ ابھی سارا قرآن نازل نہیں ہوا تھا، نزول کی تکمیل تو وفات سے کچھ پہلے ہوئی چونکہ یہ تلاوت خصوصیت سے اعتکاف میں ہوتی تھی اس لئے مصنف یہ حدیث اعتکاف کے باب میں لائے[2] یعنی جیسے ہوا کی سخاوت کا یہ عالم قائم ہے کہ ہر شخص ہوا سے ہی سانس لیتا ہے، اور ہوا ہی سے بارش آتی ہے، ہوا سے ہی کھیت و باغ پھلتے پھولتے ہیں، پھر ہر جگہ ہوا موجود ہے ہر جاندار و غیر جاندار کو ہر طرح فیض پہنچتی ہے، ایسے ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ملاقات جبریل کے موقعہ پر ہر ایک کو ہر طرح ہر چیز دیتے تھے خیال رہے کہ رب تعالٰے رمضان میں بہت جود و کرم فرماتا ہے اس سنت الٰہیہ کے مطابق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے تھے ہوئے جو رب تعالٰے کے مظہر اتم صلے اللہ علیہ وسلم[3] یعنے شروع نبوت سے مابعد ہجرت شروع سے ہر رمضان میں حضرت جبریل اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک پارہ روز دورہ کرتے تھے جس سے پورے رمضان میں ایک ختم ہوتا تھا وفات کے سال دو پارہ روز دور کیا جس سے مہینہ میں دو ختم ہوئے، یوں سمجھو کہ افضل رسول پر افضل مہینہ میں افضل کلام افضل مقام میں لاکر سنتے اور سناتے تھے، یہاں معارضہ سے مراد مدارستہ ہے یعنے دور۔ شعر:

نور آیا نور لایا نور پہ نورانی رات ؛ اس لئے رمضان کا سارا مہینہ نور ہے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَكَفَ اَدْنٰى اِلَىَّ رَاْسَهٗ وَهُوَ فِى الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ **اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ** عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے تو مسجد میں رہتے ہوئے میری طرف اپنا سر جھکا دیتے میں کنگھی کر دیتی [1] اور بجز ضرور یات انسانی گھر میں تشریف نہ لاتے [2] مسلم بخاری، روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں [3] ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی [4] فرمایا اپنی نذر پوری کرو [5] مسلم بخاری [6] دوسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ..

[1] اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اس سال ہوگی اسی لئے اس سال سفر آخرت کی تیاری خصوصیت سے فرما رہے ہیں یہ حدیث اہل سنت کے بہت سے مسائل کی اصل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص بڑھاپے میں یا مرض وفات میں خصوصیت سے آخرت کی تیاری کرے دنیاوی تعلقات کم کرنا شروع کر دے یہ بھی سنت رسولی ہے، اللہ تعالٰی توفیق دے۔ [2] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کا دروازہ مسجد میں تھا تو بحالت اعتکاف آپ مسجد میں رہتے اور حضرت عائشہ گھر میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے سر مبارک حجرہ میں کر دیتے ام المومنین کنگھی کر دیتی تھیں اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ معتکف کا اپنے بعض اعضاء مسجد سے نکال دینا جائز ہے یہ مسجد سے نکلنا نہیں کہا جاتا اسی طرح حائضہ عورت کا اپنے بعض اعضاء مسجد میں داخل کر دینا جائز ہے تیسرے یہ کہ کنگھی وغیرہ مسجد میں نہ کرنا بہتر ہے کہ اس سے بال مسجد میں گریں گے اڑیں گے چوتھے یہ کہ جو کام مسجد میں رہ کر کئے یا کرائے جا سکتے ہیں ان کیلئے معتکف مسجد سے نہ نکلے [2] حاجت انسانی سے مراد صرف پیشاب پاخانہ ہے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم احتلام سے محفوظ ہیں فقہاء صرف چار کاموں کیلئے معتکف کو مسجد سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں پیشاب، پاخانہ، غسل جنابت اور نماز جمعہ اگر اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو، اور اس پر جمعہ فرض ہو، غسل جمعہ کے متعلق روایت نہ ملی، حضرت شیخ نے یہاں اشعہ میں فرمایا کہ معتکف غسل نفل کے لئے بھی مسجد سے نکل سکتا ہے، مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر مسجد میں رہتے ہوئے کسی ٹب وغیرہ میں اس طرح غسل کرے کہ مسجد میں مستعمل پانی بالکل نہ گرے تو وہاں ہی کرے غسل خانہ میں نہ جائے۔

[3] زمانہ جاہلیت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے زمانہ کو کہتے ہیں جب اہل عرب بالکل اندھیروں میں تھے گذشتہ نبیوں کی تعلیم گم ہو چکی تھی، مگر یہاں اشاعت نبوت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے کیونکہ حضرت عمر کی یہ نذر قبول اسلام کے بعد کی ہے کہ آپ نے مسلمان ہو کر یہ نذر مانی مگر پوری نہ کر سکے کیونکہ کفار مکہ کا بہت زور تھا وہ آپ کو مسجد حرام میں رات گزارنے نہ دیتے تھے وہاں ٹھہرنے میں آپ کو جان کا خطرہ تھا (مرقاۃ) [4] رات سے مراد رات مع دن ہے، اہل عرب رات بول کر پورے چوبیس گھنٹے مراد لیتے ہیں اور نذر کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے اور روزہ دن ہی میں ہوتا ہے امام شافعی کے ہاں صرف رات بھر کا بھی اعتکاف ہو سکتا ہے ان کے ہاں روزہ شرط نہیں وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں، مگر یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے آگے صراحۃً حدیث آرہی ہے کہ بغیر روزہ اعتکاف نہیں اس صریحی حدیث کے ہوتے ہوئے اس اشارہ پر عمل نہیں کیا جا سکتا [5] یہ امر وجوبی ہے کیونکہ حضرت عمر کی نذر اسلام قبول کر لینے کے بعد کی ہے مسلمان کی نذر درست ہے، اگر کافر زمانہ کفر میں کسی اچھے کام کی نذر مانے پھر مسلمان ہو جائے تو اسے نذر پورا کرنا مستحب ہے

يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ❊ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِي مُعْتَكَفِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ❊ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ فَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ❊ وَعَنْهَا قَالَتْ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے ایک سال اعتکاف نہ کرسکے تو جب اگلا سال آیا تو حضور انور نے بیس دن اعتکاف کیا (ترمذی) اور ابوداؤد و ابن ماجہ نے حضرت ابی ابن کعب سے روایت کی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر پڑھتے پھر اعتکاف گاہ میں داخل ہوجاتے (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بحالت اعتکاف بیمار کی مزاج پرسی یوں فرماتے تھے کہ اسی طرح چلتے رہتے تھے مڑتے نہ تھے اس کا مزاج پوچھ لیتے تھے (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں معتکف کیلئے سنت یہ ہے

ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو کعبہ معظمہ یعنی مسجد حرام میں اعتکاف کا حکم دیا بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مسجد نبوی میں اعتکاف کی نذر مانی ہو تو دوسری مسجد میں اعتکاف نہیں کرسکتا انکی دلیل یہ حدیث ہے بعض کے ہاں کرسکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد، نسائی اور دار قطنی نے بھی نقل کی مگر انکی روایت میں ہے کہ جناب عمر نے کعبہ معظمہ کے پاس ایک دن و رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی (نسائی) دار قطنی نے روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعتکاف اور روزے کا حکم دیا (مرقات) فتح القدیر میں ہے کہ مسلم و بخاری روایت میں بھی ہے کہ حضرت عمر نے ایکدن و رات کے اعتکاف کی نذر پوری کی تھی۔ یہ کسی مجبوری کی وجہ سے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا عذر اعتکاف کبھی نہ چھوڑا، ہمیشہ رمضان کے آخری عشرہ میں کرتے تھے (مرقاۃ) ظاہر یہ ہے کہ یہ گذشتہ رمضان کے اعتکاف کی قضاء نہ تھی، ورنہ اس رمضان تک انتظار نہ فرماتے، وہ رمضان گذرتے ہی قضاء کرلیتے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رمضان میں جس کے بعد وفات شریف واقع ہوئی بیس دن اعتکاف فرمایا تھا ایسے ہی اس رمضان میں کیا ہوسکتا ہے کہ دس دن گذشتہ رمضان کی قضاء ہی ہوں تو یہ قضا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے ورنہ آپ پر اعتکاف فرض نہ تھا اور قضاء صرف فرض یا واجب کی ہوتی ہے جیسے ایک دفعہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ظہر چار رکعت رہ گئی تھیں تو بعد عصر ان کی قضاء کی پھر ہمیشہ یہ رکعتیں پڑھتے رہے، وہ بھی خصوصیات میں سے تھا مرقات نے فرمایا کہ موقت نفلوں کی قضا کرلینا بہتر ہے جیسے نفل تہجد۔ اس حدیث کی بنا پر امام اوزاعی و لیث نے فرمایا کہ اعتکاف بعد فجر شروع کیا جائے مگر باقی تمام ائمہ کے ہاں اعتکاف سنت و فرض بعد عصر شروع کیا جائے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اس وقت سے اعتکاف گاہ میں داخلہ تیاری اعتکاف کیلئے ہوتا تھا، اصل اعتکاف بعد عصر شروع فرماتے تھے اسی لئے آپ فرما رہی ہیں کہ اپنے اعتکاف گاہ میں داخل ہوجاتے، یہ نہ فرمایا کہ اعتکاف شروع کردیتے تھے، اعتکاف شروع کرنا اور ہے اور اعتکاف گاہ میں داخلہ کچھ اور اعتکاف گاہ سے مراد چٹائی کا وہ حجرہ ہے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کیلئے بنایا جاتا تھا کہ چٹائی گول شکل میں کھڑی کردی جاتی تھی۔ یعنی جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بحالت اعتکاف پیشاب یا پاخانہ کے لئے مسجد سے باہر جاتے

WWW.NAFSEISLAM.COM

أَنْ لَّا يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَّلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَّلَا يَمَسَّ الْمَرْأَةَ وَلَا يُبَاشِرَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ اِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَّلَا اعْتِكَافَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ؛ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهٗ فِرَاشُهٗ اَوْ يُوْضَعُ لَهٗ سَرِيْرُهٗ وَرَآءَ اُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

کہ نہ تو بیمار کی مزاج پرسی کرے[1] اور نہ جنازہ ہی کو جائے[2] نہ عورت کو ہاتھ لگائے نہ اسے چھیڑے[3] نہ کسی کام کو جائے سوائے ضروری کام کے کہ بغیر روزہ اعتکاف نہیں ہوتا[4] اور صرف جامع مسجد میں ہی اعتکاف کرے[5] (ابوداؤد)[6] فصل تیسری روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ جب اعتکاف کرتے تو آپ کیلئے بستر بچھا دیا جاتا یا ستون توبہ کے پیچھے آپکا تخت پوش ڈالدیا جاتا[7] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ

اور اتفاقاً کوئی بیمار مل جاتا، تو چلتے ہوئے ہی مزاج پرسی فرمالیتے، نہ تو ٹھہرتے نہ اس کی خاطر راستہ سے مڑتے، جمہور علماء کے ہاں معتکف کے لئے یہی حکم ہے اگر وہ مزاج پرسی کے لئے بقدر ادائے نماز ٹھہرے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اگر اس سے کم ٹھہرا تو مکروہ ہوگا، جمہور علماء کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

[2] نہ مزاج پرسی کے لئے مسجد سے نکلے اور نہ مسجد سے باہر اس کے لئے ٹھہرے لہٰذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ وہاں چلتے ہوئے مزاج پرسی مراد تھی اور یہاں ٹھہر کر۔[3] یعنی نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے اگرچہ خارج مسجد میں نماز جنازہ ہو کر معتکف اندرون مسجد رہنا چاہیے، بلا ضرورت وضو اور غسل کی جگہ بھی نہ جائے اگرچہ یہ جگہ مسجد کی حدود میں ہوتی ہیں[4] یعنی معتکف اپنی بیوی کو نہ شہوۃً ہاتھ سے چھوئے نہ اسے چمٹائے نہ صحبت کرے صحبت سے تو اعتکاف یقیناً جاتا رہے گا اور بوس وکنار یا شہوۃً چھونے سے انزال ہوگیا تو اعتکاف گیا، ورنہ سخت مکروہ ہوا[5] اس سے معلوم ہوا کہ نفلی غسل گرمی کے غسل کے لئے مسجد سے نکلنا بھی جائز نہیں، صرف پیشاب پاخانہ، غسل جنابت کے لئے نکل سکتا ہے حتی کہ جس پر جمعہ فرض نہیں جیسے عورت یا دیہاتی وہ نماز جمعہ کے لئے مسجد سے نہیں جاسکتا[6] یہ حکم اعتکاف فرض یا اعتکاف سنت کے لئے ہے کہ ان دونوں میں روزہ شرط ہے، اعتکاف نفل میں نہ روزہ شرط ہے، نہ وقت کی پابندی[7] یہ حکم مرد کے اعتکاف کے لئے ہے، عورتوں کے اعتکاف کے لئے مسجد شرط نہیں، وہ اپنے گھروں میں اعتکاف کریں جامع مسجد سے مراد جماعت والی مسجد ہے جہاں مؤذن و امام مقرر ہو اور نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو ایسی ہی مسجد میں اعتکاف کرے اور اگر اس سے جمعہ والی مسجد مراد ہو جہاں نماز جمعہ بھی ہوتی ہو تو یہ حکم استحبابی ہے کہ جمعہ والی مسجد میں اعتکاف مستحب ہے جائز تو ہر مسجد میں ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وانتم عاکفون فی المساجد خیال رہے کہ سب سے افضل اعتکاف حرم کعبہ یعنی مسجد حرام میں ہے، پھر مسجد نبوی میں پھر بیت المقدس میں پھر وہاں جہاں کا امام افضل ہو پھر وہاں جہاں جماعت بڑی ہوتی ہو (مرقات ولمعات)، یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ مرد مسجد ہی میں اعتکاف کر سکتا ہے[8] یہ حدیث کچھ فرق سے نسائی نے بھی نقل کی موطا امام مالک میں کچھ تھوڑی تبدیلی سے ہے اس حدیث کی اسناد میں عبدالرحمن ابن اسحاق ہیں جن پر بعض محدثین نے جرح کی ہے مگر بعض محدثین نے انہیں ثقہ کہا اور جب جرح و تعدیل میں تعارض ہو تو تعدیل مقدم ہوتی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ فرمانا کہ سنت یہ ہے مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ یہ بات عقل وقیاس سے نہیں کہی جاسکتی[9] یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ستون توبہ کے پاس اعتکاف کرتے تھے وہاں آپ کیلئے کبھی تو صرف بستر بچھا دیا جاتا تھا اور کبھی چارپائی کی طرح تخت بھی معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چارپائی یا تخت پر سو سکتا ہے بشرطیکہ بالکل پاک صاف ہو ستون توبہ مسجد نبوی میں وہ ستون ہے جہاں ابولبابہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيُجْزٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۞ كِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ

... صلے اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا کہ اعتکاف گناہوں سے باز رکھتا ہے[1] اور معتکف کو تمام نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے تمام نیکیاں کرنیوالے کی طرح[2] (ابن ماجہ) قرآن کے فضائل کا بیان[3] پہلی فصل روایت ہے[4] حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے[5] (بخاری) اور روایت ہے حضرت

نے توبہ کی تھی اسی ستون سے انہیں باندھ دیا گیا تھا۔ اب حجاج وہاں کھڑے ہو کر توبہ و استغفار کرتے ہیں[1] یعنے اعتکاف کا فوری فائدہ تو یہ ہے، کہ یہ معتکف کو گناہوں سے باز رکھتا ہے عکف کے معنے ہیں روکنا، باز رکھنا، کیونکہ اکثر گناہ غیبت، جھوٹ اور چغلی وغیرہ لوگوں سے اختلاط کے باعث ہوتی ہے، معتکف گوشہ نشین ہے اور جو اس سے ملنے آتا ہے وہ بھی مسجد و اعتکاف کا لحاظ رکھتے ہوئے بُری باتیں نہ کرتا ہے نہ کرتا ہے[2] یعنے معتکف اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں سے محروم ہوگیا جیسے زیارت قبور، مسلمانوں سے ملاقات، بیمار کی مزاج پرسی، نماز جنازہ میں حاضری اسے ان سب نیکیوں کا ثواب اسی طرح ملتا ہے جیسے یہ کام کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے، ان شاء اللہ غازی، حاجی، طالب علم دین کا بھی یہی حال ہے[3] فضائل فضیلت کی جمع ہے فضیلت فضل سے بنا بمعنے زیادتی عرف میں فضیلت اس خصوصی بزرگی کو کہتے ہیں جو دوسرے کو حاصل نہ ہو خیال رہے کہ فضل صفت ہے، اور فضول عیب یعنے عبث یا فائدہ سے خالی قرآن کی وجہ تسمیہ ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اول کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجئے، کہ یہ لفظ قرءٌ سے بنا یا قراۃ سے یا قرن سے قرآن کے فضائل بعض عمومی ہیں یعنے سارے قرآن کے فضائل اور بعض خصوصی یعنے بعض سورتوں یا بعض آیتوں کے خصوصی فائدے و تاثیریں جن آیات میں حمد و نعت ہیں وہ ذکر بھی افضل مذکور بھی اعلے اور مذکور بھی بہتر، مگر جن آیات میں کفار کا ذکر ہے وہاں ذکر اعلے ذاکر افضل مگر مذکور بدترین خلق، اسی لئے قل ھو اللہ تین بار پڑھنے میں سارے قرآن کی تلاوت کا ثواب ہے کہ یہ حمد کی سورت ہے، اور تبت یدا تین سو بار بھی پڑھ لو تو بھی یہ ثواب نہیں کعبہ معظمہ سارا ہی خدا کا گھر ہے مگر رکن اسود بہت اعلے ہے، مسجد ساری بیت اللہ ہے مگر محراب و منبر اعلے ہیں، لہذا اس فضیلت پر منکرین حدیث کا یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ سارا ہی قرآن کلام الٰہی ہے پھر یہ فرق مراتب کیسا نبیوں، ولیوں میں فرق مراتب موجود ہے حالانکہ وہ سارے اللہ کے پیارے ہیں تلک الرسل فضلنا بعضھم علے بعض[4] قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے بچوں کو قرآن کے ہجے روزانہ سکھانا، مقتدیوں کا تجوید سیکھنا سکھانا، علماء کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث و فقہ سیکھنا سکھانا صوفیائے کرام کا اسرار و رموز قرآن بسلسلہ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں، لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں، کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک پر ہوا اور اسرار و احکام کا نزول حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوا، تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالے فرماتا ہے نزلہ علے قلبک عمل بالقرآن علم قرآن کے بعد ہے، لہذا عالم عامل سے افضل ہے آدم علیہ الصلوۃ والسلام عالم تھے فرشتے عامل مگر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام افضل مسجود رہے ۞ ۞

عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ اِلٰى بُطْحَانَ اَوْ اِلَى الْعَقِيْقِ فَيَأْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِيْ غَيْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطْعِ رَحِمٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ اَفَلَا يَغْدُوْ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ اَوْ يَقْرَأُ اٰيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثٍ وَّاَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَّمِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عقبہ بن عامر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم صفہ میں تھے سلہ فرمایا تم میں کون یہ چاہتا ہے کہ ہر صبح بطحان یا عقیق کی طرف نکل جایا کرے اور بغیر گناہ کئے بغیر رشتہ توڑے دو اونچی اونٹنیاں لے آیا کرے سلہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں سلہ فرمایا تو تم میں سے ہر شخص روزانہ صبح کو کیوں نہ مسجد چلا جایا کرے وہاں قرآن کریم کی دو آیتیں سیکھ لیا کرے یا پڑھ لیا کرے سلہ یہ دو آیتیں دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار چار سے اور اسی قدر اونٹوں سے بہتر ہیں ھے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

سلہ صفہ کے معنے ہیں چبوترہ وہ ایک مسجد نبوی سے متصل پیچھے کی جانب تھوڑا سا چبوترا بنا دیا گیا تھا جہاں مہمان اترتے تھے اور علم سیکھنے والے فقراء صحابہ وطن مستقل طور پر رہتے تھے یہ حضرات اصحاب صفہ کہلاتے انہیں کی سی صفات رکھنے والوں کو آج صوفیا کہتے ہیں، یعنے صفائی دل اور صوف کا لباس رکھنے والی جماعت یہ حضرات کم و بیش ہوتے رہتے تھے کبھی ستر اور کبھی دو سو سے زیادہ گویا یہ مدرسہ نبوی تھا عقبہ ابن عامر اور ابوہریرہ بھی انہی میں سے تھے سلہ یعنے تھوڑی دور جا کر تھوڑی سی دیر میں بہت سا حلال مال لے آوے عرب میں اونٹنی بڑا عزیز مال تھا عقیق مدینہ منورہ سے دو تین میل پر ایک بازار ہے جہاں جانور زیادہ فروخت ہوتے ہیں بطحان مدینہ پاک کا ایک وسیع جنگل ہے بطح بمعنے وسعت یا پتھریلا علاقہ سلہ یعنے یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں خیال رہے کہ وہ حضرات اگرچہ تارک دنیا تھے مگر دین کیلئے دنیا حاصل کرنے کو بہت افضل جانتے تھے دنیا اگر دین کیلئے ہو تو عین دین ہے اور اگر طبیعت ہی گنہگار کرنے کیلئے ہو تو دنیا ہے یعنے دنی چیز لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ وہ لوگ تو محب دنیا نہ تھے پھر یہ جواب کیوں دیا کہ یہ گفتگو صرف صفہ والے اصحاب سے نہیں ہے وہ تو ہر وقت گویا مسجد ہی میں رہتے بلکہ تا قیامت مسلمانوں سے ہے کہ دنیاوی کاروبار میں مشغول ہونے سے پہلے کچھ علم قرآن حاصل کر لیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ دینی مدرسے مسجد میں ہونا بہتر ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ صفہ میں تھا جو مسجد سے متصل تھا گویا مسجد ہی میں تھا نیز معلوم ہوا کہ صبح سویرے علم قرآن حاصل کرنا افضل ہے صبح کے کام میں برکت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء بلا تامل طلباء کو علم سکھایا کریں ھے یعنے پانچ آیات پانچ اونٹوں سے افضل اور چھ یا سات آیتیں اسی عدد اونٹوں سے افضل و عرب میں ابل مطلقاً اونٹ کو کہتے ہیں نر ہو یا مادہ اور جمل نر اونٹ کو ناقہ مادہ کو جیسے انسان یا آدمی مطلقاً انسان کو کہتے ہیں اور رجل مرد کو امراۃ عورت کو خیال رہے کہ یہاں آیت سے مراد آیت سیکھنا یا اس کی تعلیم میں مشغول رہنا ہے یعنے ایک آیت سیکھنا ایک اونٹنی کی ملکیت سے بہتر ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آیت قرآنی تو تمام دنیا سے بہتر ہے ایک اونٹ کا ذکر کیوں ہوا یا یہ تفصیل ان اہل عرب کو سمجھانے کے لئے ہے جنہیں اونٹ بہت مرغوب ہے جیسے میٹھی نیند سونے والوں کو سمجھانے کیلئے فجر کی اذان میں کہتے ہیں الصلوٰۃ خیر من نوم اس نیند سے بہتر ہے حالانکہ نماز تو ساری دنیا سے بہتر ہے ؛

WWW.NAFSEISLAM.COM

أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلٰثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلٰثُ آيَاتٍ يَقْرَءُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلٰثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

کہ کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ جب اپنے گھر لوٹے تو وہاں تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیاں پائے ۱ ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا تو تین آیتیں جنہیں کوئی اپنی نماز میں پڑھ لے ۲ وہ اسے تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں ۳ مسلم روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا عالم ۴ معزز فرشتوں اور محترم و معظم نیکوں کے ساتھ ہوگا ۵ اور جو قرآن پڑھتا ہو کہ اس میں اٹکتا ہو اور قرآن اس پر گراں ہو اس کیلئے دو ثواب ہیں ۶ مسلم بخاری۔

۱ یعنے جب سفر یا بازار سے گھر پہنچے تو وہاں یہ مال و دولت پائے۔ اہل عرب مادہ اونٹنی کو خصوصاً جب وہ حاملہ بھی ہو اور موٹی بھی بہت ہی پسند کرتے ہیں۔ اس لئے یہ مثال ارشاد ہوئی کیونکہ اونٹنی سے نسل چلتی ہے اونٹ سے نہیں چلتی اور ظاہر ہے کہ اچھی نسل کی اونٹنی کی نسل بھی اچھی ہوگی ۲ قرآن کریم اعلےٰ چیز ہے۔ اور جب نماز میں پڑھا جائے تو نور علےٰ نور ہے کہ نماز و قرآن کی برکتیں جمع ہو جاتی ہیں اور اگر تقدیر سے حرم کعبہ یا حرم مدینہ میں نماز نصیب ہو جائے تو اس تلاوت کی برکتیں بے شمار ہو جاتی ہیں کہ تین خوبیاں جمع ہو گئیں۔ نماز، تلاوت، حرم کی زمین ۳ ان اونٹنیوں کا نفع صرف دنیا میں ہے۔ اور آیات قرآنیہ کا نفع دنیا میں بھی آخرت میں بھی اور فانی سے باقی بہتر ہے خلاصہ یہ ہے کہ دنیاوی مال میں مشغول ہو کر آخرت سے لاپرواہ نہ ہو جایئے یہ مطلب نہیں کہ دنیا بالکل چھوڑ دو۔ کہ اسلام میں ترک دنیا منع ہے بلکہ جو دنیا دین کمانے کا ذریعہ ہو وہ بھی دین ہے ۴ قرآن کریم کا ماہر وہ عالم ہے جو الفاظ قرآن، معانی و مسائل قرآن اسرار و رموز قرآن کا واقف ہو اس کا بڑا درجہ ہے ۵ شیخ نے فرمایا کہ یہاں سفرہ سے فرشتوں کی جماعت مراد ہے اور کرام بررۃ سے انبیائے کرام مقصود۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں سَفَرَۃ یا تو سَفَرٌ سے بنا ہے یعنے سفر کرتے رہنے والے فرشتے جو ہمیشہ حق تعالےٰ اور رسولوں کے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں، وحی وغیرہ کے لئے یا سِفرٌ سے بنا بمعنے کتاب، جس کی جمع اسفار ہے بحمل اسفارًا۔ یعنے وہ فرشتے جو لوح محفوظ سے مضامین صحیفوں میں نقل کرتے رہتے ہیں، یا کاتبین اعمال فرشتے یا اسفار بمعنے اصلاح سے بنا یعنے وہ فرشتے جو رب تعالےٰ کی طرف سے بندوں پر مصلحت و رحمت کی خبریں لاتے ہیں چونکہ یہ فرشتے اعلےٰ درجہ کے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں اور گناہوں سے بہت ہی پاک و صاف اس لئے ان کے یہ تین لقب ہوئے قرآن کریم کا عالم ان فرشتوں اور نبیوں کا سا کام کرتا ہے اس لئے اس کا حشر بھی انہیں جماعتوں کے ساتھ ہوگا معلوم ہوا کہ قیامت میں اچھوں کا ساتھ اللہ تعالےٰ کی بڑی نعمت ہے شعر:۔

گر محمدؐ کا ساتھ ہو جائے ❊ پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

بعض نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں صحابہ کرام کی ہیں کہ انہوں نے قرآن جمع بھی کیا۔ اور وہ اللہ کے ہاں مقبول اور گناہوں سے محفوظ بھی ہیں مرقات ۶ سبحان اللہ عالم بالقرآن کا تو وہ مرتبہ ہے جو ابھی ذکر ہوا اور جو کند ذہن، موٹی زبان والا قرآن پاک سیکھ تو نہ سکے مگر کوشش میں لگا رہے کہ مرتے دم تک کوشش کئے جائے وہ ڈبل ثواب کا مستحق ہے، شوق محنت، خیال رہے کہ یہ دوگنا ثواب عالم قرآن کے مقابلہ میں نہیں ہے، عالم قرآن تو فرشتوں،

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَی اثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ
اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ فَھُوَ یَقُوْمُ بِہٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ اٰنَاءَ
اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ﴿ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ وَّ
مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَۃِ لَا رِیْحَ لَھَا وَطَعْمُھَا حُلْوٌ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ
لَا یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ لَیْسَ لَھَا رِیْحٌ وَّطَعْمُھَا مُرٌّ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ

روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو شخصوں پر غبطہ ہے[۱] ایک وہ جسکو اللہ نے علم قرآن دیا وہ دن و رات اسے پڑھتا ہو[۲] دوسرے وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا وہ دن و رات اسے خیرات کرے[۳] مسلم بخاری اور روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا رہتا ہے ترنج کی سی ہے[۴] جس کی خوشبو بھی اچھی اور لذت بھی اعلیٰ[۵] اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا چھوارے کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں مزا میٹھا ہے[۶] اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن (تمہ) کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں اور مزا کڑوا[۷] اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے

نبیوں اور صحابہ کے ساتھ ہے بلکہ اسکے مقابل میں ہے جو بے تکلف قرآن پڑھ کر بس کرتے[۱] یہاں حسد بمعنی غبطہ، رشک ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیا دار پر نہ دیندار پر شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا قارون کو دنیاوی مال و دولت پر مگر مارا گیا حسد کے معنے ہیں دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اسکا زوال چاہنا اور رشک کے معنے ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا دینی چیزوں میں رشک جائز ہے[۲] یعنے عالم دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ہر وقت اسکے مسائل سوچتا ہو اس میں غور و تامل کرتا ہو یقوم میں یہ سب کچھ داخل ہے مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن و حدیث میں تامل و غور کرتے گذرے جائے مبارک ہے وہ موت جو قرآن و حدیث کی خدمت میں آئے اللہ نصیب کرے شعر

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ؛ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

انسان جس شغل میں جیئے گا اسی میں مرے گا اور انشاء اللہ اسی میں اٹھے گا بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورۂ ملک پڑھتے سنے گئے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں آئے گا[۳] چونکہ خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے، اس لئے یہاں رات کا ذکر دن سے پہلے ہوا یعنے وہ مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے[۴] یعنے تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے منزل نہیں چھوڑتا، معلوم ہوا کہ ہمیشہ تلاوت قرآن کرنا بہت بڑی عبادت ہے خواہ معنے سمجھے یا نہ سمجھے، ترنج عرب کا مشہور پھل ہے جس کا رنگ بہت اچھا ہوتا ہے خوشبو نہایت اعلیٰ مزہ بہت بہترین، دماغ اور معدہ کو بہت قوت دیتا ہے اس کے بہت فوائد کتب طب میں مذکور ہیں[۵] یہ ہی اس مومن کا حال ہے کہ لوگ اس کی تلاوت سے ایمانی لذت بھی حاصل کرتے ہیں اور ثواب بھی خود اسے بھی لذت و ثواب دونوں ملتے ہیں، قرآن شریف بہت ہی لذیذ چیز ہے[۶] ایسے ہی یہ غافل مسلمان ہے کہ اسکا ظاہر خاص اچھا نہیں مگر باطن نور ایمانی سے منور ہے لوگ اس سے ظاہری فائدہ نہیں اٹھاتے مگر اس کی صحبت سے کچھ نہ کچھ باطنی فیض پا لیتے ہیں مومن کی صحبت بھی اچھی ہے[۷]

مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَيَعْمَلُ بِهٖ كَالْاُتْرُجَّةِ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِيْ لَايَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَيَعْمَلُ بِهٖ كَالتَّمْرَةِ ۞ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَءُ مِنَ اللَّيْلِ

ریحان گھاس کی سی ہے جس کی خوشبو اچھی اور مزہ کڑوا[1] (مسلم، بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ مومن جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے ترنج کی طرح ہے[2] اور وہ مومن جو قرآن پڑھے تو نہیں اس پر عمل کرے چھوارے کی طرح ہے[3] روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعہ بہت قوموں کو بلند کرے گا اور کچھ کو گرا دے گا[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ حضرت اسید ابن حضیر فرماتے ہیں اس اثناء میں کہ وہ رات میں . .

اندرائن ایک مشہور کڑوا پھل ہے جس میں کسی قسم کی بو نہیں اور سخت کڑوا ہوتا ہے، منافق کا نہ ظاہر اچھا نہ باطن[1] یعنی بے دین جو ریا کے لئے یا مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے قرآن پڑھے، اگرچہ خود تو بدمزہ ہے کہ منافق ہے مگر اس کی تلاوت سے سننے والوں کو کچھ نہ کچھ راحت ضرور مل جاتی ہے، جیسے ریحانہ گھاس (نیاز بو) کہ ہے تو بدمزہ مگر اس کی خوشبو سے دماغ ضرور معطر ہو جاتا ہے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان، کان، دل، دماغ، ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ قرآن پاک کی تاثیریں مختلف ہیں، جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسی ہی تاثیر قرآن، حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اٹنڈے پر قل ھو اللہ پڑھ کر دم کر دیا تو سونا ہو گیا، اور فرمایا کہ کلام ربانی کے ساتھ زبان فرید ہونی چاہیے دیکھو یہاں مومن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرمایا گیا پھر جیسا مومن ویسی ہی تلاوت کی تاثیر تیسرے یہ کہ ہر تلاوت قرآن کرنے والے سے دھوکہ نہ کھاؤ ان میں کبھی منافق بھی ہوتے ہیں، قرآن کریم ریڈیو کی سوئی ہے تلاوت والے کے دل کی سوئی اگر شیطان کی طرف لگی ہوئی ہے تو اس کے سامنے تو قرآن ہو گا مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو ان شاء اللہ زبان سے مدینہ کے فیضان نکلیں گے[2] مرقات نے فرمایا کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جنات نہیں آتے، ایک شاعر کہتا ہے شعر:

کانکم شجر الاترج طاب معا ∴ حملا و نورا و طاب العود والورق

WWW.NAFSEISLAM.COM

[3] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے اور اس پر عمل مستقل نیکی، محبوب کا پیغام، وطن کا خط پڑھنے سننے میں بھی مزہ آتا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن محض بیکار ہے قرآن عمل کے لئے ہے نہ کہ پڑھنے کے لئے کیونکہ دوا کھانے پینے اور برتنے کیلئے ہوتی ہے محض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہوتی، ان بے وقوفوں کو خبر نہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند، سبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سننے سے فائدہ ہوتا ہے، بیمار عشق کے لئے محبوب کا ذکر سننا بہت مفید دوا ہے لیموں یا ترش چیز کا ذکر کرو تو منہ میں پانی بھر جاتا ہے[4] یعنی جو مسلمان قرآن کریم کو صحیح طرح سمجھیں صحیح طرح عمل کریں تو وہ دنیا و آخرت میں بلند درجے پائیں گے اور جو اس سے غافل رہیں، یا غلط طرح سمجھیں، غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے قرآن کریم سے زندگی و موت طیب ہوتی ہے یہ محبوبین کیلئے ماء، پانی ہے اور محجوبین کے لئے دماء، خون ہے، اب بھی قرآن پاک کے صحیح متبع بڑی عظمت و عزت کے مالک ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے شفاء و رحمۃ للمؤمنین

سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ وَفَرَسُہٗ مَرْبُوْطٌ عِنْدَہٗ اِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ فَقَرَأَ فَجَالَتْ
فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُہٗ يَحْيٰی قَرِيْبًا مِّنْهَا فَاَشْفَقَ اَنْ
تُصِيْبَهٗ وَلَمَّا اَخَّرَهٗ رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَآءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِيْحِ فَلَمَّا اَصْبَحَ
حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَاَشْفَقْتُ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ تَطَاَ يَحْيٰی وَكَانَ مِنْهَا قَرِيْبًا فَانْصَرَفْتُ اِلَيْهِ وَرَفَعْتُ رَاْسِيْ اِلَى السَّمَآءِ فَاِذَا
مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِيْحِ فَخَرَجَتْ حَتّٰى لَا اَرَاهَا قَالَ وَتَدْرِيْ مَا ذَاكَ قَالَ لَا قَالَ

سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے اور گھوڑا انکے پاس بندھا ہوا تھا کہ گھوڑا کودنے لگا لہ وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر کودا وہ پھر چپ ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر کودا آپ نے قرات بند کردی ۲ انکا بیٹا یحیی گھوڑے سے قریب تھا آپ ڈرے کہ گھوڑا اس تک نہ پہنچ جائے جب انہوں نے یحیی کو ہٹایا تو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا دیکھا کہ شامیانہ کی طرح ہے جس میں چراغ جیسے ہیں ۳ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ عرض کیا ۴ فرمایا اے ابن حضیر پڑھا کرو اے ابن حضیر پڑھا کرو ۵ عرض کیا یارسول اللہ میں ڈرا کہ یحیی کو گھوڑا روند دے یحیی اس قریب ہی تھے تو میں انکے پاس چلا گیا ۶ اور میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو شامیانہ سا تھا جس میں چراغ جیسی چیزیں تھیں ۷ میں باہر آگیا حالانکہ وہ نظر نہ آئیں فرمایا کیا جانتے ہو یہ کیا تھا عرض کیا نہیں فرمایا۔

والایزید الظالمین الا خسارا حضرت عمر نے ابن ابزی غلام کو مکہ معظمہ کا حاکم بنایا لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اگرچہ غلام ہے مگر قرآن کا ماہر ہے ۸ آپ قبائل انصار میں سے ہیں جلیل القدر صحابی ہیں ۲۰ھ میں وفات پائی حضرت عمر نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور نماز پڑھائی لہ غالباً یہ تہجد کا وقت تھا، آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن کر رہے تھے آخر شب میں نماز کے سوا تلاوت بھی ثواب ہے ۲ عمل صحابہ ہے ۳ بچے کی جان کے خوف سے اور اس واقعہ میں غور و تامل کرنے کیلئے کیونکہ تلاوت میں سکون قلبی رہا تھا اور طرف متوجہ ہو گیا تھا سکون قلب حاصل کرنے کیلئے یہ تلاوت بند فرمائی۔ اگر نمازی کو عین نماز کی حالت میں سانپ بچھو نظر آئے تو انہیں مار سکتا ہے تاکہ سکون دل حاصل ہو لہٰذا اس واقعہ پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آپ نے دنیاوی وجہ سے دینی کام کیوں بند کردیا بند کرنا نہیں بلکہ اسکو کامل بنانے کی تدبیر ہے ۴ غالب یہ ہے کہ یہ شامیانہ روزانہ ہی ان کی تلاوت پر لگ جاتا تھا مگر آج ان کی نگاہ سے حجاب اٹھا دیئے گئے اس لئے آپکی نگاہوں نے اسے دیکھ بھی لیا، بلکہ آپ کی فیض صحبت سے آپ کے گھوڑے نے بھی اسے دیکھ لیا ۵ اس سے معلوم ہوا کہ مرید اپنے شیخ کی خدمت میں قلبی واردات اور خفیہ اثرات، اعمال کی مخفی تاثیریں عرض کر سکتا ہے اس میں ریا نہیں، بلکہ کبھی اس سے اپنی خامی دور ہوتی ہے اور کبھی مدارج میں ترقی ہوتی ہے مریض اپنا ہر حال طبیب سے عرض کرتا ہے حصول صحت کیلئے غرضکہ ان امور کا اظہار عوام پر نہ کرے خواص پر خصوصاً اپنے شیخ پر کرے ۶ یعنے آئندہ بھی تلاوت قرآن کیا کرو ان جیسے واقعات دیکھ کر گھبرانا نہیں یہ ڈرنے کی چیز نہیں ہے یہی شرح زیادہ ظاہر ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ امر بمعنے ماضی ہے یعنے تم نے اور زیادہ تلاوت کی ہوتی بند کیوں کر دی اور دوسری شرح کی بناپر اگلا جواب بالکل ظاہر ہے جو حضرت اسید نے عرض کیا ۷ یعنے دل تو میرا بھی چاہتا تھا کہ تلاوت خوب کروں کسی سستی وغیرہ کی وجہ سے میں نے تلاوت متروک نہ کی، بلکہ واقعہ یہ پیش آیا جس کی وجہ سے مجھے تلاوت بند کرنی پڑی ۸ اس عجوبہ کو پہلے گھوڑے نے دیکھا جس سے وہ بدکا پھر میں نے اسے

تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَفِي مُسْلِمٍ عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ بَدَلَ فَخَرَجَتْ عَلَى صِيغَةِ الْمُتَكَلِّمِ
وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ وَإِلَى جَانِبِهِ حِصَانٌ مَرْبُوطٌ بِشَطَنَيْنِ
فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُو وَتَدْنُو وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى

یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز پر چلے آئے تھے[۱] اگر تم پڑھتے رہتے تو فرشتے اس طرح سویرا کر دیتے لوگ انہیں دیکھتے فرشتے ان سے نہ چھپتے[۲] مسلم بخاری، الفاظ بخاری کے ہیں مسلم میں بجائے متکلم فرجت کے عرجت ہے یعنی وہ شامیانہ اوپر چڑھ گیا[۳] روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا اس کے پہلو میں دراز رسیوں سے گھوڑا بندھا تھا تو ان پر ایک بادل چھا گیا وہ جھکنے لگا اور خوب جھکنے لگا اور ان کا گھوڑا بدکنے لگا[۴] پھر جب صبح ہوئی تو وہ صاحب نبی کریم صلے اللہ

دیکھا اس کا بدکنا میرے دیکھنے کا باعث بنا۔ حضرت اسید کا ان فرشتوں کو دیکھ لینا اس وجہ سے ہوا کہ آج رب تعالٰے نے ان کی آنکھ سے غیبی حجابات اٹھا دیئے تھے جیسے ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا نے تیز بارش دیکھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کو دفن کرنے قبرستان تشریف لے گئے تھے واپسی پر آپ نے عرض کیا کہ حضور اس بارش میں آپ کہاں تھے بھیگے کیوں نہیں؟ فرمایا تمہارے سر پر کیا کپڑا ہے عرض کیا آپ کا تہبند فرمایا اس تہبند کی برکت سے تم نے یہ غیبی نورانی بارش دیکھ لی، ورنہ یہ بارش کسی کو نظر نہیں آتی، مثنوی شریف میں اس واقعہ کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے جس کے آخری اشعار یہ ہیں

گفت چہ بر سر فگندی از ازار ۔ گفت کردم آں ردائے تو خمار

گفت بہر آں نمود اے پاک جیب ۔ چشم پاکت را خدا باران غیب

نیست ایں باراں ازیں ابر شما ۔ نیست باراں دیگر و دیگر سما

بعض بزرگ مرید کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں، تو اس کی آنکھ سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں اور وہ عالم غیب کا مشاہدہ کر لیتا ہے مولانا فرماتے ہیں: شعر:

سرمہ کن در چشم خاکِ اولیاء ۔ تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا

[۱] یہاں مرقات نے فرمایا کہ فرشتے پرے باندھ کر ان کی تلاوت سن رہے تھے ان کے سامنے شامیانہ کی طرح حجاب بن گئے۔ ان کے چہرے چراغوں کی طرح چمک رہے تھے نورانی اجسام کا اثر دھام آڑ بن سکتا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے فرمایا آج ہم نے شیطان پکڑ لیا تھا چاہا کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیں، اگر باندھ دیتے، تو مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے[۲] کیونکہ وہ آسمان کے رہنے والے فرشتے تھے، تلاوت سننے اور قاری سے قرب حاصل کرنے یہاں آئے تھے تلاوت بند ہو جانے پر اپنے مقام پر چلے گئے، زمینی فرشتے نہ تھے کہ نیچے آتے، اگرچہ فرشتے آسمان پر رہتے ہوئے زمین والوں کی آواز سن لیتے ہیں، مگر قرب حاصل کرنے کیلئے ایسی مجلس خیر میں آتے ہیں نعت خواں ایک شعر پڑھا کرتے ہیں یہ شعر

فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں ۔ رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کا ماخذ یہ حدیث ہے مجلس ذکر میں اب بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا بہت سی روایات سے ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول[۳] گھوڑے کا یہ بدکنا ایک عجیب چیز کے نظارہ کی وجہ سے تھا جیسا کہ عرض کیا گیا

اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ تِلْکَ السَّکِیْنَۃُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ
اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُعَلّٰی قَالَ کُنْتُ اُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ فَدَعَانِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْہُ
ثُمَّ اَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ قَالَ اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا
دَعَاکُمْ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُعَلِّمُکَ اَعْظَمَ سُوْرَۃٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاَخَذَ بِیَدِیْ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ماجرا عرض کیا فرمایا یہ سکینہ رحمت ہے جو قرآن کی وجہ سے اتری [۱] (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابوسعید ابن معلّٰی سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا [۲] کہ مجھے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نے جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا [۳] اور عرض کیا یارسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا اللہ تعالٰی نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ رسول جب تمہیں بلائیں تو فوراً جواب دو [۴] پھر فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے مسجد میں جانے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم الشان سورۃ نہ بتاؤں [۵] پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑا [۶]

[۱] فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے جو کہ ان کے اترنے سے مومن کے دل کو سکون و چین حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے سکینہ کہتے ہیں مومن پر بعض خاص حالات میں بھی اور خاص عبادات کے موقعہ پر بھی یہ فرشتے اترتے ہیں رب تعالٰی ہجرت کے غار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرماتا ہے فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِ صدیق اکبر کو اسی وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بہت غم اور کفار کا اندیشہ تھا اسی لئے ان پر سکینہ اتری۔ خیال رہے کہ بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکون قلبی نصیب ہوتا ہے، انہیں بھی رب تعالٰی نے سکینہ فرمایا ہے چنانچہ تابوت سکینہ جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات عمامہ نعلین وغیرہ تھے ان کے متعلق رب تعالٰی فرماتا ہے فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ ھٰرُوْنَ تَحْمِلُہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ بعض لوگ قبروں پر تلاوت قرآن کراتے ہیں تاکہ اس تلاوت سے میت کو سکون قلبی نصیب ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اور بعض لوگ اپنی قبروں میں اپنے بزرگوں کے تبرکات عمامہ وغیرہ اور اپنا شجرہ، آیات قرآنیہ رکھ دینے کی وصیت کرتے ہیں تاکہ سکون قبر میسر ہو ان کا ماخذ قرآن کریم کی مذکورہ آیت ہے صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال، تہبند شریف رکھوائے، خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی بی بی زینب کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے [۲] یہ حضرت مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے، جبکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم برسر منبر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آیت قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ تلاوت فرما رہے تھے انہوں نے تحیۃ المسجد نفل کی نیت باندھ لی، ایک گوشہ میں نماز پڑھنے لگے (مرقاۃ) [۳] یعنی میں نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بلاوا سن لیا مگر نماز کی مشغولیت کی وجہ سے حاضر نہ ہوا پھر بعد سلام حاضر ہوا اور معذرت کیلئے یہ عرض کیا [۴] یہاں اللہ رسول کے بلانے سے مراد حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے، اور نہ رب تعالٰی بلا واسطہ کسی کو نہیں بلاتا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے اس لئے دعا واحد کا صیغہ ارشاد ہوا (مرقاۃ) اس فرمان سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر عین نماز میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں تو اسی وقت اسی حالت میں حاضر بارگاہ ہو جانا واجب ہے، دوسرے یہ کہ اس حاضر ہو جانے سے بلکہ جو خدمت سرکار فرمائیں اس کے بجا لانے سے نماز ٹوٹے گی نہیں وہ نماز ہی میں رہے گا، اور خدمت سے فارغ ہو کر بقیہ رکعتیں پوری کریگا جیسے حضور سے خطاب اور حضور کو سلام نماز نہیں توڑتا، ایسے ہی حضور کی یہ اطاعت نماز فاسد نہیں کرتی (مرقات) نمازی وضو ٹوٹنے پر پانی کے پاس جائے تو نماز نہیں جاتی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو رحمت الٰہی کا سمندر ہیں آپ کے پاس آنے سے نماز کیسے جائے [۵] پہلے سے یہ فرما کر منتظر بنا دیا، تاکہ خوب یاد رکھیں جو بات

فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَّخْرُجَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّکَ اَعْظَمَ سُوْرَۃٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُقْرَاُ فِیْهِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ

جب باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی عظیم الشان سورۃ بتاؤں گا[1] فرمایا وہ الحمد للہ رب العلمین ہے یہ تو وہ سات مکرر آیتیں ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئیں[2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ[3] شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقر پڑھی جائے[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں میں نے۔

انتظار کے بعد لے اس کی قدر ہوتی ہے۔ سورۃ قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہو اور اس کا نام بھی ہو یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام آسمانی کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں، اور سارے قرآن شریف کے مضامین سورۃ فاتحہ میں، اور ساری سورۂ فاتحہ کے مضامین بسم اللہ میں اور ساری بسم اللہ کے مضامین اس کی ب کے نقطہ میں دیکھو بڑے بڑے نام اٹلس یا جغرافیہ میں پورے ملک یا پورے شہر کی طرف ایک نقطہ سے اشارہ کر دیا جاتا ہے اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو بڑی سورۃ فرمایا اور ہر رکعت میں یہ دہرائی جاتی ہے۔

[1] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا وعدہ یاد تھا مگر آپ نے ابتداءً تعلیم نہ دی تا کہ ان کے اپنے شوق کا پتہ لگے، کہ انہوں نے یہ بات یاد رکھی یا نہیں، اور ان کا شوق پورا ہے یا نہیں [2] خلاصہ فرمان یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ بہت سی خوبیوں کی جامع سورۃ ہے اس میں حمد الٰہی نعت پاک مصطفوی، وعدے و عیدیں، حشر و نشر کا ذکر، محبوب و مردود بندوں کا تذکرہ، رب تعالٰے سے سوال کی تعلیم، دین برحق کی پہچان وغیرہ تمام مضامین ہیں دیکھو ہماری تفسیر نعیمی کلاں اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں، ان کا نزول دوبارہ ہوا ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد یہ سورۃ سات حرفوں سے خالی ہے، ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف، لہٰذا یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مکرر آیتیں، نیز یہ سورت اس امت کی خصوصیات سے ہے کسی کو ہم سے پہلے نہ ملی، اس لئے رب تعالٰے نے اس کی عطا کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد کیا ولقد اتینٰک سبعا من المثانی والقراٰن العظیم اگرچہ قرآن پاک میں یہ سورۃ بھی تھی، مگر اس کا ذکر مستقل طور پر فرمایا، لمعات، مرقات اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے اعلٰے و افضل ہیں اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے [3] یعنی گھروں میں مُردے دفن نہ کرو کہ یہ تو خصوصیت انبیاء ہے یا اپنے گھروں کو ذکر اللہ سے خالی نہ رکھو جیسے قبرستان خالی ہوتا ہے ایسے گھر قبرستان ہیں اور وہاں کے باشندے مُردے دوسرے معنٰے زیادہ موزوں ہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے خیال رہے کہ مومن مردے اپنی قبروں میں ذکر اللہ کرتے ہیں، مگر وہ ذکر ہم نہیں سنتے، ہم کو قبرستان سنسان معلوم ہوتے ہیں، اسی لئے یہ ارشاد ہوا لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں [4] یعنی شیاطین کا سرگروہ ابلیس اس گھر سے دور رہتا ہے یا سورۂ بقر پڑھتے وقت قرین شیطان دور رہتا ہے اگرچہ بعد میں آجائے یا اس گھر کے باشندوں کو وہ جنت سے بہکا نہیں سکتا، انہیں بے دین بے ایمان نہیں بنا سکتا ان شاء اللہ لہٰذا حدیث واضح ہے خیال رہے کہ شیطان کو دفع کرنے کی یہ تمام تدبیر ہیں نفس امارہ ان سے نہیں مرتا اس کی موت اس کی مخالفت سے ہے اسی لئے اگرچہ رمضان میں شیطان قید ہوتا ہے مگر لوگ گناہ کرتے ہیں نفس امارہ موجود ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيْعًا لِّاَصْحَابِهٖ اِقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ غَيَايَتَانِ اَوْ فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَّ تَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَّلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُؤْتٰى بِالْقُرْاٰنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ تَقْدُمُهٗ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قرآن پڑھا کرو کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی آئیگا[۱] دو چمکدار سورتیں یعنی بقرہ و آل عمران پڑھا کرو[۲] یہ دونوں قیامت کے دن یوں آئیں گی جیسے بادل کے ٹکڑے یا سائبان یا صف بستہ پرندوں کی ٹولیاں ہیں[۳] اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی[۴] سورہ بقرہ پڑھا کرو کہ اس کا لینا برکت ہے اور اسکا چھوڑنا حسرت[۵] جسے جھٹلانیوالے جھیل نہیں سکتے[۶] (مسلم) روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن قرآن اور قرآن والے جو اس پر عمل کرتے تھے یوں لائے جائیں گے[۷] کہ

[۱] یعنے ہمیشہ تلاوت کیا کرو اور اس موقعہ کو غنیمت جانو قرآن کریم کی تلاوت مستقل عبادت ہے معنے سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں مرکب دوائیں معجونیں مفید ہیں انکے اجزاء معلوم ہوں یا نہ ہوں[۲] گنہگار کی مغفرت کی سفارش کریگا نیک کاروں کی بلندی درجات کی صحابہ سے مراد قرآن کی تلاوت کرنیوالے اسکو سیکھنے سکھانے اس پر عمل کرنیوالے سب ہی مراد ہوتے ہیں مگر یہاں تلاوت کرنیوالے مراد ہیں جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہے[۳] مرقات نے فرمایا کہ یہ دونوں سورتیں باقی سورتوں کی ایسی ہیں جیسے تاروں میں چاند سورج انہیں زہراوین یعنے چمکدار سورتیں فرمایا گیا ورنہ سارا قرآن نور ہے، لہذا حدیث واضح ہے[۴] یہ تین تشبیہیں تین قسم کے تلاوت کرنیوالوں کے لحاظ سے ہیں جیسا قاری کا اخلاص کل قیامت میں ویسا ہی ان کا سایہ بہت مخلص کے لئے یہ سورتیں ابر رحمت بن کر سایہ بھی کریں گی اور روشنی بھی دیں گی اور درمیانی اخلاص والے کے لئے سائبان و شامیانہ کی طرح اور معمولی اخلاص والے کے لئے پرندوں کی جماعت کی طرح یہ شک راوی کو نہیں ہے جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، نیز یہاں ثواب تلاوت مراد نہیں بلکہ خود یہ سورتیں کل ان شکلوں میں ہوں گی یہاں کے عرض اور اعمال، وہاں جسم و جوہر ہوں گے آج ہم خواب میں آئندہ حالات کو جسمانی شکل میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے آئندہ قحط کے سات سات گائیں اور بالیوں کی شکل میں دیکھے تھے[۵] یا تو اس کے دشمنوں سے جھگڑا کریں گی یا عذاب کے فرشتوں سے جھگڑ کر اسے چھوڑا دیں گی یا خود رب تعالٰے سے جھگڑ جھگڑ کر اسے بخشوائیں گی مگر یہ جھگڑا ناز کا ہو گا نہ کہ مقابلہ کا آج پیارا بیٹا اپنے باپ سے جھگڑ کر دوسروں کی سفارش کرتا ہے، لہذا حدیث واضح ہے کوئی اعتراض نہیں[۶] یعنے قیامت میں ان سورتوں کے پڑھنے والے کا ثواب دیکھ کر نہ پڑھنے والے کف افسوس ملیں گے جنتی لوگ تمنا کریں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں ایک سانس بھی بغیر ذکر اللہ کے خالی ہوتی[۷] اس جملے کے کئی معنے ہیں، ایک یہ کہ منافقین ریاکار یہ سورتیں یاد نہ کرسکیں گے یا ان کی تلاوت نہ کرسکیں گے انہیں یہ دونوں سورتیں بہت دراز اور گراں معلوم ہونگی مخلصین پر آسان ہوں گی، دوسرے یہ کہ جادوگر وغیرہ ان سورتوں کا اثر اپنے جادو کے زور سے زائل نہیں کر سکتے اور ان کی تلاوت کرنیوالے کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تیسرے یہ کہ ان کی صداقت اس قدر ظاہر ہے کہ انہیں جھوٹے لوگ جھٹلا نہیں سکتے[۸] عزت عظمت کے ساتھ وفد کی شکل میں بارگاہ الٰہی میں

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ رَوَاهُ

کہ سورۂ بقرہ و آلِ عمران آگے آگے ہونگی گویا سفید بادل ہیں یا کالے، شامیانے کہ جن کے درمیان کچھ فاصلہ ہوگا یا گویا دو صف بستہ پرندوں کی دو ٹولیاں ہیں اپنے حاملوں کی طرف سے جھگڑتی ہونگی (مسلم) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے ابو المنذر کیا جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی کونسی شاندار آیت ہے میں نے عرض کیا اللہ رسول ہی جانیں۔ فرمایا اے ابو المنذر کیا جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی کونسی شاندار آیت ہے میں نے عرض کیا اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم تو حضور نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمہیں علم مبارک ہو اے ابو المنذر۔۔۔

پیشی کیلئے لائے جائینگے رب تعالٰے فرماتا ہے یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا و نسوق المجرمین الی جہنم وردا لہٰذا یعنی یہ سورتیں بعض پڑھنے والوں کیلئے سفید بادل کی طرح اور ان سے کم درجہ والوں کیلئے سیاہ شامیانہ کی طرح اوپر سایہ کئے ہونگی جن سے یہ لوگ گرمی حشر سے محفوظ ہونگے یہ بادل یا شامیانے ان لوگوں کے ساتھ چلتے ہونگے تمام محشر والے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے کہ یہ حضرات قرآن پاک کی تلاوت کرنیوالے اور اس پر عمل کرنیوالے ہیں اب جیسے کہ قیامت میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو مومن و کافر کی بھی پہچان نہ ہوگی وہ جھوٹ ہے عربی میں شرق بکری کے کان کی پھٹن کو کہتے ہیں، یہاں اس سے ان دونوں سورتوں کے درمیان فاصلہ مراد ہے، یہ فاصلہ بسم اللہ شریف کا ہوگا یعنی یہاں بھی بسم اللہ ہی دو سورتوں میں فاصلہ و فرق کرتی ہے بعض نے فرمایا کہ شرق بمعنے نور و چمک ہے یعنی ان دونوں سورتوں کے درمیان روشنی ہوگی مقصد یہ ہے کہ سورتیں خود گہرے بادل کی طرح ہونگی مگر ان سے اندھیرا نہ ہوگا بلکہ شرقی جگمگاہٹ انکے نیچے ہی محسوس ہوگی یہ چمک سورج وغیرہ کی نہ ہوگی، نور الٰہی کی ہوگی رب تعالٰے فرماتا ہے واشرقت الارض بنور ربہا مسئلہ یعنی اللہ تعالٰے سے جھگڑ جھگڑ کر اپنے قاری عاملین و عاملین کو بخشوا لیں گی جیسے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ جھگڑا مقابلہ کا نہ ہوگا بلکہ ناز و نیاز کا ہوگا رب تعالٰے ہم کو بھی ان سورتوں کی شفاعت نصیب کرے آمین ۔ حضرت ابی ابن کعب اور آپکے تین چچا زاد بھائی اس زمانہ میں پورے قرآن کریم کے حافظ تھے سوال یہ ہے کہ اے ابی ابن کعب بتاؤ جو قرآن کریم تم نے سارا حفظ کیا ہے اس میں بہت شاندار آیت کونسی ہے (مرقاۃ) اس زمانہ میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا حفظ بقدر نزول ہوتا تھا شان اعظم سے مراد اخروی ثواب اور دنیاوی فوائد میں زیادہ ہے، یہ زیادتی اضافی ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی حدیث میں کسی آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری حدیث میں دوسری آیت کو مسئلہ پہلی بار نہ بتانے اور پھر بتا دینے کی شارحین نے بہت وجوہ بیان کی ہیں فقیر کی نظر میں قوی وجہ یہ ہے کہ ان دو سوالوں کے درمیان کے وقفہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں جواب بطور فیضان القا فرما دیا پھر پوچھا تو آپ نے وہی القا کیا ہوا جواب عرض کر دیا حضرات صوفیاء کبھی نظر سے کبھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر کبھی مرید کو سامنے بٹھا کر کبھی کوئی بات پوچھ کر فیض دیتے ہیں، ان طریقوں کی اصل یہ حدیث ہے (از لمعات و اشعہ) حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب کو نظر بھر کر دیکھا جس سے انکے سینہ میں علوم کے دریا بہ گئے یہ فرمان ہمارے

WWW.NAFSEISLAM.COM

مسلم۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَكَّلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً

مسلم روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا ۱؎ تو ایک شخص آیا ۲؎ لپ بھرنے لگا ۳؎ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا ۴؎ وہ بولا میں محتاج ہوں میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے ۵؎ فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا ۶؎ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ آج رات تمہارے قیدی کا کیا بنا ۷؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس نے سخت حاجت

عرض کئے ہوئے مطلب کی تائید ہے یعنی اے ابی تمہیں یہ علم لدنی مبارک ہو کہ بغیر کتابیں پڑھے داتا کی دین اور راہبر کامل کی ایک نگاہ کرم سے تمہیں سب کچھ مل گیا۔ ۱؎ یعنی صحابہ کرام جو اپنے فطرے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تاکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خود فقراء میں تقسیم فرما دیں تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالے قبول فرمائے اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابوہریرہ کے سپرد ہوئی تھی ۲؎ یعنی فطرے کا گندم چرانے اور لے جانے لگا میں نے اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت دانہ، غذا، پھل، مٹھائیاں سب کچھ کھاتے ہیں، اسی طرح ہی گوشت وغیرہ بھی کھاتے ہیں، احادیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ابلیس کو کھانے کی کیا حاجت اس سے معلوم ہوا کہ شیطان چوری کرتا ہے، اس لئے آیۃ الکرسی وغیرہ مال پر دم کر دی جائے تاکہ جن وانس کی چوری سے محفوظ رہے ۳؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اولیاء اللہ خصوصًا صحابہ کرام شیطان کو دیکھ سکتے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے ان کی آنکھوں سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں، ان حضرات نے تو بارہا فرشتوں کو دیکھا جن کی کیا حقیقت ہے، دوسرے یہ کہ شیطان ان کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا، وہ لوگ نورانی ہیں، نور کی طاقت نار سے زیادہ ہے جن کا ہاتھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو اس کی گرفت سے کون چھوٹے، تیسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے شیطان گھبراتا ہے اور وہاں حاضری کی ہمت نہیں کرتا خیال رہے کہ قرآن کریم شیاطین کے متعلق فرماتا ہے انہ یرٰکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونہم کہ وہ اور اس کی ذریت تو تم کو دیکھتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے، آیت کا منشاء یہ ہے کہ تم ان جنات کو ان کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتے، لیکن جب وہ شکل انسانی میں ہوں تو انہیں دیکھا جا سکتا ہے لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں، مرقات، یا آیت میں عام انسانوں کا ذکر ہے اور یہاں اللہ کے خاص بندوں کا تذکرہ ہے ۴؎ اور قرض وغیرہ معلوم ہوا کہ شیطان جھوٹ بولتا، وہ نہ محتاج ہے، نہ اس کے بال بچوں کو فاقہ ہے، دفینے کا یقین اس کی نگاہ میں ہیں سفلی عمل کرنے والوں کو وہ روزانہ مال پہنچاتا ہے جسے ناجائز دست غیب کہا جاتا ہے جائز دست غیب رب تعالے کی رحمت ہے، ناجائز دست غیب حرام ہے ۵؎ یا اس لئے چھوڑ دیا کہ ابھی اس نے چوری نہیں کی تھی ارادہ ہی کیا تھا یا چوری تو کر لی تھی مگر چوری حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے حق العبد رہتی ہے اور وہاں پہنچ کر حق اللہ بن جاتی ہے پہلی صورت میں بندہ اس سے مال چھین کر اسے چھوڑ سکتا ہے، دوسری صورت میں بندہ معاف نہیں کر سکتا، ہاتھ ہی کٹیں گے یا اس لئے کہ اگر زکوۃ خیرات سے فقیر چوری کرے تو ہاتھ نہ کٹیں گے کیونکہ اس مال میں اس کا بھی حق ہے جیسے بیوی بخیل خاوند کے

شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُودُ فَرَصَدْتُّهُ فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ

اور بال بچوں کا عذر کیا اس پر مجھے رحم آگیا تو اسکو رہا کر دیا، فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر آئے گا تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے یقین ہو گیا کہ وہ لوٹ کر آئے گا میں اس کی تاک میں رہا سو وہ پھر آیا اور غلے کے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا اب کے تو تجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور لے چلونگا وہ بولا مجھے چھوڑ دیجئے میں محتاج ہوں اور مجھ پر بال بچوں کا بوجھ ہے میں اب نہ آؤنگا مجھے رحم آگیا اسے رہا کر دیا جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تمہارے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کیا یا رسول اس نے سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آگیا۔ — اسے رہا کر دیا، فرمایا آگاہ رہو وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر آئیگا مجھے رسول اللہ صلے اللہ

مال سے اپنے حق کے بقدر چوری کرے تو مجرم نہیں کہ اس نے چوری نہیں کی بلکہ اپنا حق لیا بہرحال حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انہیں چور کو چھوڑ دینے کا کیا حق تھا ؎ یعنے جب میں نماز فجر کے لئے حاضر بارگاہ ہوا تو بغیر میرے کچھ عرض کئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال فرمایا معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہر ظاہر و چھپی چیزیں دیکھتی ہے، کوئی چیز ان سے مخفی نہیں وہ تو قبر کے اندر کے عذاب اور دلوں کے حال سے خبردار ہیں۔ مصرع

چشم تو بینندہ ما فی الصدور "اقبال"

؎ اس جملہ میں فقیر کی عرض کی ہوئی توجیہ کی تائید ہوئی کہ حضرت ابوہریرہ کو اس پر رحم کرنے کا بھی حق تھا اور چھوڑ دینے کا بھی اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ پر عتاب نہ فرمایا کہ ابوہریرہ تمہیں چھوڑ دینے کا کیا حق تھا ؎ اس سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ہوا معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو آئندہ ہونے والے واقعات کا رب تعالےٰ نے علم بخشا جو آئندہ ہونے والا ہے وہ بتا رہے ہیں۔ شعر:

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب ؛ علیٰ کل شیئ خبیر آمدی

؎ یعنے آج شب کو میں خوب چوکنا رہا سویا نہیں، غافل نہ رہا، اسے پکڑنا بھی تھا اور اس کا تماشہ بھی دیکھنا تھا ؎ حضرت ابوہریرہ نے اس کا یہ قول کہ اب نہ آؤں گا اس کی توبہ سمجھا اس لئے چھوڑ دیا اسے سچا نہ سمجھا کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہو چکا تھا یہ رحمت اسکی توبہ پر ہوئی کہ اسے غریب سمجھے کر اس بار بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ پر عتاب نہ فرمایا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے کوئی اعتراض نہیں یا ایسے خیال فرمایا کہ یہ جھوٹ سے توبہ کر چکا ہے اور اب سچ بول رہا ہے پہلے جھوٹا تھا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ جھوٹ کی خبر دی تھی اور اب سچ بول رہا ہے ؎ اس رحم کی وجہ بھی عرض کر دی گئی اس چھوڑ دینے میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں

WWW.NAFSEISLAM.COM

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ سَیَعُوْدُ فَرَصَدْتُّہٗ فَجَآءَ یَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُہٗ فَقُلْتُ
لَاَرْفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھٰذَا اٰخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ اِنَّکَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ
تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِیْ اُعَلِّمْکَ کَلِمَاتٍ یَنْفَعُکَ اللّٰہُ بِھَا اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَاقْرَاْ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ اَللّٰہُ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ حَتّٰی تَخْتِمَ الْاٰیَۃَ فَاِنَّکَ لَنْ یَّزَالَ عَلَیْکَ مِنَ اللّٰہِ حَافِظٌ وَّلَا یَقْرَبُکَ
شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَہٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ

علیہ وسلم کے اس فرمانے سے وہ پھر آئیگا یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں گھات میں رہا وہ آیا غلے سے لپیں بھرنے لگا میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب تجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر ضرور ہی چلونگا یہ آخری تیسری بار ہے کہ تو کہہ جاتا ہے کہ نہ آئے گا پھر آ جاتا ہے اس نے کہا مجھے چھوڑ دیجئے میں آپ کو چند ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں کہ اللہ اُن کی برکت سے آپکو نفع دیگا جب آپ بستر میں جائیں تو آیۃ الکرسی اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم آخری آیت تک پڑھیں تو آپ پر اللہ کی طرف سے حافظ رہے گا اور صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ پھٹکے گا میں نے اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بنا ...

اُسکو چھوڑ دینے سے منع نہ کیا تھا اس لئے خیال ہے کہ شیطان صرف ایک دفعہ یعنی دوسری بار میں ہی کہا تھا کہ میں اب نہ آؤنگا مگر حضرت ابوہریرہ فرما رہے ہیں کہ تو کہہ جاتا ہے میں نہ آؤنگا اس لئے شارحین نے فرمایا کہ یہاں تدعم مضارع ہے مگر بمعنی ماضی ہے یعنی تو کہہ گیا تھا اب نہ آؤنگا اور پھر آ گیا یا حکمی و حقیقی دونوں طرح کہہ جاتا جملہ درست ہے یعنی تو پہلی بار میں حکماً اور دوسری بار میں حقیقۃً کہہ گیا تھا کہ اب نہ آؤنگا لہذا یہ حدیث واضح ہے ؎ یعنی میں آپ پر ایک عمل مجرب بتا کر احسان کرتا ہوں آپ اسکے عوض مجھ پر یہ احسان کر دیں کہ مجھے چھوڑ دیں کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے ابلیس کی اس خوشامد سے معلوم ہوا کہ وہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہوئے بہت گھبراتا ہے ورنہ وہ حاضر ہو جانے پر راضی ہو جاتا اب جسکے دل میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہیبت نہ ہو وہ شیطان سے بدتر ہے شیطان یا تو خدا سے ڈرتا ہے کہ کہتا ہے انی اخاف اللہ رب العالمین یا جناب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کے دل میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی ہیبت چاہیے ڈاکٹر اقبال یوں دعا کرتے ہیں، شعر ؎

مکن رسوا بر خواجہ مارا ؎ حساب من ز چشم او نہاں گیر

؎ یعنی سونے کے لئے لیٹیں بستر پر یا فرش خاک پر یا تخت پر، بستر کا ذکر عرف کی بنا پر ہے اور سونا خواہ دن میں ہو یا رات میں ؎ یعنی خود رب تعالےٰ یا اس کا مقرر کردہ فرشتہ آپ کے جان و مال کی حفاظت کرے گا کہ گھر تو گر جانے آگ لگ جانے وغیرہ سے محفوظ رہے گا اور مال چوری وغیرہ سے امان میں رہیگا جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے، یہ عمل بہت ہی مجرب ہے ؎ یعنی دینی یا دنیاوی نقصان پہنچانے کے لئے شیطان ابلیس آپ کے قریب نہ آ سکے گا، مطلقاً قریب آنے کی نفی نہیں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ ہم آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی احتلام ہو جاتا ہے اور احتلام شیطان سے ہوتا ہے ہاں آیۃ الکرسی کی برکت سے شیطان نماز قضا نہ کرا سکے گا کہ یہ دینی نقصان ہے یوں ہی اس کی برکت سے اولاً تو گھر میں چور سانپ وغیرہ آئیں گے نہیں اگر اتفاقاً آ گئے تو شیطان اسے اس موقعہ پر غافل نہ کر سکے گا کہ اس میں دنیاوی نقصان ہے، انشاء اللہ آنکھ کھل جائے گی اور یہ شخص ان کے شر سے محفوظ رہے گا ؎ اس بار رحم کھا کر نہ چھوڑا بلکہ اس کے احسان کے عوض، اور اس چھوڑ دینے میں بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہ تھی

أَسِيرُكَ قُلْتُ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا قَالَ أَمَا إِنَّهُ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ وَ
تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلٰثِ لَيَالٍ قُلْتُ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ

تمہارے قیدی کا میں نے عرض کیا اس نے کہا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے نفع دے گا حضور نے فرمایا وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا ۱؎ کیا جانتے ہو کہ تم تین دن سے کس سے گفتگو کر رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے ۲؎ (بخاری)، روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں جب حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے اوپر سے آواز سنی ۱؎

کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ کیا تھا۔ ۲؎ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ شیطان قرآن شریف سے بھی واقف ہے اور آیاتِ قرآنیہ کے احکام و اسرار و اشارات سے بھی خبردار ہے، امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ شیطان ہر دین کے اچھے برے اعمال سے تفصیل وار واقف ہے، اور ہر شخص کی نیت و ارادہ پر مطلع ہے، اس کے بغیر وہ خلق کو بہکا نہیں سکتا، جب اس بہکانے والے کے علم کا یہ حال ہے تو خلق کے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا اور ان کی طاقت ہماری سے زیادہ چاہیئے قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ شیطان اور اس کی ذریت تم سب کو دیکھتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے یعنی وہ حاضر ناظر ہے، کیوں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے، تو جس کے ذمہ خلق کی ہدایت ہے وہ بھی حاضر و ناظر ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، دوسرے یہ کہ شیطان کافر بھی کبھی سچ بول دیتا ہے، تیسرے یہ کہ مومن کو چاہیئے جہاں سے اچھے علم ملے لے، ہاں بے دین کو استاد دین کا نہ بنائے، یہاں حضرت ابوہریرہ نے شیطان کو استاد نہ بنایا، جیسے قابیل کو کوے نے طریقۂ دفن سکھایا، اگر کوا ان کا استاد نہ تھا خیال رہے کہ کافر بے دین کی اچھی بات پر بلا تحقیق اعتماد نہ کرے ممکن ہے وہ شہد میں زہر دے رہا ہو، یہاں جناب ابوہریرہ نے شیطان کی جب مانی جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید و تصدیق فرمادی، چوتھے یہ کہ آیۃ الکرسی دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے خود شیطان اس کی خبر دے گیا کہ میرے بھاگنے کا ذریعہ آیۃ الکرسی ہے بھگانے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید فرمادی، اور بھاگنے والے مردود نے بھی اس کی خبر دے دی، پانچویں یہ کہ کافر کی سچی بات کی مسلمان تصدیق و تائید کرسکتا ہے ۳؎ یعنی ابلیس تھا جو اس مال میں برکت مٹانے آیا تھا، ورنہ اسے چوری کرنے کی کیا ضرورت تھی، یہ حدیث تسخیر جنات کی اصل ہے بعض عامل حضرات جنات کو اپنے عمل سے قید کر دیتے ہیں، بالکل حق ہے دلیل یہ حدیث ہے، فقیر کی اس مذکورہ شرح سے حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے، اول یہ کہ حضرت ابوہریرہ کو شیطان نظر کیسے آگیا قرآن پاک فرماتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے، دوسرے یہ کہ حضرت ابوہریرہ کی گرفت میں شیطان کیونکر آگیا وہ ہوا یا آگ کے شعلہ کی طرح ہے جسے پکڑا نہیں جاسکتا تیسرے یہ کہ شیطان کو چوری کی کیا ضرورت ہے چوتھے یہ کہ حضرت ابوہریرہ کو اسے پکڑ کر چھوڑ دینے کا کیا حق تھا، پانچویں یہ کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ وہ جھوٹا ہے، اور پھر آئیگا، تو جناب ابوہریرہ نے اس کی بات کا اعتبار کیوں کیا، چھٹے یہ کہ شیطان کو کیا خبر کہ قرآن کریم کی کس آیت میں کیا تاثیر ہے ساتویں یہ کہ اس سے لازم آیا کہ شیطان حضرت ابوہریرہ کا استاد ہو ۱؎ سمع کا فاعل حضرت جبریل علیہ السلام ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ اگلی ضمیریں بھی انہیں کی طرف راجع ہیں نقیض نقض سے بنا بمعنی ٹوٹنا، چونکہ لکڑی وغیرہ کے ٹوٹنے کے وقت سخت آواز پیدا ہوتی ہے، اس لئے اب ہر سخت آواز کو نقیض کہہ دیتے ہیں

فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَ بِهِمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو آپ نے سر مبارک اٹھایا حضرت جبریل نے عرض کیا یہ آسمان کا دروازہ کھولا گیا جو آج کے سوا کبھی کھولا گیا[1] اس سے ایک فرشتہ اترا جبریل بولے یہ وہ فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج کے سوا کبھی نہ اترا تھا[2] اس نے سلام کیا پھر بولا آپ خوش وخرم ہوں اُن دو نوروں سے جو آپ کو دیئے گئے[3] آپ سے پہلے کسی کو نہ دیئے گئے[4] سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کی آخری آیتیں[5] ان دونوں کا ایک حرف بھی آپ نہ پڑھیں گے مگر آپ کو اس کا اجر ملے گا[6] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بقر کی آخری دو آیتیں ایسی ہیں کہ جو انہیں رات میں پڑھے تو وہ اسے کافی ہیں[7] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] خیال رہے کہ آسمان کے بے شمار دروازے ہیں جن سے مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں بعض دروازوں سے رزق آتے ہیں بعض سے عذاب بعض سے دعائیں و توبہ جاتی ہیں بعض سے خاص فرشتے اترتے ہیں ایک دروازہ بھی ہے جو صرف معراج کی رات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کھولا گیا۔ آج کا یہ دروازہ اس فرشتے کیلئے کھولا گیا تھا اس سے پہلے نہ یہ فرشتہ کبھی زمین پر آیا تھا اور نہ یہ دروازہ کبھی کھلا تھا[2] یعنے نہ کسی کام کیلئے یہ زمین پر آیا نہ کسی پیغمبر کو کوئی پیغام سنانے کیلئے یہ فرشتہ صرف آج ہی آیا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں آیا ہے اس فرشتہ کا نزول حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی کرامت وعزت کے اظہار کیلئے ہے ورنہ یہ پیغام تو حضرت جبریل بھی عرض کر سکتے تھے[3] چونکہ یہ دونوں سورتیں دنیا میں سیدھے راستہ کی ہادی ہیں اور پلصراط پر روشنی جس کے ذریعہ ان کی تلاوت کرنیوالا آسانی سے اسے طے کریگا اس لئے انہیں نور فرمایا خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں پھر آپ پر یہ نور اترے تو بفضلہ تعالٰے نور علے نور ہوئے[4] یعنے آپ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کو ایسی شاندار آیات وسورتیں نہ ملیں توریت انجیل وغیرہ میں ایسی شان کی آیات نہیں یوں تو سارا قرآن شریف ہی ان کتب سے افضل ہے مگر یہ آیات بہت ہی افضل[5] یعنے سورۂ بقر کا آخری رکوع لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ تک[6] یعنے ان آیات کے ہر حرف کی تلاوت پر آپ کو اور آپ کے متعلقین سے آپ کی امت کو خصوصی ثواب ملے گا علاوہ تلاوت کے ثواب کے کہ وہ ثواب تو قرآن شریف کے تمام حروف پر ہے (اشعہ) یا حرف سے مراد آیت ہے یعنے ان میں جو آیات دعا ہیں ان میں سے ہر آیت قبول ہوگی اور اس آیت کی دعا انشاء اللہ منظور ہوگی (مرقات) ان دونوں جگہ میں بہت شاندار دعائیں ہیں[7] یعنے دکھ درد رنج وغم میں کافی ہیں کہ ان کا تلاوت کرنے والا انشاء اللہ دکھ درد سے محفوظ رہتا ہے اور اگر اتفاقاً کبھی آ بھی جائیں تو اللہ مشکل حل کر دیتا ہے یا تمام وردو وظیفوں کی طرف سے کافی ہیں، یا نماز تہجد میں جو ان آیتوں کی تلاوت کیا کرے تو بہت سی تلاوت سے کافی ہیں، نماز تہجد میں اس کی تلاوت ضرور کی جائے کہ بہت ہی مفید ہے ایک رکعت میں یہ آیات پڑھے دوسری میں اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لے کر تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ تک انشاء اللہ ان سے حضور قلبی بھی نصیب ہوگا اور سبب فیضان بھی میسر ہوگا، اگر شروع رات میں بھی پڑھ لی جائیں اور تہجد میں بھی بہت مفید ہے۔

مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ فِيْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَكَيْفَ يَقْرَاُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ وَّكَانَ يَقْرَاُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلٰوتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

کہ جو شروع سورہ کہف کی دس آیتوں پر پابندی کرے[۱] وہ دجال سے بچ جائیگا[۲] مسلم روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اس سے عاجز ہو کہ ہر رات تہائی قرآن پڑھ لیا کرو لوگ بولے کیسے تہائی قرآن پڑھا جا سکتا ہے[۳] فرمایا قل ہو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے[۴] مسلم، بخاری میں حضرت ابو سعید سے یہ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی امامت نماز کرتا تھا[۵] تو ہمیشہ قل ہو اللہ احد پر قرأت ختم کرتا تھا[۶] جب صحابہ لوٹے تو یہ ماجرا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا[۷]

[۱] اس طرح کہ روزانہ ان کی تلاوت کر لیا کرے یا ہر جمعہ کو بعض لوگ ہر جمعہ کو سورہ کہف کی تلاوت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے [۲] ظاہر یہ ہے کہ دجال سے مراد وہ ہی بڑا دجال ہے جو قرب قیامت نکلے گا اس کا فتنہ اتنا سخت ہوگا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا یعنی اگر اس کی تلاوت کرنے والے کے زمانہ میں دجال ظاہر ہوا تو ان شاء اللہ اس کے فتنے سے یہ محفوظ رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ دجال سے مراد تمام فتنہ گر بے دین لوگ مراد ہوں جیسا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعوے کریں گے ان آیات کی برکت سے یہ شخص ہر بے دین فتنہ گر کے شر سے بچا رہے گا سورہ کہف میں اصحاب کہف کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا ان کی آیات پڑھنے والے پر ان شاء اللہ یہی فیضان ہوتا ہے بعض روایات میں تین آیات ارشاد ہوئیں مگر دس میں تین بھی داخل ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں [۳] یعنے روزانہ دس پارے کی تلاوت مشکل ہے، ایک دو دن تو ہمت کر کے پڑھا جا سکتا ہے [۴] شارحین نے اس جملہ کے بہت معنے کئے ہیں، بہترین معنے یہ ہیں کہ ایک بار قل ھو اللہ احد پڑھنے کا ثواب دس پارے تلاوت کرنے کے برابر ہے، لہذا تین بار تلاوت کر لینے سے سارا قرآن شریف پڑھ لینے کا ثواب ہے ختم شریف وغیرہ میں تمام سورتیں ایک ایک بار پڑھی جاتی ہیں، مگر سورۂ اخلاص تین بار، اس عمل کی اصل یہی حدیث ہے، خیال رہے کہ قرآن کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، قصے، احکام، اور سورۂ اخلاص میں ذات وصفات الٰہی کا مکمل ذکر ہے، اس لئے یہ سورۃ قرآن کریم کے تہائی کا ثواب رکھتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حمد الٰہی کی آیات دیگر آیات سے افضل ہیں [۵] کیونکہ امامت کا حق سلطان اسلام یا سردار قوم کو ہے جب کہ وہ علم شریعت رکھتے ہوں، چونکہ یہ اس فوج کے کمانڈر تھے اس لئے ان کے امام بھی رہے [۶] یعنے ہر نماز کی آخری رکعت میں اور جماعت کی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے قرأت ختم کرنے کے بعد یہی معنے ہیں یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں اور سورۃ پڑھ کر قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے کہ یہ تو مکروہ ہے [۷] یا تو حکایۃً کہا گیا یا شکایۃً کیونکہ صحابہ کرام نماز میں کوئی سورۃ مقرر نہ کرتے تھے، فرائض میں یہ مکروہ بھی ہے ہاں نوافل میں سورتوں کا تقرر جائز ہے مثلاً کوئی شخص ہمیشہ تہجد میں قل ھو اللہ ہی پڑھا کرے، اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کی شکایت استاد سے مرید کی شکایت پیر سے مقتدی کا اپنے امام کی شکایت

WWW.NAFSEISLAM.COM

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْہُ لِاَیِّ شَیْءٍ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فَسَأَلُوْہُ فَقَالَ لِاَنَّہَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَاَنَا اُحِبُّ
اَنْ اَقْرَأَہَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْہُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ❊ وَعَنْ اَنَسٍ
قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ ہٰذِہِ السُّوْرَةَ قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ قَالَ اِنَّ حُبَّکَ
اِیَّاہَا اَدْخَلَکَ الْجَنَّةَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ مَعْنَاہُ ❊ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ

حضور انور نے فرمایا ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے تھے[1] لوگوں نے ان سے پوچھا وہ بولے اسلئے کہ رحمٰن کی صفت ہے مجھے اسکا پڑھنا بڑا پسند ہے[2] تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے خبر دیدو کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے[3] مسلم بخاری روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا[4] یارسول اللہ میں اس سورۃ قل ہو اللہ احد سے بڑی محبت کرتا ہوں سرکار نے فرمایا تیری یہ محبت تجھے جنت میں پہنچا دیگی[5] ترمذی اور بخاری نے اسکے معنے کی روایت کی[6] روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں

سلطین اسلام سے کر سکتے ہیں یہ غلبیت نہیں بلکہ اصلاح ہے [1] محض نماز کو مختصر کرنے کیلئے قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے یا اس لئے کہ انہیں دوسری سورتیں کم یاد ہیں یا کسی اور وجہ سے معلوم ہوا کہ فریقین کا بیان لے کر حاکم کو فیصلہ کرنا چاہیے فتوے اور ہے فیصلہ کچھ اور فتوے صرف ایک فریق کے بیان پر دیا جا سکتا ہے دیکھو داؤد علیہ السلام نے بکریوں والے فرشتوں میں سے ایک کا بیان سن کر فتوے دیدیا تھا یہ حدیث تعلیم فیصلہ کے لئے ہے [2] یعنی مجھے اللہ تعالٰی سے محبت ہے اور عاشق کو اپنے محبوب کا ذکر پیارا ہوتا ہے اور وہ اسکا ذکر اکثر کرتا ہے اس لئے میں بھی نماز میں اکثر یہ سورت پڑھا کرتا ہوں ورنہ مجھے اور سورتیں بھی یاد ہیں [3] یا تو اس سورۃ سے محبت کرنے کی بنا پر یا اللہ تعالٰی سے محبت کرنے کی بنا پر اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیات وذات وصفات الٰہی سے محبت کرنا اور اللہ تعالٰی کے محبوب بن جانے کا ذریعہ ہے ایسے ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت بلکہ ان کی اطاعت خدا کی محبوبیت کا ذریعہ ہے رب تعالٰی فرماتا ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہم سب بندوں کے ایسے حالات سے خبردار ہیں جن کی خود ہمیں بھی خبر نہیں، محبوب خدا یا مردود بارگاہ ہونا ایک ایسی چھپی ہوئی حالت ہے جو کسی دلیل یا علامت سے معلوم نہیں ہو سکتی مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس پر بھی خبردار ہیں اس ایک جملہ میں اس کے تقوے پر استقامت، ایمان پر خاتمہ، قبر وحشر میں نجات، جنت میں داخلہ، سب کی خبر دے دی گئی۔ ظاہر یہ ہے کہ ان صحابی کو ہمیشہ نماز میں سورہ اخلاص پڑھنے کی اجازت دے دی گئی، یہ اجازت ان کی خصوصیات سے ہے دوسروں کے لئے یہ عمل مکروہ ہے، اسی لئے دوسرے صحابہ نے یہ خوشخبری سن کر خود یہ عمل شروع نہ کر دیا، لہٰذا یہ حدیث فقہی مسئلہ کے خلاف نہیں [4] اس عرض کرنے والے کا نام کلثوم یا کرزم ہے، پہلا قول زیادہ قوی ہے، مرقات [5] سبحان اللہ کیا مختصر اور جامع جواب ہے یعنے تو اس سورت سے محبت کی بنا پر اللہ کا پیارا بن جائیگا، اور اللہ کے پیارے کی جگہ جنت ہی تو ہے، بعض لوگ سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ، وَالضُّحٰی اور سورہ فتح و احزاب سے بڑی محبت کرتے ہیں اس لئے کہ یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت کی سورتیں ہیں، ان کی یہ محبت بھی ان شاء اللہ جنتی ہونے کا ذریعہ ہے [6] یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ اس نے پہلی فصل میں ترمذی کی حدیث نقل کی، حالانکہ بخاری میں اس کی مثل موجود تھی چنانچہ بخاری نے حضرت انس سے تعلیقًا ایک بڑا واقعہ روایت کیا کہ ایک انصاری مسجد قبا شریف میں امام تھے وہ ہر رکعت میں الحمد پڑھ کر پہلے سورہ اخلاص پڑھتے پھر دوسری سورۃ اس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا انہوں نے فرمایا کہ میں امامت چھوڑ دونگا، مگر سورہ اخلاص پڑھنا نہیں چھوڑونگا چونکہ وہ افضل صحابہ میں سے تھے اس لئے لوگ ان کی امامت کو غنیمت جانتے تھے، ایکبار نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَ اٰیَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّیْلَۃَ لَمْ یُرَ مِثْلُہُنَّ قَطُّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ کُلَّ لَیْلَۃٍ جَمَعَ کَفَّیْہِ ثُمَّ نَفَثَ فِیْہِمَا فَقَرَأَ فِیْہِمَا قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ یَمْسَحُ بِہِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِہٖ یَبْدَأُ بِہِمَا عَلٰی رَأْسِہٖ وَوَجْہِہٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِہٖ یَفْعَلُ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَمَّا اُسْرِیَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَابِ الْمِعْرَاجِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم دیکھتے نہیں کہ آج رات وہ آیتیں اتریں جن کی مثل کبھی دیکھی نہ گئیں۱ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۲ مسلم، روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات میں جب اپنے بستر پر تشریف لیجاتے۳ تو اپنے ہاتھ جمع کرکے ان میں پھونکتے۴ جن میں قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور اعوذ برب الناس پڑھتے۵ پھر جسم کے جس حصہ تک ہو سکتا وہ ہاتھ پھیرتے۶ اپنے سر مبارک اور چہرے پاک کے سامنے والے حصہ سے شروع فرماتے یہ تین بار کرتے تھے۷ مسلم بخاری اور حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی الخ ان شاء اللہ باب المعراج میں بیان کریں گے۸ ...

کے لیے تشریف لائے، تب یہ مقدمہ بارگاہ عالی میں پیش کیا گیا، جس پر سرکار نے ان امام کا بیان لے کر یہ فیصلہ دیا، مرقات، اس حدیث کو بزار اور بیہقی نے بھی روایت کیا۱ اَلَمْ تَرَ میں عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور یہ فرمان اظہار تعجب یا ان سورتوں کی اہمیت دکھانے کے لئے ہے یعنے تعوذ اور پناہ لینے کے متعلق جتنی آیتیں ہیں ان سب میں یہ سورتیں افضل ہیں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قل ھو اللہ احد تو ان سورتوں سے بھی افضل ہے۲ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بسم اللہ سورۃ کا جز نہیں کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کا ذکر نہ فرمایا قل اعوذ سے سورۃ کی ابتداء فرمائی، نیز پہلی وحی اقرأ باسم ربک بسم اللہ وہاں بھی نہیں ہے، دوسرے یہ کہ یہ دونوں سورتیں قرآن ہیں، اسی پر امت کا اجماع ہے، لہذا جو انہیں قرآن نہ مانے وہ کافر ہے، اور جو کہا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود اور ابی ابن کعب نے انہیں قرآن نہ مانا غلط ہے ان بزرگوں پر تہمت ہے، مرقات۔۳ ہر رات کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیلولہ میں نہ کرتے تھے، صرف رات کو سوتے وقت کرتے تھے بستر سے مراد خوابگاہ ہے لہذا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کرکے سوتے۴ نفخ اور نفث دونوں کے معنے ہیں پھونکنا مگر نفخ میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور نفث میں سانس کے ساتھ کچھ لعاب بھی شامل ہوتا ہے۵ یہاں فقرأ کی فا ایسی ہے جیسے رب تعالٰے کا فرمان فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ، یا جیسے اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم یعنے جب بستر پر لیٹنے اور دم کرنا چاہتے تو یہ سورتیں پڑھتے، یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کر لیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے لہذا ہمارا ترجمہ درست ہے حدیث کے خلاف نہیں، بعض نسخوں میں ورفث واو سے ہے، تب تو بالکل واضح ہے۶ تاکہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل ہو جائیں اس سے بزرگوں کا دم درود یا مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا۷ ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے اس سے آفات سے حفاظت رہتی ہے۔

۸ یعنے وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم اسے باب المعراج میں بیان کریں گے کیونکہ وہ اس باب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الْقُرْاٰنُ یُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهٗ ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ وَّالْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِیْ اَلَا مَنْ وَّصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِی

دوسری فصل روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عوف سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین چیزیں عرش کے نیچے ہونگی[1] ایک قرآن کریم جو بندوں کی طرف سے جھگڑیگا[2] قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن[3] دوسری امانت[4] تیسری رحم[5] جو پکاریگا کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ اُسے اپنے سے ملائیگا اور جس نے مجھے توڑا اللہ اُسے اپنے سے دور کریگا[6] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن والے سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور چڑھتا جا اور ایسے ہی آہستگی سے تلاوت کر جیسے دنیا میں کرتا تھا

[1] یعنے ان تین چیزوں کو بہت ہی عزت و قرب الٰہی عطا فرمایا جائے گا، کہ خاص عرش اعظم کے نیچے انہیں جگہ دی جائے گی جیسے وزیر کی نشست بادشاہ کے بہت قریب ہوتی ہے اور ان کے طفیل ان کے عاملوں کو بھی عزت و قرب نصیب ہوگا، اللہ تعالٰی ان کا اجر ضائع نہ کرے گا[2] بندوں سے مراد قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے والے مسلمان ہیں، اور جھگڑنے سے مراد جھگڑ جھگڑ کر ان کی شفاعت کرنا ہے، یعنے قرآن شریف اپنے تلاوت کرنے والوں اور اپنے عاملین کی شفاعت رب تعالٰی سے جھگڑ جھگڑ کر کرے گا، یہ جھگڑا مقابلہ کا نہیں بلکہ ناز کا ہوگا[3] یعنے قرآن پاک کے بعض معنے ظاہر ہیں جو عام مسلمان سمجھ لیتے ہیں: بعض مخفی جو واجب التاویل ہیں، جن تک علماء کی رسائی ہے، یا تلاوت قرآن پاک کا ایک ظاہر ہے، یعنے الفاظ کا زبان سے پڑھنا اور ایک باطن یعنے اس میں غور و تدبر کرنا یا شرعی احکام قرآن کا ظاہر ہے، اور طریقت کے اسرار اس کا باطن جیسے بدن انسان ہمارا ظاہر ہے، اور روح انسان ہمارا باطن مطلب یہ ہے، کہ قرآن کی شفاعت بقدر تعلق ہوگی، ظاہر قرآن والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا اور باطن قرآن سے تعلق رکھنے والوں کی شفاعت اور قسم کی کریگا[4] امانت سے مراد خلق و خالق کے حقوق ہیں جو ہمارے ذمہ واجب الادا ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے انا عرضنا الامانة علی السموات والارض الخ یہاں امانت کے یہ معنے بھی کئے گئے ہیں، یا امانت سے مراد عشق الٰہی اور عشق رسول ہے کہ قرآن کو عشق سے بہت تعلق ہے[5] رحم سے مراد انسانوں کے آپس کے قرابت داریاں ہیں چونکہ ان قرابت داریوں کا تعلق عورت کے رحم سے ہے اس لئے ان قرابتوں کو رحم فرمایا جاتا ہے چونکہ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنا بہت ضروری ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے، وات ذالقربی حقه الخ اس لئے یہ بھی وہاں ہوگا، خیال رہے کہ دنیا کے اعراض کل قیامت میں جواہر ہونگے، ان اعمال کی شکل و صورت ہوگی، یہ بات بھی کرینگے، جیسے یہاں خواب میں اعراض اجسام نظر آتے ہیں[6] یعنے دنیا میں جس نے اپنے اہل قرابت کے حقوق ادا کئے تھے آج اسے قرب الٰہی اور رحمت الٰہی نصیب ہوں گے، اور جس نے دنیا میں اپنے اہل قرابت کے حقوق ادا نہ کئے ان سے تعلق نہ رکھا آج وہ خدا کی رحمت سے محروم ہے رحم کا یہ پکارنا رب تعالٰی کے حکم سے ہوگا جیسے حکام کے چپڑاسی کچہری کے دروازے پر اعلانات کرتے ہیں، خیال رہے کہ بندے پر تین قسم کے حق ہیں، اللہ تعالٰی کے، عام انسانوں کے اور خاص قرابت والوں کے قرآن پاک کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، امانت کا تعلق عام لوگوں سے اور رحم کا تعلق اپنے عزیزوں و قرابتداروں سے اس لئے یہ تینوں ہی عرش اعظم کے نیچے ہوں گے کامیاب بندہ وہ ہے جو ان سب حقوق کو ادا کرکے جائے[7] قرآن والے سے مراد وہ مسلمان ہے جو ہمیشہ تلاوت کرتا ہو اور اس پر عامل ہو، وہ شخص نہیں جو قرآن پڑھتا ہو اور قرآن اس پر لعنت کرتا ہو کہ یہ تلاوت تو عذاب الٰہی کا باعث ہے بعض آیہ اور

الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَأُهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ
اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ
الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ
وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنْ
شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَمَسْئَلَتِيْ اَعْطَيْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِي السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ

کہ تیرا ٹھکانہ و مقام وہاں ہے جہاں تو آخری آیت پڑھے [1] احمد ترمذی ابوداؤد و نسائی روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے سینے میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے [2] ترمذی دارمی، اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالٰے فرماتا ہے جسے قرآن مجید میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے روک دے [3] اسے میں مانگنے والوں سے زیادہ دونگا اور اللہ تعالٰے کے کلام کی فضیلت

عیسائی بھی قرآن پاک پر اعتراضات کرنے کے لئے قرآن پاک پڑھتے بلکہ حفظ تک کر لیتے ہیں، پنڈت کالی چرن چودہ پاروں کا حافظ ہوا۔ مرقات، ش جنت کے درجات اوپر نیچے ہیں جس قدر درجے کی بلندی اسی قدر بہتر۔ انشاء اللہ اس دن تلاوت قرآن مومن کے لئے پروں کا کام دے گی یا اس سے مراتب قرب الٰہی میں ترقی کرنا مراد ہے یعنے تلاوت کرتا جا اور مجھ سے قریب تر ہوتا جا۔

[1] یعنے جہاں تیرا پڑھنا ختم وہاں تیرا چڑھنا ختم، وہاں اسی قدر تلاوت کر سکے گا جس قدر تلاوت دنیا میں کرتا تھا اور جس طرح آہستہ یا جلدی یہاں تلاوت کرتا تھا اسی طرح وہاں کرے گا اس سے چند مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ کہ جنت کے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ درجے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیات اتنی ہی ہیں اور ہر آیت پر ایک درجہ ملتا ہے، اگر درجے اس سے کم ہوں، تو یہ حساب کیسے درست ہو اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان مرقات، دوسرے یہ کہ جنت میں کوئی عبادت نہ ہوگی سوائے تلاوتِ قرآن کے، مگر یہ تلاوت لذت اور ترقی درجات کے لئے ہوگی جیسے فرشتوں کی تسبیح تیسرے یہ کہ دنیا میں تلاوت قرآن کریم کا عادی بعد موت انشاء اللہ حافظِ قرآن ہو جائے گا ورنہ یہ شخص وہاں بغیر قرآن دیکھے سارا قرآن کیسے پڑھتا چوتھے یہ کہ بغیر ترجمہ سمجھے بھی تلاوت بہت مفید ہے کہ یہاں تلاوت کو مطلق رکھا گیا، یہاں مرقات نے فرمایا کہ قرآن میں تفکر کرنا محض تلاوت سے افضل ہے، اسی لئے حضرت صدیق اکبر حفاظ صحابہ سے افضل ہوئے جنت میں ساری امت سے اونچے درجہ میں وہ ہی ہونگے [2] جوف کے حقیقی معنے ہیں پیٹ، اسی لئے معطل عین کو اجوف یعنے خالی پیٹ والا کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔ مگر یہاں جوف سے مراد دل یا سینہ ہے گھر کی آبادی انسان و سامان سے ہے دل کی آبادی قرآن سے باطن یعنے روح کی آبادی ایمان سے تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان و سامان سے خالی گھر۔ شعر:۔

آباد وہ ہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے ؛ جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے

[3] قرآن سے مراد حفظِ قرآن یا تلاوتِ قرآن یا تفکر و تدبر فی القرآن ہے یعنے جو حافظ یا قاری قرآن یا تجوید یاد کرنے میں یا عالم دین قرآن کریم سے مسائل مستنبط کرنے

عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ

تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت اپنی خلق پر؎1 (ترمذی، دارمی، بیہقی شعب الایمان)؎2 اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے، روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کتاب اللہ قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے؎3 تو اسے ایک نیکی اور نیکی کا دس گنا ہے؎4 میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے؎5 بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف اور میم ایک حرف؎6 (ترمذی، دارمی) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث

میں اتنا مشغول رہے کہ اسے دیگر وظیفے و دعاؤں کا وقت ہی نہ ملے، اسی طرح جو معلم تعلیم علوم قرآن کی مشغولیت کی وجہ سے درود وظیفے دعائیں نہ کر سکے یہاں دعاؤں وظیفوں سے مراد وہ دعائیں وظیفے ہیں جو قرآن مجید کے علاوہ ہیں، ورنہ قرآن شریف میں خود بہت دعائیں وظیفے ہیں۔؎ اعطی متکلم کے صیغہ سے ہے اسی لیے سائلین منصوب آیا۔ خیال رہے کہ رب تعالٰی سے دعائیں مانگنا صراحۃً اور صاف صاف بھیک مانگنا ہے مگر تلاوت قرآن یا تعلیم قرآن بالواسطہ بھیک ہے جیسے ہمارے دروازہ پر بھکاری کھڑے ہو کر ہماری تعریفیں کرتے ہیں کہ آپ بڑے سخی داتا ہیں یوں ہی درود شریف در پردہ دعا ہے بھکاری سخی کے بال بچوں کو دعائیں دے کر در پردہ بھیک مانگتے ہیں بچے جیتے رہیں جان مال کی خیر ہو، ہم بھی رب تعالٰی کے محبوب کو دعائیں دیدے کر اس سے بھیک مانگتے ہیں اسی لیے درود شریف کے متعلق بھی مشکوٰۃ شریف میں گزر چکا کہ جو شخص درود شریف میں مشغولیت کی وجہ سے دعا نہ مانگ سکے اس کے تمام ضروریات خود ہی پورے ہونگے، دکھ درد، رنج، غم خود بخود ہی دفع ہوتے رہیں گے۔

؎1 ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمان عالی ہے یعنے کلام کی شان متکلم کی شان کے بقدر ہوتی ہے، ایک بات فقیر کہے تو کوئی اس پر کوئی دھیان بھی نہیں دیتا وہی بات بادشاہ کہے تو دنیا میں دھوم مچ جاتی ہے چونکہ کلام اللہ رب تعالٰی کا کلام ہے، اس لیے تمام مخلوق کے کلام سے یقیناً افضل ہے، اسی طرح حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بعد خدا تمام خلق سے افضل ہیں، تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث تمام خلق کے کلاموں سے بعد قرآن افضل ہونگی۔ ؎2 اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے عطیہ عوفی کے کہ ان میں کچھ ضعف ہے، مگر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہے خصوصاً جبکہ دوسری روایتوں یا قرآنی آیتوں سے اُسے قوت پہنچ جائے اس حدیث کو دوسری اسنادوں سے قوت حاصل ہے اس لیے اسے ترمذی نے حسن فرمایا ؎3 ظاہر یہ ہے کہ یہاں حرف سے مراد وہ حرف ہے جو حروفِ ابجد پڑھا جائے لہٰذا الٓمّٓ تین حرف ہیں اور صٓ ایک حرف، مرقات۔ مگر قوی تر یہ ہے کہ حرف سے مراد مطلقاً حرف ہے علیحدگی کے قابل ہوں یا نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک میں کوئی قید نہیں، لہٰذا قرآن کریم میں لفظ اللہ پڑھنے سے چالیس نیکیاں ملیں گی خیال رہے کہ قرآن پاک میں خبیث چیزوں کے نام بھی ہیں: جیسے ابی لہب، ابلیس، شیطان، خنزیر وغیرہ مگر ان ناموں کی تلاوت پر بھی ثواب اسی حساب سے ہوگا کہ یہ حروف یا ان کے ترجمے برے نہیں، بلکہ ان کے مصداق خبیث ہیں یہ تحقیق خیال میں رکھی جائے ؎4 اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یہ تو ادنیٰ ثواب ہے، آگے رب تعالٰی کا فضل ہماری شمار سے باہر ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ مرقات میں فرمایا کہ یہ

حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا ؕ وَعَنِ الْحَارِثِ قَالَ مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ يَخُوْضُوْنَ فِي
الْاَحَادِيْثِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَوَقَدْ فَعَلُوْهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ
اَمَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ
مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ

اسناداً حسن بھی ہے صحیح بھی غریب بھی ۱ روایت ہے حضرت حارث سے فرماتے ہیں میں مسجد میں گزرا تو لوگ بات چیت میں مشغول تھے ۲ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا میں نے آپ کو اس کی خبر دی تو فرمایا کیا لوگ یہ حرکت کرنے لگے میں بولا ہاں فرمایا آگاہ رہو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ۳ کہ عنقریب فتنے ہونگے ۴ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ان سے رہائی کی سبیل کیا ہے ۵ فرمایا اللہ تعالٰے کی کتاب ۶ جس میں تمہارے اگلوں کی خبریں اور پچھلوں کی خبریں اور تمہارے آپس کے فیصلے ہیں ۷ قرآن فیصلہ کن ہے

ثواب تو عام تلاوتوں کا ہے، مکہ معظمہ و مدینہ میں تلاوت کا ثواب اس حدیث سے معلوم کرو کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ پاک میں پچاس ہزار ۵ چونکہ عربی میں حرف، حروف معانی، حروف مبانی یعنے حروف ہجا اور جملہ مفیدہ، مطلقاً کلمہ سب کو ہی کہا جاتا ہے، اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود یہ تفسیر فرمائی ۶ الف لام میم کو حرف فرمانا مجازاً ہے ورنہ یہ حرفوں کے نام یعنے اسمائے حروف ہیں اس میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ الف میں تین حرف ہیں، ا، ل، ف مگر اس کو ہم ایک حرف ہی ملتے ہیں کہ قرآنی تلاوت میں یہ ایک حرف ہوکر آتا ہے اگرچہ اس کے اجزا تین ہیں بعض شارحین نے کہا کہ الٓمّٓ ترکیب میں الٓمّٓ کی تیس نیکیاں ہیں اور الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ میں الٓمّٓ کی نوے نیکیاں ہیں، کیونکہ اس میں حرف نو ہیں اسمائے حروف اگرچہ تین ہیں مگر یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ مکتوبی یعنے لکھے ہوئے حروف مراد ہیں نہ کہ ملفوظی یعنے پڑھے ہوئے حروف اور مکتوبی حرف سورۂ فیل و بقرہ میں یکساں ہیں

۱ اسناداً کا تعلق صرف غریب سے ہے یعنے یہ حدیث اسناد میں غریب ہے نہ کہ متن میں، اس کا متن تو صحیح ہے، مرقات۔ ۲ احادیث سے مراد دنیاوی باتیں ہیں جو مسجد میں حرام ہیں اگرچہ جائز باتیں ہی ہوں وہاں غیبت و جھوٹ وغیرہ حرام گفتگو تو اور سخت حرام ہے، احادیث سے مراد احادیث نبویہ نہیں جیسا کہ بعض جاہلوں نے سمجھا مسجد میں حدیث شریف و فقہ وغیرہ دینی علوم کا درس بہترین عبادت ہے، اصحاب صفہ مسجد نبوی میں رہتے تھے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے سارے دینی علوم سیکھتے تھے، یہ حارث تابعی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدام خاص میں سے ہیں ۳ اگرچہ اس وقت اور صحابہ بھی موجود تھے، مگر آپ خصوصیت سے حضرت علی کے پاس گئے کہ حضرت علی دروازہ شہر نبوت ہیں انا مدینۃ العلم و علیٌّ بابہا یہ حدیث اگرچہ اسناد مقررہ سے ضعیف ہے مگر فی الحقیقت حدیث صحیح ہے، مرقات ۴ ظاہر یہ ہے کہ یہاں فتنوں سے مراد وہ لڑائیاں اور جھگڑے ہیں جو صحابہ میں رونما ہوئے اور مسجدوں میں دنیاوی باتیں کرنا ان فتنوں کے ظہور کی علامت ہے یعنے اب وہ فتنے قریب آگئے کیونکہ مسجد میں دنیاوی باتیں ہونے لگیں، بعض نے اس سے مراد آگ کا یا دجال کا نکلنا مراد لیا مگر پہلے معنے زیادہ موزوں ہیں خیال رہے کہ فتنہ عام مصیبت یا آزمائش کو کہتے ہیں ۵ یعنے ایسا کون سا کام کیا جائے جس سے ان فتنوں سے مسلمان بچا رہے ۶ قرآن کریم پر عمل یا اس کی تلاوت میں مشغولیت، معلوم ہوا کہ بعض نیکیوں کی برکت سے انسان دنیاوی آفات سے محفوظ رہتا ہے، اور درود شریف کی کثرت موت و زندگی کے فتنوں سے محفوظ رکھتی ہے بفضلہ تعالٰے ۷ یعنے قرآن شریف ایسی جامع کتاب ہے کہ اس میں گذشتہ امتوں و واقعات آئندہ تاقیامت بلکہ جنت و دوزخ کے حالات بھی ہیں اور عبادات و معاملات و سیاسیات بھی ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ
حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ هُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَآءُ وَ
لَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَآءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ

وہ غیر درست نہیں ہے جو ظالم اسے چھوڑ دیگا اللہ اس کے ٹکڑے اڑا دیگا ؎ اور جو اسکے غیر میں ہدایت ڈھونڈیگا اللہ اسے گمراہ کردیگا ؎ وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور وہ حکمت والا ذکر ہے وہ سیدھا راستہ ہے ؎ قرآن وہ ہے جسکی برکت سے خیالات بگڑتے نہیں ؎ اور جس سے دوسری زبانیں مشتبہ نہیں ہوتیں ؎ جس سے علماء سیر نہیں ہوتے ؎ جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا ؎ جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے ؎

ل یہ جملہ یا خبر ہے یا بد دعا یعنے جو شخص قرآن کے خلاف چلے خدا اس کے ٹکڑے اڑا دے گا یا جو اس کے علاوہ دوسری راہ اختیار کرے گا خدا تعالیٰ اسے برباد کردیگا ؎ یعنے وہ کافر ہو جائیگا خیال رہے کہ قرآن شریف کو ناحق جان کر اسے چھوڑ دینا کفر ہے، اور اسکو حق جان کر عمل نہ کرنا فسق، اور مجبوراً اس پر عمل نہ کر سکنا معذوری ہے جس پر پکڑ نہیں یہاں پہلی صورت مراد ہے لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے ؎ غیر قرآن سے مراد علوم عقلیہ یا کفار کی پیروی ہے حدیث و فقہ غیر قرآن نہیں کہ یہ دونوں قرآن کریم کی شرحیں ہیں جیسے صرف و نحو قرآن پاک کے لئے محدود معاون ہیں لہٰذا اس حدیث سے چکڑالوی دلیل نہیں پکڑ سکتے ؎ یہ تمام چیزیں قرآن کریم کے اوصاف بھی ہیں اور اسکے نام بھی قرآن پاک میں خود یہ نام موجود ہیں رسی کے ذریعہ بکھروں کو جمع کیا جاتا ہے رسی کے ذریعہ کنوؤں سے گری کو اوپر نکالا جاتا ہے قرآن کریم میں یہ ساری صفات موجود ہیں رب تعالیٰ نے فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا وہاں حبل اللہ سے مراد یا قرآن پاک ہے یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم یا دونوں ذکر کے معنے عزت، شہرت، نصیحت، تذکرہ ہیں قرآن کریم میں یہ سارے صفات موجود ہیں کہ اسی قرآن کی وجہ سے اہل عرب کی دنیا میں شہرت و عزت ہو گئی اس میں ہر قسم کی نصیحتیں اور ہر قسم کے تذکرے ہیں یہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا سیدھا راستہ ہے جو اسے چھوڑ دے، وہ رب تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا ؎ یعنے جو قرآن کریم سے صحیح طور پر استدلال کرے گا، وہ اپنے خیالات کو بگڑنے سے محفوظ رکھے گا، اگر کوئی اس سے غلط استدلال ہی کرے اور گمراہ ہو جائے، تو قرآن کریم کا قصور نہیں بلکہ اسکے استدلال کا قصور ہے، قرآن کریم کو حدیث و فقہ کی روشنی میں سمجھو لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا ؛ نیز اس حدیث سے موجودہ زمانہ کے چکڑالوی دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ وہ قرآن کریم کو صحیح طور سے سمجھتے ہی نہیں بعض شارحین نے اس جملہ کے معنے یہ کئے ہیں کہ قرآن کریم کو گمراہ لوگ بدل نہیں سکتے یا یہ اسی طرح محفوظ رہے گا کیونکہ خود رب تعالیٰ اس کا حافظ ہے فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اس صورت میں بہ کی ب تعدیہ ہے شاہد ہے کہ قرآن کریم بدلنے کی بہت کوششیں کی گئیں، مگر بدلنے والے مٹ گئے قرآن کریم نہ بدل سکا ؎ یعنے قرآن مجید کی عبارت دوسرے کلاموں سے ایسی ممتاز ہے کہ دوسرا عربی کلام خواہ کتنا ہی فصیح و بلیغ ہو اس سے خلط نہیں ہو سکتا مخلوق کا کلام خالق کے کلام سے مشتبہ نہیں ہو سکتا یا اس جملہ کے معنے یہ ہیں کہ یہ کلام مسلمانوں کی زبان پہ گراں نہیں پڑتا، آسانی سے پڑھ لیا جاتا ہے بلکہ حفظ کر لیا جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر ؎ یعنے قرآن کریم کے اسرار و نکات کبھی ختم نہیں ہوتے، علماء جب بھی غور کرتے ہیں اس سے نئے مسائل و اسرار معلوم کرتے ہیں، قرآن کریم کی تہ تک کوئی نہیں پہنچا یہ ان موتیوں کا وہ سمندر ہے جس کے موتی کبھی ختم نہیں ہوتے ؎ یہ قرآن کریم کا کھلا معجزہ ہے کہ بغیر معنے سمجھے بھی اس کا پڑھنا اور سننا لذت دیتا ہے اور عمر بھر پڑھو ہر بار نیا لطف دیتا ہے اس سے دل اکتاتا نہیں دوسرے کلام کتنے ہی اعلےٰ ہوں مگر چند بار پڑھ لینے کے بعد دل اکتا جاتا ہے ؎ یہ جملہ پہلے جملوں کی یا تو شرح ہے یا دلیل یعنے اس

هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ أُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِيَ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ إِسْنَادُهٗ مَجْهُوْلٌ وَفِي الْحَارِثِ مَقَالٌ. وَعَنْ مُعَاذٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُهٗ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوٗدَ. وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِيْ إِهَابٍ ثُمَّ أُلْقِيَ

قرآن ہی وہ ہے کہ جب اسے جنات نے سنا تو کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی رہبری کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے۲ جو قرآن کا قائل ہو سچا ہے جس نے اس پر عمل کیا ثواب پائیگا اور جو اس پر فیصلہ کریگا منصف ہوگا اور جو اس کی طرف بلائیگا وہ سیدھی راہ کی طرف بلائیگا۳ (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد مجہول ہے اور حارث میں کچھ گفتگو ہوئی ہے۴ روایت ہے حضرت معاذ جہنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے۵ اور اس کے احکام پر عمل کرے اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائیگا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے اچھی ہوگی جو اگر سورج تمہارے گھروں میں ہوتا۶ تو اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو اس پر عامل ہو۷ (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر قرآن کسی چمڑے میں رکھ کر آگ میں ڈال دیا جائے

علماء سیر نہیں ہوتے، بار بار پڑھنے سے بے مزہ نہیں پڑتا کیوں کہ اس کے عجیب مضامین کبھی ختم نہیں ہوتے ہر بار عجیب لطف دیتا ہے ۲؎ یہ نصیبین کے جنات کا واقعہ ہے جو قرآن شریف نے سورۂ جن میں بیان فرمایا کہ جنات کے ایک گروہ نے سوق عکاظ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا تو اپنی قوم میں جا کر یہ گفتگو کی ۳؎ یہ تمام خوبیاں قرآن کریم سے حاصل کر سکتا ہے جو اسے محض اپنی رائے سے نہ سمجھے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے سمجھے، ورنہ آج بہت سے بے دین قرآن کریم ہی کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں ۴؎ یعنی اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی حارث ابن اعور ہے وہ اگرچہ حضرت علی کے ساتھ رہے ہیں اور ان سے چار حدیثیں بھی روایت کی ہیں مگر انہیں نسائی نے کہا یہ قوی نہیں، شعبی نے کہا یہ جھوٹا تھا، مگر ابوداؤد نے فرمایا یہ بڑا فقیہ علم فرائض کا بڑا عالم اور حساب دان تھا بہر حال اگرچہ الفاظ حدیث میں کچھ ضعف ہو مگر معنے حدیث بالکل صحیح ہیں نیز فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے، مرقات ولمعات ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں قرآن پڑھنے سے مراد روزانہ اس کی تلاوت کرنا ہے اور ہوسکتا ہے کہ قرآن پڑھنے سے مراد علوم قرآن سیکھنا ہو یعنی عالم باعمل کا ثواب وہ ہے جو آگے مذکور ہے

۶؎ یعنی عالم باعمل کے مومن ماں باپ کا درجہ یہ ہوگا، خواہ انہوں نے اسے اپنی کوشش سے پڑھایا ہو یا نہیں کیونکہ حدیث مطلق ہے پڑھانے کی قید نہیں

۷؎ یعنی اگر سورج زمین پر ہوتا، تو بتاؤ اس کی چمک دمک روشنی تمہارے گھروں میں کتنی ہوتی اس سے زیادہ اس تاج کے موتی چمکتے ہوں گے۔

۸؎ یعنی پھر عالم باعمل کے متعلق سوچو کہ اس کا درجہ قیامت میں کیا ہوگا، وہ تو ہمارے خیال سے وراء ہے۔

فِي النَّارِ مَا احْتَرَقَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهُ فَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَحَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّاوِيُّ لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ ؛ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ

تو نہ جلے[1] دارمی۔ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے پھر اسے یاد رکھے[2] اس کے حلال کو حلال اس کے حرام کو حرام جانے[3] اللہ اسے جنت میں داخل کریگا اور اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس آدمیوں میں اس کی شفاعت قبول فرمائیگا جن کے لیئے دوزخ ضروری ہو چکی[4] احمد، ترمذی، ابن ماجہ دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حفص ابن سلیمان راوی قوی نہیں انہیں حدیث میں ضعیف مانا گیا ہے[5] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن

[1] اس حدیث پاک کی بہت شرحیں کی گئی ہیں قوی تر شرح یہ ہے کہ آگ سے مراد دوزخ کی آگ ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی عظمت یہ ہے کہ اگر بفرض کسی کھال میں رکھ کر اسے دوزخ میں ڈالو تو خود قرآن پاک کا کاغذ جلے نہ وہ کھال تو جس مومن کے دل میں اور دماغ میں قرآن پاک کے مضامین ہوں جسم پر قرآنی عمل ہو وہ دوزخ میں کیسے جل سکیگا بعض نے فرمایا کہ قرآن کریم کا یہ معجزہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر تھا جیسے حضرت جابر کے ہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کے دستر خوان سے ہاتھ دہن پونچھے تھے تو وہ آگ میں نہ جلتا تھا مولانا فرماتے ہیں۔ شعر:-

گفت روزے مصطفے دست و دہاں ؏ لیس بمالید اندر ایں دستار خواں

اے دل ترسندہ از نار و عذاب ؏ باچنیں دست و دہاں کن اقتراب

بعض نے فرمایا کہ یہ کلام فرض و تقدیر پر ہے یعنے قرآن پاک کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ آگ میں اس کا قصیدہ بھی نہ جلے جیسے رب تعالٰی کا فرمان کہ لو انزلنا ھذا القراٰن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ ۔ حضرت ابولبابہ سے روایت ہے فرماتے ہیں قرآنی سورتیں حفظ کرو کہ جس دل میں قرآن ہوگا اسے آگ سے عذاب نہ دیا جائیگا، لمعات و مرقات خیال رہے کہ قرآن پاک کے یہ تمام فوائد مومن کے لیئے ہیں، اگر سارا قرآن حفظ کریں کفار تو بھی دوزخی ہیں، ارام چندر دہلوی کو چودہ پارے حفظ تھے، بے جان جسم کو کوئی دوا مفید نہیں بے ایمان دل کو کوئی عمل فائدہ مند نہیں[2] استظہار کے معنے ہیں مدد لینا یعنے تلاوت قرآن میں اپنے دل سے مدد لے، کہ اسے یاد رکھے ہر وقت اس کا خیال و لحاظ رکھے[3] یعنے صرف تلاوت و حفظ پر قناعت نہ کرے بلکہ اس کے عقائد کو مانے احکام پر عمل کرے لہذا اس میں حافظ و عالم باعمل دونوں داخل ہیں[4] ایسے باعمل عالم کو قرآن پاک سے دو عظیم الشان فائدے حاصل ہونگے، ایک یہ کہ اول ہی سے جنت میں داخل کیا جائیگا، دوسرے یہ کہ اس کے اہل قرابت میں سے دس دوزخی مسلمانوں کو اس کی شفاعت سے بخشا جائیگا معلوم ہوا کہ شفاعت بلندی درجات ہی کی نہ ہوگی بلکہ معافی سیئات کی بھی ہوگی، اور علماء حافظ، شہداء وغیرہم کی شفاعت برحق ہے خیال رہے کہ شفاعت کبرے کا سہرا صرف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے سر ہے شفاعت صغرے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام بھی کریں گے شفاعت کی تحقیق و تقسیم ہماری تفسیر نعیمی

كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَرَأَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِي التَّوْرٰىةِ وَلَا فِي الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا وَاِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُعْطِيْتُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ مِنْ قَوْلِهٖ مَا اُنْزِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ

کعب فرمایا تم نماز میں قرآن کیسے پڑھتے ہو تو انہوں نے الحمد شریف پڑھی۱؎ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس جیسی سورت نہ توریت میں اتری نہ انجیل میں اور نہ زبور میں اور نہ قرآن میں۲؎ اور یہ سات مکرر آیتیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئے۳؎ ترمذی اور دارمی نے ما انزلت کی روایت کی اور ابی ابن کعب کا واقعہ ذکر نہ کیا۴؎ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن سیکھو۵؎ پھر اسے پڑھا کرو۶؎ کیونکہ جو قرآن سیکھے اور

جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیے ۷؎ یعنی یہ حدیث غریب بھی ہے اور حفص ابن سلیمان راوی کی وجہ سے اس کی یہ اسناد جس میں یہ راوی ہے ضعیف بھی ہے مگر ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے ،

۱؎ یعنی نماز کی ہر رکعت میں کونسی سورۃ پڑھتے ہو اور کیسے پڑھتے ہو مجھے پڑھ کر سناؤ معلوم ہوا کہ شاگردوں کا امتحان لینا سنت ہے، فقیر کی اس شرح سے حدیث پر یہ اعتراض نہ رہا کہ حضرت ابی کا جواب سرکار کے سوال کے مطابق نہیں کیونکہ یہاں سوال قرأت، طریقہ قرأت اور مقروسب کے متعلق تھا اس جواب میں حضرت ابی کا سورہ فاتحہ پڑھ کر سنا دینا ہر سوال کا جواب ہو گیا ۲؎ سورۂ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے ایک نام ام القرآن بھی ہے، کہ یہ سورۃ سارے قرآن کے سارے مضامین کو اپنے میں ایسے لئے ہوئے ہے جیسے ماں بچے کو اپنے پیٹ یا گود میں لئے ہوتی ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ فرمائیے اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کا استاذ کو پڑھا ہوا سبق سنانا سنت صحابہ ہے ۳؎ یعنی ایسے فضائل و فوائد والی جامع سورۃ کسی آسمانی کتاب میں تو کیا ہوتی خود قرآن کریم میں بھی نہیں ہے سورۃ فاتحہ کے فضائل و فوائد بے شمار ہیں، اسی لئے یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس کے فضائل و فوائد کی کچھ تفصیل ہماری تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ کیجئے، یہ سورۃ شفا ہے، امان ہے مومن کی حرز جان ہے ۴؎ یعنی قرآن مجید میں ارشاد ہوا سبعا من المثانی والقرآن العظیم اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے، اس میں سات آیتیں ہیں، اور ہر رکعت میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، نیز اس کا نزول ہجرت سے پہلے بھی ہوا اور بعد بھی اس لئے یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مکرر آیتیں اور یہ قرآن عظیم بھی ہے کیونکہ قرآن کریم کی ہر آیت قرآن ہے جیسے پانی کا ہر قطرہ پانی ہے لہذا اس آیت کریمہ میں دو وصف سورۃ فاتحہ کے ہیں ۵؎ یعنی دارمی کی روایت میں حضرت ابی ابن کعب کا یہ واقعہ مذکور نہیں صرف فضائل مذکور ہیں ۶؎ ظاہر یہ ہے کہ قرآن سیکھنے سے مراد عام ہے جس میں قرآن کے الفاظ معانی، احکام سیکھنا سب ہی شامل ہے، فقہاء فرماتے ہیں حفظ قرآن فرض کفایہ ہے مختلف بستیوں میں اتنے حافظ ضروری ہیں جن سے قرآن کریم کا تواتر قائم رہے اور کوئی بے دین قرآن میں تبدیلی نہ کر سکے، لہذا اگر لوگ حفظ قرآن چھوڑ دیں تو سب گنہگار رہیں، اور اگر اتنے لوگ حفظ کرلیں تو سب کا فرض ادا ہو گیا علم قرآن کا بھی یہی حال ہے، اور بقدر جواز نماز قرآن حفظ کرنا فرض عین ہے جیسے بقدر ضرورت مسائل یاد کرنا سیکھنا فرض عین ہے اور

WWW.NAFSEISLAM.COM

فَقَرَأَ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَّحْشُوٍّ مِسْكًا تَفُوحُ رِيحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَّمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِي جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوكِيَ عَلٰى مِسْكٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الْمُؤْمِنَ إِلٰى إِلَيْهِ الْمَصِيرُ وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ حِينَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَرَأَ بِهِمَا حِينَ يُمْسِي بِهِمَا حَتّٰى يُصْبِحَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ؛ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ

اسکی قرأت کرے اور اس پر عمل کرے اس کی مثال اس تھیلے کی سی ہے جس میں مشک بھرا ہو جسکی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو لہ اور جو اسے سیکھے پھر سو جاوے ۲ے اس طرح کہ اسکے سینے میں قرآن ہو وہ اس تھیلے کی طرح ہے جو مشک پر سر بند کر دیا گیا ہو ۳ے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص صبح کے وقت سورہ حٰم مومن الیہ المصیر تک ۴ے اور آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرے تو شام تک اس کی حفاظت کی جاوے گی ۵ے اور جو ان دونوں کو شام کے وقت پڑھ لیا کرے تو صبح تک اسکی حفاظت ہوگی ۶ے (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا

پورا عالم دین بنا فرض کفایہ ہے ۳ے یعنی قرآن شریف یاد کرنے اور سیکھنے کے بعد اسکا دور چھوڑ دے اور اپنے حافظہ پر اعتماد کر لو یہ سب جلد ذہن سے اتر جاتا ہے، یا مطلب یہ ہے کہ قرأت قرآن یعنی تجوید سیکھو کہ بقدر جواز نماز تجوید سیکھنا بھی فرض عین ہے اور پورا قاری بنا فرض کفایہ اسی لئے عرس ختم میلاد، اور گیارھویں شریف وغیرہ میں قرآنی رکوع پنج آیات پڑھتے ہیں تاکہ لوگوں میں قرأت کا چرچا رہے یہ چیزیں خصوصاً تراویح کی نماز بقائے قرآن کا بڑا ذریعہ ہیں ۴ے لہٰذا ایسے عالم و قاری کا سینہ گویا تھیلا ہے اور اس میں قرآن گویا تھیلے میں بھرا ہوا مشک ہے اور اس قاری کا تلاوت کرنا اس مشک کی مہک ہے جس سے سننے والے فائدہ اٹھاتے ہیں ہر جگہ سے مراد قرآن سننے والے ہیں اور جو قرآنی علم کی اشاعت کر جائے اسکی مہک سے قیامت تک کے مسلمان فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں رب تعالٰی خدمت قرآن کی توفیق بخشے ۵ے کہ اس کی تلاوت نہ کیا کرے یا اس پر عمل نہ کیا کرے ۶ے کہ اس بند تھیلے میں اگرچہ مشک تو ہے اور اسی مشک کی وجہ سے تھیلا قیمتی بھی ہے مگر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے ایسے ہی یہ شخص اللہ کے نزدیک قیمتی ہے حافظ قرآن یا عالم قرآن ہونے کی وجہ سے مگر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ خود بھی فائدہ نہیں اٹھاتا کسی پنجابی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے شعر ہے

علم دو دھیرا پڑھ لیا عمل نہ کیتے نیک　　　∴　　　آئی گھٹا اتر گئی بوند پئی نہ ایک

احمد یارا احمق ہوئیوں علم دو دھیرا پڑھ کے　　　∴　　　پڑھے لکھے تے مان نہ کر یو پھٹ جاندا دودھ کڑھ کے

۴ے یعنی سورہ مومن کی پہلی آیت حٰمٓ تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ، غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ تک پڑھے ۵ے کہ جو شخص نماز فجر سے پہلے یا اس کے بعد یہ دو آیتیں پڑھ لیا کرے خواہ آیۃ الکرسی پہلے پڑھے اور سورہ مومن کی آیات بعد میں یا اس کے برعکس (مرقات وغیرہ) تو شام تک وہ اللہ کی امان و حفظ میں رہے گا کہ شیطان ہمارا اور دوسری دنیاوی آفتیں اس تک انشاء اللہ نہ پہنچ سکیں گی ۶ے یعنی بعد نماز مغرب یہ آیتیں پڑھ لیا کرے تو صبح تک اللہ کی حفظ و امن میں رہے گا خیال رہے کہ بغیر نماز کوئی وظیفہ یا عمل مفید نہیں تمام ورد وظیفوں کے لئے پابندی نماز ضروری ہے یہ حدیث احمد و ابن حبان نے بھی روایت کی ∴

رسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ کِتَابًا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفَیْ عَامٍ اَنْزَلَ مِنْہُ اٰیَتَیْنِ خَتَمَ بِہِمَا سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ وَلَا تُقْرَاٰنِ فِیْ دَارٍ ثَلٰثَ لَیَالٍ فَیَقْرَبُہَا الشَّیْطٰنُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ❊ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ ثَلٰثَ اٰیَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ الْکَہْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ❊ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی [1] جس میں سے دو آیتیں اتاریں جن پر سورۂ بقرہ ختم فرمائی [2] جس گھر میں یہ آیتیں تین شب پڑھی جائیں پھر شیطان اس کے پاس بھی نہ پھٹکے [3] ترمذی، دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے [4] روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سورۂ کہف شروع سے تین آیتیں پڑھا کرے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا [5] ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] دو ہزار برس سے مراد اس قدر مدت ہے کہ اگر سورج ہوتا تو اس مدت کے دو ہزار برس بن جاتے ورنہ اس وقت سورج نہ تھا نہ دن رات، پھر دن مہینے ہفتے اور سال کیسے بن سکتے ہیں، لکھنے سے مراد فرشتوں کو لکھنے کا حکم دینا ہے خاص خدام کا کام گویا سلطان ہی کا کام ہے خیال رہے کہ مخلوق کی تقدیریں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی گئیں، مگر یہ تحریر دو ہزار برس پہلے ہوئی، لہٰذا یہ حدیث پچاس ہزار برس کی روایت کے خلاف نہیں کہ وہاں لوح محفوظ میں تقدیروں کی تحریر مراد ہے، اور یہاں قرآن کریم کی تحریر مراد اور ہو سکتا ہے کہ یہاں دو ہزار برس سے تحدید مراد نہ ہو بلکہ مطلق زیادتی بیان کرنا مقصود ہو (مرقات) [2] یہ دو آیتیں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورۂ بقر تک ہیں اگرچہ سارا قرآن شریف ہی لوح محفوظ میں تھا اور وہاں سے ہی نازل ہوا مگر ان آیتوں میں تو خصوصیت ہے جس کا ذکر آگے ہو رہا ہے اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا [3] جب ان آیتوں کی برکت سے وہ گھر وہ عمارت وہ جگہ شیطان سے محفوظ ہو جاتی ہے جہاں تین دن یہ آیات پڑھ لی جائیں تو جس زبان میں یہ آیتیں رہیں ان شاء اللہ وہ بھی شیطان سے محفوظ رہیں گے، ان جیسی تمام احادیث میں شیطان سے مراد ابلیس ہوتا ہے ورنہ قرین شیطان اور نفس امارہ تو بہرحال انسان کے ساتھ رہتے ہیں ان موذیوں سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں جسے اللہ بچائے وہ ہی بچے [4] اس حدیث کو نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی روایت کیا (مرقات) [5] اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ چونکہ سورۂ کہف میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالٰے نے اصحاب کہف کو دقیانوس بادشاہ کے ظلم و ستم سے بچا لیا اور وہ بادشاہ ان بزرگوں کو دین حق سے نہ ہٹا سکا اب اس ذکر میں تاثیر ہے کہ روزانہ یا ہر جمعہ کو ان آیات کا پڑھنے والا دجال کے شر سے محفوظ رہے گا کہ اگر اس کی زندگی میں دجال آ جائے تو اسے ایمان سے نہ ہٹا سکے گا بزرگوں کے ذکر میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔

خیال رہے کہ اللہ تعالٰے نے اولاً تو پوری سورۂ کہف میں یہ رکھی تاثیر تھی، پھر اس کی دس اگلی آیتوں میں یہ تاثیر بخش دی پھر اس کی تین آیتوں میں یہ تاثیر رکھ دی گئی رب تعالٰے کی عطائیں مختلف رہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں پوری سورۂ کہف یا اس کی دس آیتوں کی یہ تاثیر مذکور ہے۔

اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْاٰنِ یٰسٓ وَمَنْ قَرَاَ یٰسٓ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِقِرَاءَتِہَا قِرَاءَۃَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَرَاَ طٰہٰ وَیٰسٓ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ الْقُرْاٰنَ قَالَتْ طُوْبٰی لِاُمَّۃٍ یَّنْزِلُ ھٰذَا عَلَیْہَا وَطُوْبٰی لِاَجْوَافٍ تَحْمِلُ ھٰذَا وَطُوْبٰی لِاَلْسِنَۃٍ تَتَکَلَّمُ بِھٰذَا رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِیْ لَیْلَۃٍ اَصْبَحَ یَسْتَغْفِرُ

نے ہر چیز کا دل ہے اور قرآن کا دل سورہ یٰسین ہے [1] جو سورہ یٰسین پڑھے تو اللہ اسے اس کی تلاوت کی برکت سے دس بار قرآن ختم کرنیکا ثواب دیگا [2] ترمذی و دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے [3] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے نے سورہ طٰہٰ اور یٰسین زمین و آسمان پیدا فرمانے سے ایک ہزار سال پہلے پڑھیں [4] تو جب فرشتوں نے قرآن سنا تو بولے خیر و خوبی ہے اس امت کو جس پر یہ اتریگی اور خوبی ہے ان سینوں کو جو اسے اٹھائیں گے اور خوبی ہے ان زبانوں کو جو اسے پڑھیں گے [5] دارمی روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو رات میں سورہ حٰمٓ الدخان پڑھے وہ اس طرح سویرا کرے گا کہ

[1] جیسے دل سے اصل زندگی وابستہ ہے کہ اگر یہ ٹھیک ہے تو جاندار جاندار ہے اس کو ٹھیس لگتے ہی بے جان ہوجاتا ہے ایسے ہی قرآن کریم کا اصل مقصود سورہ یٰسین سے وابستہ ہے، یہ سورۃ پورے قرآن شریف کا گویا خلاصہ ہے کہ اس میں قیامت کے حالات کا مکمل بیان ہے، اس کی تلاوت سے دل زندہ، ایمان تازہ، روح شاداں و فرحاں ہوتے ہیں، قریب موت اس کی تلاوت سے جان کنی آسان ہوتی ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ ایمان کا دل ہے قیامت کے حالات کو ماننا اور حالات قیامت جس تفصیل سے سورہ یٰسین میں مذکور ہیں دوسری سورت میں مذکور نہیں اس لئے اسے قرآن کا دل فرمایا [2] اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سارا قرآن شریف ہی کلام الٰہی ہے مگر اس کی سورتوں کی تاثیریں مختلف ہیں ایک بار سورہ یٰسین کی تلاوت دس ختم قرآن کا ثواب رکھتی ہے یہ اس کی بے مثال خصوصیت ہے خیال رہے کہ دس ختم قرآن کا ثواب علیحدہ ہے اور حقیقۃً دس قرآن کریم ختم کرنا کچھ اور طبیب کہتے ہیں کہ ایک منقٰے گرم کرکے کھانے میں ایک روٹی کی طاقت ہے، مگر پیٹ بھرے گا روٹی ہی کھانے سے ختم قرآن ہوگا تیسوں پارے پڑھنے سے [3] اس لئے کہ اس کی اسناد میں ہارون ابن محمد ہیں جو محدثین کے نزدیک بہت قوی نہیں [4] یہ حدیث بالکل ظاہری معنے پر ہے واقعی رب تعالٰے نے یہ سورتیں پڑھیں، فرشتوں نے بلاواسطہ انہیں سنا، اب رب تعالٰے کی تلاوت کی نوعیت ہماری عقل سے وراء ہے اس طرح قرأت کی جو اس کی شان کے لائق ہے، مرقات نے فرمایا کہ یٰسین اور طٰہٰ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام شریف ہیں چونکہ ان سورتوں کی ابتداء حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے ہوئی اس لئے یہ سورتیں بہت عظمت والی ہیں، اسی وجہ سے رب تعالٰے نے فرشتوں کو سنائیں، معلوم ہوا کہ نعت کی سورتیں، آیتیں رب تعالٰی کو بڑی پیاری ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی پیدائش زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے ہے [5] طوبٰی جنت کا ایک درخت بھی ہے جس کی شاخیں جنت کے ہر محل میں ہیں اور بمعنے خوشخبری بھی یہاں دونوں معنے بن سکتے ہیں یعنی ساری امت محمدیہ عموماً اور ان سورتوں کے حافظ و قاری خصوصاً درخت طوبٰی کے مالک ہیں یا انہیں خصوصی خوشخبری ہے یہ لوگ بڑے

لَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعُمَرُ بْنُ خَثْعَمٍ الرَّاوِيُّ يُضَعَّفُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَهِشَامٌ اَبُو الْمِقْدَامِ الرَّاوِيُّ يُضَعَّفُ ۞ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ اَنْ يَّرْقُدَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْهِنَّ اٰيَةً خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ اٰيَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ مُرْسَلًا وَ

اس کیلئے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کریں گے ١ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور عمر ابن خثعم راوی ضعیف مانے گئے ہیں، امام محمد بخاری نے فرمایا وہ منکر الحدیث ہے ٢ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جمعہ کی رات حٰم الدخان پڑھے اس کی بخشش ہوگی ٣ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ضعیف ہے اور ہشام ابو مقدام راوی کو ضعیف کہا گیا ہے ٤ روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے تسبیح والی آیتیں پڑھا کرتے تھے ٥ فرماتے تھے ان میں ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے ٦ (ترمذی و ابوداؤد) دارمی نے یہ حدیث خالد ابن معدان سے مرسلاً روایت کی ٧ اور

توش غیب ہیں ١ یعنی اس کی تلاوت کے وقت سے صبح تک اتنے فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے، خیال رہے کہ اس دعا سے خصوصی دعا مراد ہے، ورنہ حاملین عرش اور دوسرے فرشتے ہمیشہ ہی مومنوں کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں رب تعالٰے فرماتا ہے، والذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون للذین امنوا ربنا وسعت کل شئ رحمۃ وعلمًا، لہٰذا یہ حدیث اس قرآنی آیت کے خلاف نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ دخان پڑھنا ان معصوموں کی معصوم زبان سے دعائیں لینے کا ذریعہ ہے ٢ امام عسقلانی نے شرح نخبۃ الفکر میں فرمایا کہ محدثین کی اصطلاح میں منکر الحدیث کہنا ضعیف کہنے سے زیادہ سخت ہے یعنی عمر ابن خثعم کو دوسرے محدثین نے تو ضعیف فرمایا مگر امام بخاری نے اسے منکر فرمایا یعنی ضعیف سے بھی سخت تر، خیال رہے کہ یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے فضائل میں حدیث ضعیف قبول ہے ٣ اس سے معلوم ہوا کہ سورہ دخان دوسری راتوں میں پڑھنا تو اچھا ہے، مگر اس کے ذریعہ ہزارہا فرشتوں کی دعائیں ملتی ہیں لیکن شب جمعہ میں اس کی تلاوت بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے فرشتوں کی دعائیں بھی ملتی ہیں اور رب تعالٰے کی مغفرت بھی گویا اس رات کی تلاوت سے دو نعمتیں ملتی ہیں ٤ یہ نہ معلوم کہ ان کے ضعف کی وجہ کیا ہے، احناف کے ہاں جرح مجہول معتبر نہیں ٥ یعنی جن سورتوں کے اول میں سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ یا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ یا سُبْحٰنَ ہے وہ سورتیں پڑھتے تھے یہ سورتیں کل سات ہیں، سورۂ اسریٰ حدید، حشر، صف، جمعہ، تغابن، اعلٰے، مرقات نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ سرکار علیہ السلام پوری سورتیں نہ پڑھتے ہوں گے، کہ یہ تو بہت زیادہ ہیں، بلکہ ان کی چیدہ چیدہ آیات تلاوت فرماتے ہوں گے ٦ ان الفاظ سے یہ پتہ نہ لگا کہ وہ آیت کونسی ہے بعض نے فرمایا کہ وہ آیت لو انزلنا ھذا القراٰن الایہ ہے بعض نے فرمایا کہ وہ آیت ہر سورۃ کی شروع کی آیت ہے جس میں سبح یا یسبح ہے مگر حق یہ ہے کہ وہ آیت رب تعالٰے کے اسم اعظم یا شب قدر کی طرح صیغہ راز میں رکھی گئی ہے مرقات نے فرمایا کہ یہاں فیہن سے مراد حدید حشر ہے یعنی ان تمام سورتوں میں یہ ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل و بہتر ہے ٧ کیونکہ خالد ابن معدان شامی۔

قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ﴿﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَةً فِي الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ وَهِيَ تَبَارَكَ
الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ﴿﴾ وَعَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهٗ عَلٰى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ
اَنَّهٗ قَبْرٌ فَاِذَا فِيْهِ اِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتّٰى خَتَمَهَا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے [1] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ایک تیس آیتوں والی سورۃ نے [2] ایک شخص کی یہاں تک شفاعت کی کہ اسکی بخشش ہو گئی وہ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک ہے [3] احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ [4] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ ڈال لیا انہیں خبر نہ تھی کہ یہاں قبر ہے [5] پتہ لگا کہ اس میں ایک شخص سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا ہے حتّٰی کہ اس نے ختم کرلی [6] وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی [7] نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورۃ روکنے والی ہے [8] نجات دینے والی ہے جو

ہیں ثقہ ہیں، تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہے ہم نے پہلے عرض کیا کہ ثقہ تابعی کا ارسال معتبر ہے اور ان سے مرسل حدیث حجت ہے کہ وہ تابعی خود تو ثقہ ہے اور صحابہ سارے ہی عادل ہیں [2] اسے نسائی نے حضرت عرباض ابن ساریہ سے مرفوعًا اور معاویہ ابن صالح سے موقوفًا روایت کیا [3] اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ شریف سورۃ کا جزو نہیں ورنہ ملک آیتیں ۳۱ ہو جاتیں کیونکہ سورۂ ملک بسم اللہ کے علاوہ تیس آیتیں ہیں [4] یعنے ایک شخص سورۃ ملک کا ورد رکھتا تھا اس سے بہت محبت کرتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس سورہ نے اس کی سفارش کی تو اس کی شفاعت کی برکت سے وہ شخص عذاب قبر سے محفوظ رہا لہٰذا یہاں شفعت بمعنے ماضی ہی ہے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس عالم کی ہر بات ہر واقعہ کی تفصیلی خبر رہتی ہے یا خود ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں۔ لمعات نے فرمایا کہ شفعت بمعنے مستقبل بھی ہو سکتا ہے یعنے سورۂ ملک اپنے عاملوں کی شفاعت کریگی اور اسکی شفاعت کی برکت سے عامل کی بخشش ہوگی، اس صورت میں یہ فرمان ترغیب کے لئے ہے تاکہ لوگ اس کی تلاوت کیا کریں اس کی شفاعت کی امید رکھیں [5] اسے ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیا، حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ سورۃ ہر مسلمان کے دل میں ہوتی [6] اگر قبر کی خبر ہوتی تو وہاں ہرگز خیمہ نہ ڈالتے کیونکہ قبر پر بیٹھنا لیٹنا، اس پر چلنا پھرنا ممنوع ہے [7] مرقات نے بیان فرمایا کہ بعض مردے قبر میں بھی بعض وہ نیکیاں کرتے رہتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے موسٰے علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس حال میں جیو گے اسی میں مرو گے اور جس حال میں مرو گے اسی میں اٹھو گے، اس لئے کوشش کرو کہ زندگی اچھے اعمال میں گزارو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دیتے ہوئے قبر سے اٹھیں گے، ان کا ماخذ غالبًا ان جیسی روایات ہیں، انشاء اللہ نعت خواں مسلمان قبر میں بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی پڑھیں گے رب تعالٰی قبول فرمائے ان صحابی کا یہ تلاوت سن لینا ان کی کرامت ہے ورنہ ہم لوگ جنہیں سنا کرتے تھے اور تعجب کا اظہار کیا کہ مردہ بھی تلاوت قرآن کر رہا تھا [8] یعنے اس سورۃ کی تلاوت کرنے والے

عَذَابِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ وَتَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِي الْمَصَابِيْحِ غَرِيْبٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ کے عذاب سے نجات دے گی ۱؎ ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نہ سوتے حتےٰ کہ پڑھ لیتے الٓمٓ تنزیل اور تبارک الذی بیدہ الملک ۲؎ احمد ترمذی دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے یوں ہی شرح سنہ میں ہے اور مصابیح میں ہے کہ غریب ہے ۳؎ روایت ہے حضرت ابن عباس و انس ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اذا زلزلت آدھے قرآن کے برابر ہے ۴؎ اور قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ۵؎ اور قل یاایہا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ۶؎ ترمذی روایت ہے حضرت ابن یسار سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی

کو زندگی میں گناہوں سے، موت کے وقت خرابی خاتمہ سے قبر میں عذاب و تنگی گور سے آخرت میں وحشت و سخت عذاب سے بچاتی ہے ۱؎ یعنے عذاب قبر و حشر سے بچائے گی خلاصہ جواب یہ ہوا کہ جو شخص اپنی زندگی میں اس سورۃ کی تلاوت کرتا تھا اب قبر میں بھی تلاوت کر رہا ہے اور اس سے مذکورہ بالا فائدے حاصل کر چکا ہے، اب بھی کر رہا ہے، آئندہ بھی کرے گا ۲؎ یعنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بعد نماز عشاء اور سونے سے پہلے یہ دونوں سورتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے خواہ مسجد ہی میں یا بستر پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ شب کو یہ سورتیں پڑھنا سنت ہے اور اس میں بہت فوائد ہیں ۳؎ خیال رہے کہ حدیث کی غرابت اس کے صحیح ہونے کے مخالف نہیں ایک ہی حدیث صحیح بھی ہوتی ہے، غریب بھی لہٰذا ترمذی کا اسے صحیح کہنا اور مصابیح کا غریب فرمانا دونوں درست ہیں، یہ حدیث نسائی، ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی حضرت جابر سے روایت کی ۴؎ یعنے سورہ اذا زلزلت کی تلاوت میں پندرہ پارے تلاوت کرنے کا ثواب ہے، یا چونکہ قرآن کریم میں معاش و معاد دونوں کا ذکر ہے اور اذا زلزلت میں معاد کا ذکر ہے، یعنے قیامت اور دو عالم کے حالات کا لہٰذا اس کا مضمون مضامین قرآن پاک کے نصف ہے ۵؎ اس کی شرح اور وجہ پہلے عرض کی گئی ہے اسی باب میں ۶؎ کیونکہ قرآن مجید میں اصل مضامین چار ہیں، شرک اور بد عقیدگیوں سے دوری، توحید و رسالت اور تمام عقائد اسلامیہ کا اقرار، احکام قصص، سورۃ کافرون میں شرک سے بیزاری کا کامل طور پر ذکر ہے لہٰذا قرآن کا چوتھائی مضمون اس سورۃ میں ہے اس لئے یہ سورۃ چار بار پڑھنے سے پورے قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے، لمعات و اشعہ وغیرہ جو کوئی سوتے وقت یہ سورۃ پڑھ لیا کرے، تو ان شاء اللہ اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہو گا فقیر حقیر بفضل رب تعالیٰ اس پر عامل ہے، اور حسن خاتمہ کی رب تعالیٰ سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے۔

قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَقَرَاَ ثَلٰثَ اٰيَاتٍ مِّنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يُّصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ كُلَّ يَوْمٍ مِّائَتَيْ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مُّحِيَ عَنْهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ خَمْسِيْنَ مَرَّةً وَلَمْ يَذْكُرْ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَرَاَ

کہ حضور نے فرمایا جو صبح کے وقت تین بار یہ کہہ لے کہ میں سننے والے جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ملعون و مردود شیطان سے[1] پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لے[2] تو اللہ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیگا جو شام تک اسے دعائیں دیں گے اور اگر یہ اس دن مر جائے تو شہید مرے گا[3] اور جو یہ چیزیں شام کے وقت پڑھ لے تو اس کا درجہ یہی ہو گا[4] ترمذی دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو روزانہ دو سو بار قل ہو اللہ احد پڑھ لیا کرے[5] تو اس کے پچاس سال کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے[6] سوائے قرض کے[7] ترمذی دارمی اور ایک روایت میں پچاس بار ہے اور قرض نہ ہونے کا ذکر نہیں روایت ہے انہی سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے فرمایا جو اپنے بستر پر سونا چاہے[8] تو داہنی کروٹ پر لیٹے[9] پھر

[1] یعنی میری بات سننے والے، میرا دردِ دل جاننے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں خیال رہے کہ اعوذ جملہ خبریہ ہے بمعنی انشاء یعنی اے اللہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے[2] تاکہ دن بھر وہ مردود مجھے بہکا نہ سکے عبادتوں میں دھیان نہ ہٹا سکے، چونکہ سویرا زندگی کی دکان کھلنے کا وقت ہے اس لئے خصوصیت سے اسی وقت یہ دعا پڑھوائی گئی[3] هو الله الذی سے آخر سورۃ وهو العزیز الحکیم تک یہ آیات خالص حمد کی ہیں[3] یہاں فرشتوں کی دعا سے ان کی خصوصی دعائیں مراد ہیں، ورنہ فرشتے عمومی دعائے مغفرت تو ہر مسلمان کے لئے کرتے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا اور شہید سے مراد شہادت حکمی ہے کہ بندہ اگرچہ اپنے بستر پر مرے مگر قیامت میں اس کا شمار ان شہداء میں ہو جو راہ خدا میں مارے گئے[4] لغت میں صباح آدھی رات سے زوال تک کو کہتے ہیں اور مساء زوال سے اول نصف رات تک کو مگر اوراد و ظائف میں صبح صادق سے سورج نکلنے سے کچھ بعد تک ہے اور شام اس کے مقابل یعنی سورج چھپنے سے کچھ رات گئے تک یعنی وقت عشاء آنے سے پہلے (از مرقات) اعلیحضرت قدس سرہٗ نے صبح و شام کی نہایت نفیس تحقیق اپنی کتاب الوظیفۃ الکریمہ میں فرمائی ہے ناظرین اس کا مطالعہ ضرور کریں[5] یعنی دن رات کے کسی حصہ میں پوری سورۂ اخلاص دو سو بار پڑھا کرے، بہتر یہ ہے کہ ایک دم ہی پڑھے اور اگر مختلف مجلسوں میں پڑھے تب بھی اجر مذکور کی امید ہے[6] یعنی عمر بھر یہ پڑھتا رہے تو ان شاء اللہ پچاس سال کے گناہ صغیرہ معاف ہونگے اور اگر اتنے گناہ نہ ہوں تو درجے بلند ہونگے، کیونکہ جن اعمال سے گنہگاروں کے عفو سیئات ہوتی ہے نیکوکاروں کے لئے رفع درجات یہ قانون کرم ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو نیک لوگ یہ عمل نہ کیا کریں[7] کہ قرض تو حق العبد ہے بغیر ادا کئے یا قرض خواہ کے بغیر معاف کئے ساقط نہیں ہوتا سارے حقوق العباد کا یہی حال ہے[8] بستر کا ذکر اتفاقی ہے اگر کوئی زمین پر بھی لیٹے تو یہ پڑھے مگر لیٹنا

WWW.NAFSEISLAM.COM

مِائَةَ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِىْ اُدْخُلْ عَلٰى يَمِيْنِكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَاُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَقَالَ وَجَبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ قَالَ الْجَنَّةُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِىْ شَيْئًا اَقُوْلُهُ اِذَا اَوَيْتُ اِلٰى فِرَاشِىْ فَقَالَ اقْرَاْ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ فَاِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِّنَ الشِّرْكِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْاَبْوَاءِ اِذْ غَشِيَتْنَا رِيْحٌ وَظُلْمَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَعَلَ

سو بار قل ھو اللہ احد پڑھے۱ تو جب قیامت کا دن ہوگا رب تعالٰی فرمائے گا اے میرے بندے اپنی داہنی طرف سے جنت میں جا۲ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۳ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قل ھو اللہ احد پڑھتے سنا تو فرمایا واجب ہوگئی میں نے عرض کیا کیا واجب ہوگئی فرمایا جنت۴ (مالک، ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت فروہ ابن نوفل سے وہ اپنے والد سے راوی۵ کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی چیز سکھایئے جو میں بستر پر دراز ہوتے وقت پڑھ لیا کروں تو فرمایا قل یا ایہا الکافرون پڑھ لیا کرو۶ کہ یہ شرک سے بیزاری ہے۷ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جحفہ اور ابواء کے درمیان سفر کر رہا تھا۸ کہ اچانک ہمیں آندھی اور سخت تاریکی نے گھیر لیا۹ تو حضور

سونے کے لیے ہو ویسے لیٹنے کا حکم نہیں اس لیے اس سید الفصحاء صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کے ارادے کا ذکر فرمایا۔ اس طرح کہ قبلہ کو رخ ہو اور داہنی ہتھیلی داہنے رخسار کے نیچے رکھے کہ سنت اسی طرح لیٹنا ہے پھر بائیں کروٹ لے کر سو جائے، غرضکہ بستر کا رخ قبر کا سا ہو۔

۱؎ فقط لفظ قل ھو اللہ احد نہیں بلکہ پوری سورۃ مع بسم اللہ کے بربار، اگرچہ یہ عمل ہے تو مشکل، مگر بہت مفید ہے۔ ۲؎ یعنے چونکہ تو میرے محبوب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے داہنی کروٹ لیٹا تھا اور میری حمد والی سورۃ پڑھ کر سوتا تھا اس کے انعام میں آج تو جنت کے داہنے باغ میں داخل ہو جا وہ تیرا مقام ہے خیال رہے کہ جنتی لوگ تین قسم کے ہوں گے مقربین حضرات علیین والے ہیں، ابرار یمین والے ہیں، گنہگار جن کی شفاعت کی بنا پر مغفرت ہو چکی یہ یسار والے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے منھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کا داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے، اور یہ کہ عرش کی داہنی طرف والے بائیں سمت والوں سے بہتر۔ ۳؎ علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ درجہ صحیح کو نہ پہنچی مگر اس پر عمر میں کم از کم ایک بار ضرور عمل کرے کہ اس کے حال کو بڑی بشارت ہے، فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے، (مرقات) ۴؎ یعنے اس سورۃ شریف کی تلاوت کی برکت سے اس کے لیے جنت واجب ولازم ہوگئی خیال رہے کہ نیک اعمال جنت حاصل ہونے کے اسباب میں علت تامہ نہیں بڑے بڑے نیک لوگ پھسل جاتے ہیں مگر یہ شخص حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کی وجہ سے جنتی یقینًا ہوگیا کہ آپ کی زبان رب تعالٰی کا قلم ہے، اس شخص کا جنتی ہوجانا قطعی ہوگیا۔ ۵؎ فروہ کی صحابیت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں، مگر آپ کے والد نوفل صحابی ہیں، (اشعہ) ۶؎ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ قل ھو اللہ احد پڑھتے ہی سو جاؤ بیچ میں کوئی دنیاوی

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَوَّذُ بِاَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَاَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَیَقُوْلُ یَا عُقْبَۃُ تَعَوَّذْ بِہِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِہِمَا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ خُبَیْبٍ قَالَ خَرَجْنَا فِیْ لَیْلَۃِ مَطَرٍ وَّظُلْمَۃٍ شَدِیْدَۃٍ نَطْلُبُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَکْنَاہُ فَقَالَ قُلْ قُلْتُ مَا اَقُوْلُ قَالَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَّالْمُعَوِّذَتَیْنِ حِیْنَ تُصْبِحُ وَحِیْنَ تُمْسِیْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ تَکْفِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ؛ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعوذ فرمانے لگے اعوذ برب الفلق سے اعوذ برب الناس ورد فرمانے لگے اے عقبہ ان دونوں سورتوں سے تعوذ کیا کرو کہ کسی پناہ لینے والے نے ان جیسی سے تعوذ نہ کیا ہوگا ل (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن خبیب فرماتے ہیں کہ ہم ایک بارش اور سخت اندھیری رات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے نکلے ۲ تو ہم نے حضور کو پا لیا حضور نے فرمایا کہو میں بولا کیا کہوں فرمایا صبح و شام کے وقت قل ہو اللہ احد اور فلق و ناس تین تین بار پڑھ لیا کرو ۳ یہ تمہیں ہر چیز سے کافی ہوں گی ۴ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول

بات ذکر و اذکار کرنا پڑ جائے تو بار بار پڑھ لو ۵ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس کا عامل ان شاء اللہ ایمان پر ہی مرے گا علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے ۶ جحفہ اور ابواء دونوں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان دو مقامات ہیں، ابواء تو وہی جگہ ہے جہاں حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وفات شریف ہوئی، جحفہ شام، مصر اور مغرب والوں کا میقات ہے جہاں سے یہاں کے حجاج احرام باندھتے ہیں اسی جگہ کے متعلق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ خدایا مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل فرما دے چنانچہ وہاں بیماریاں خصوصاً بخار بہت زیادہ ہے حتٰی کہ اگر پرندہ بھی وہاں سے گزرے تو اسے بھی بخار آجاتا ہے یہ جگہ رابغ کے پاس ہے بعض کا خیال ہے کہ اب اسی جحفہ کا نام رابغ ہے جحفہ اور ابواء کے درمیان بیس میل کا فاصلہ ہے (لمعات و مرقاۃ)

۹ یعنی کالی آندھی آگئی اور ہم اس میں گھر گئے سفر میں ایسی صورت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے؛

ل اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سورتیں صرف جادو کے لیے ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری آفتوں میں بھی کام آتی ہیں اگر ان کا تعویذ لکھ کر ساتھ رکھا جائے تو بھی امان ملتی ہے قرآنی آیات سے تعویذ جائز ہے ۲ یعنی ہم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو آگے بڑھ گئے ہم لوگ پیچھے رہ گئے تو ہم نے رفتار تیز کر دی تاکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں، چنانچہ ہم اپنے مطلوب و محبوب تک پہنچ گئے اور انہیں پا لیا ۳ ہمارے سلسلہ میں ایک عمل ہے کہ بعد نماز فجر و مغرب حسب ذیل سورتیں پڑھ لیا کرے سورہ حشر کا آخری رکوع اذا زلزلت الارض، قل یا ایہا الکافرون قل ہو اللہ احد تین بار فلق ناس ہمیشہ اس پر عمل کرے ان شاء اللہ دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور مرتے وقت اپنی جنت کی جگہ خواب میں دیکھ لے گا اور قبل موت اسے خواب میں اطلاع دیدی جائے گی کہ تیرا وقت قریب ہے تیاری کر لے، فقیر نے یہ عمل اپنے بزرگوں سے پایا ہے اور بحمدہ تعالٰی اس پر عامل ہے اس کے نتائج کی اپنے رب سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے ۴ یعنی تجھے ہر آفت کے ٹالنے اور ہر مصیبت کو دفع کرنے میں کافی ہوں گی، یا تجھے ہر ورد، وظیفے سے غنی کر دیں گی کہ ان کے ہوتے تجھے دفع شر کے لیے اور کوئی وظیفہ کرنا نہ پڑے گا اس دوسرے معنے کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ ان سورتوں سے بہتر کوئی تعویذ نہیں یہ بہترین تعویذ و امان ہے ⁂

اللہِ اَقْرَأُ سُوْرَةَ هُوْدٍ اَوْ سُوْرَةَ يُوْسُفَ قَالَ لَنْ تَقْرَأَ شَيْئًا اَبْلَغَ عِنْدَ اللہِ مِنْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرِبُوا الْقُرْاٰنَ وَاتَّبِعُوْا غَرَائِبَهٗ وَغَرَائِبُهٗ فَرَائِضُهٗ وَحُدُوْدُهٗ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّسْبِيْحُ

اللہ کیا میں سورہ ہود یا سورہ یوسف پڑھا کروں۱ فرمایا تم قل اعوذ برب الفلق سے بڑھ کر کوئی ایسی سورت نہیں پڑھ سکتے جو آسان تر اور رب کے نزدیک تمام تر ہو۲ (احمد، نسائی، دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو خوب ظاہر کرو۳ اور قرآن کے عجائبات کی پیروی کرو اس کے عجائب اس کے فرائض اور اس کے اسرار ہیں۴ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں قرآن پڑھنا بیرون نماز کی تلاوت سے افضل ہے۵ اور بیرون نماز قرآن شریف پڑھنا تسبیح و تکبیر پڑھنے سے بہتر ہے۶ اور تسبیح پڑھنا

۱ اقرء سے ہمزہ استفہامیہ دور کردی گئی ہے یعنی کیا میں آفات سے بچنے اور مصیبتوں کے دفع کرنے کیلئے سورہ یوسف و ہود کا ورد رکھوں، (لمعات و مرقاۃ) غرضکہ یہاں تلاوت کی اجازت نہیں چاہ رہے ہیں بلکہ تعوذ کی اجازت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورد وظیفوں میں شیخ کی اجازت چاہیے ورنہ ثواب تو مل جائیگا مگر تاثیر نہ ہوگی یہ حدیث اجازت شیخ کی اصل ہے ۲ یعنی سورہ فلق پڑھنے میں نہایت آسان ہے کہ مختصر سی سورۃ ہے اور بلائیں دفع کرنے میں تیر بہدف اور جامع ہے کیونکہ اس میں ہر مخلوق کی شر سے پناہ مانگی گئی ہے اور وظیفوں و دعاؤں میں جامع وظیفے و دعائیں بہتر ہیں مرقات نے فرمایا کہ ممکن ہے اس سے دو سورتیں فلق و ناس مراد ہوں، یعنی ایک کا ذکر فرما کر دونوں کی اجازت دی ہو کیونکہ سورہ ناس سورہ فلق کی ساتھی ہے واللہ اعلم ۳ اے عالمو قرآن کریم کی لوگوں میں خوب اشاعت کرو اسے چھپا نہ رکھو جیسے یہود و نصاریٰ نے اصل توریت و انجیل چھپادی سورج چھپنے کیلئے نہیں نکلتا چمکنے کیلئے نکلتا ہے قرآن کو چمکنے دو بلکہ خود بھی چمکاؤ اعراب کے معنے ہیں ظاہر کرنا عربی میں حرکات یعنی زیر زبر پیش کو اسی لئے اعراب کہتے ہیں کہ اس سے کلمات کی فاعلیت مفعولیت وغیرہ ظاہر ہو کر عبارت کے معنے ظاہر ہو جاتے ہیں ۴ یعنی غرائب سے مراد قرآنی متشابہات نہیں کیونکہ ان کی تو طلب کرنا منع ہے بلکہ مراد قرآنی احکام ہیں جو بہت انوکھے اور نرالے ہیں یا فرائض سے مراد کرنے والے کاموں کے احکام ہیں اور حدود سے مراد نہ کرنے والی چیزیں ہیں یا فرائض سے مراد وراثت کے حصے ہیں اور حدود سے مراد باقی دیگر احکام ہیں یا فرائض سے مراد عام فہم معنے و احکام ہیں اور حدود سے مراد قرآنی اسرار ہیں یعنی قرآنی احکام اس کے معجزات اس کے وعدے وعید ہیں طلباء و عوام پر ظاہر کرو طلباء پر مدرسوں میں عوام پر مجلسوں اور وعظوں میں قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن جیسے انسان کا ظاہر بدن ہے اور باطن قلب و روح، فرائض میں ظاہر کی طرف اشارہ ہے، حدود میں باطن کی طرف اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کے لئے علم نحو، صرف لغت بلاغت وغیرہ سیکھنا ضروری ہے کہ ان علوم کے بغیر قرآن کے ہر صفات ظاہر نہ ہوسکتے ہیں رکھے جاسکتے ہیں ۵ کیونکہ نماز میں تلاوت سے دو عبادتوں کا اجتماع ہے اور ایک عبادت سے دو افضل نیز نماز میں جو یکسوئی ہوتی ہے وہ بیرون نماز میسر نہیں ہوتی نیز نماز میں جو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے وہ بیرون نماز نصیب نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ دو عبادتوں کا اجتماع افضل ہے لہذا فاتحہ ختم وغیرہ بہترین چیز ہے کہ ان میں تلاوت و خیرات کا اجتماع ہوتا ہے یعنی یہ دو عبادتوں کا مجموعہ

أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ ۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِيْ غَيْرِ الْمُصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهٗ فِي الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلٰى ذٰلِكَ إِلٰى أَلْفَيْ دَرَجَةٍ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَاؤُهَا

خیرات سے بہتر ہے ۱ اور خیرات روزے سے افضل ہے ۲ اور روزہ آگ سے ڈھال ہے ۳ روایت ہے حضرت عثمان ابن عبداللہ ابن اوس ثقفی سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کا بغیر قرآن کریم دیکھے تلاوت کرنا ہزار درجہ ہے ۴ اور قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنا اس پر دو ہزار درجہ افضل ہے ۵ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے ۶ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان دلوں کی صیقل کیا ہے ۷

ہیں لہٰذا کیونکہ تسبیح و تہلیل قرآن کا جزء ہیں، اور تلاوت میں کل قرآن ہے، اور جزء سے کل افضل نیز قرآن میں وظیفہ بھی ہے اور رب تعالےٰ کے احکام بھی علماء فرماتے ہیں کہ سجدہ و رکوع و تشہد سے قیام افضل ہے کیونکہ قیام میں تلاوت قرآن ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے شیخ نے فرمایا کہ بیرون نماز تلاوت نماز کی تسبیح و تہلیل سے بھی افضل ہے ؛

۱ یعنی اس خیرات سے بہتر ہے جو ذکر اللہ سے خالی ہو وجہ ظاہر ہے کہ صدقہ ہمارا کام تسبیح و تہلیل میں ہے رب کا نام ہمارے کام سے رب کا نام افضل ہے، چاہیئے کہ خیرات کے وقت اللہ کا ذکر بھی کیا جائے ۲ اس وجہ سے کہ صدقہ میں مال راہ خدا میں خرچ کرنا ہے اور روزے میں مال نفس کے لئے روکنا اور بچانا ہے کہ روزہ میں دوپہر کا کھانا بچ جاتا ہے اور مال بچانے سے خرچ کرنا راہ خدا میں بہتر بعض صوفیائے فرماتے ہیں کہ روزہ وہ بہتر جس میں بچا ہوا مال خیرات کر دیا جائے یعنی جب نفلی روزہ رکھے تو دوپہر کا کھانا خیرات کر دے تاکہ روزہ خیرات جمع ہو جائیں بلکہ روزہ میں ذکر اللہ زیادہ کرے تاکہ روزہ و تسبیح و تہلیل کا اجتماع نصیب ہو یا یہ وجہ ہے کہ روزہ میں صرف روزہ دار کا نفع ہے اور صدقہ میں دینے والے کا بھی اور فقیر کا بھی بھلا، اور لازم عبادت سے متعدی عبادت بہتر ہے خیال رہے کہ یہ فضیلت جزوی ہے ورنہ کلیۃً روزہ خیرات سے بہتر ہے لہٰذا یہ حدیث روزہ کی فضائل کی احادیث کے خلاف نہیں ۳ جب روزہ جان تمام عبادات میں سے آخر درجہ کی عبادت ہے اس کا یہ فائدہ ہے تو سوچ لو کہ اس سے اوپر والی عبادتوں کا کیا فائدہ ہو گا وہ ہمارے خیال و وہم سے وراء ہے ۴ یعنی حفظ تلاوت قرآن کا ثواب دیگر عبادات سے ہزار گنا زیادہ ہے، اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ۵ یعنی قرآن کریم میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا ثواب دوسری عبادات سے دو ہزار گنا زیادہ یا حفظ تلاوت سے دو ہزار حصہ زیادہ ہے کیونکہ قرآن کریم دیکھنا بھی عبادت ہے اور اسکی تلاوت بھی عبادت تو دیکھ کر پڑھنے والا دو ہری عبادت کرتا ہے اور حفظ تلاوت کرنے والا ایک عبادت کرتا ہے خیال رہے کہ چند چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے قرآن کریم کعبہ معظمہ، عالم دین کا چہرہ ماں باپ کو شفقت کی نظر سے دیکھنا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا تو بڑی ہی عبادت ہے کہ اس سے مومن صحابی بن جاتا ہے ۶ یعنی گناہوں دنیاوی الجھنوں میں مشغولیت ذکر محبوب سے غفلت وغیرہ دل کے زنگ کا سبب ہے یہ زنگ کبھی معمولی ہوتی ہے اور معمولی کوشش سے جاتی رہتی ہے اور کبھی سخت

قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

وَعَنْ اَيْفَعَ بْنِ عَبْدِ الْكَلَاعِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ سُوْرَةِ الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ فَاَيُّ اٰيَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ قَالَ اٰيَةُ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَاَيُّ اٰيَةٍ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ تُحِبُّ اَنْ تُصِيْبَكَ وَاُمَّتَكَ قَالَ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَاِنَّهَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ تَحْتِ عَرْشِهٖ اَعْطَاهَا هٰذِهِ الْاُمَّةَ لَمْ تَتْرُكْ خَيْرًا مِّنْ

فرمایا موت کا زیادہ یاد (۱) اور قرآن کریم کی تلاوت (۲) ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ روایت ہے حضرت ایفع ابن عبد الکلاعی سے (۳) فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ قرآن کریم کی کونسی سورۃ بہت بڑی ہے فرمایا قل ھو اللہ احد (۴) عرض کیا پھر قرآن کریم کی کونسی آیت بہت بڑی ہے (۵) فرمایا آیۃ الکرسی یعنی اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (۶) عرض کیا یا نبی اللہ کس آیت کے متعلق آپ چاہتے ہیں کہ اس کی برکت آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچے (۷) فرمایا سورۃ البقرہ کی آخری آیات (۸) کہ وہ اللہ تعالٰی کی رحمت کے عرشی خزانے ہیں جو اللہ نے اس امت کو بخشے (۹) ان آیتوں نے دنیا

کہ بہت کوشش کے بعد دور ہوتی ہے اور کبھی ناقابل دفع جیسے رین اور ختم کہا جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون خیال رہے کہ یہاں ھذہ القلوب سے مراد عام انسانوں کے دل ہیں انبیائے کرام اور خاص اولیاء اللہ کے دل اس سے مستثنٰی ہیں جو ہمیشہ حفاظت الٰہی میں رہتے ہیں ان کے لئے ذکر موت اور تلاوت قرآن زیادتی نورانیت کے سبب ہیں ثہ یعنی ہر چیز کی صفائی کے آلات الگ الگ ہیں اور ہر ایک کی پالش جداگانہ ہے تو دلوں کی پالش وصفائی کس چیز سے ہوگی؟

(۱) کیونکہ موت کو یاد کرنے میں دل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے آخرت کی طرف راغب ہو کر گناہوں سے متنفر اور نیکیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے جو شخص روزانہ موت کو یاد کر لیا کرے اس کو درجہ شہادت ملیگا اگرچہ طبعی موت سے مرے، شامی۔ اسی لئے زیارت قبور سنت ہے تاکہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے موت خاموش واعظ ہے (۲) کیونکہ قرآن گویا اپنے روحانی دیس کا خط ہے جو ہم پردیسیوں کو وہاں کی یاد دلاتا ہے اس دیس کی یاد اس جسمانی عارضی دیس سے دل سرد کر دیتی ہے، یہ بولتا ہوا واعظ ہے اس سے معلوم ہوا کہ یاد موت کی کثرت دل کا زنگ دور کرتی ہے اور تلاوت مطلقاً خواہ زیادہ ہو یا کم یہ اثر کرتی ہے (۳) آپ کا نام ایفع ابن ناکور کلاعی ہے ذو الکلاع یمن کا مشہور قبیلہ ہے، بعض نے فرمایا کہ آپ صحابی ہیں مگر مرقات نے فرمایا کہ آپ تابعی ہیں کیونکہ آپ یمن سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لئے روانہ ہوئے، راستہ میں تھے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی (۴) کیونکہ اس سورت میں رب تعالٰی کی توحید کا نہایت جامع اور مکمل بیان ہے اور کلام کی عظمت اس کے مضمون کی عظمت سے ہوتی ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہوا کہ سورۃ فاتحہ بڑی اعظم سورۃ ہے، کہ وہاں اعظمیت اور لحاظ سے ہے کہ وہ بہت سے مضامین کی جامع ہے اور یہاں اعظمیت دوسری حیثیت سے ہے غالباً یہاں سوال بھی اسی اعظمیت کا تھا، لہٰذا جواب سوال کے مطابق ہے (۵) جس میں رب کی ذات وصفات کا مکمل وجامع بیان ہو، پہلے سورۃ کے متعلق سوال تھا اب آیت کے متعلق سوال ہے (۶) آخر آیت وھو العلی العظیم تک آیۃ الکرسی بہت ہی نافع آیت ہے اس کے فضائل حد وعد سے باہر ہیں (۷) یہاں برکت سے مراد دائمی ثواب فائدہ ہے جو کبھی ختم نہ ہو برکت برک سے بنا یعنی بیٹھ جانا نہ ہٹنا (۸) امن الرسول سے آخر تک اور بہتر یہ ہے کہ للہ ما فی السمٰوٰت سے آخر تک پڑھا کرے

خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ الْبَيْهَقِيُّ
فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ۞ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَرَأَ آخِرَ آلِ عِمْرَانَ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ
لَيْلَةٍ ۞ وَعَنْ مَكْحُولٍ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ آلِ عِمْرَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ إِلَى اللَّيْلِ
رَوَاهُمَا الدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ خَتَمَ سُورَةَ
الْبَقَرَةِ بِآيَتَيْنِ أُعْطِيتُهُمَا مِنْ كَنْزِهِ الَّذِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَعَلَّمُوهُنَّ وَعَلِّمُوهُنَّ نِسَاءَكُمْ

وآخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہ چھوڑی جو اس میں نہ ہو[1] (دارمی) روایت ہے عبدالملک ابن عمیر سے مرسلا[2] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے کہ سورۃ فاتحہ میں ہر بیماری کی دوا ہے[3] (دارمی، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرمایا جو رات کو آل عمران کی آخری آیات پڑھے
اسکے لئے تمام رات عبادت کا ثواب لکھا جائیگا[4] روایت ہے حضرت مکحول سے فرماتے ہیں جو جمعہ کے دن سورۂ آل عمران پڑھے تو رات تک فرشتے اس پر دعائیں کرتے رہتے ہیں[5] (دارمی)
روایت ہے حضرت جبیر ابن نفیر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰے نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے[6] جو مجھے اپنے عرشی خزانہ سے عطا فرمائیں انہیں سیکھو

ان خزانوں کا نزول عرش سے ہوا اور اس امت کے سوا کسی امت کو اس جیسی عظیم الشان نعمت نہ ملی[1] کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالٰے کی توحید، ملکیت، عالم،
غفاری ستاری وغیرہ صفات کا بھی اعلٰے بیان ہے، اور جامع دعائیں بھی ہیں، اور رب تعالٰے کو بندے کا مانگنا بہت محبوب ہے، یہ آیت عموماً نماز تہجد
کی نماز میں خصوصاً پڑھنا چاہیئے اس کے بڑے فائدے دیکھے گئے ہیں[2] یہ حدیث مرسل اس لئے ہے کہ عبدالملک ابن عمیر تابعی ہیں امام شعبی کے بعد کوفہ کے
قاضی رہے بڑے عالم و متقی، وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحابی کا ذکر نہ کیا اسی کا نام ارسال ہے[3] جسمانی خیالی اور روحانی
تمام بیماریوں کی شفاء مطلق ہے بہت بیماریوں میں مختلف طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے اور بہت مفید ہوتی ہے تجربہ ہے ایمان و یقین شرط ہے ؎
[4] یہ حدیث اگرچہ حضرت عثمان پر موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ قرآنی سورتوں کے فضائل عقل سے نہیں معلوم ہو سکتے صرف حضور انور صلے اللہ
علیہ وسلم کے فرمان شریف سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں آخر آل عمران سے مراد آیۃ ان فی خلق السموٰت والارض سے آخر تک ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم یہ آیات
تہجد کے لئے اٹھتے وقت بھی پڑھتے تھے، آسمان کے تاروں کو ملاحظہ فرماتے جاتے اور آیات پڑھتے جاتے تھے بہتر یہ ہے کہ تہجد کے وقت اٹھتے ہی بھی پڑھے اور نماز تہجد میں بھی
مطلب یہ ہے کہ جو کوئی یہ آیتیں رات کے کسی حصہ میں خصوصاً تہجد میں پڑھے تو اسے تمام رات نوافل پڑھنے کا ثواب ملیگا، سبحان اللہ رب تعالٰے کی عطا ہمارے
خیال سے وراء ہے[5] یعنی حضرت مکحول شامی جو مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں پوری سورۂ آل عمران پڑھے، وہ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق
ہے دعاؤں سے مراد خاص دعائیں کیونکہ ان کی عام دعائیں تو ہر مسلمان کے لئے وقف ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے، یہ اگرچہ حضرت مکحول کا قول ہے مگر حدیث
مرفوع کے حکم میں ہے[6] یعنی امن الرسول سے آخر سورۃ تک کی دو آیتیں عرشی خزانوں میں سے ہیں، خزانوں سے مراد رحمت کے معنوی خزانہ ہیں ؎
[7] یعنی ان دونوں آیتوں کا ایک ایک کلمہ سیکھو اور سکھاؤ اسی لئے ھُنَّ جمع مونث ارشاد ہوا ورنہ دو آیتوں کے لئے ضمیر تثنیہ آنی چاہیئے تھی، رب تعالٰے

فَاِنَّهَا صَلٰوةٌ وَّقُرْبَانٌ وَّدُعَاءٌ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا. وَعَنْ كَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ هُوْدٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَضَاءَ لَهُ النُّوْرُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ رَوَاهُ
الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ. وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اِقْرَءُوا الْمُنْجِيَةَ وَهِيَ الٓمّٓ
تَنْزِيْلُ فَاِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَقْرَؤُهَا مَا يَقْرَأُ شَيْئًا غَيْرَهَا وَكَانَ كَثِيْرَ الْخَطَايَا

کہ یہ نماز اور باعث قرب الٰہی و دعا ہیں ؎ (دارمی) مرسلاً ؎ روایت ہے حضرت کعب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھا
کرو ؎ (دارمی) روایت ہے حضرت ابوسعید سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن میں سورہ کہف پڑھے تو اسکا نور ایمانی دو جمعوں
کے درمیان چمکتا ہے ؎ (بیہقی دعوات الکبیر) ؎ روایت ہے حضرت خالد ابن معدان سے ؎ کہ انہوں نے فرمایا نجات دینے والی سورۃ پڑھا
کرو جو الٓمّٓ تنزیل ہے ؎ مجھے خبر ملی ہے کہ ایک شخص یہی سورۃ پڑھتا تھا اسکے سوا کچھ نہ پڑھتا تھا ؎ اور وہ تھا بڑا گنہگار۔

فرماتا ہے ھذان خصمان اختصموا اور فرماتا ہے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الخ عورتوں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ یقیناً بمقابلہ مردوں
کے عورتیں گناہ زیادہ کرلیتی ہیں، اس لئے یہ دوزخ میں زیادہ ہیں یعنے یہ دو آیتیں اپنے سارے گھر والوں کو سکھاؤ کہ ان کے سکھانے سے چھوٹے بچے جلد سیکھ جائیں گے
کہ بچوں کا پہلا مکتب ماں کی گود ہے ؎ صلوٰۃ سے مراد یا تو استغفار ہے جیسے ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی میں فرشتوں کی صلوٰۃ سے مراد ہے استغفار
یا یہ مطلب ہے کہ نماز میں تلاوت کی جانے والی آیتیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ نماز یا خارج نماز ان آیات کے پڑھنے میں بہت فائدے ہیں، ان میں دعا بھی
ہے قربت الٰہی بھی، استغفار بھی، اور ان سے نماز بھی ہوتی ہے کہ ان میں غفرانک بھی ہے اور والیک المصیر بھی یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے قرب کا
ذریعہ ہے، ایسی جامعیت دوسری آیات میں کم ہے معلوم ہوا کہ آیات کے فضائل کبھی ان کے مضامین کی اہمیت کی وجہ سے بھی ہوتے ہیں ؎ کیونکہ جبیر ابن نفیر
تابعی ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد کیا صحابی کا ذکر نہ آیا، حاکم نے حضرت ابوذر سے مرفوعاً روایت کی تھوڑے فرق سے
مرقاۃ نے کہ ہود منصرف بھی ہے اور غیر منصرف بھی اور جمعہ میم کے پیش سے بھی ہے اور سکون سے بھی مگر قرآن کریم میں میم کے پیش سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن
سورہ ہود پڑھنا بہت برکتوں کا باعث ہے جیسے اسی دن سورہ کہف کی تلاوت دفع بلا کے لئے ہے ؎ یہ چمک اس کے چہرہ پر ہوگی یا دل میں زندگی میں یا قبر
میں یا قیامت کے دن اور دو جمعوں کے درمیان سے مراد اتنی مدت اور اتنا وقت ہے جو شخص ہر جمعہ کو یہ پڑھ لیا کرے تو انشاء اللہ ہمیشہ ہی منور ہے یہ سورۃ فتنہ دجال
سے امان بھی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا بلکہ یہ نور ہی دجال کی آفت سے بچنے کا ذریعہ ہوگا انشاء اللہ ؎ یہ حدیث مختلف طریقوں اور مختلف عبارتوں سے حاکم،
دارمی، نسائی، طبرانی، بزاز نے بھی روایت کی ؎ آپ مشہور تابعی ہیں ستر صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے ثقہ ہیں عالم ہیں ؎ داشعہ ؎ یہ سورۃ دنیا و دی
آفات عذاب قبر و حشر سے نجات کا ذریعہ ہے اس لئے اسے منجیہ کہتے ہیں جب قرآنی سورۃ کو منجیہ کہنا درست ہے، تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو منجی ہے یعنے
نجات دہندہ کہا جاسکتا ہے ؎ یعنے صرف اس سورۃ کا وظیفہ کرتا تھا، اس کے سوائے اس کا کوئی ورد وظیفہ نہ تھا ::

فَنَشَرَتْ جُنَاحَهَا عَلَيْهِ قَالَتْ رَبِّ اغْفِرْ لَهٗ فَاِنَّهٗ كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَتِيْ فَشَفَّعَهَا الرَّبُّ تَعَالٰى فِيْهِ وَ
قَالَ اكْتُبُوْا لَهٗ بِكُلِّ خَطِيْئَةٍ حَسَنَةً وَّارْفَعُوْا لَهٗ دَرَجَةً وَقَالَ اَيْضًا اِنَّهَا تُجَادِلُ عَنْ
صَاحِبِهَا فِي الْقَبْرِ تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ مِنْ كِتَابِكَ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَاِنْ لَّمْ اَكُنْ مِّنْ كِتَابِكَ
فَامْحُنِيْ عَنْهُ وَاِنَّهَا تَكُوْنُ كَالطَّيْرِ تَجْعَلُ جُنَاحَهَا عَلَيْهِ فَتَشْفَعُ لَهٗ فَتَمْنَعُهٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
وَقَالَ فِيْ تَبَارَكَ مِثْلَهٗ وَكَانَ خَالِدٌ لَا يَبِيْتُ حَتّٰى يَقْرَأَهُمَا وَقَالَ طَاؤُسٌ فُضِّلَتَا
عَلٰى كُلِّ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ بِسِتِّيْنَ حَسَنَةً رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ

تو اس سورۃ نے اس کے اوپر اپنے پر پھیلائیے بولی یارب اسے بخش دے۱ کیونکہ یہ میری بہت تلاوت کرتا تھا رب تعالیٰ نے اس کے بارے میں شفاعت قبول کی۲ اور فرمایا اس کے لیے ہر گناہ کے عوض نیکی لکھو اور درجہ بلند کرو۳ راوی نے یہ بھی فرمایا کہ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑے گی کہے گی الٰہی اگر میں تیری کتاب ہوں تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول کر۴ اور اگر میں تیری کتاب نہیں ہوں تو مجھے اس سے مٹا دے۵ اور وہ پرندے کی طرح ہو جائے گی کہ اپنے پر پھیلائے گی۶ اس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور اسے عذاب قبر سے بچائے گی اور سورۂ ملک کے بارے میں ایسا ہی فرمایا۷ حضرت خالد ان دونوں کو پڑھے بغیر سوتے نہ تھے حضرت طاؤس نے فرمایا یہ دونوں سورتیں قرآن کی تمام سورتوں پر ساٹھ گنا زیادہ ہیں۸

دارمی نے روایت کی اور حضرت عطاء ابن ابی رباح سے

۱ یعنی جب وہ قبر میں گیا تو یہ سورت پرندے کی شکل میں نمودار ہوئی اور اس پر اپنے پروں کا سایہ کر دیا تاکہ اس شخص پر عذاب نہ آسکے ظاہر یہ ہے کہ یہ خبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو دی ہو بعض صحابہ سے بعض گناہ سرزد ہوئے ہیں مگر ان میں فاسق کوئی نہیں گناہ اور ہے فسق کچھ اور ۲ یعنی اس شفاعت کی برکت سے عذاب قبر دفع ہی ہو گیا اولاً تو اسے عذاب قبر سے بچایا پھر دفع کیا ۳ یعنی اس کے نامۂ اعمال سے سارے گناہ مٹا دو اور ہر گناہ پر نیکی کا ثواب دو یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہ مٹا کر یہ لکھ دو کہ اس نے نیکیاں کیں کہ یہ تو جھوٹ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فاولٰئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات بادشاہ خوش ہوتے ہیں تو گالی پر انعام دے دیتے ہیں گاہے بدشنام خلعت دہند لہٰذا حدیث واضح ہے خیال رہے کہ خطیئہ سے مراد حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ ہیں حق العباد، لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ الم تنزیل پڑھنے والا لوگوں کے مال مارے چوری ڈکیتی کرتا رہے اور اس کو ان جرموں پر ثواب ملے ۴ اور اس کی قبر وسعت انور کر دے اور اسے سوالات نکیرین میں کامیاب فرما دے، کیونکہ یہ مجھے بہت تلاوت کرتا تھا آج اس کا پھل اسے دے ۵ یعنی مجھے لوح محفوظ سے مٹا دے یا قرآنی اوراق سے اس کے سینے سے نکال دے، یہ ناز کی عرض و معروض ہے جیسے ناز پروردہ غلام اپنے آقا سے کہے کہ اگر میں تیرا غلام ہوں، تو میری بات مان اور نہ مجھے آزاد فرمادے، یا بیٹا باپ سے عرض کرے، کہ اگر میں آپ کا فرزند ہوں تو میرے حق کا لحاظ فرمادیں، اگر نہیں ہوں تو مجھے اپنے گھر سے باہر نکال دیجئے، لہٰذا یہ اگر مگر شک و تردد کے لئے نہیں ۶ یعنی جیسے مرغی یا چڑیا اپنے بچوں کو اپنے پروں میں لے لیتی ہے جس سے بچوں تک باہر کی تکلیف نہیں پہنچ پاتی ایسے ہی یہ سورۃ اپنے عامل کو قبر و قیامت میں اپنے پروں میں لے لیگی جس سے اس شخص تک گرمی، وحشت، دہشت وغیرہ نہ پہنچ سکے گی ۷ یعنی حضرت خالد ابن معدان نے سورہ ملک کے فضائل بھی تقریباً ایسے ہی بیان کیئے ۸ یعنی بعض خصوصی فائدوں میں دوسری تمام سورتوں سے ساٹھ گنا زیادہ ہیں، یا بعض حالات میں ان کی تلاوت دوسری سورتوں کی تلاوت سے ساٹھ گنا زیادہ مفید ہو جیسے نماز وتر میں سبح اسم ربک الاعلٰی اور قل یا ایہا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھنا بہتر ہے اور جمعہ کی فجر میں سورۃ سجدہ ۱۲

قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يٰسٓ فِيْ صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ حَوَائِجُهُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا ؛ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يٰسٓ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَاقْرَؤُهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامًا وَاِنَّ سَنَامَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ لُبَابًا وَاِنَّ لُبَابَ الْقُرْاٰنِ

فرماتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شروع دن میں سورۂ یٰسٓ پڑھے اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں گی[۱] (دارمی مرسلاً) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار مزنی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رضائے الٰہی کے لئے سورۂ یٰسٓ پڑھے اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے[۲] لہٰذا اسے مرنے والے کے پاس پڑھا کرو[۳] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے انہوں[۴] نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک بلندی[۵] ہے اور قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے[۶] اور ہر چیز کا ایک خلاصہ ہے۔

اور سورہ دھر کی تلاوت افضل ہے، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کے فضائل تو بہت ہیں[۵] آپ جلیل القدر تابعی بے مثل عالم اور بے نظیر فقیہ تھے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطا سے بڑا تو کیا ان جیسا عالم و فقیہ نہ دیکھا، سیاہ رنگ ایک، آنکھ چپٹی ناک، ایک ہاتھ شل تھا، پاؤں سے لنگڑے تھے، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اٹھاسی سال عمر پائی ۱۱۵ھ میں وفات ہوئی، امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں اگر علم نسب یا دوسری خصوصیات سے ملتا تو عطاء کو نہ ملتا، کہ ان میں کوئی ظاہر خصوصیت نہ تھی مگر علم کے خزانے ان کے سینے میں تھے پاک ہے وہ جس کی عطا کسی کے کمال پر موقوف نہیں۔ شعر

داد حق را قابلیت شرط نیست ؛ بلکہ شرط قابلیت داد است

آپ نے حضرت ابن عباس، ابوہریرہ، ابوسعید خدری، جابر، ابن عمر، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث لیں اور ان سے فیوض حاصل کئے[۱] بعض بزرگ نماز فجر کے بعد سورہ یٰسٓ کی تلاوت کرتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، یہ عمل نہایت مجرب ہے اس کا عامل ان شاء اللہ کبھی فقر و فاقہ یا دیگر آفات میں نہ پھنسے گا، دفع حاجات کے لئے یہ سورۃ اکسیر ہے[۲] یہ سورۃ یٰسٓ کا اخروی فائدہ ہے یعنی اس کی تلاوت کرنے والا دنیاوی آفات سے محفوظ رہے گا اور اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے ان شاء اللہ کبیرہ گناہ بھی (مرقات)۔[۳] ظاہر یہ ہے کہ یہاں موتیٰ سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو قریب الموت ہو، ایسی حالت میں سورۂ یٰسٓ تلاوت کرنے کا عام رواج ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، چونکہ اس سورۃ سے مشکل بھی حل ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف، اس لئے اس وقت سورۂ یٰسٓ پڑھنا نہایت مناسب ہے، اور ہو سکتا ہے کہ موتیٰ سے مراد میت ہی ہو، یعنی قبر پر یا دفن سے پہلے سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں (لمعات و مرقات)۔[۴] یعنی اونٹ کا حسن اونچے کوہان سے ہے مسجد کا حسن اونچے میناروں سے ہے اور قرآن کا حسن سورہ بقرہ سے ہے، کہ اکثر احکام شرعیہ اسی سورۃ میں ہیں، اور آیات جہاد بھی اسی سورۃ میں ہیں، اور جہاد سے اسلام و قرآن کی بقاء ہے، نیز یہ سورۃ تمام سورتوں سے بڑی ہے۔

الْمُفَصَّلُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ عَرُوْسٌ وَعَرُوْسُ الْقُرْاٰنِ الرَّحْمٰنُ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَاْمُرُ بَنَاتِهٖ يَقْرَاْنَ بِهَا فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى رَوَاهُ

مفصل ہے [۱] (دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورہ رحمٰن ہے [۲] روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کرے تو اسے فاقہ کبھی نہ ہوگا [۳] حضرت ابن مسعود اپنی لڑکیوں کو حکم دیتے تھے کہ ہر رات یہ پڑھا کریں [۴] یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں مروی ہیں۔ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سورہ سے بہت محبت کرتے تھے سبح اسم ربک الاعلیٰ [۵]

[۱] سورہ حجرات سے والناس تک کو مفصل کہتے ہیں، اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل ہے اور بروج سے لم یکن تک اوساط اور لم یکن سے والناس تک قصار، مرقات نے فرمایا کہ بقیہ قرآن کے مضامین توریت و انجیل کے مضامین کے مشابہ ہیں، مگر مفصل کے مضمون بے مثال ہیں، ایسے ہی مفصل میں اکثر ان مضامین کی تفصیل کر دی گئی ہے، جو بقیہ قرآن میں اجمالاً مذکور ہوئے، اس لئے اسے خلاصۂ قرآن فرمایا گیا [۲] چند وجہ سے سورہ رحمان کو قرآن کی دولہن، زینت، فرمایا گیا اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کا ذکر ہے، اور ذات و صفات پر اعتقاد ایمان کی زینت ہے اس سورۃ میں جنت کی رد حوں ان کے حسن و جمال، ان کے زیورات کا ذکر ہے، یہ چیزیں جنت کی زینت ہیں، اس سورۃ میں آیت کریمہ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اکتیس جگہ ارشاد ہوا اس سے اس سورۃ کی زینت زیادہ ہوگئی، خیال رہے کہ عربی میں عروس دولہا کو بھی کہتے ہیں اور دولہن کو بھی یہ عرس سے بنا ہے یعنے شادی بارات چونکہ دولہا دولہن کو نہایت آراستہ پیراستہ کیا جاتا ہے اس لئے پھر یہ لفظ بمعنے زینت و زیبائش استعمال ہونے لگا، یہاں اسی مجازی معنے میں ارشاد ہوا ہے، جنت میں رب تعالےٰ سورۂ رحمان کی تلاوت فرمائیگا جنتی سنیں گے، اس سننے سے جو لذت و سرور حاصل ہوگا وہ بیان بلکہ گمان سے وراء، آج اچھے قاری کی تلاوت سن کر لوگ لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں، تو رب تعالےٰ کی تلاوت کیسی ہوگی [۳] بعض شارحین نے اس حدیث کی تاویلیں کی ہیں کہ اسے فاقہ میں بے صبری نہ ہوگی یا اسے توکل نصیب ہوگا یا اسے دلی فاقہ یعنے عبادت سے غفلت نہ ہوگی، مگر حق یہ ہے کہ حدیث ظاہر پر ہے سورۂ واقعہ ہر رات پڑھنے والا فقر و فاقہ سے محفوظ رہتا ہے، یہ عمل بہت مجرب ہے، اللہ تعالےٰ نے بعض سورتوں آیتوں میں دنیاوی فائدے بھی رکھے ہیں تاکہ لوگوں کو تلاوت قرآن کی رغبت ہو مختلف آیتوں میں مختلف دنیاوی تاثیریں بھی رکھی گئی ہیں، لمعات [۴] تاکہ تلاوت کا ثواب بھی پائیں اور فقر و فاقہ سے محفوظ بھی رہیں معلوم ہوا کہ دنیاوی نفع و اثر کے لئے بھی قرآن پاک پڑھنا جائز ہے، ہاں ناجائز مقاصد کے لئے قرآن کریم پڑھنا یا کوئی عمل کرنا حرام ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم قرآنی آیات اور دوسری دعائیں بیماروں پر استعمال فرماتے تھے شفا کے لئے [۵] چنانچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں یہی سورۃ پڑھتے تھے، ویسے بھی اس کی تلاوت زیادہ کرتے تھے اس لئے کہ اس سورۃ میں حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام اور انکے صحیفوں کا

أَحْمَدُ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَقْرِئْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ اِقْرَأْ ثَلٰثًا مِنْ ذَوَاتِ الٓرٰ فَقَالَ كَبُرَتْ سِنِّي وَاشْتَدَّ قَلْبِي وَغَلُظَ لِسَانِي قَالَ فَاقْرَأْ ثَلٰثًا مِنْ حٰمٓ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ قَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَقْرِئْنِي سُورَةً جَامِعَةً فَأَقْرَأَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زُلْزِلَتْ حَتّٰى فَرَغَ مِنْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيدُ عَلَيْهِ أَبَدًا ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

احمد، روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا یا رسول اللہ مجھے قرآن سکھایئے[۱] فرمایا الٓر والی تین سورتیں پڑھا کرو[۲] عرض کیا میری عمر بہت ہوچکی دل سخت اور زبان موٹی ہو چکی[۳] فرمایا تو حٰمٓ والی تین سورتیں پڑھا کرو[۴] تو اس نے پھر وہی عذر کیا پھر وہ بولا یا رسول اللہ مجھے کوئی جامع سورۃ سکھایئے[۵] تو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۂ اذا زلزلت پڑھائی حتے کہ اس سے فارغ ہوگئے[۶] وہ شخص بولا اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس پر کبھی کچھ زیادتی نہ کرونگا[۷] آگے اس نے پیٹھ پھیری تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

بھی ذکر ہے، اور مشکلات آسان کرنے کا بھی وعدہ ہے، جیسے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ فتح دنیا ومافیہا سے زیادہ پیاری ہے کہ اس میں فتح مکہ کا وعدہ ہے حضرت کی بشارت ہے، مرقات میں اس جگہ فرمایا کہ انسان اپنے اوقات کے تین حصے کرے ایک حصہ میں اپنے نفس کا حساب کرے کہ میں نے آج کتنے جرم کئے اور کتنے کئے دوسرے حصہ میں اللہ تعالٰے کی صنعتوں میں غور کرے، تیسرے حصے میں تلاش معاش کرے اس سورۃ میں یہ تینوں چیزیں صراحۃً یا اشارۃً مذکور ہیں۔

[۱] یعنی تلاوت قرآن کی اجازت دیجئے یا قرآنی ورد وظیفہ بتایئے جو میں پڑھا کروں یہ مطلب نہیں کہ مجھے قرآنی الفاظ کے ہجے یا روانہ کرنا سکھایئے جیسا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے جواب سے معلوم ہو رہا ہے [۲] یعنی جن سورتوں کے اول میں الف، لام، را، ہے ان میں سے تین سورتیں روزانہ پڑھ لیا کرو، بہت فوائد دیکھو گے۔ [۳] یعنی یہ سورتیں ہیں لمبی اور بڑھاپے کی وجہ سے میرا دل قابو میں ہے نہ زبان، زیادہ لمبے ورد نہیں پڑھ سکتا بہت زیادہ تلاوت نہیں کرسکتا [۴] یعنی اگر الٓرٰ والی دراز سورتیں روزانہ نہیں پڑھ سکتے، تو حٰمٓ والی سورتیں پڑھ لیا کرو کہ یہ ان سے چھوٹی ہیں [۵] یعنی ایسی سورۃ بتایئے، جو پڑھنے میں آسان ہو، الفاظ میں مختصر ہو، فوائد میں جامع ہو، کہ بڑی بڑی سورتوں کے فضائل و فوائد رکھتی ہو، جامع سے یہ ہی مراد ہے [۶] یعنی اس سے یہ سورۃ سنی اور سن کر اس کے ورد کی اجازت دے دی، حضرات صوفیاء دلائل الخیرات شریف وغیرہ وظیفے مریدوں کو سکھاتے ہیں، پھر ان سے سنتے ہیں، پھر ان کی اجازت دیتے ہیں جس سے ان کی تاثیر بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس سننے اور اجازت دینے کی اصل یہ حدیث بھی ہے کہ اس شخص نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے اذا زلزلت کے عمل کی اجازت لی، حضور علیہ السلام نے اسے اجازت مرحمت فرمائی کلام کے اثر کے ساتھ زبان کی تاثیر بھی چاہیے، کارتوس کی طاقت کے ساتھ رائفل کی قوت بھی ضروری ہے [۷] یعنی صرف اسی سورت کا وظیفہ کیا کرونگا اگرچہ تلاوت سارے قرآن شریف کی کیا کروں گا یہ مطلب نہیں کہ سوائے اسی سورۃ کے اور کوئی آیت یا سورۃ کبھی نہ پڑھوں گا کہ یہ تو غلط ہے، نماز میں الحمد شریف پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد سورتیں بدل کر پڑھنا بھی ضروری ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مرید شیخ کے بتائے ہوئے ورد وظیفے میں نہ تو زیادتی کمی کرے نہ تبدیلی کرے ورنہ اثر نہ ہوگا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۝ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالُوْا وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالَ اَمَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۝ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَشَرَ مَرَّاتٍ بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَاَ عِشْرِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَاَهَا ثَلٰثِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا ثَلٰثَةُ قُصُوْرٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا لَّنُكْثِرَنَّ قُصُوْرَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

دوبارہ فرمایا یہ شخص کامیاب بامراد ہوگیا[1] احمد ابوداؤد روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہارا کوئی یہ نہیں کرسکتا کہ روزانہ ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے لوگ بولے روزانہ ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے[2] فرمایا کیا کوئی یہ نہیں کرسکتا الھٰکم التکاثر پڑھ لیا کرے[3] بیہقی شعب الایمان روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے ارسالًا وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو قل ھو اللہ احد دس بار پڑھے اللہ اس کے لئے جنت میں محل تیار کرے گا اور جو بیس بار پڑھے اللہ اسکی برکت سے جنت میں دو محل بنائیگا اور جو اسے تیس بار پڑھے اللہ اسکی برکت سے جنت میں تین محل تیار کریگا[4] حضرت عمر ابن الخطاب نے عرض کیا یارسول اللہ تب تو اللہ کی قسم ہم اپنے محل بہت بنوالیں گے[5] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[1] سورۂ زلزلت فضائل وثواب کے لحاظ سے بھی جامع ہے اور احکام و مسائل شریعت و طریقت میں جامع ہے، اس کی ایک آیت میں دونوں جہان جمع ہیں۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو جامعہ فاذہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے آئندہ کے عمل اور اس کے خاتمہ کو جانتے ہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس شخص کے متعلق دو خبریں دیں، ایک یہ کہ اسے اس عمل کے نبھانے کی توفیق ملے گی اور دوسرے یہ کہ اس کا انجام بخیر ہوگا، کیونکہ کامیابی انہیں چیزوں پر موقوف ہے۔ [2] یعنے ایک دو دن تو آدمی تمام کام بند کرکے ایک ہزار آیتیں پڑھ سکتا ہے، روزانہ نہیں پڑھ سکتا، ورنہ دوسرے کاموں کے لئے وقت نہ ملے گا ہم لوگ کاروبار بھی کرتے ہیں۔ [3] کہ اس کی تلاوت میں ایک ہزار آیتوں کی تلاوت و عمل کا ثواب ہے، قرآن کریم میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیتیں ہیں، کسر کو نکالو تو چھ ہزار آیات رہتی ہیں، اور مقاصد قرآن چھ ہیں جن میں سے ایک ہے آخرت کی پہچان یہ سورہ تکاثر میں موجود ہے اس لئے یہ سورۃ گویا قرآن کریم کا تقریبًا چھٹا حصہ ہے اس میں غور کرنے سے دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے آخرت میں رغبت جس سے نفس گناہوں سے متنفر اور نیکیوں میں راغب ہوتا ہے۔ [4] خلاصہ یہ ہے کہ ہر دس بار پر ایک بے مثل محل کا عطیہ ہے، یہ تکرار اس لئے مذکور ہوئی کہ کوئی شخص یہ نہ خیال کرلے کہ محل کی عطا صرف پہلے دس بار پر تو ہے، بعد میں نہیں، وسعت عطا ظاہر فرمانے کے لئے ارشاد فرمایا کہ جتنے دہائے پڑھوگے اتنے ہی محل پاؤگے۔ [5] یہ عرض معروض تعجب کے طور پر ہے کہ اگر رب کی عطا کا یہ حال ہے تو ہم میں سے ہر شخص خوب تلاوت سورۂ اخلاص کیا کرے گا اور خوب محل بنوائے گا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَوْسَعُ مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ فِي لَيْلَةٍ مِائَةَ اٰيَةٍ لَمْ يُحَاجِّهِ الْقُرْاٰنُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَمَنْ قَرَأَ فِي لَيْلَةٍ مِائَتَيْ اٰيَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوْتُ لَيْلَةٍ وَمَنْ قَرَأَ فِي لَيْلَةٍ خَمْسَ مِائَةٍ اِلَى الْاَلْفِ اَصْبَحَ وَلَهُ قِنْطَارٌ مِنَ الْاَجْرِ قَالُوْا وَمَا الْقِنْطَارُ قَالَ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ؛ بَابٌ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ

اللہ اس سے بھی زیادہ وسعت والا ہے[1] دارمی روایت ہے حضرت حسن سے[2] ارسالاً کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک رات میں سو آیتیں پڑھے تو قرآن شریف اس رات کے متعلق اس سے خصومت نہ کریگا[3] اور جو رات میں دو سو آیتیں پڑھے تو اسکے لئے تمام رات کی عبادت لکھی جاگی اور جو رات میں پانچ سو سے ہزار آیتوں تک پڑھے تو اسے صبح ہونے پر ثواب کا ڈھیر ملے گا عرض کیا ڈھیر کتنا فرمایا بارہ ہزار[4] دارمی ۔ باب آداب تلاوت[5] فصل پہلی روایت ہے حضرت ابوموسے اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نگرانی رکھو[6]

[1] یعنے اے عزیزتم اس عطاء پر تعجب نہ کرو، رب کی جنت بہت وسیع ہے اور اس کی عطا بہت زیادہ اگر تمام انسان ایمان لاکر ہزار ہا بار روزانہ سورہ اخلاص کی تلاوت کیا کریں تو ہر ایک کو بے حساب سے جنتی محل عطا فرمائیگا اور اسکے خزانوں میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم رب تعالےٰ کی عطا کے مظہر اتم ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعہ پر صحابہ کو پوری جنت بخش دی ، شعر ؎

ہم کو معلوم ہے دولت تری عادت تیری ❊ جھولیاں کھولے ہوئے یونہی نہ دوڑے آتے

[2] محدثین جب حسن مطلق بولتے ہیں، تو حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں جو جلیل القدر تابعی ہیں ؛ [3] قیامت میں قرآن شریف کی ایک شکل وصورت ہوگی، وہ اپنے عاملوں کی شفاعت اور غافلوں کی شکایت کریگا، قرآن کریم کی دو شکائتیں ہونگی ایک تو اسکے خلاف عمل کرنے والے کی، دوسرے اس حافظ کی جو قرآن کریم کا دور نہ کرے حتّٰی کہ اسے بھول جائے، یہاں دوسری شکایت کا ذکر ہے یعنے جو حافظ ہر شب سو آیتیں تلاوت کر لیا کرے تو قرآن کریم اس حافظ کی یہ شکایت نہ کرے گا، لہذا حدیث بالکل واضح ہے، بلاوجہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں، قرآن سے یہی قرآن مراد ہے جو ہم پڑھا کرتے ہیں اور شکایت سے ظاہری شکایت ہی مراد ہے [4] بارہ ہزار درہم یا دینار یا بارہ ہزار اوقیہ خیرات کرنے کا ثواب ملے گا، اور ایک اوقیہ آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ وسیع، غرضکہ رب تعالےٰ کی عطا ہمارے فہم و سمجھ سے وراء ہے (مرقات وغیرہ) عربی میں قنطار بہت مال کو کہتے ہیں رب تعالےٰ نے فرمایا وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا [5] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں صرف باب ہے یعنے قرآن کریم کے متعلق متفرق مسائل کا باب، اور بعض نسخوں میں باب آداب التلاوۃ ہے، اور بعض نسخوں میں ہے باب اٰداب التلاوۃ ودرس القراٰن واشعہ، [6] تعاھد عہد سے بنا بمعنے حفاظت نگرانی و مضبوطی وعدے کو بھی اسی لئے عہد کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے، قرآن شریف کی نگرانی کرنے سے مراد ہے اس کا دور کرتے رہنا، اس کی تلاوت کی عادت ڈالنا، خصوصًا حافظ صاحبان کے لئے، ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد الفاظ قرآن، معانی قرآن، علوم قرآن اور مسائل قرآن سب ہی ہے یعنے حفاظ اپنے حفظ کی قاری صاحبان تجوید کی، علماء علوم قرآنیہ کی تجدید تکرار کرتے رہیں ورنہ بھول جانے کا اندیشہ ہے ؛

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَھُوَاَشَدُّ تَفَصِّیًا مِّنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِھَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ؛ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِاَحَدِھِمْ اَنْ یَّقُوْلَ نَسِیْتُ اٰیَۃَ کَیْتَ
بَلْ نُسِّیَ وَاسْتَذْکِرُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِّنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مُتَّفَقٌ
عَلَیْہِ وَزَادَ مُسْلِمٌ بِعُقُلِھَا ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ
صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ کَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَۃِ اِنْ عَاھَدَ عَلَیْھَا اَمْسَکَھَا وَاِنْ اَطْلَقَھَا

اسکی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ قرآن رسّی میں بندھے اونٹ سے زیادہ بھاگ جانیوالا ہے لہ مسلم بخاری، روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کا یہ کہنا بُرا ہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا بلکہ وہ بھلا دیا گیا ؎۱ اور قرآن یاد کرتے رہو کیونکہ قرآن لوگوں کے سینوں سے وحشی
جانور سے بھی زیادہ بھاگ جانیوالا ہے ؎۳ مسلم بخاری ؎۴ اور مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ اپنی رسی سے، روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
قرآن والے کی مثال بندھے اونٹ والے کی سی ہے اگر اسکی نگہبانی کریگا تو اسے روک لیگا اور اگر چھوڑ دے گا ؛

لہ عقل بمعنی وثاق کے پیش سے ہے عقال کی جمع بمعنی رسی جس سے جانور باندھا جاوے، یہاں فی بمعنی مع ہے یعنی جیسے اونٹ کو باندھنے کے باوجود اس سے
غافل نہیں ہوتے، اسی طرح قرآن شریف حفظ کرنے کے باوجود اپنی یاد پر اعتماد نہ کرو یہ بہت جلد بھول جاتا ہے، کیوں نہ ہو کہ کلام الٰہی قدیم اور ہم
حادث، ہم کو اس سے نسبت ہی کیا ہے یہ رب تعالٰے کی مہربانی ہے کہ ہم اسے سیکھ لیتے ہیں اور یہ ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے تو ہماری ذرا سی غفلت
اور لاپرواہی سے یہ نعمت ہم سے جاتی رہے گی، پان والے ہمیشہ پان کے ڈھیر کو لوٹتے پلٹتے رہتے ہیں، تو قرآن والے ہمیشہ اس کی لوٹ پلٹ رکھیں ؎۲ یعنے اگر
کسی شخص کو قرآن شریف یا کوئی یاد کی ہوئی سورۃ یا آیت یاد نہ رہے، تو یہ نہ کہے کہ میں بھول گیا، کیونکہ اس میں اپنے گناہ کا اعلان ہے، اور قرآن شریف کی بے
ادبی، اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ میں نے قرآن شریف سے لاپرواہی برتی کہ اسے چھوڑ دیا، اسی لئے بھول گیا، یہ عیب کفارہ کا ہے اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَھَا
وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی بلکہ یوں کہے کہ مجھے رب تعالٰے کی طرف سے بھلا دیا گیا، اس کلام میں اظہار حسرت ہے یعنے ہائے افسوس ہیں اس نعمت سے محروم کر
دیا گیا، رب تعالٰے فرماتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا بجائے اعلان گناہ کے اظہار حسرت کرے، کہ اعلان گناہ بھی گناہ ہے اور
اظہار حسرت ثواب، خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا رجل اوتی اٰیَۃً فَنَسِیَھَا یا
حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ایک آیت کی تلاوت کرتے سنا تو فرمایا لَقَدْ اَذْکَرَنِیْ اٰیَۃً کُنْتُ اُسْقِطْتُھَا اس جملہ کی اور کئی شرحیں کی گئی ہیں
مگر یہ شرح بہترین ہے ؎۳ یعنے جیسے شکاری جانور کا وطن جنگل ہے، وہ تمہاری قید میں جب تک ہی رہے گا جب تک کہ تم اس کی نگرانی رکھو، یوں ہی قرآن کریم کا وطن عالم بالا ہے
وہ تمہارے ذہنوں میں جب تک ہی محفوظ رہے گا جب تک کہ تم اسکی نگہبانی کرتے رہو ورنہ پرندہ یا اس پنجرے سے اڑ جائے گی، یہ تجربہ بھی ہے کہ بڑے سے بڑا حافظ یا عالم اگر
کچھ دن یہ مشغلہ نہ رکھے تو بھول جاتا ہے اسی لئے علامہ شامی نے
فرمایا کہ قاضی کو کچھ روز بعد کتب بینی کے لئے چھٹی دی جائے تاکہ علم قرآن شریف بھول نہ جائے ؛ ؛

ذَهَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا مَدًّا ثُمَّ قَرَاَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تو بھاگ جاؤ گے¹ مسلم بخاری، روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک تمہارا دل لگے قرآن پڑھتے رہو² پھر جب ادھر ادھر ہونے لگو تو اس سے اٹھ جاؤ³ مسلم بخاری، روایت ہے حضرت قتادہ سے فرماتے ہیں حضرت انس سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کیسی تھی⁴ تو فرمایا مد سے تھی کھینچکر⁵ پھر آپ نے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ بسم اللہ کو کھینچتے تھے پھر رحمان کو اور رحیم کو کھینچتے تھے⁶ بخاری، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کو جتنا خوش الحانی سے تلاوت قرآن کا حکم دیا اتنا کسی اور چیز کا نہ دیا⁷ مسلم بخاری، روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ یعنی اونٹ تو مضبوط رسی سے کھونٹے پر رہتا ہے، اور قرآن شریف ہمیشہ دور کرنے اور تکرار کرتے رہنے سے ذہن میں ٹھیرتا ہے، پھر جیسے اونٹ اگر ٹھہر جائے تو بڑے فائدے پہنچا سکتا ہے سواری، بار برداری، گوشت، دودھ، نسل، اون وغیرہ سب ہی دیتا ہے ایسے ہی قرآن اگر ذہن میں ٹھہر جائے تو ایمان، عرفان، رضائے رحمان وغیرہ سب کچھ اسی سے میسر ہیں ۲؎ یہ قاعدہ ان خوش نصیب لوگوں کیلئے ہے جنکو قرآن شریف کی تلاوت میں لذت اور حضور قلب میسر ہوتا ہے، اور کبھی زیادہ تلاوت کی وجہ سے دل اکتا جاتا ہے وہ دل لگنے تک پڑھتے رہیں مگر وہ شخص جس کا دل تلاوت میں لگتا ہی نہ ہو وہ دل کو مجبور کرکے تلاوت کرے دل نہ لگنے کے عذر سے تلاوت چھوڑ نہ دے پہلے کچھ دن دل پر جبر کرنا پڑیگا پھر انشاء اللہ دل لگنے لگے گا جیسا کہ تجربہ ہے ۳؎ یعنی کچھ دیر کیلئے تلاوت بند کردو حتی کہ وہ حالت جاتی رہے تمام عبادات کا یہی حال ہے کہ دل لگا کر ادا کرو ۴؎ یعنی کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ تلاوت فرماتے تھے ٹھہر ٹھہر کر یا جلدی اور تیزی سے، تاکہ ہم بھی اسی طرح تلاوت کیا کریں، معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کریم میں بھی سنت کا لحاظ رکھے، کوشش کرے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کرے، کیونکہ طریقہ تلاوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالٰی ہی نے سکھایا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۵؎ یہاں مد سے مراد اصلی و طبعی مد ہے، کہ اگر الف، ی، واو ساکن کو قدرے کھینچکر نہ پڑھا جائے تو حروف ادا نہیں ہوتے بلکہ زبر، زیر، پیش بن جاتے ہیں اسے مد اصلی کہتے ہیں، ایک مد فرعی ہوتا ہے جس کے سبب دو ہیں یا تو ان ہی حروف یعنی الف، ی، واو کے بعد ہمزہ آجائے یا حرف ساکن خواہ مشدد ہو یا غیر مشدد، تو انہیں کھینچکر پڑھنا پڑتا ہے، جیسے لام، میم، نون کے الف، ی، واو اور دآبّۃ یا ضآلّین کے ایا اسرائیل کا الف، ہمزہ خواہ ایک ہی کلمہ میں ان حروف کے بعد واقع ہو جیسے السمآء، السوٓء، جیٓئ یا دوسرے کلمہ میں جیسے مآ انزل، قالوآ امنا وغیرہ، اس کی پوری تحقیق کتب تجوید میں ملاحظہ فرمایئے ۶؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نبی سے مراد تمام انبیائے کرام ہیں اور قرآن سے مراد تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ اِقْرَأْ عَلَیَّ قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِیْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰی اَتَيْتُ اِلٰی هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

نے کہ اللہ نے کسی چیز کا اتنا حکم نہ دیا جتنا نبی کو خوش الحانی قرآن پڑھنے کا حکم دیا[1] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن کو خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں[2] بخاری روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپ منبر پر تھے[3] میرے سامنے تلاوت کرو[4] میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے سامنے کیا پڑھوں آپ پر ہی تو قرآن اترا ہے[5] فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں[6] میں نے سورہ نساء پڑھی حتی کہ میں اس آیت پر پہنچ گیا کہ کیا ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے[7] . . . . .

یعنی اللہ تعالٰی نے اپنے نبیوں کو جس قدر تاکیدی حکم اس کا دیا کہ اپنی کتب آسمانی خوش الحانی سے پڑھیں اتنا تاکیدی حکم اور دوسری چیزوں کا نہ دیا اور ممکن ہے کہ نبی سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور قرآن سے مراد یہی قرآن شریف ہو یعنی اللہ تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا تاکیدی حکم یہ دیا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے تلاوت کریں اتنا تاکیدی حکم دوسرا نہ دیا کیونکہ خوش الحانی قرآن کریم کی زینت ہے جس سے قرآن کا حسن اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس کی شرح ابھی اوپر والی حدیث میں گذر گئی تغنی بالقرآن کے معنی ان شاء اللہ ابھی اگلی حدیث میں عرض کئے جاویں گے۔ تغنی یا تو غنا سے بنا ہے بمعنی خوش الحانی اور اچھے لہجے سے پڑھنا یا غناء سے بنا بمعنی بے پرواہی بے نیازی یعنی جو شخص قرآن شریف خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے سے خارج ہے معلوم ہوا کہ بری آواز والا بھی بقدر طاقت عمدگی سے قرآن شریف پڑھے کہ خوش آوازی قرآن کریم کا زیور ہے جس سے تلاوت میں کشش پیدا ہوتی ہے لوگوں کے دل مائل ہوتے ہیں اس لئے یہ تبلیغ کا ذریعہ ہے یا جسے اللہ قرآن کا علم دے اور وہ لوگوں سے بے نیاز نہ ہو جائے بلکہ اپنے کو ان کا محتاج سمجھے وہ ہمارے طریقہ یا ہماری جماعت سے خارج ہے عالم صرف اللہ رسول کا محتاج ہے اور باقی مخلوق عالم دین کی حاجت مند ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھ کر بھیک مانگنا یا علماء کا مالداروں کے دروازوں پر ذلت سے جانا ممنوع ہے۔ اللہ تعالٰی علمائے دین کو کفایت بھی دے قناعت بھی (از لمعات) یعنی تم قرآن پڑھو میں سنوں۔ شعر:

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ۞ گفتہ آید در حدیث دیگراں

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنت رسول ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پڑھوانا نہ تو تعلیم کے لئے تھا نہ اصلاح کے لئے بلکہ صرف سننے کے لئے تھا۔ یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے نیز قرآن کریم حکمت ہے حضور حکیم ہیں، جنہیں اللہ عزیز حکیم نے سکھایا، حکمت حکیم کے منہ سے سجتی ہے میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی، پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں، عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جہاں چند احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں یہ اس حدیث پر عمل ہے۔ یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا۔

قَالَ حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّانِيْ لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِيْ قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لَا تُسَافِرُوْا بِالْقُرْاٰنِ فَإِنِّيْ لَا اٰمَنُ أَنْ يَّنَالَهُ

فرمایا اب بس کر دیجئے آپ کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب سے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن پڑھوں ۲؎ عرض کیا کیا اللہ نے میرا نام لیا فرمایا ہاں عرض کیا کیا رب العٰلمین کی بارگاہ میں میرا ذکر ہوا ۳؎ فرمایا ہاں تو ان کی آنکھوں سے آنسو ابھر آئے ۴؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مجھے اللہ نے حکم دیا کہ تم پر لم یکن الذین کفروا تلاوت کروں ۵؎ عرض کیا کیا رب نے میرا نام لیا فرمایا ہاں تو رو پڑے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی زمین میں قرآن کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا ۶؎ (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ قرآن لے کر سفر نہ کرو کہ مجھے اطمینان نہیں کہ اسے

جب کہ ان کے انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائیدی گواہی دو گے کہ مولٰی یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی۔ اس آیت کریمہ کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمان اور تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔

۱؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبت الٰہی سے قیامت کے اس منظر کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہوگئے اور بعض حضرات مر بھی گئے۔ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو۔ بیہقی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم و رنج لئے ہوئے آیا ہے۔ اس لئے تم اس کی تلاوت پر روؤ (مرقاۃ) ۲؎ اس طرح کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں یا سورتیں خصوصیت سے تم کو سناؤں اگرچہ عموماً ہر مسلمان کو سنانا احکام بتانا ہمارا تبلیغی فریضہ ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی خاص شخص کو قرآن پاک سنانا بھی سنت ہے ۳؎ یہ سوال تعجب کے لئے ہے کہ کیا مجھ جیسے عاجز مسلمان کا نام بھی رب تعالٰی نے آپ کے سامنے عزت کے ساتھ لیا، کیا میں ایسا خوش نصیب انسان ہوں سوال کے بہت مقصد ہوتے ہیں ایک تعجب بھی ہے ۴؎ یہ رونا انتہائی خوشی کا تھا اور اس اندیشہ کی بنا پر تھا کہ میں عاجز انسان اتنی بڑی نعمت کا شکریہ کس طرح ادا کر سکوں گا حضرت ابی ابن کعب نے قرآن سیکھنے میں بڑی محنت کی تھی حتّٰی کہ آپ تمام صحابہ میں بڑے پائے کے قاری تھے اسی بنا پر رب تعالٰی نے فرمایا کہ اے محبوب چونکہ دنیا ان سے قرأت سیکھے گی لہذا آپ خصوصیت سے انہیں قرأت سنائیں آپ میرے شاگرد اعلٰی ہیں یہ آپ کے شاگرد رشید ہوں ۵؎ خصوصیت سے یہ سورۃ تلاوت فرمانے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت ابی ابن کعب علمائے یہود سے تھے اور اس سورۃ میں علمائے اہل کتاب کا ذکر ہے اس کے سننے سے ان کا ایمان اور بھی قوی ہوگا۔ اس حدیث سے حضرت ابی ابن کعب کی عظمت کا پتہ لگا یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل مفضول کو مفضول افضل کو قرآن کریم سکھائے ۶؎ ظاہر یہ ہے کہ قرآن شریف سے مراد یہی لکھا ہوا قرآن مجید ہے، اور دشمن سے مراد کفار حربی ہیں اور جانے سے مراد وہ جانا ہے جس

الفَصلُ الثّانی: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَةٍ مِّنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَاِنَّ بَعْضَهُمْ لَیَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْیِ وَقَارِیٌٔ یَقْرَأُ عَلَیْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَیْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِیُٔ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا كُنَّا نَسْتَمِعُ اِلٰی كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

دشمن لے لے لہ۔ دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں میں کمزور مہاجروں کی جماعت میں بیٹھا تھا[۱] وہ حضرات برہنگی کے باعث بعض بعض کی آڑ لیتے تھے[۲] ایک قاری ہم پر تلاوت کر رہے تھے[۳] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم کھڑے ہو گئے سو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو قاری خاموش ہو گئے حضور نے سلام کیا[۴] پھر حضور نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے[۵] ہم نے عرض کیا ہم اللہ کی کتاب توجہ سے سن رہے تھے[۶] فرمایا شکر ہے

میں کفار سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ قوی ہو لہٰذا اگر لشکر اسلام قرآن شریف لے کر دارالحرب میں جائے یا اکیلا مسلمان کفار کی امن لے کر وہاں جائے یا جو مسلمان کفار کی رعایا بن کر ان کے ملک میں رہتے ہوں اور ان کے پاس قرآن شریف ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر ان صورتوں میں قرآن کی بے حرمتی کا قوی اندیشہ نہیں، لہٰذا اب قرآن کریم کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن پاک فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت لکھنا یا انہیں قرآن سنانا سب کچھ جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قرآن سے مراد حافظ قرآن ہیں یا وہ صحیفے جن میں زمانہ صحابہ میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ ہے کہ آج کل حافظ قراء اکیلے دشمن کے ملک میں نہ جائیں کہ اگر یہ شہید کر دیئے گئے تو قرآن مجید ضائع ہو جائے گا یا یہ صحیفے لے کر دشمن کے ملک میں اکیلے نہ جاؤ کہ اگر یہ برباد ہو گئے تو قرآن کریم کا بہت حصہ جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ لمعات و مرقات نے فرمایا کہ اس میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ قرآن کریم کتابی شکل میں جمع ہو گا کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہ تھا۔

[۱] اور لیکر اس کی توہین کرے یا تم کو واپس نہ دے یا اسے پھاڑ دے یا جلا دے[۲] یعنے صفہ والے صحابہ کے ساتھ جو تقریباً ستر تھے جنہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لئے وقف کر دیا تھا[۳] یعنے ان کی غریبی و افلاس کا یہ حال تھا کہ بعض کے جسم پر بقدر تن پوشی بھی پورا کپڑا نہ تھا تو وہ دوسرے کی آڑ میں بیٹھا تھا کہ کچھ ستر پوشی ہو جائے۔ اللہ اکبر! شعر

یہ وہ تھے جن سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا ❊ یہ وہ تھے جن سے دنیا میں اجالا ہونے والا تھا

[۴] یعنے اس جماعت میں ایک قاری تلاوت قرآن کر رہے تھے باقی تمام سن رہے تھے سب یکدم نہ پڑھتے تھے کہ یہ ممنوع ہے[۵] یعنے جب قاری خاموش ہو گیا تب آپ نے سلام کیا۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کسی دینی بزرگ کی تشریف آوری پر تلاوت بند کر دینا، ان کے احترام کے لئے خاموش ہو جانا بالکل جائز بلکہ سنت صحابہ ہے۔ بلکہ قرآن مجید بند کر کے اس کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا بھی درست ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب عین نماز میں کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مصلے امامت سے پیچھے ہٹ کر مقتدی بن گئے، دوسرے یہ کہ آنے والا بحالت تلاوت سلام یا کلام نہ کرے جب تلاوت بند ہو جائے تب سلام کرے، تیسرے یہ کہ اگر آتے وقت سلام کا موقعہ نہ ہو تو بعد میں بھی آمد کا سلام کرنا جائز ہے[۶] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا سوال اگلی خوشخبری کی تمہید ہے، ورنہ سرکار نے ان کی تلاوت سن لی تھی اور ان کی حالت دیکھ لی تھی جیسے رب نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا

الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِیَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِیْنَا ثُمَّ قَالَ بِیَدِهٖ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ وُجُوْهُهُمْ فَقَالَ اَبْشِرُوْا یَا مَعْشَرَ صَعَالِیْكِ الْمُهَاجِرِیْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِیَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ یَوْمٍ وَّذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ ؛ وَعَنْ

اس خدا کا جس نے میری امت میں وہ لوگ پیدا کئے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا پھر ہمارے درمیان ۱ تشریف فرما ہو گئے تاکہ اپنے کو ہمارے برابر رکھیں ۲ پھر ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ یوں ہو جاؤ لوگ حلقہ بن گئے اور سب کے چہرے حضور کے سامنے ہو گئے ۳ فرمایا اے فقراء مہاجرین کی جماعت تمہیں قیامت کے دن مکمل نور کی بشارت ہو ۴ تم جنت میں مالداروں سے آدھا دن پہلے جاؤ گے یہ آدھا دن پانچسو سال ہیں ۵ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے زینت دو ۶ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) ۷ ؛ روایت ہے حضرت

کہ تمہارے ہاتھوں میں کیا ہے ۸ برکت اور لذت ایمانی کے لئے تلاوت قرآن بہترین مشغلہ ہے، اللہ نصیب کرے، اس سے انسان دنیا کے سارے غم بھول جاتا ہے یہ ہی تاثیر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پڑھنے لکھنے اسکی شرح کرنے میں ہے فقیر کا تجربہ ہے ۱ یعنی میری امت و صحابہ میں ایسے فقراء و مساکین پیدا کئے جو رب پر توکل قرآن کے عامل ہیں اور مجھے حکم دیا کہ محبوب تم ان ہی غریبوں میں رہو کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ الخ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اب بھی ان ہی مساکین کے سینوں میں رہتے ہیں اگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنا ہے تو ان سینوں میں تلاش کرو ان کے سینے رحمت کے گنجینے ہیں ۲ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں ہم میں ایسی طرح بیٹھ گئے کہ ہم سب قرب میں یکساں ہو گئے نہ اونچی نشست پر جلوہ فرما ہوئے نہ ہم سے علیحدہ ہم فقراء کے زمرہ میں ہم مساکین کے حلقہ میں ایسے بیٹھ گئے جیسے تاروں کے درمیان چاند قربان اس حلقہ پر یہ حلقہ ملائکہ سے افضل تھا ۳ تاکہ سب پر حضور کی نظر رحمت یکساں پڑے یہ رب تعالٰی کے اس فرمان پر عمل تھا وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ شعر:

جو ہم واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن ؛ مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

عام مجلسوں میں حلقہ بنانا افضل ہے، نماز و جہاد میں صف بنانا بہتر ۴ معلوم ہوا کہ قیامت کے دن فقراء مسلمین کا نور مسلمان مالداروں سے زیادہ ہوگا، کیونکہ صبر کا نور شکر کے نور سے قوی تر ہے، جیسے چاند کے نور سے سورج کا نور قوی ہے ۵ یعنی قیامت کا دن ایک ہزار سال کا اس کا آدھا پانچسو سال گا، مالداروں کو حساب دینے دیر لگے گی، مگر ان فقراء سے وہ لوگ مراد ہیں جو صابر متقی ہوں، اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، یہ گفتگو ایک درجہ کے فقراء و اغنیاء میں ہے، ورنہ غیر صحابی فقیر صحابی غنی کے قدم کی خاک کو نہیں پہنچ سکتا یوں ہی خلفائے راشدین تک ان کے ماتحت حضرات نہیں پہنچ سکتے لہذا عثمان، زبیر ابن عوام وغیرہم بہت اونچی شان والے ہیں کہ یہ حضرات بے حساب جنتی ہیں نہ ان کا حساب ہوگا نہ انہیں دیر لگے گی ؛ خیال رہے کہ قیامت کا دن ہے تو ایک ہزار سال کا، مگر کفار کو پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا اور بعض خاص مومنین کو چار رکعت نماز کی بقدر ۶ یعنی خوش الحانی اور

سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنِ امْرِئٍ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَجْذَمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

سعد ابن عبادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی نہیں جو قرآن پڑھ کر بھلا دے مگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو کر ملے گا[1] (ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرے وہ سمجھے گا نہیں[2] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

بہتر یہ ہے غمگین آواز سے تلاوت کرو اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے صحیح ادا کرو مگر گا کر تلاوت کرنا جس سے مد شد میں فرق آجائے حرام ہے۔ ۵ اسے نسائی، ابن حبان، حاکم نے بھی روایت کیا، ان میں یہ بھی ہے کہ اچھی آواز قرآن کا زیور ہے **حکایت** ایک بار حضرت عبداللہ ابن مسعود کسی مجلس پر گزرے جہاں ایک گویا بہت اچھی آواز سے گا رہا تھا آپ نے فرمایا کاش یہ آواز قرآن شریف پر استعمال ہوتی یہ خبر گویّے کو پہنچی اس نے سچی توبہ کی اور حضرت ابن مسعود کے ساتھ رہنے لگا حتّٰی کہ قرآن کریم کا عالم و قاری ہو گیا (مرقات)۔

۱ اس حدیث کی بہت شرحیں کی گئیں جن میں قوی تر یہ ہے کہ جو شخص قرآن شریف پورا یا اس کی کوئی سورۃ حفظ کرے، پھر اس کا دور چھوڑ دے، جس سے وہ بھول جائے، تو یہ شخص قیامت میں کوڑھی اٹھے گا، اس کی کوڑھ اس کے اس جرم کی علامت ہوگی، جس سے سب لوگ پہچان لیں گے، بعض نے فرمایا کہ اجذم سے مراد دانت گرا ہوا ہے، بعض کا خیال ہے کہ اجذم سے مراد مقطوع الدلیل ہے جو رب تعالےٰ کے سامنے بول نہ سکے وغیرہ مگر پہلی تفسیر اعلیٰ ہے ۲ یعنے جو شخص ہمیشہ تین دن سے کم میں ختم قرآن کیا کرے، وہ جلدی تلاوت کی وجہ سے نہ تو الفاظ قرآن صحیح طور پر سمجھ سکے گا، اور نہ اس کے ظاہری معنے میں غور کر سکے گا، خیال رہے کہ یہ حکم عام مسلمانوں کے لیے ہے کہ وہ اگر بہت جلدی تلاوت کریں، تو زبان لپٹ جاتی ہے حرف صحیح ادا نہیں ہوتے، خواص کا حکم اور ہے خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ چھ چھ پارے پڑھ لیتے تھے، حضرت عثمان غنی نے ایک رات میں ختم قرآن کیا ہے، داؤد علیہ السلام چند منٹ میں زبور ختم کر لیتے تھے، حضرت علی گھوڑا کسنے سے پہلے ختم قرآن کر لیتے تھے، مرقات نے فرمایا کہ شیخ موسےٰ سدرانی جو شیخ ابومدین کے اصحاب میں سے تھے ایک دن و رات میں ستر ہزار ختم کر لیتے تھے ایک دفعہ انہوں نے کعبہ معظمہ میں سنگ اسود چوم کر دروازہ کعبہ پر پہنچے ختم قرآن فرما لیا اور لوگوں نے ایک ایک حرف سنا، ارواح ثلثہ میں مولوی اشرف علی صاحب نے اس کی تصدیق کی کہ مولوی محمد اسمٰعیل خاں دہلوی نے ایکبار نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک پورا قرآن ختم کیا کہ ہر حرف الگ الگ سنا گیا، لہٰذا اس حدیث کی بنا پر نہ تو درجہ شبینوں کو حرام کہا جا سکتا ہے اور نہ امام اعظم ابوحنیفہ اور ان صحابہ کرام پر اعتراض کیا جا سکتا ہے جو ایک دن و رات میں پورا ختم کر لیتے تھے کہ یہ حکم عوام مسلمانوں کے لیے ہے جو اس قدر جلد قرآن شریف پڑھنے میں درست نہ پڑھ سکیں، ختم قرآن میں عام بزرگوں کے طریقے مختلف رہے ہیں، بعض ایک ماہ میں ایک، کرتے تھے بعض ایک ہفتہ میں ایک ختم، فمی بشوق کی منزلوں کے لحاظ سے پہلی منزل سورہ فاتحہ سے شروع ہوتی تھی دوسری مائدہ سے تیسری یونس سے چوتھی بنی اسرائیل سے

وَسَلَّمَ اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ ۞ وَعَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ اَنَّهٗ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ

سے علانیہ قرآن پڑھنے والا علانیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور آہستہ قرآن پڑھنے والا خفیہ صدقہ دینے والے کی طرح [۱] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب بھی، روایت ہے حضرت صہیب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص قرآن پر ایمان ہی نہ لایا جو اس کے محرمات کو حلال جانے [۲] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد قوی نہیں [۳] روایت ہے حضرت لیث ابن سعد سے وہ ابن ابی ملیکہ سے وہ یعلیٰ ابن مملک راوی [۴] کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت قرآن کے متعلق پوچھا تو آپ حضور کی قرأۃ اس طرح بتانے لگیں کہ ایک ایک حرف الگ الگ [۵] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے

پانچویں شوال پر چھٹی والذاریات پر ساتویں سورۂ ق پر بعض ہزار تین دن میں [۱] یعنی دونوں طرح تلاوت جائز اور باعث ثواب ہے جیسے دونوں طرح کا صدقہ خفیہ وعلانیہ باعث ثواب ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ مگر بعض حالات میں بلند تلاوت افضل ہے کہ اس سے دل بیدار ہوتا ہے، دوسروں کو تلاوت کا شوق پیدا ہوتا ہے، نیند بھاگتی ہے، شیطان دفع ہوتا ہے، رحمان راضی ہوتا ہے، اور بعض حالات میں آہستہ تلاوت افضل ہے جبکہ تلاوت میں ریا کا اندیشہ ہو، یا کسی نمازی وغیرہ کو تکلیف ہو (مرقات وشامی) یہ اختلاف احکام ان تلاوتوں میں ہے جن میں جہر یا اخفا واجب نہ ہو ورنہ نماز ظہر وعصر میں اخفا اور فجر وغیرہ میں جہر واجب ہے (لمعات واشعہ) [۲] یعنی تلاوت قرآن جب مفید ہے، جب کہ اس کے احکام پر ایمان ہو ایمان کے بغیر نہ تلاوت مفید ہے نہ قرآن ساتھ رکھنا، اگرچہ سارے ہی محرمات کو حرام ماننا ضروری ہے، مگر چونکہ قرآن کریم بہت عظمت والا ہے اس لئے خصوصیت سے اسی کا ہی ذکر فرمایا، حلال وحرام پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے پھر تلاوت کا ثواب کیسے پائے، غذا اور دوا زندہ کو مفید ہے نہ کہ مردے کو۔ [۳] اگرچہ حدیث بعض راویوں کی وجہ سے قوی نہ ہو، مگر قرآن مجید اس کی تائید فرما رہا ہے، فرماتا ہے، اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۞ [۴] لیث ابن سعد مشہور تابعی فقیہ ہیں مصر کے امام ہیں، اور ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں مکہ معظمہ کے قاضی تھے حضرت ابن زبیر کی طرف سے، آپ نے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے، یعلیٰ ابن مملک بھی تابعین میں سے ہیں۔ [۵] یعنی حضرت ام سلمہ نے خود قراءۃ کرکے سنائی تو اس قرأۃ شریف میں دو خوبیاں تھیں ایک تو نہایت ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تھی، دوسرے ہر حرف اپنے مخرج سے صحیح ادا ہوتا تھا معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی قاریہ تھیں، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأۃ کی نقل نہ کرسکتیں حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے ترتیل سے ایک سورۃ تلاوت کرنا بغیر ترتیل کے سارا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسند ہے، (زیادہ حسن اچھا ہے، ایک موتی،

أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ يَقُوْلُ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ لِأَنَّ اللَّيْثَ رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ
يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَحَدِيْثُ اللَّيْثِ أَصَحُّ. اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ جَابِرٍ
قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَفِيْنَا الْأَعْرَابِيُّ وَ
وَالْعَجَمِيُّ فَقَالَ اقْرَءُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَسَيَجِيْءُ أَقْوَامٌ يُقِيْمُوْنَهُ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُوْنَهُ

ابوملیکہ سے وہ حضرت ام سلمہ سے راوی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے تھے ۱ اس طرح کہ پڑھتے الحمد للہ رب العالمین پھر ٹھہر جاتے پھر پڑھتے الرحمن الرحیم پھر ٹھہر جاتے ۲ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد متصل نہیں ہے ۳ کیونکہ یہ حدیث لیث نے ابن ابی ملیکہ سے انہوں نے یعلی ابن مملک سے انہوں نے ام سلمہ سے روایت کی لیث کی حدیث زیادہ صحیح ہے ۴ تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم پر تشریف لائے جب ہم قرآن پڑھ رہے تھے عربی اور عجمی سب ہی تھے ۵ تو فرمایا پڑھے جاؤ سب ٹھیک ہے ۶ کچھ قومیں ایسی ہونگی جو تلاوت کو ایسے درست کریں گی جیسے تیر سیدھا [illegible]

ہزار بار پڑھنے سے بہتر ہوتا ہے ۱ یعنی ہر آیت پر ٹھہر کر سانس توڑ دیتے تھے، پھر دوسری آیت تلاوت فرماتے تھے، سکتہ اور وقف میں یہ ہی فرق ہے، کہ وقف میں سانس توڑ دی جاتی ہے، پھر ٹھہر جاتا ہے مگر سکتہ میں ٹھہرتے تو ہیں سانس نہیں توڑتے ۲ قراء کہتے ہیں کہ وقف تین قسم کا ہے۔ وقف حسن وقف کافی، وقف تام، الرحمن الرحیم پر وقف کرنا وقف کافی ہے، وقف حسن نہیں، بہتر یہ ہے کہ مالک یوم الدین پر وقف کرے اسی طرح رب العالمین پر وقف تام تو ہے حسن نہیں، وقف حسن یہ ہی ہے کہ الحمد سے شروع کرکے یوم الدین پر ٹھہرے، ہمارے ہاں بعض لوگ رب العالمین پر وقف کو سخت برا جانتے ہیں یہ بھی درست نہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ہاں یہ کہو کہ بہتر نہیں ۳ کیونکہ ابن ابی ملیکہ نے حضرت ام سلمہ سے ملاقات نہیں کی، لہذا درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گئے حدیث منقطع ہے ۴ خلاصہ یہ ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے لیث ابن سعد نے بھی روایت کی ہے اور جریج نے بھی، مگر لیث ابن سعد کی روایت صحیح تر ہے، کہ اس میں کوئی راوی چھوٹا نہیں، ام سلمہ سے پہلے یعلی ابن مملک کا ذکر ہے اور جریج کی روایت میں راوی چھوٹ گیا ہے، یہ منقطع ہے، الیث ابن سعد بہت ثقہ تھے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ، عطا، زہری، سے روایات لیں، اور ان سے بہت محدثین نے، انہیں بیس ہزار دینار کی سالانہ آمدنی تھی، مگر ان پر کبھی زکوۃ واجب نہ ہوئی، نیز اس حدیث کا متن بلاغت ولہجہ کے بھی خلاف ہے کہ الرحمن الرحیم پر وقف بہتر نہیں (مرقات وغیرہ) ۵ یعنی اس مجلس میں شہری صحابہ بھی تھے اور دیہات کے باشندے بھی عربی و اعرابی میں یہ ہی فرق ہے کہ عربی عام ہے اعرابی خاص اہل دیہات اور عربی بھی تھے بیرون عرب کے بھی کہ بلال حبشہ کے تھے، سلمان فارس کے، صہیب روم کے رضی اللہ عنہم غرض کہ شعر

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا ۔ نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

۶ یعنی قرآن شریف عجمی، عربی، شہری، بدوی سب کے لئے آیا ہے، سب ہی تلاوت کیا کرو عجمی یہ خیال نہ کریں کہ چونکہ ہمارا لہجہ عرب کا سا نہیں ہو سکتا

وَلَا يَتَأَجَّلُونَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ◆ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ
الْعِشْقِ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَسَيَجِيْءُ بَعْدِيْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَ
النَّوْحِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَقُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَاْنُهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ
فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ ◆ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْاٰنَ

دنیا میں اجرت لیں گے آخرت کے لئے نہ رکھیں گے ۹ (ابوداؤد، بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید عربی لہجوں اور عربی آوازوں سے پڑھو ۲ عشق والوں کی راگنیوں اور توریت و انجیل والوں کے لہجوں سے بچو ۳ ہمارے بعد وہ قومیں آئیں گی جو قرآن میں ایسی گلے بازیاں کریں گے جیسے گانے اور نوحے میں ۴ قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا ۵ انکے اور انہیں پسند کرنے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے ۶ (بیہقی شعب الایمان) اور رزین اپنی کتاب میں روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرماتے تھے قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کیونکہ اچھی آواز قرآن کا

لہٰذا ہم تلاوت ہی چھوڑ دیں، جو لہجہ بن پڑے اس میں پڑھو، ہاں صحیح پڑھو لہجے کا اعتبار نہیں صحت کا اعتبار ہے اور اخلاص کا ثواب شعر:

ما دروں را بنگریم و حال را ◆ ما بروں را ننگریم و قال را

۸ یعنے آخر زمانہ میں محض ریاء و نمود کے لئے قرآن کا لہجہ درست کرنے میں بہت تکلفات کریں گے مگر ثواب سے محروم رہیں گے اس کی وجہ آگے آرہی ہے ۹ یعنے ان کی تمام محنتیں صرف لہجہ تحسین کرنے کے لئے ہوں گی، تاکہ دنیادار پسند کریں، واہ واہ ہو، پیسے خوب ملیں، اخلاص نہ ہوگا پھر ثواب کیسے پائیں اعمال کی قیمت ہوتی ہے نہ کہ محض قالب کی، ہر عبادت کا یہی حال ہے اللہ تعالٰے اخلاص نصیب کرے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ ناراضی ان کی محنت پر نہیں بلکہ ریاء و نمود پر ہے ۲ اہل عرب کی تلاوت میں صرف آواز کی عمدگی، مخارج کی صحت، ادا و الفاظ کی نفاست ہوتی ہے تکلف اور موسیقی کے طریقوں سے خالی، چونکہ قرآن شریف عربی ہے اسے عربی طریقے سے پڑھو، لحن کے معنے ہیں خوش و طرب اور آواز کی لچک و لہر ۳ یعنے نہ تو قرآن گیت کے نغموں کی طرح گاؤ جیسے عشاق گویئے ٹھمری دادرے وغیرہ گاتے ہیں، اور نہ ایسے تکلفات سے پڑھو جیسے یہود و نصارٰی توریت و انجیل پڑھتے ہیں جن سے اصل عبارت بگڑ جاتی ہے جہاں مد نہ ہو وہاں پیدا ہو جاتا ہے جہاں شد ہو وہاں نہیں رہتا، الف زبر بن جاتا ہے زبر الف وغیرہ، فقیر نے بعض قوالوں کو قرآنی آیات طبلے سارنگی پر نغموں سے گاتے سنا کہ ان کے گیتوں میں آیتیں ہیں انہیں باجوں پر گاتے ہیں ۴ یعنے قرآن میں گلے بازیاں، مد لاگ، راگنی و آوازیں بھلانے سے کام لیں گے اسے گیت یا قوالی کا شعر بنا دیا کریں گے، جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے اس غیب دان نبی نے پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی ۵ یعنے صرف زبان پر قرآن کے الفاظ ہوں گے دل پر قرآن کا کوئی اثر نہ ہوگا ایمان میں تازگی نہ پیدا ہوگی نہ انکے نہ سامعین کے کیونکہ جو منہ سے نکلتا ہے وہ کان پر گرتا ہے جو دماغ سے نکلتا ہے وہ دماغ پر گرتا ہے جو دل سے نکلتا ہے وہ دل پر گرتا ہے ۶ یعنے خود ان کے اور سامعین کے دل اس تلاوت سے فائدہ نہ اٹھائیں گے بلکہ الٹا نقصد

WWW.NAFSEISLAM.COM

حُسْنًا رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ ۔ وَعَنْ طَاوٗسٍ مُرْسَلًا قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَحْسَنُ صَوْتًا لِلْقُرْاٰنِ وَاَحْسَنُ قِرَاءَۃً قَالَ مَنْ اِذَا سَمِعْتَہٗ یَقْرَأُ اُرِیْتَ اَنَّہٗ یَخْشَی اللّٰہَ قَالَ طَاوٗسٌ وَکَانَ طَلْقٌ کَذٰلِکَ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ ۔ وَعَنْ عُبَیْدَۃَ الْمُلَیْکِیِّ وَکَانَتْ لَہٗ صُحْبَۃٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ

حسن ترجمان ہی ہے لہ دارمی ، روایت ہے حضرت طاؤس سے ارسالاً فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون شخص قرآن میں خوش آواز اور اچھی قرأت والا ہے ۲ فرمایا وہ جسے تم جب قرآن پڑھتے سنو تو محسوس کرو کہ وہ اللہ سے ڈر رہا ہے سے طاؤس فرماتے ہیں کہ طلق ایسے ہی تھے گے دارمی روایت ہے حضرت عبیدہ ملکی سے لکن کو جناب مصطفے کی صحبت میسر تھی ھ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے قرآن والو لہ قرآن کو تکیہ نہ بناؤ ٹہ

لہ اس کی شرح پہلے گذر چکی کہ ہر شخص کی آواز اس کے لحاظ سے ہوگی لہ ایک ہی شخص اپنی آواز بری بھی نکال سکتا ہے اور کچھ اچھی بھی تو قرآن کی تلاوت میں اچھی آواز استعمال کرے یہ مطلب نہیں کہ جس کی آواز اچھی نہ ہو وہ تلاوت قرآن ہی نہ کرے ، حضرت بلال اکی موٹی آواز سے ہی اذان و تلاوت کرتے تھے رب تعالٰے کو وہ ہی پیاری تھی کہ وہاں دل کی آواز سنی جاتی ہے :- شعر :-

گفت ہاتف باز از بانگ بلال ؏ خوش شدے بر عرش رب ذوالجلال

مطلب یہ ہے کہ حتے الامکان خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھو تاکہ سننے والوں کو قرآن کی طرف میلان ہو یہ نہ ہو کہ :- شعر :-

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی ؏ میبری رونق مسلمانی

یا اس اچھی آواز کا مطلب وہ ہے جو اگلی حدیث میں آرہا ہے یعنے درد والی آواز جو درد دل کا پتہ دے ، خشوع و خضوع ظاہر کرے سے سبحان اللہ کیا پیارا سوال ہے مقصد یہ ہے کہ لوگ اچھی آواز تو سریلی رسیلی آواز کو سمجھتے ہیں اور نغمہ والی تلاوت کو اچھی تلاوت سمجھتے ہیں ، سرکار نے جو اچھی آواز میں تلاوت قرآن کا حکم دیا ہے کیا اس سے بھی یہی مراد ہے یا کچھ اور سے یہ حدیث تمام ان احادیث کی شرح ہے جن میں اچھی آواز اچھی تلاوت کا حکم دیا گیا یعنے درد دل والی ادا اور خوف خدا والی قرأت اچھی ہے نفس آواز باریک ہو یا موٹی بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ ان کی آواز موٹی تھی مگر ان کی تلاوت سے خود ان کے اور سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے ، دل کانپ جاتے تھے اللہ تعالٰے ایسی تلاوت نصیب کرے آمین گے یعنے طلق ابن علی ابن عمرو حنفی یمامی اسی طرح تلاوت کرتے تھے کہ خدا یاد آجاتا تھا ، آپ قیس ابن طلق یمانی کے والد ہیں مشہور صحابی ہیں حضرت طاؤس نے ان سے ملاقات کی ہے ھ یہ جملہ معترضہ ہے اور امام بیہقی کا قول ہے ، یعنے عبیدہ ملیکی صحابی ہیں کہ انہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہے خیال رہے کہ صحابی بننے کے لئے ایک آن کی صحبت یا ایک نظر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا کافی ہے مگر تابعیت کے لئے صحابی کے ساتھ رہنا فیضان صحبت حاصل کرنا ضروری ہے لہ اصطلاح میں اہل قرآن ہر قرآن کے ماننے والے پڑھنے والے اس پر عمل کرنے والے کو کہتے ہیں ، اور اہل حدیث وہ خاص جماعت ہے جو اپنی زندگی علم حدیث حاصل کرنے اور سکھانے میں گذار دے یعنی محدث نہ تو اہل قرآن سے چکڑالوی منکر حدیث مراد ہوتے ہیں نہ لفظ اہل حدیث سے موجودہ وہابی منکر فقہ مراد ہوتے ہیں ٹہ یعنے اے قرآن ماننے والے مسلمانو یعنے قرآن شریف پر سر رکھ کر نہ لیٹو کہ یہ بے ادبی ہے قرآن سے بے فکر نہ ہو جاؤ کہ اس کی تلاوت میں سستی کرو یا اس پر عمل

وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَافْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعَجَّلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

بَابٌ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَنِيْهَا فَكِدْتُّ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَمْهَلْتُهٗ حَتّٰى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى

اور دن رات اس کی تلاوت کرو جیسا کہ تلاوت کا حق ہے۱ اور قرآن کا اعلان کرو اسے خوش آوازی سے پڑھو اس کے معنے میں غور کرو تاکہ تم کامیاب ہو۲ اور اس کا ثواب جلدی نہ مانگو کہ اس کا بہت ثواب ہے۳ (بیہقی شعب الایمان) باب۴ پہلی فصل روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے ہشام ابن حکیم ابن حزام کو سنا۵ کہ وہ سورۂ فرقان اس کے خلاف پڑھ رہے ہیں جو میں پڑھتا تھا اور مجھے یہ سورۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی۶ قریب تھا کہ میں ان پہ جلدی کر بیٹھوں مگر میں نے انہیں مہلت دی حتےٰ کہ وہ فارغ ہو گئے پھر میں نے انہیں ان ہی کی چادر میں لپیٹ لیا۷ پھر انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لایا اور عرض کیا یارسول اللہ میں نے انہیں سنا کہ سورۂ فرقان اس کے علاوہ پڑھ رہے ہیں جو

حکم دو دوسرے معنے زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۲ اس جملہ میں دو حکم ہیں ہمیشہ قرآن پڑھنا اور درست پڑھنا، قرآن کا حق تلاوت یہ ہے کہ اس کی تلاوت صحیح طریقہ سے کرے اور اس پر عمل کرے رضائے الٰہی کیلئے پڑھے نہ کہ محض لوگوں کو خوش کرنے کیلئے رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ الآیہ یہاں مرقات نے فرمایا کہ قرآن کریم پر تکیہ لگانا اس کی طرف پاؤں پھیلانا اس پر کوئی اور کتاب رکھنا اس کی طرف پیٹھ کرنا اسے پھینکنا وغیرہ سخت منع ہے قرآن کریم کو چونیا پر رکھنا مستحب ہے اس سے فال نکالنا حرام ہے۳ لا تغنوا کے دو معنے پہلے عرض کئے جا چکے ہیں یعنی قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھو اور قرآن کے ذریعہ لوگوں سے غنی و بے نیاز ہو جاؤ گانے کے معنے میں نہیں کہ قرآن شریف گا کر پڑھنا حرام ہے تدبر قرآن علماء کا ورد ہے بے علم لوگ تلاوت کریں اور علماء تو اس کے معانی احکام میں غور کریں عوام یہ سمجھ کر پڑھیں کہ یہ وہ الفاظ ہیں جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے پڑھے سبحان اللہ اکبر ہمارے کہاں نصیب کہ وہ الفاظ ہماری زبان پر بھی آ جائیں۴ یعنی تلاوت قرآن، تعلیم قرآن، تجوید قرآن خدمت قرآن کا ثواب آخرت میں ملے گا جو تمہارے علم و فہم سے وراء ہے، تم صرف یہاں ہی اس کا ثواب نہ لو یعنی دنیا کو اسی کا مقصد نہ بنا لو۵ یعنی قراءت قرآن کے متعلق متفرق مضامین کا باب بعض نسخوں میں یوں ہے باب فی اختلاف القراٰن وجمع القراٰن یعنی قرآن شریف کی مختلف قراءتوں اور جمع قرآن کا باب جمع قرآن سے مراد یکجا کتابی شکل میں جمع کرنا ہے۶ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حکیم ابن حزام قرشی ہیں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے آپ کی ساری اولاد صحابی ہے ان میں سے ہشام بھی ہیں۷ یعنی مجھے اپنی قراءت کے صحیح ہونے کا یقین تھا کیونکہ میں نے کسی اور سے نہ سیکھی تھی خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی اس لئے مجھے شبہ ہوا کہ ہشام دیدہ و دانستہ قرآن غلط پڑھ رہے ہیں۸ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دین میں کسی کی رعایت نہیں عزیز قریبی ہو یا اجنبی معمولی آدمی ہو یا بڑا دوسرے یہ کہ تلاوت قرآن کا بڑا احترام ہے کسی شخص کو دوران

غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسِلْهُ اِقْرَأْ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِي اِقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ ٭ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقَالَ

جو مجھے حضور نے پڑھائی ہے[1] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو[2] ہشام پڑھو انہوں نے وہی قرأت تلاوت کی جو میں نے انہیں تلاوت کرتے سنی تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں ہی اتری ہے پھر مجھ سے فرمایا پڑھو میں نے پڑھی فرمایا یوں بھی اتری ہے یہ قرآن سات قرأت پر اترا ہے جو تم پر آسان ہو تلاوت کر لیا کرو[3] (مسلم بخاری) اور لفظ مسلم کے ہیں[4] روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو تلاوت کرتے سنا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے خلاف تلاوت کرتے سنا تھا تو میں انہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور یہ سب بتایا تو میں نے حضور انور کے چہرہ منور میں ناراضی دیکھی[5]

تلاوت میں اس سے مزاحمت جھگڑنا انہیں چاہیے نہ اسکی تلاوت میں رکاوٹ ڈالنی دیکھو حضرت عمر قرآن کریم کے الفاظ میں فرق دیکھ کر طیش میں آگئے مگر تلاوت ختم ہونے پر حضرت ہشام کو گویا گرفتار کرلیا نہ رعایۃً قراءۃ کی حرمت[2] اس لئے میں انہیں گرفتار کر کے آپکی خدمت میں لایا ہوں تاکہ آپ اس سے منع فرمادیں اور گذشتہ قصور پر سزا دیں معلوم ہوا کہ حتی الامکان کسی ملزم کو خود سزا نہ دے حاکم سے فیصلہ کرائے[2] چونکہ حضرت عمر کا یہ طیش نفس کیلئے نہ تھا اللہ کیلئے تھا نیز حضرت عمر مثل استاد کے تھے اور حضرت ہشام مثل شاگرد کے اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت عمر پر عتاب فرمایا اور نہ انہیں حضرت ہشام سے معافی مانگنے کا حکم دیا جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کی بے قصور داڑھی سر کے بال پکڑ لئے انہیں کھینچا کیونکہ ماں باپ استاد شیخ اگر غلط فہمی سے کسی کو سزا ناجائز طور پر بھی دیدیں تب بھی مجرم نہیں[3] محدثین فرماتے ہیں کہ قرآن شریف لغت قریش میں نازل ہوا مگر چونکہ عرب کے بہت سے قبیلے تھے جن کی زبانیں مختلف تھیں ہر قبیلہ کی زبان گراں معلوم ہوتی تھی اپنی زبان آسان تھی اور زمانہ بالکل نیا تھا اندیشہ تھا کہ دوسرے قبیلے تلاوت قرآن چھوڑ دیں گے اسی لئے سات بلکہ سات سے بھی زیادہ طریقوں سے تلاوت کی اجازت دے دی گئی تھی یہاں سات سے مراد بیان زیادتی ہے نہ کہ خاص یہ عدد اور حرف سے مراد طریقہ تلاوت ہے خواہ خود حرف کی ذات میں فرق ہو جیسے نُنْشِزُهَا زے سے اور نُنْشِرُهَا رائے مہملہ سے یا صفات حرف میں فرق ہو جیسے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ خواہ طریقہ ادا میں فرق ہو جیسے ادغام، اظہار، تفخیم، ترقیق، امالہ، مد، قصر تلیین وغیرہ مگر ان اختلاف کی وجہ سے معانی نہ بدلیں گے قرآن کریم کی سات قرأتیں تو متواتر ہیں اور چودہ شاذ، متواتر قرأتوں کی تلاوت کرے شاذ کی نہ کرے جیسے فصیام ثلثة ایام متوالیات یا جیسے وصلوٰة الوسطیٰ صلوٰة العصر وغیرہ اب ہماری قرأت ابوحفص عن عاصم والی ہے قاریوں کو چاہیے کہ اس کی قراءۃ کیا کریں، ورنہ عوام میں فتنہ پھیلے گا اور لوگ ان قرأتوں کا انکار ہی کردیں گے[4] بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ حدیث متواتر ہے اکیس صحابہ سے مروی ہے شاید متواتر سے مراد متواتر المعنٰی ہو (مرقاۃ)[5] یہ ناراضی قرآن شریف میں اختلاف کی وجہ سے ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ کہیں مسلمان کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف نہ کرنے لگیں۔

كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ فَلَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْ
أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ
آخَرُ فَقَرَأَ سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ
فَأَمَرَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ فَقَرَأَ فَحَسَّنَ شَأْنَهُمَا فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيْبِ
وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِيْ ضَرَبَ

فرمایا تم دونوں ٹھیک ہو لہٰذا آپس میں جھگڑو مت کیونکہ تم سے پہلے لوگ جھگڑے تو ہلاک ہو گئے (بخاری) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص آ کر نماز پڑھنے لگا اس نے ایسی قرأت کی جس کا میں نے انکار کیا ۲ پھر دوسرا شخص آیا تو اس نے بھی اس پہلے والے کی قرأۃ کے سوا اور قرأت کی ۳ جب ہم نماز پڑھ چکے ۴ تو ہم سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۵ تو میں نے عرض کیا کہ ان صاحب نے ایسی قرأت کی ہے جس کا میں انکاری ہوں اور دوسرے صاحب آئے تو انہوں نے ان کے سوا اور ہی قرأت کی تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا انہوں نے قرأت کی ۶ تو حضور نے ان کی تعریف کی اس سے میرے دل میں کچھ تردد پیدا ہوا ۷ جو زمانہ جاہلیت میں نہ ہوا تھا ۸ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر چھایا ہوا تردد ملاحظہ کیا تو میرے سینہ پر

۱ یعنی تم نے جو سنا وہ ٹھیک سنا اور انہوں نے جو پڑھا وہ درست پڑھا تمہارا سننا ان کا پڑھنا دونوں ٹھیک ہے چونکہ تمہیں یہ خبر نہ تھی کہ قرآن کریم کی قرأت مختلف طریقوں سے جائز ہے اس لئے تم یہ انکار کر بیٹھے تمہیں ان صحابی سے اچھا گمان کرنا چاہیے تھا انہیں میرے پاس لانا چاہیے تھا اس طرح کہ یہود نے توریت کے اور عیسائیوں نے انجیل کے مختلف نسخے بنا لیے اور ہر جماعت نے دوسرے نسخے کا انکار کر دیا اور کلام الٰہی کا انکار کفر ہے۔ ۲ غالباً یہ قرأۃ نماز سے خارج ہوگی یعنی انہوں نے نماز سے فارغ ہو کر قرآن کریم تلاوت کی اس تلاوت میں یہ واقعہ پیش آیا انکار کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے اور طرح تلاوت سیکھی تھی اور یہ دوسری طرح تھی ان کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ تلاوت قرآن مختلف طرح سے درست ہے یہاں انکار سے مراد دلی انکار ہے یعنی میں نے دل میں ان پر اعتراض کیا۔ ۳ یعنی ان دوسرے صاحب کی قرأت میری قرأت کے بھی خلاف تھی اور اس پہلے شخص کی قرأۃ کے بھی خلاف، اس سے میرا تعجب و انکار اور بڑھ گیا۔ ۴ مرقات نے فرمایا غالباً یہ نماز چاشت تھی جو آگے پیچھے ان بزرگوں نے پڑھی، مسجد نبوی میں ان سب کا اجتماع ہو گیا فرض نماز ہوتی تو ایک ساتھ جماعت سے پڑھی جاتی لہٰذا حدیث بالکل ظاہر ہے۔ ۵ بعد نماز یہ حضرات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں حاضر ہوئے جہاں اس وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھے۔ ۶ وہ ہی قرأتیں کیں جو میں نے ان دونوں سے سنی تھیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی ان مختلف قرأتوں کو صحیح فرمایا کہ تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو اور تم بھی۔ ۷ ظاہر یہ ہے کہ فسقط معروف ہے اس لئے اس کے یہ معنی کئے گئے اور تکذیب سے مراد ہے اس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کہ اگر یہ کلام ربانی ہوتا تو ایک ہی طرح ہوتا چند طرح کیسا خیال رہے کہ بے اختیاری برے خیال کو وسوسہ کہتے ہیں اس پر نہ عذاب ہے نہ سزا یہ وسوسہ ہی تھا اس لئے حضرت ابی پر نہ فتوےٰ کفر لگ سکتا ہے نہ فتوےٰ فسق، اس لئے سقط فرمایا یعنی غیر اختیاری طور پر دل میں بدگمانی سی پیدا ہوئی۔ ۸ یعنی آج کا یہ انکار غیر اختیاری، اتنا قوی تھا کہ اس سے پہلے حالت کفر میں اس قسم کا اتنا سخت انکار میرے دل میں

فِي صَدْرِي فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللهِ فَرَقًا فَقَالَ لِي يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنِ اقْرَأِ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُّ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ اقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُّ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُّكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيهَا فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنِ ابْنِ

دست اقدس مارا کہ میں پسینے سے بھر گیا اور ڈر سے میں ایسا ہو گیا گویا رب کو دیکھ رہا ہوں ۱؎ مجھ سے فرمایا اے ابی قرآن مجھ پر ایک قرأت میں بھیجا گیا تھا میں نے رب کی بارگاہ میں رجوع کیا کہ الٰہی میری امت پر آسانی کر رب نے مجھے دوبارہ جواب دیا کہ دو قرأتوں پڑھ سکتے ہو پھر میں نے رب کی طرف رجوع کیا کہ میری امت پر آسانی فرما رب نے تیسرا جواب دیا کہ سات قرأتوں پر تلاوت کر سکتے ہو ۲؎ اور اے محبوب تمہیں ہر بار عرض کے عوض ایک خصوصی دعا بخشتے ہیں جو تم ہم سے مانگ لینا ۳؎ میں نے عرض کیا الٰہی میری امت بخش دے الٰہی میری امت بخش دے ۴؎ اور میں نے تیسری دعا اس دن کے لیے بچا رکھی ہے جب ساری خلقت حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف شفاعت کیلئے آئیں گے ۵؎ مسلم روایت ہے حضرت ابن

نہ آیا تھا خیال رہے کہ اس انکار کو اتنا سخت کہنا اس لئے ہے کہ پہلے تو وہ مسلمان تھے ہی نہیں اسوقت انکار کرنا اتنا بڑا جرم نہ تھا اب ہو چکے تھے مسلمان اور مسلمان ہوکر انکار بڑا جرم ہے خلاصہ یہ ہے کہ اتنا خطرناک انکار تو زمانہ کفر میں میرے دل میں نہ آیا تھا اس انکار کو خطرناک جاننا کمال ایمان کی دلیل ہے اور یہ ندامت بہترین عبادت ہو سکتا ہے کہ سقط کا فاعل پوشیدہ ہو اور من التکذیب کی تعلیلیہ یعنی اس غیر اختیاری تکذیب کی وجہ سے مجھے اتنی شرمندگی ہوئی اور میرے دل میں ایسی ندامت واقع ہوئی کہ ایسی ندامت اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی نہ کفر میں نہ اسلام میں اس صورت میں معنٰی بالکل واضح ہیں ۱؎ اسوقت میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے ظاہر ہوئے ایک تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی دلی ندامت و شرمندگی معلوم فرمالینا دوسرے دست اقدس رکھکر اس انکار اور ندامت کو ختم فرمادینا تیسرے حضرت ابی ابن کعب کو احسان کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دینا کہ حضرت ابی کو یہ محسوس ہونے لگا کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں اسوقت جو فیضان ملا ہوگا وہ بیان سے باہر ہے حضرت ابی کو پسینہ آجانا قوت فیض کی بنا پر تھا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو جاڑوں کے موسم میں وحی نازل ہونے پر پسینہ آجاتا تھا بعض مشائخ اپنے مریدین کو ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فیض دیتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲؎ سرکار عالی کا یہ ارشاد فرمانا خفائی تسکین عطا فرمانے کے بعد مسائی تسکین ہے حضرت ابی کو اطمینان تو پہلے ہی ہوچکا تھا مگر وہ بیان میں نہ آسکتا تھا اب کلاماً ارشاد فرمایا جسکی تبلیغ بھی ہو سکتی ہے گویا پہلے طریقت سکھائی پھر شریعت بتائی ۳؎ یعنی اے محبوب ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ قرآن کریم کی قرأتیں سات ہونگی مگر ہمارا منشاء یہ تھا کہ یہ آسانی تمہاری طلب پر دیں تاکہ ہماری یہ نعمت امت کو تمہارے طفیل ملے جیسے پچاس نمازوں کی پانچ رہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض اور تمہاری کوشش سے اور ہم کو تمہاری یہ عرض و معروض ایسی پیاری معلوم ہوئی کہ ہم تمہیں ہر عرض پر ایک انعام خاص بخشتے ہیں کہ تم نے تین بار عرض کیا ہم تمہیں تین خصوصی دعائیں دیتے ہیں جو مانگو سو پاؤ گے ۴؎ اس رحمت والے داتا کے قربان اس کی دین کے صدقے اس وقت حضور اپنے اور اپنی اولاد کے لئے جو چاہتے مانگ لیتے مگر امت کو یاد فرمایا خیال رہے کہ پہلے بخشش سے کبیرہ گناہوں کی بخشش مراد ہے اور دوسری بخشش سے صغیرہ گناہوں کی مغفرت مقصود یعنی الٰہی میری امت کے چھوٹے بڑے سارے گناہ بخش دے چونکہ یہ بخششیں صرف مجرم مسلمانوں کے

عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَأَنِیْ جِبْرِيْلُ عَلٰى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهٗ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِيْدُهٗ وَيَزِيْدُنِیْ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ بَلَغَنِیْ اَنَّ تِلْكَ السَّبْعَةَ الْاَحْرُفَ اِنَّمَا هِیَ فِی الْاَمْرِ تَكُوْنُ وَاحِدًا لَا تَخْتَلِفُ فِیْ حَلَالٍ وَّلَا حَرَامٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۞ عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ لَقِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلَ فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ اِنِّیْ بُعِثْتُ اِلٰى اُمَّةٍ اُمِّيِّيْنَ مِنْهُمُ الْعَجُوْزُ وَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِیْ لَمْ يَقْرَأْ كِتَابًا قَطُّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ

عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبریل نے ایک قرات پر قرآن پڑھایا تھا مگر میں نے انہیں واپس بھیجا میں رب سے زیادہ مانگتا رہا رب مجھے زیادہ دیتا رہا حتی کہ سات قراتوں تک پہنچ گیا۲ ابن شہاب فرماتے ہیں مجھے خبر ملی کہ یہ سات قراتیں حقیقتہً ایک ہی ہیں جو حلال و حرام میں مختلف نہیں۳ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جبریل امین کی ملاقات ہوئی تو حضور نے فرمایا اے جبریل میں بے پڑھی جماعت کی طرف بھیجا گیا ہوں جن میں بوڑھی عورتیں بڑے بوڑھے بچے بچیاں اور یہ وہ لوگ بھی جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھی۱ انہوں نے عرض کیا اے محمدؐ

۱؎ ہی ہو سکتی ہیں اس لئے اپنی امت کا ذکر کیا۔ یعنی تیری دعا قیامت کے لئے اٹھا رکھی ہے اس دعا کا فائدہ کفار، مسلمان، گنہگار، نیک کار، انبیائے کرام اولیاء عظام سب ہی اٹھائیں گے کہ اس دعا سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ کا دروازہ کھولیں گے اس کی برکت سے کفار کو میدانِ محشر سے نجات، اہم گنہگاروں کو دوزخ سے نجات، نیک کاروں کو رفع درجات میسر ہونگے اور سب کے لئے عرض حاجات کا دروازہ کھل جائے گا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کی دھوم مچ جائے گی۔ شعر:

گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولے ۞ رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم۔

۱؎ یعنی پہلی ایک قرات تو رب کی طرف سے میری بغیر طلب ملی، بقیہ چھ قراتیں میری طلب پر عطا ہوئیں، یہ قرآنی آیات بلکہ اسلامی احکام کا حال ہے کہ بعض تو خود رب تعالٰی نے عطا فرمائیں اور بعض حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طلب و خواہش پر دی گئیں رب تعالٰی فرماتا ہے قد نرٰی تقلب وجھک فی السمآء الآیہ معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ کا حکم اور اس کی آیت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش کی بنا پر ہے اس خواہش میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا اظہار ہے ۲؎ ابن شہاب یعنی امام زہری کا مقصد یہ ہے کہ یہاں سبعۃ احرف سے مراد احکام قرآنی نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا وہ بولے کہ قصے، مثالیں، امر نہی، حلال، حرام، محکم، متشابہ وغیرہ مضامین جو قرآن کریم میں وارد ہوئے یہاں وہ مراد ہیں، امام زہری فرماتے ہیں نہیں یہ مراد نہیں بلکہ سات قراتیں مراد ہیں کہ ان قراتوں میں صرف حروف کی ہیئتوں میں فرق ہوتا ہے معانی و احکام وغیرہ میں فرق نہیں ہوتا علمائے اصول نے فرمایا کہ قرآن میں مطلق مقید، عام، خاص، نص، قول، ناسخ، منسوخ، مجمل مفسر وغیرہ ہیں نحویوں نے کہا کہ اس میں ذکر، حذف، تقدیم، تاخیر، استعارہ، تکرار، کنایہ،

الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ وَاَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ لَيْسَ مِنْهَا اِلَّا شَافٍ كَافٍ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِیِّ قَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ اَتَيَانِیْ فَقَعَدَ جِبْرِيْلُ عَنْ يَمِيْنِیْ وَمِيْكَائِيْلُ عَنْ يَسَارِیْ فَقَالَ جِبْرِيْلُ اِقْرَأِ الْقُرْاٰنَ عَلٰی حَرْفٍ قَالَ مِيْكَائِيْلُ اسْتَزِدْهُ حَتّٰی بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ فَكُلُّ حَرْفٍ شَافٍ كَافٍ ؛ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّهٗ

یہ قرآن سات قرأتوں پر اتارا گیا ہے [1] (ترمذی) اور احمد و ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے ان قرأتوں میں سے ہر قرأت شافی کافی ہی ہے [2] اور نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا حضور انور نے جبریل و میکائیل میرے پاس آئے جبریل تو میری داہنی جانب بیٹھ گئے اور میکائیل میری بائیں طرف [3] جبریل بولے قرآن ایک قرأۃ پر تلاوت کیجئے حضرت میکائیل نے کہا یا رسول اللہ زیادتی کا مطالبہ فرماؤ [4] حتٰی کہ سات قرأتوں تک پہنچ گئے ہر قرأت شافی کافی ہے [5] روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ وہ

حقیقت و مجاز وغیرہ میں صوفیاء نے فرمایا کہ قرآن میں زہد و قناعت ، یقین ، حرف ، خدمت ، حیاء ، کرم ، مجاہدہ ، مراقبہ ، خوف ، امید ، رضا ، شکر و صبر محبت شوق ، مشاہدہ وغیرہ ہیں ، یہاں وہ مراد ہے ، مگر امام زہری کا قول قوی ہے کہ یہاں سات قرأتیں مراد ہیں [1] خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم تا قیامت لوگوں کے لئے آیا اور ان میں سب لائق و فائق ہی نہ ہوں گے بلکہ ہر قسم کے لوگ ہوں گے تو اگر اس کی قرأت صرف ایک ہی تو بہت لوگوں کو دشواری ہوگی کہ بعض لوگوں کی زبان پر املا آسان ہوتا ہے بعض کی زبان پر تفخیم سہل اس لئے اس میں نرمی ہونی چاہیے جبریل امین سے یہ فرمانا درحقیقت رب تعالٰی سے عرض کیا کیونکہ حضرت جبریل رب و محبوب کے درمیان وسیلہ ہیں جیسے ہمارا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے درد کہنا درحقیقت حق تعالٰی سے عرض کرنا ہے معلوم ہوا محبوب کے مقبول بندوں سے عرض مدعا کرنا درحقیقت رب تعالٰی ہی کو کہنا ہے ، بنی اسرائیل کو جو کچھ رب سے کہنا ہوتا تھا وہ موسٰی علیہ السلام سے ہی عرض کرتے تھے ، وسیلہ کا ثبوت ہوا ؛

[2] یعنی قرآن کریم سات لغتوں میں نازل ہوا جس کو جو لغت آسان ہو اس میں قرأت کرلو اس کی مفصل شرح پہلے ہو چکی ہے [3] یعنے ان سات قرأتوں میں سے جو قرأت پڑھ لی جائے وہ مومن کے لئے باعث شفا ہے ، اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کافی دلیل ہے یا دنیا میں شافی ہے آخرت میں ثواب کے لئے کافی ہر قرأت کا ثواب یکساں ، کیونکہ صرف الفاظ اور طریقہ ادا میں کچھ فرق ہے معنے یکساں ہیں [4] سبحان اللہ فرشتے نورانی اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نور الانوار نے نور کو گھیر لیا اور مجمع نور علٰی نور ہوگیا وحی حضرت جبریل لائے اور حضرت میکائیل صرف قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف فرشتے مختلف مقاصد لے کر حاضری دیتے تھے کوئی وحی دینے کو کوئی فیض لینے کو ؛ [5] یعنی جبریل امین سے ، اور وہ عرض کریں رب العالمین سے ، تاکہ آپ کی امت کو یہ فیض اور یہ آسانی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اور ان فرشتوں کے ذریعہ سے میسر ہو ، خیال رہے کہ حضرت جبریل کا عرض کرنا کہ ایک قرأت پر تلاوت قرآن کیجئے رب تعالٰی کی طرف سے تھا اور حضرت میکائیل کی یہ عرض بھی حقیقۃً رب تعالٰی ہی کی طرف سے ہے کہ یہ عرض ان کے دل میں ڈال دی اس کی حکمتیں ہم ابھی کچھ پہلے عرض کرچکے ہیں [6] اس طرح کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر جبریل امین بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہوئے اور دو قرأتوں کی اجازت لائے پھر دوبارہ فرمان عالی پاکر پھر وہاں پہنچے اور تین قرأتوں کی اجازت لائے غرضکہ محب و محبوب کے درمیان سات چکر لگائے ، جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں نمازیں کم کرانے کو حضرت کلیم اور بارگاہ

مَرَّ عَلٰی قَاصٍّ یَقْرَأُ ثُمَّ یَسْأَلُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَلْیَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَیَجِیْءُ اَقْوَامٌ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؛ عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَتَاَکَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَیْسَ عَلَیْهِ لَحْمٌ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

ایک قصہ خواں پر گذرے جو قرآن پڑھتا اور لوگوں سے مانگتا تھا ۱؎ آپ نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھی پھر فرمایا ۲؎ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو قرآن پڑھے تو اسکے ذریعہ صرف اللہ سے مانگے عنقریب ایسی قومیں ہوں گی جو قرآن پڑھیں گی اسکے ذریعہ لوگوں سے مانگیں گی ۳؎ (احمد، ترمذی) دوسری فصل: روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے اسکے ذریعہ لوگوں سے کھائے ۴؎ وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اسکے منہ میں ہڈیاں ہوں گی ۵؎ گوشت نہ ہوگا ۶؎ (بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

رب العالمین کے درمیان دس دفعہ گردش فرمائی تھی یہ منتقر بھی عجیب ہوتا ہے ۱؎ محدثین کی اصطلاح میں قاص پیشہ ور واعظ کو کہتے ہیں جو اپنی تقریر میں احکام شرعیہ بیان نہ کرے صرف شعر و اشعار قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرے اگرچہ قرآن شریف ہی کے قصے سنائے مگر احکام سے خالی جیسے آجکل کے عام بے علم واعظین یہ سب قاص ہیں واعظ نہیں کہ واعظ تو نصیحت کرنیوالے کو کہتے ہیں وہ نصیحت نہیں کرتا صرف پیسے مانگتا ہے حاجتمند کسی کو نصیحت نہیں کر سکتا ۲؎ اس گناہ و بدعت و علامت قیامت کو دیکھ کر اسکو سخت صدمہ ہوا اظہار رنج کیلئے آپ نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھی ۳؎ یا تو اس طرح کہ دوران تلاوت میں جب آیت رحمت پر گزرے تو اسکے حصول کی دعا مانگے اور جب آیت عذاب تلاوت کرے تو اس سے پناہ مانگے یا اس طرح کہ تلاوت سے فارغ ہوکر دعا مانگے معلوم ہوا کہ تلاوت سے فراغت پر خصوصًا ختم قرآن کے موقعہ پر دعا ضرور مانگی جائے ۴؎ جیسا آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ بعض بھکاری مسجدوں میں بلکہ گلی کوچوں میں تلاوت کرتے پھرتے ہیں اور ہاتھ پھیلایا ہوا ہوتا ہے یہ حرام ہے کہ اس میں قرآن کریم کی توہین ہے، خیال رہے کہ طلباء سے ختم قرآن شریف کرا کر ان کی دعوت بھی کی جاتی ہے اور کچھ نقدی بھی دی جاتی ہے یا علمائے دین سے جلسوں میں واعظ کرا کر کرایہ و نذرانے دیئے جاتے ہیں یہ تمام صورتیں اس حکم سے خارج ہیں کہ وہاں ختم اور وعظ فی سبیل اللہ ہے اور ان کی خدمت فی سبیل اللہ جیسے مدرسین دینیہ کی تنخواہیں یا خلفائے اسلامیہ کے بھاری بھاری وظیفے نیز دم و تعویذ کی اجرت بھی اس سے خارج ہے کہ وہ تو علاج کی ہے نہ کہ تلاوت قرآن کی خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہ لی اور صحابہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر مار گزیدہ پر دم کیا اجرت میں تیس بکریاں لیں جن کا گوشت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ملاحظہ فرمایا جیسا کہ اسی مشکوٰۃ شریف کتاب الاجارہ میں ان شاء اللہ آئے گا ۵؎ اس طرح کہ بھکاری چند ٹکے حاصل کرنے کے لئے دروازہ پر بجائے صدا دینے کے قرآن کریم پڑھے تاکہ لوگ کچھ دے دیں اسے قرآن پڑھانے والوں کی اجرت مدرسین و علماء کی تنخواہوں سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ روشن حدیث سے ظاہر ہے۔

۶؎ یعنی ان کے چہرے پر ذلت و خواری چھائی ہوگی جیسے آج بھی بعض لوگوں کو دیکھتے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ فقیر بھکاری ہے، خیال رہے کہ امت محمدیہ کے بے عیب اللہ تعالٰی ابھی چھپائے گا شان ستاری کی جلوہ گری ہوگی اگر جو عیب خود ان لوگوں نے ہی علانیہ کئے ہوں وہ وہاں پر بھی علانیہ طور پر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّوْرَةِ حَتّٰى يُنَزَّلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ؛ وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سُوْرَةَ يُوْسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَا هٰكَذَا أُنْزِلَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَرَأْتُهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْسَنْتَ فَبَيْنَا هُوَ يُكَلِّمُهُ إِذْ وَجَدَ مِنْهُ رِيْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ أَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَتُكَذِّبُ بِالْكِتَابِ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُوْبَكْرٍ

علیہ وسلم سورتوں میں فاصلہ نہ پہچانتے تھے حتی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اتری تھی ۱؎ ابوداؤد روایت ہے حضرت علقمہ سے فرماتے ہیں ہم حمص میں تھے حضرت ابن مسعود نے سورۂ یوسف پڑھی تو ایک شخص بولا یہ اس طرح نہیں اتری حضرت عبداللہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے یہ سورۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پڑھی تو حضور نے فرمایا ٹھیک پڑھی ۲؎ جبکہ وہ شخص باتیں کر رہا تھا کہ اس سے شراب کی بو محسوس کی تو عبداللہ نے فرمایا تو شراب پیتا ہے اور قرآن کو جھٹلاتا ہے پھر اسے حد لگائی ۳؎ مسلم بخاری، روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں مجھے ابوبکر صدیق نے . . . . . .

ظاہر ہونگے، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ بھکاری تو امت مصطفوی میں سے تھا پھر اسکا یہ عیب کیوں ظاہر فرمایا گیا کیونکہ یہ اظہار تو خود وہ ہی کر چکا ہے رب تعالٰی کسی کا پردہ فاش نہیں کریگا ۱؎ یہ حدیث مذہب حنفی کی قوی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت کا جزو نہیں ہے بلکہ سورتوں کے درمیان فیصلہ کیلئے نازل فرمائی گئی ہے اسی لئے امام اعظم نمازوں میں بسم اللہ جہر سے نہیں پڑھتے، اور جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی سورۃ یعنی اقراء باسم ربک اتری تو بسم اللہ نہ اتری کہ یہ نزول میں پہلی سورت تھی یہاں فصل کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اسی لئے بسم اللہ دوسری آیتوں سے ملا کر نہیں لکھی جاتی بلکہ علیحدہ سطر میں لکھی جاتی ہے اور اسی لئے سورۃ توبہ میں بسم اللہ نہ لکھی گئی کیونکہ انفال اور سورۂ توبہ کا علیحدہ سورۃ ہونا مشکوک تھا اس لئے دونوں سورۃ کا نام تو لکھ دیا گیا بسم اللہ نہ لکھی گئی بعض علماء نے فرمایا کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے، اور سورۂ توبہ عذاب وقہر کی سورۃ ہے اس لئے قہر کی سورت میں رحمت کی آیت مناسب نہیں (مرقات لمعات مع اضافہ) ۲؎ یعنی تو تو کہتا ہے کہ سورۂ یوسف اس طرح نازل نہیں ہوئی اور خود صاحب قرآن صلے اللہ علیہ وسلم نے میری یہ ہی سورۃ سنی اور تصدیق و تحسین فرمائی تھی، یہ فخریہ نہ کہا تھا، بلکہ نعمت الٰہی کے اظہار کے لئے فرمایا ۳؎ اسی کوڑے شراب پینے کی سزا اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ شراب کی بو منہ سے پائی جائے، تو اس سے شراب پینے کا ثبوت ہو جائے گا مجرم اقرار کرے یا نہ کرے، گواہی قائم ہو یا نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ بو یقیناً شراب ہی کی ہو کھٹے سیب یا بہی کی نہ ہو یہ ہی احناف کا مذہب ہے، دوسرے یہ کہ شراب کی بو پائے جانے یا شراب کی قے کرنے پر بھی حد شرب یعنی شراب کی سزا دی جا سکتی ہے تیسرے یہ کہ نشہ والے کا ارتداد معتبر نہیں کہ وہ اپنے ہوش میں نہیں ہوتا، دیکھو قرآن شریف کا یا اس کی متواتر قرأت یعنی طریقہ ادا کا انکار کفر ہے، مگر حضرت ابن مسعود نے اسے مرتد قرار نہ دیا، بلکہ شرابی قرار دیا ورنہ آپ یا تو اسے قتل کراتے، اور نہ تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم دیتے ایک بار حضرت حمزہ نے نشہ کی حالت میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم و دیگر صحابہ سے کہہ دیا تھا ھل انتم الا عبید لابی، یہ گفتگو کفر تھی، مگر انہیں کافر نہ کہا گیا فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر میت سے بحالت نزع روح کفریہ بات سنی جائے تو اسے کافر نہ مانا جائیگا، اس کی نماز جنازہ و دفن کیا جائیگا کہ اس وقت ہوش ٹھکانے نہیں ہوتے بے ہوشی میں کہہ رہا ہے بعض صوفیاء سے سکر کی حالت

مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى إِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبُ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِذٰلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذٰلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ

جنگ یمامہ کے موقعہ پر بلایا[1] تو حضرت عمر ابن خطاب آپ کے پاس تھے ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ جناب عمر میرے پاس آئے تو بولے کہ یمامہ کے دن قرآن کے قاری بہت شہید ہو گئے میں ڈرتا ہوں کہ اگر اور چند جنگوں میں قاری شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا[2] لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم دیدیں[3] میں نے عمر سے کہا کہ تم وہ کام کیسے کر سکتے ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا[4] فرماتے ہیں کہ تب حضرت عمر نے کہا رب کی قسم یہ کام اچھا ہے حضرت عمر بار بار یہ کہتے رہے حتےٰ کہ اللہ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کشادہ کر دیا[5] اور میں نے حضرت عمر کی رائے میں مصلحت دیکھی[6]

میں کلمہ کفر ثابت ہیں جیسے انا الحق یا سبحانی ما اعظم شانی وہ سب معذور ہیں کہ مدہوش ہیں، جنید کا بھی یہی حال ہے[1] یمامہ ایک مشہور شہر ہے جو مدینہ منورہ سے سولہ منزل پر واقع ہے یمامہ عورت کے نام پر رکھا گیا وہاں قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص مسیلمہ نے دعوٰی نبوت کیا اس پر بہت لوگ ایمان لے آئے ان مرتدین سے حضرت ابوبکر صدیق نے جہاد کیا بڑے گھمسان کا رن پڑا بارہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سات سو حافظ قرآن و قاری صحابہ بھی تھے قرآن کریم کی حفاظت خطرہ میں پڑ گئی حضرت خالد ابن ولید اسلامی سپہ سالار تھے، آخر حضرت وحشی نے مسیلمہ کو ہلاک کیا یہ گویا حضرت حمزہ کے خون کا کفارہ ہے خولہ بنت جعفر حنفیہ اسی جنگ میں گرفتار آئیں جو حضرت مرتضٰے کو دی گئیں جن سے محمد ابن حنفیہ پیدا ہوئے اس جنگ کی خبر قرآن کریم نے یوں دی سَتُدْعَوْنَ إِلٰى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ[2] کیونکہ ابھی تک قرآن کریم نہ تو جمع ہوا ہے نہ کتابی شکل میں باقاعدہ لکھا گیا ہے صرف سینوں میں ہے، اگر یہ سینے ہی ختم ہو گئے تو قرآن بھی ختم ہو جائیگا[3] اے عمر فاروق اللہ تمہیں ہم سب کی طرف سے جزاء خیر دے تمہی نے قرآن جمع کرایا اور تمہی نے حفاظت قرآن کا ذریعہ قائم کیا یعنی باقاعدہ تراویح کی جماعت میں ختم قرآن ہونا، اگر تراویح نہ ہوتی، تو حفظ قرآن کا رواج بھی ختم ہو چکا ہوتا تمہارے احسان سے مسلمان تا قیامت سبکدوش نہیں ہو سکتے، اللہ تمہاری قبر انور نور سے بھر دے رضی اللہ تعالٰی عنہ[4] یعنی جمع قرآن بدعت ہے اور ہر بدعت بری ہوتی ہے، لہذا یہ کام بھی برا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ کام جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں نہ ہو وہ بدعت ہے اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت قائم کر کے فرمایا نعمت البدعۃ ھذہ یہ بڑی اچھی بدعت ہے یعنے سنت صحابہ شرعی بدعت ہے خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ حیات میں قرآنی آیات کی ترتیب تو دے دی تھی کہ ہر آیت کے نزول پر فرما دیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد رکھو یہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق تھی مگر قرآن جمع نہ فرمایا تھا کیونکہ جمع ممکن نہ تھا تا حیات شریف تک تو مختلف سورتوں کی مختلف آیتیں آتی رہی ہیں جمع قرآن کی یہ سعادت تو حضرت صدیق اکبر و عثمان غنی کے نصیب میں تھی[5] اور میں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں حتےٰ کہ بدعت حسنہ مستحب کبھی واجب اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے، اس وقت جمع قرآن بدعت تھا مگر فرض تھا، اس سے بدعت حسنہ کا قوی ثبوت ہوا[6] مجھے یقین ہو گیا کہ اس وقت جمع قرآن ذریعہ کا

... زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لا نتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع القران فاجمعہ فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی بہ من جمع القران قال قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح صدر ابی بکر وعمر فتتبعت القران اجمعہ من العسب واللخاف وصدور الرجال حتی وجدت اخر سورۃ التوبۃ مع ابی

حضرت زید کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر نے فرمایا تم جوان ہو عقلمند ہو جن پر ہم بد اعتمادی نہیں ۱ اور تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھتے رہے ہو لہٰذا تم ہی قرآن تلاش کرو اور اسے جمع کردو ۲ اللہ کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کے ہٹا دینے کا حکم دیتے وہ مجھ پر اتنا گراں نہ ہوتا جیسا قرآن جمع کرنے کا حکم مجھ پر بھاری پڑا ۳ فرماتے ہیں میں نے کہا آپ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا حضرت صدیق نے فرمایا خدا کی قسم یہ کام بہت اچھا ہے ۵ پھر حضرت صدیق بار بار مجھ سے یہ فرماتے رہے حتے کہ اللہ نے میرا سینہ بھی اسی لئے کھول دیا جس لئے حضرت صدیق و فاروق کا سینہ کھولا تھا ۶ پھر میں نے قرآن کی تلاش شروع کی کہ اسے خرمے کی شاخوں، پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا ۷ حتے کہ سورۂ توبہ کا آخری حصہ حضرت ابو

۱ یہ اس کے حفاظ ہونے کا سبب ہوگا یہاں مرقات نے فرمایا کہ جمع قرآن بدعت تھا مگر خیر بدعت ۲ یعنے جمع قرآن میں قوت کی بھی ضرورت ہے اور علم و عقل اور دیانتداری کی بھی تم میں بخدا کے فضل سے یہ سارے اوصاف جمع ہیں ۳ یعنے اکثر کتابت وحی تم نے کی ہے مرقات نے فرمایا کہ کاتبین وحی چوبیس صحابہ تھے جن میں خلفائے راشدین بھی ہیں ہم نے اپنی کتاب امیر معاویہ میں بحوالہ صواعق محرقہ وغیرہ لکھی ہے کہ کاتبین وحی تیرہ ہیں یعنے زیادہ تر لکھنے والے، خلفائے راشدین، عامر ابن فہیرہ، عبداللہ ابن ارقم، ابی ابن کعب، ثابت ابن قیس، خالد ابن سعید ابن عاص، حنظلہ ابن ربیع، علاء، زید ابن ثابت، امیر معاویہ، ابی ابن سفیان، شرجیل ابن حسنہ ۳ یعنے یہ کام قریبًا سارے صحابہ کر چکے، اگر اسکے متعلق تم ہوگئے الخ اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو قرآن کریم متواتر نہ رہا ایک زید ابن ثابت کی روایت سے شروع ہوا کیونکہ یا تو اس لئے کہ جمع قرآن کو میں نے بدعت جانا اور ناجائز سمجھا اس لئے کہ پہاڑ کا منتقل کرنا جسمانی مشقت ہے اور جمع قرآن میں جسمانی اور روحانی دونوں مشقتیں ہیں یا اس لئے کہ پہاڑ ہٹا دینے میں کوئی ذمہ داری نہیں اور جمع قرآن میں قیامت تک مسلمانوں کے ایمان و اعمال کی حفاظت کی ذمہ داری ہے کہ اگر ایک آیت میں ذرا سی بھی غلطی ہوگئی تو کسی کے نہ ایمان کی خیر ہے نہ اعمال کی ۴ یعنے اگرچہ قرآن جمع کرنا بدعت ہے مگر اچھی بدعت ہے خیال رہے کہ ایجادات صحابہ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے سنت فرمایا ہے عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ؛ لغوی معنے سے یعنی طریقہ و مسلک، رب تعالٰے فرماتا ہے سُنَّۃَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا ۵ اور میں بھی سمجھ گیا کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں جمع قرآن مجید ہے تو بدعت مگر اچھی ہے ۶ خیال رہے کہ چار صحابہ کو قرآن کریم مکمل حفظ تھا، ابی ابن کعب، زید ابن ثابت، معاذ ابن جبل، ابوالدرداء رضی اللہ عنہم، مگر حضرت زید نے صرف اپنی یاد پر جمع نہ فرمایا بلکہ تمام صحابہ سے ہر آیت کی تائید حاصل کی چنانچہ مختلف آیتیں مختلف صحابہ سے مختلف طرح ملیں کسی کو صرف یاد تھیں کسی کے پاس یاد کے علاوہ پتوں، پتھروں وغیرہ پر لکھی ہوئی بھی تھیں، حضرت زید ابن ثابت نے

خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ حَتّٰى خَاتِمَةِ بَرَاءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيٰوتَهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلٰى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِي أَهْلَ الشَّامِ فِي فَتْحِ أَرْمِينِيَةَ وَأَذْرَبِيجَانَ مَعَ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَدْرِكْ هٰذِهِ الْأُمَّةَ

خزیمہ انصاری کے پاس پایا ان کے سوا کسی کے پاس نہ پایا[۱] یعنی لقد جاءکم رسول سے ختم سورہ برأت تک[۲] پھر یہ ورق حضرت ابوبکر کے پاس رہے حتے کہ رب نے انہیں وفات دیدی پھر تاحین حیات حضرت عمر کے پاس پھر حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس[۳] (بخاری) روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے کہ حضرت حذیفہ ابن یمان جناب عثمان کی خدمت میں آئے جبکہ آپ فتح آرمینیہ میں شام والوں اور فتح آذربیجان میں عراق والوں سے جہاد کررہے تھے حضرت حذیفہ کو لوگوں کی قرأت قرآن کے اختلاف نے گھبرا دیا تھا[۴] چنانچہ حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے عرض کیا اے امیرالمؤمنین اس امت کی اس سے پہلے مدد کیجئے

ان تمام چیزوں کو جمع کیا پھر اپنی یاد سے مقابلہ کیا پھر انہیں مختلف اوراق میں پرچوں کی شکل میں یکجا کرکے انہیں دھاگے سے باندھ کر ایک تھیلے میں محفوظ کرلیا صدیق اکبر کے زمانہ میں جمع قرآن کی یہ نوعیت ہوئی کہ آیات قرآنیہ متفرق تھیں ایک دھاگے اور ایک تھیلے میں جمع ہوگئیں، حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں یہ تمام پرزے اور ورق ایک کتابی شکل میں جمع کرکے ان کی مختلف نقلیں کراکر ہر طرف بھیجی گئیں کتابی شکل میں قرآن کا آنا عہد عثمان میں ہوا اس لئے حضرت عثمان کو جامع قرآن کہا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ جمع قرآن تین بار ہوا ایک بار تو عہد نبوی میں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں نے اپنے ذہن میں ترتیب دی ہیں، پھر عہد صدیقی میں، کہ مختلف اوراق ایک دھاگے ایک تھیلے میں جمع ہوگئے پھر عہد عثمانی میں قرآن شریف کتابی شکل میں آگیا لمعات و مرقات، اس تقریر سے تمام شبہات دفع ہوگئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جمع قرآن کیوں نہ کیا، یہ کہ جب جامع قرآن ابوبکر صدیق ہیں تو عثمان غنی کو جامع قرآن کیوں کہا جاتا ہے یہ کہ پھر تو قرآنی آیات متواتر نہ رہیں بعض مشکوک ہوگئیں جو صحف اوراق یا پتوں یا پتھروں سے لی گئیں وغیرہ۔

۱؎ یعنی یہ آیت ابو خزیمہ انصاری کے سوا کسی کے پاس لکھی ہوئی محفوظ نہ تھی یاد مجھے بھی تھی اور دوسرے صحابہ کو بھی مگر میں نے صرف اپنی یاد پر آیات جمع نہ کیں لہذا اس سے لازم نہیں کہ یہ آیت متواتر نہ رہی۔ ۲؎ براۃ سورۂ توبہ کا نام کیونکہ اس کے اول میں ہے براءۃ من اللّٰہ یعنی سورہ توبہ کی آخری آیت لقد جاءکم سے رب العرش العظیم تک صرف ابو خزیمہ انصاری کے پاس لکھی ہوئی ملی، مرقات نے فرمایا کہ الفاظ قرآن دلیل قطعی سے ثابت ہیں اور طریقہ کتابت دلیل ظنی سے۔ ۳؎ چونکہ صدیق اکبر کی حیات شریف میں ہی حضرت عمر خلیفہ ہوگئے تھے، اس لئے اوراق آیات کا یہ تھیلا عمر فاروق کو خود صدیق اکبر ہی نے عطا فرمادیا تھا اور حضرت فاروق کی زندگی میں خلیفہ مقرر نہ ہوا تھا بعد میں چناؤ ہونا تھا اس لئے یہ اوراق جناب عمر کی صاحبزادی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حفصہ کے پاس امانۃً محفوظ رہے جو پھر حضرت عثمان نے ان سے منگالئے جس کا ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ یہاں مرقاۃ نے حدیث حسن نقل کی کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر بڑا احسان عظیم فرمانے والے ابوبکر صدیق ہیں اللہ ان پر رحمتوں کی بارش کرے کہ مسلمانوں کو قرآن جمع کرکے دے گئے وہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خفیہ قرآن جمع کیا وہ روافض کی گھڑی ہوئی ہے ورنہ وہ ضرور اس قرآن کی اشاعت کرتے قرآن تو

قَبْلَ اَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِي الْكِتَابِ اِخْتِلَافَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰى حَفْصَةَ اَنْ اَرْسِلِيْ اِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكِ فَاَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ اِلٰى عُثْمَانَ فَاَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلٰثَةِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا

جبکہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کر بیٹھیں ۱؎ تب جناب عثمان نے بی بی حفصہ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس وہ اوراق بھیجدو تاکہ ہم انہیں صحیفوں میں نقل کریں پھر تمہیں واپس کردیں گے ۲؎ حضرت حفصہ نے وہ صحیفے جناب عثمان کو بھیجدیئے آپ نے حضرت زید ابن ثابت عبداللہ ابن زبیر سعید ابن عاص عبداللہ ابن حارث ابن ہشام کو حکم دیا کہ انہوں نے اسے مختلف صحیفوں میں نقل کیا ۳؎ اور حضرت عثمان نے قریشی جماعت سے فرمایا جو تین صاحب تھے ۴؎ کہ جب تم اور زید ابن ثابت قرآن کی کسی آیت میں اختلاف کرو ۵؎ تو اسے زبان قریش ہی میں لکھنا کیونکہ

اشاعت کے لئے آیا نہ کہ غار میں چھپانے کے لئے رب تعالٰی فرماتا ہے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون قرآن چھپانے والے پر اللہ کی اور سب خلق کی لعنت ہے ۵؎ بلاد المغرب میں آذربیجان مشہور شہر ہے اور اسی شہر کے نام سے علاقہ کو بھی آذربیجان کہا جاتا ہے اس علاقہ میں آرمینیہ مشہور شہر ہے عہد عثمانی میں یہ علاقہ فتح ہوا اس جہاد میں شام و عراق کے غازی جمع تھے یہ حضرات قرآن کریم مختلف طرح پڑھتے تھے اور ہر ایک کہتا تھا کہ میرا قرآن صحیح دوسرے کا غلط ہے یہ اختلاف یا تو مختلف قرأتوں کی بنا پر تھا جو زمانہ نبوی میں مروج ہو چکی تھیں یا اس لئے کہ بعض صحابہ کے پاس قرآنی آیتوں کے ساتھ کچھ تفسیری نوٹ تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے وہ اسے قرآن سمجھ بیٹھے تھے اور قرآن کی طرح ان کی بھی تلاوت کر لیتے تھے ۱؎ یعنی اے امیر المومنین ابھی تو عہد صحابہ ہے مگر اس وقت سے قرآن میں اختلاف پیدا ہو گیا تو آگے چل کر سینکڑوں قسم کے قرآن جمع ہو جائیں گے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہوگا ہر فرقہ کہے گا کہ میرا قرآن درست ہے دوسرے کا غلط جیسا کہ آج توریت و انجیل کے نسخوں کا حال ہے ۲؎ حضرت عثمان غنی نے پہلے تو پچاس ہزار مسلمانوں کو جمع فرما کر ان سے مشورہ کیا سب نے بالاتفاق جمع قرآن کی رائے دیدی پھر آپ نے حضرت ام المومنین حفصہ بنت عمر فاروق سے جمع شدہ صحیفے منگائے یہاں صحف سے مراد وہ اوراق ہیں جو حضرت صدیق اکبر جمع فرما کر دھاگے سے باندھ کر رکھا کر گئے تھے اور مصاحف سے مراد قرآن کریم کے مکمل نسخے ہیں جو کتابی شکل میں ہوں لہذا حدیث واضح ہے ۳؎ کیونکہ حضرت حفصہ کے پاس قرآن بصیغہ امانت تھا نہ کہ یہ اوراق قرآن مجید نقل کرکے اوراق انہیں بھیجدیئے گئے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت حفصہ کو وہ اوراق واپس کیوں کئے گئے ۴؎ یعنی قرآن کے جمع کے لئے یہ چار حضرات منتخب ہوئے جن میں سے حضرت زید ابن ثابت تو انصاری تھے باقی تین حضرات مہاجر قریشی تھے ۵؎ چار یا سات نسخے قرآن کریم کے جمع کئے جن میں سے ایک نسخہ یہاں مدینہ پاک میں رکھا گیا باقی تمام اطراف میں بھیجدیئے گئے ۱؎ جن کے نام ابھی ابھی ذکر کئے گئے عبداللہ ابن زبیر، سعید ابن عاص، عبداللہ ابن حارث ۲؎ اس طرح کہ تمہاری قرأۃ کچھ اور طرح ہو، اور حضرت زید ابن ثابت کی قرأۃ دوسری طرح اس اختلاف کی وجہ وہ ہے جو پہلے گزر چکی کہ زمانہ نبوی میں تلاوت قرآن مختلف قرأتوں سے ہوتی تھی

نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتّٰى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلٰى حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلٰى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحْرَقَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُ آيَةً مِنَ الْأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ قَدْ كُنْتُ

قرآن زبان قریش میں اُترا ہے[1] چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا حتّٰے کہ جب یہ صحیفے دیگر مصاحف میں نقل کر لیا تو حضرت عثمان نے یہ اوراق بی بی حفصہ کو واپس کر دیئے اور ان نقل شدہ میں سے ہر طرف ایک نسخہ بھیج دیا[2] اور ان کے سوا قرآن کے بقیہ اوراق و نسخوں کو جلا دینے کا حکم دے دیا[3] ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے خارجہ ابن زید ابن ثابت نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت زید ابن ثابت کو فرماتے سنا کہ میں نے سورۂ احزاب کی ایک آیت قرآن نقل کرتے وقت گم پائی جو میں . . . . . .

[1] یعنے نزول قرآن تو قریشی زبان میں ہوا مگر آسانی کے لئے دیگر لوگوں کو اپنی لغتوں میں تلاوت کی اجازت دی گئی تھی اس وقت کے لحاظ سے جیسے نزول تو ہوا مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ مگر اجازت دی گئی مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ پڑھنے کی بھی یا نزول تو ہوا نَنْشُزُهَا زنقطے والی سے مگر اجازت دی گئی نَنْشُرُهَا پڑھنے کی بھی را مہملہ سے خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے صرف جمع قرآن کا اہتمام فرمایا لغت قریش پر ہو یا دوسری لغت پر مگر حضرت عثمان نے جمع بھی کیا اور دوسری قراتوں سے چھانٹ بھی دیا جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں ایک فرق یہ بھی ہے حضرت حفصہ سے اوراق قرآن منگانے کا منشا یہ تھا کہ کوئی آیت رہ نہ جائے نہ یہ کہ بعینہٖ نقل کر دی جائے، لہذا اس واقعہ پر اعتراض نہیں[2] چنانچہ قرآن کریم کے سات نسخے نقل کئے گئے جن میں سے ایک مدینہ پاک میں رکھا گیا اور ایک کوفہ، ایک بصرہ، ایک شام، ایک بحرین اور ایک مکہ معظمہ کو بھیجے[3] یُحَرَّقُ ح مہملہ سے ہے یعنے جلا دینا، بعض نسخوں میں یُخْرَقُ خ منقوطہ سے ہے یعنے پھاڑ ڈالنا یعنے اس کے علاوہ قرآن کے دوسرے اوراق کے جلا ڈالنے کا حکم دیا یا پھاڑ دینے کا مگر یُحَرَّقُ حا مہملہ سے زیادہ مشہور ہے خیال رہے کہ بعض صحابہ کے پاس کچھ اوراق تھے جن میں وہ آیات بھی تھیں جو منسوخ التلاوت ہو چکی تھیں مگر انہیں نسخ کی خبر نہ ہوئی تھی، اور بعض تفسیری فقرے بھی تھے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت کے ساتھ بطور تفسیر ارشاد فرمائے تھے یہ حضرات ان سب کو قرآن ہی سمجھے ہوئے تھے جیسے حضرت ابی ابن کعب یا ابن مسعود کے مصاحف، اگر وہ اوراق باقی رہ جاتے تو مسلمانوں میں بڑا فتنہ پھیلتا، ہر فرقہ کہتا کہ یہ قرآن درست دوسرا غلط اس لئے باقی تمام نسخے جلوا دیئے گئے۔ بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ فضائل علی و اہل بیت کی آیات جلا دی گئیں اور اب یہ موجودہ قرآن ناقص ہے مگر یہ محض غلط ہے ورنہ حضرت علی مرتضٰے اس وقت خاموش نہ بیٹھتے قرآن کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دیتے یا کم از کم اپنے دور خلافت میں اس اصلی قرآن کو جاری کرتے اور اس قرآن سے نماز وغیرہ کبھی ادا نہ کرتے، یہ بھی خیال رہے کہ اس وقت ان نسخوں کا جلوانا ہی بہتر بلکہ ضروری تھا کہ اگر وہ دفن ہوتے، تو بعد میں پھر نکال لئے جاتے، اور ان کی اشاعت سے فساد پھیلتا اور اتنے اوراق دھونا دشوار بھی تھا اور خطرناک بھی ورنہ بیکار قرآن کے اوراق کا دفن کر دینا بہتر ہے، یا اگر قلمی ورق ہو تو اسے دھو کر پی لینا افضل ہے کہ یہ پانی ہر مرض کی شفا ہے رقاۃ

[3] ابن شہاب امام زہری کی کنیت ہے، اور خارجہ زید ابن ثابت کے بیٹے ہیں، مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے تھے: تابعی ہیں انہوں نے اپنے والد زید ابن ثابت سے یہ سنا

أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ
ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَاَلْحَقْنَاهَا فِيْ
سُوْرَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ لِعُثْمَانَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى
اَنْ عَمَدْتُّمْ اِلَى الْاَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِيْ وَاِلٰى بَرَآءَةٍ وَهِيَ مِنَ الْمِئِيْنَ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا
وَلَمْ تَكْتُبُوْا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُمُوْهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا[1] ہم نے اسے بہت تلاش کیا تو اسے خزیمہ ابن ثابت انصاری کے پاس پایا[2] یعنی آیت کہ مومنوں میں بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچ کر دکھایا چنانچہ ہم نے اسے قرآن شریف میں اس سورۃ سے ملا دیا[3] (بخاری)

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ تمہارے لیے اسکا کیا سبب ہوا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے سورۃ براءۃ سے ملا دیا جو مائین میں سے ہے[4] اور بیچ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھی[5] اور تم نے اسے سات بڑی سورتوں میں رکھ دیا اس کی وجہ

۱؎ یعنی جب ہم نے صحیفۂ صدیقی سے مصحف عثمانیہ میں قرآن شریف نقل کیا تو اس صحیفہ میں یہ آیت نہ ملی غالب یہ ہے کہ وہ پرچہ اس عرصہ میں گم ہو گیا ہوگا یا گل گیا ہوگا ورنہ حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں ساری آیتیں مع ساری قراتوں کو جمع ہو چکی تھیں، ان بزرگوں کو یہ آیت بخوبی یاد تھی مگر کوشش یہ کی گئی کہ کہیں سے یہ آیت لکھی ہوئی بھی مل جائے اور ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ عہد صدیقی میں جمع قرآن کے وقت کا ہو۔ ۲؎ یعنی لکھی ہوئی صرف حضرت خزیمہ انصاری کے پاس تھی باقی دوسرے لوگوں کو یاد ضرور تھی، حضرت خزیمہ کی کنیت ابو عمارہ ہے اوسی ہیں، بدری ہیں، بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ ۳؎ اس طرح کہ یہ آیت سورۂ احزاب میں اپنی جگہ پر رکھ دی گئی، مرقات نے فرمایا کہ غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ پہلی جمع کے وقت ہوا یعنی زمانہ صدیقی اس وقت سورۂ توبہ کی آیت لقد جاءکم رسول کا بھی ہوا تھا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زمانہ صدیقی میں تمام قرآن جمع ہو جائے اور پھر یہ آیت اس میں رہ جائے جمع ۳۰ھ میں ہوا مرقات نے فرمایا کہ عہد صدیقی کا جمع کیا ہوا قرآن مروان ابن حاکم کے زمانہ میں جلا دیا گیا حضرت حفصہ کی وفات کے بعد، اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت علی نے بھی نزول کے مطابق قرآنی آیات جمع فرمائی تھیں مگر فتنہ کے خوف سے اس قرآن کی اشاعت نہ کی بلکہ اسے تلف کر دیا تاکہ مسلمانوں میں دو قرآن نہ ہو جائیں کہ یہ سخت فتنہ کا باعث ہوگا ۴؎ قرآن کریم کی تقسیم یوں ہے کہ اول قرآن کا نام مثانی ہے اسکے بعد مئین پھر توالی پھر توابع پھر مفصل سورہ حجرات سے آخر قرآن کا نام مفصل ہے، مثانی سورۂ فاتحہ کا نام بھی ہے اور سارے قرآن کریم کا بھی، اور اس کی اگلی سات سورتوں کا بھی، حضرت ابن عباس نے حضرت عثمان سے دو سوال کئے ایک یہ کہ سورۂ انفال تمہارے جمع کے مطابق مثانی حصے کی سورۃ ہے، اور سورۂ توبہ مئین حصہ کی سورۃ آپ حضرات نے ان دو سورتوں کو ملا کیوں دیا، نیز سورۂ انفال چھوٹی سورۃ ہے کہ چھتر آیتوں کی ہے، اور سورہ توبہ بہت بڑی کہ اس کی ایک سو انتیس آیتیں ہیں، مگر آپ حضرات نے مثانی سورتیں بڑی ہیں اور مائین چھوٹی، مگر آپ نے چھوٹی سورت کو مثانی میں داخل کیا اور بڑی یعنی توبہ کو مئین میں، چاہیے تھا اس کے برعکس۔ ۵؎ یہ دوسرا سوال ہے یعنی تمام سورتوں کو بسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے، مگر تم نے سورۂ توبہ کے اول بسم اللہ نہ لکھی، خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ کا سورت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ذٰلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَاْتِیْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ شَیْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰؤُلَآءِ الْاٰيَاتِ فِی السُّوْرَةِ الَّتِیْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَاِذَا اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ الْاٰيَةُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِی السُّوْرَةِ الَّتِیْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَتْ بَرَآءَةُ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ نُزُوْلًا وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا

کیا ہوا[1] تو حضرت عثمان نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر زمانہ گزرتا تھا کہ آپ پر متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں[2] اور جب بھی آپ پر کوئی آیت اترتی تو بعض کاتبین وحی کو بلاتے اور فرماتے کہ یہ آیتیں اس سورۃ میں رکھو جن میں فلاں فلاں چیزوں کا ذکر ہے[3] پھر جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو فرماتے کہ اس آیت کو اس سورۃ میں لکھو جس میں ایسا ایسا ذکر ہے[4] اور سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ پاک میں پہلے نازل ہوئیں اور سورۂ برأت نزول میں آخر قرآن ہے[5] اور اس کا قصہ سورہ انفال کے قصے سے مشابہ تھا[6]

ے فصل دو چیزوں سے ہوتا ہے ایک سورۃ کے نام آیتوں اور رکوعوں کی تعداد کا ذکر دوسرے بسم اللہ آپ نے ان دو سورتوں انفال و توبہ کے درمیان ایک فصل تو رکھا مگر دوسرا فصل بسم اللہ والا نہ کیا اس کی کیا وجہ ہے سبحان اللہ دونوں سوال بہت ہی اہم ہیں ۱ے یعنے سورۃ انفال کو جس کی آیتیں سو سے کم بھی ہیں مثانی میں رکھا جاتا مثانی کی آیتیں تو مئین سے بھی زیادہ ہونی چاہئیں خیال رہے کہ مئین سورتوں کی آیتیں سو سے زیادہ ہیں اس لئے انہیں مئین کہتے ہیں اور مثانی کی آیتیں تو مئین سے بھی زیادہ ہیں خلاصہ یہ ہے کہ سورہ توبہ پہلے چاہیئے تھی کہ بڑی ہے اور سورہ انفال بعد میں کہ یہ چھوٹی ہے ۲ے یعنے کبھی تو عرصہ تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نہ آتی تھی اور کبھی مسلسل سورتیں آتی رہتی تھیں پھر آیات کے نزول کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سورۃ کی کوئی آیت آگئی اور کبھی دوسری سورۃ کی کوئی آیت سورتوں کے نزول کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی پچھلی سورۃ پہلے آگئی اور کبھی اگلی سورۃ پیچھے نازل ہو گئی۔ کیونکہ سورتوں و آیتوں کا نزول حسب ضرورت ہوتا تھا یہ ترتیب نزول کے مطابق نہیں بلکہ لوح محفوظ کی ترتیب کے لحاظ سے ہے، یہ کلام جواب کے علاوہ ہے ۳ے یعنے جب کوئی آیت نازل ہوتی تو فرما دیتے کہ یہ آیت فلاں سورۃ کی فلاں آیت کے بعد رکھو معلوم ہوا کہ ترتیب آیات، توقیفی چیز ہے جس میں عقل کو دخل نہیں، اسی لئے خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم اپنے اہتمام سے ترتیب دلائی کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر لوح محفوظ پر تھی دیکھتے تھے کہ وہاں کون سی آیت کس جگہ ہے، ادھر دیکھ کر ادھر ترتیب دیتے تھے ۴ے یہ دونوں جملے بظاہر معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں فرق یہ ہے کہ وہاں شَیْءٌ فرمایا گیا جس سے چند آیتوں کا مجموعہ مراد ہے اور یہاں الآیۃ ارشاد ہوا یعنے ایک آیت مطلب یہ ہوا کہ اگر چند آیتیں یکدم آتیں تو ان میں بھی سرکار خود ہی ترتیب دیتے تھے، اور اگر صرف ایک آیت آتی تب بھی ترتیب دیتے خیال رہے کہ آیتوں کی ترتیب تو بالاتفاق توقیفی ہے جس میں عقل کو دخل نہیں مگر سورتوں کی ترتیب میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ بھی توقیفی ہے بعض کے ہاں نہیں (مرقات) ۵ے یعنے سورۃ انفال و براءت دونوں مدنی ہیں اس لئے انہیں ایک ساتھ رکھا گیا پھر سورۂ انفال پہلے اتری، اس لئے اسے آگے رکھا گیا، اور سورہ براءۃ بعد آئی اس لئے اسے پیچھے رکھا گیا: یہ وجہ جمع و ترتیب کی ہوئی ۶ے یعنے سورۂ انفال و براءۃ کا مضمون یکساں ہے کہ سورۃ انفال میں اکثر دین کی سر بلندی کفر کی نگونساری کا ذکر ہے اور

فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یُبَیِّنْ لَنَا اَنَّہَا مِنْہَا فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَرَنْتُ بَیْنَہُمَا وَلَمْ اَکْتُبْ سَطْرَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَوَضَعْتُہَا فِی السَّبْعِ الطُّوَلِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔ کِتَابُ الدَّعَوَاتِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ مُّسْتَجَابَۃٌ فَتَعَجَّلَ کُلُّ نَبِیٍّ دَعْوَتَہٗ وَاِنِّی اخْتَبَأْتُ

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ صراحۃً بیان نہ فرمایا کہ یہ سورۃ سورۂ انفال کا جزء ہے لہٰ اس لیئے میں نے انہیں ملا تو دیا مگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہ لکھی اور ان سے سات لمبی سورتوں میں رکھا لہٰ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) لہٰ دعاؤں کا بیان لہٰ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کی ایک دعا خصوصًا قبول ہوتی ہے تو ہر نبی نے اپنی وہ دعا یہاں استعمال کر لی لہٰ اور میں نے

لہٰ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کے نزول سے معلوم فرماتے تھے کہ یہ آیات مستقل علیحدہ سورۃ ہیں یہی ہم کو بتا دیتے تھے مگر سورۂ براءۃ کے متعلق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر نہ دی کہ یہاں بسم اللہ آ گئی ہے یہ سورۃ انفال سے علیحدہ سورت ہے لہٰ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ ان دونوں سورتوں کا مدنی ہونا دونوں کے مضامین کا بہت مناسب ہونا درمیان میں بسم اللہ نہ آنا ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سورۃ ہیں اس لئے درمیان میں بسم اللہ نہ لکھی گئی مگر دونوں کے نزول میں اتنا فاصلہ ہونا کہ سورۂ انفال شروع ہجرت میں نازل ہوئی اور یہ سورت تو بالکل آخر میں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ دو سورتیں ہیں اس لئے میں نے ان کی علیحدگی کی ایک علامت تو رکھ دی یعنی درمیان میں بلحاظ سورۃ کا نام اس کی آیتیں رکوعوں کا ذکر اور دوسری علامت نہ رکھی یعنی بسم اللہ، پتہ لگا کہ جمع قرآن میں بہت ہی احتیاط سے کام لیا گیا ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے اور سورہ توبہ کفار سے امان اٹھانے، عذاب آنے کی آیت ہے اسی لئے رحمت کی آیت اس کے اول میں نہ لکھی گئی (مرقات ولمعات) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب محض توقیفی نہیں اس میں کچھ عقل کو بھی دخل ہے۔ لہٰ اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں دو طرح فرق ہے ایک یہ کہ جمع صدیقی کتابی شکل میں نہ تھی اوراق کو مرتب کر کے دھاگے سے باندھ دیا گیا تھا، اور جمع عثمانی میں قرآن کتابی شکل میں ہوا دوسرے یہ کہ جمع صدیقی میں تمام قرأتیں موجود تھیں، مگر جمع عثمانی میں صرف ایک قرأۃ رکھی گئی کیونکہ مختلف قرأتوں کی اب ضرورت نہ ہی تھی لوگ اس قرأت کے عادی ہو چکے تھے اور اس جمع میں وہ ہی قرأت رکھی گئی جو جبریل امین لائے تھے باقی قرأتوں کی لوگوں کو اجازت دیدی گئی تھی، ضرورۃً کہ اپنی زبان میں قرآن پڑھ لیں ان قبیلوں کی زبانوں میں کچھ الفاظ میں معمولی فرق تھا جیسے مٰلِكِ، مَالِكِ، نفشی، اور نفشنی وغیرہ جملہ وجزاء و نعیمہ سے لہٰ دعوات دعوت کی جمع ہے یعنی دعا چھوٹے کا اپنے بڑے سے اظہار عجز کے ساتھ مانگنا دعا کہلاتا ہے چونکہ دعائیں صدہا قسم کی ہیں اس لئے دعوات جمع ہوا دعا مانگنا بھی ایک عبادت ہے بلکہ عبادات کا مغز ہے، (حدیث) بعض علماء دعا کو افضل کہتے ہیں بعض رضا بالقضاء کو مگر بہتر یہ ہے کہ زبان سے دعا مانگے اور دل میں رضا رکھے کہ اگر دعا قبول نہ ہو تو ملول نہ ہو، اس صورت میں دعا و رضا دونوں پر عمل ہوگا، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عمومی حالات میں دعا مانگنا بہتر ہے کہ اس میں بندگی کا اظہار ہے، اسی لئے تمام انبیاء خصوصًا حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں مگر بوقت امتحان رضا

دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِّاُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فَھِیَ نَائِلَۃٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَلِلْبُخَارِیِّ اَقْصَرُ مِنْہُ ۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اتَّخَذْتُ عِنْدَکَ عَھْدًا لَّنْ تُخْلِفَنِیْہِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُہٗ شَتَمْتُہٗ لَعَنْتُہٗ جَلَدْتُّہٗ فَاجْعَلْھَا لَہٗ صَلٰوۃً وَّزَکٰوۃً وَّقُرْبَۃً تُقَرِّبُہٗ بِھَآ اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

اپنی دعا روز قیامت کے لئے بچا رکھی اپنی امت کی شفاعت کے واسطے چنانچہ میری وہ دعا انشاء اللہ میرے ہر اس امتی کو پہنچے گی جو اس طرح مرے کہ رب تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو (مسلم) اور بخاری میں کچھ مختصر ہے۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے الٰہی میں نے تجھ سے عہد لیا ہے تو ہرگز اس کے خلاف نہ کرے گا کہ میں بشر ہوں لہٰذا جس مسلمان کو میں ایذا دوں اسے بُرا کہوں دوں بددعا کروں کوڑا ماردوں تو تو اس کے لئے رحمت و پاکی اور قربت بنا کہ تو اس کے ذریعے سے قیامت کے دن اپنے سے قریب فرمائے (مسلم، بخاری)

بالغفلہ افضل عبادت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نار نمرود میں جاتے وقت دعا نہ مانگی بلکہ حضرت جبریل کے عرض کرنے پر فرمایا کفانی من سوالی علمہ بحالی لہٰذا دونوں قسم کے واقعات ایسے ہیں متعارض نہیں ہو از لمعات مع زیادہ۔ دعا و ترک دعا کی اور بھی توجیہیں کی گئی ہیں مگر یہ توجیہ بہت بہتر ہے، احوال مختلف ہیں جیسی حالت ویسا عمل۔ یعنی یوں تو انبیاء کرام کی قریبًا ساری دعائیں ہی قبول ہیں، مگر رب تعالٰے کی طرف سے ہر نبی کو ایک خصوصی دعا عطا ہوتی ہے جس کے متعلق رب تعالٰے کا حتمی وعدہ قبولیت کریم ضرور قبول کریگے تمام نبیوں نے اپنی اپنی دعائیں دنیا میں استعمال فرمالیں کسی بزرگ نے ہلاکت کفار کیلئے جیسے حضرت نوح، صالح، لوط، ہود علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور بعض انبیائے کرام نے کسی اور مقصد کیلئے استعمال فرمائیں جیسے حضرت ابراہیم، اسماعیل، یعقوب، یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام، کسی بزرگ نے اپنی دعا کسی مقصد میں استعمال فرمالی یہ بہت وسیع مضمون ہے اشعۃ اللمعات نے اس جگہ بیان فرمایا۔ یعنی میں نے اپنی وہ دعا یہاں استعمال نہ کی بلکہ قیامت کیلئے اٹھا رکھی ہے اس سے اپنی امت کی شفاعت کروں گا اور اسی کا فائدہ ہر وہ شخص اٹھائیگا جسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہو خیال رہے کہ ایسے موقعہ پر شرک نہ کرنے سے مراد کفر نہ کرنا ہے جیسے رب تعالٰے فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ الخ لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مرزائیوں، چکڑالویوں وغیرہ مرتدین کو پہنچے گی کہ یہ لوگ مشرک تو نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ عہد سے مراد دعا ہے اور یہ کلام اخبار نہیں بلکہ انشاء ہے یعنی اے مولا میں تجھ سے دعا کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ تو میری دعا رد نہ فرمائے گا کیونکہ نبی کی دعا رد نہیں ہوتی ان کی دعا مثل عہد الٰہی کے ہے جس کے خلاف کا احتمال نہیں مرقات۔ یعنی چونکہ تو نے مجھ میں بشریت بھی ودیعت رکھی ہے اور بشریت کے لئے غصہ بھی لازم ہے، اگر میں کبھی وقت غصہ میں کسی کو زبانی یا بدنی تکلیف پہنچادوں تو تو میری بددعا یا میری مار کو اس شخص کے لئے رحمت بنا دینا میری بددعا کو الٹی کر کے لگانا اس فرمان پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بددعاؤں کو جو کسی امتی کے لئے ہو جائیں خود دعا بنا رکھا کہ عرض کیا خدایا وہ بددعائیں میری قبول نہ فرما بلکہ ان کے برعکس کردے دوسرے یہ کہ نبی اگر کسی پر بلا وجہ سختی فرمادیں بُرا کہدیں، ماردیں تو ان پر قصاص نہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کی داڑھی بھی پکڑلی اور بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا بھی، مگر قصاص نہیں دیا تیسرے یہ کہ حضرت امیر معاویہ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے یہ بددعا یقینًا ان کو دعا ہو کر لگی کہ عرب بھر کے بڑے مالدار ہوئے کہ امام حسن و حسین اور حضرت علی کے بھائی عقیل کو لاکھوں روپے نذرانے دیتے رہتے تھے، دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ خیال رہے کہ ان تمام سے وہ بددعائیں و سزائیں

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ
شِئْتَ اِرْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ اُرْزُقْنِیْ اِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ مَسْئَلَتَهٗ اِنَّهٗ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ وَلَا مُكْرِهَ
لَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ
فَلَا يَقُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهٗ
شَیْءٌ اَعْطَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ
لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے[1] کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے الٰہی اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر اگر تو چاہے تو مجھے روزی دے[2] بلکہ پورے عزم سے دعا مانگے کیونکہ رب تعالٰے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسے کوئی مجبور نہیں کرسکتا[3] (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے الٰہی اگر چاہے تو مجھے بخش دے لیکن عزم کرے اور خوب رغبت ظاہر کرے[4] کیونکہ رب تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں جو چاہے دیدے[5] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ مانگے[6] جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لے[7] عرض کیا گیا یارسول اللہ

مراد ہیں جو غیر مستحق کو دے دی جائیں، اور ممکن ہے کہ عام بد دعائیں و سزائیں مراد ہوں، مستحق کو دی جائیں یا غیر مستحق کو بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں (اشعہ) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز بہت اصرار سے مانگی اور سرکار کا دامن پیچھے سے پکڑ کر کھینچا کہ مجھے وہ چیز دے دیجئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا کہ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں، حضرت ام المومنین غمگین بیٹھ گئیں، تب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی بعض سے فرمایا یا عقری حلقی بعض کو فرمایا رغم انف ابی ذر۔ [3] کیونکہ ان الفاظ سے کچھ بے رغبتی سی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں، لیکن اگر تو چاہتا ہے تو دیدے وہاں دل کی رغبت دیکھی جاتی ہے۔ [4] یعنی تم دل کے یقین سے دعا کرو اور عرض کرو کہ مجھے ضرور یہ عطا فرمادے رہی عطا وہ تو بہرحال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو۔ [5] مثلاً کہے کہ خدایا یہ چیز مجھے ضرور دیدے مجھے اس کی ضرورت ہے میں تو تیرے دروازے سے لے کر ہی اٹھوں گا، بتا تیرے سوا میرا دروازہ اور کونسا ہے وغیرہ وغیرہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی مانگو۔ شعر:

اگر میرانیم از در بہ ہمسا در دیگر ✻ کرا خوانم و کجا نالم اغثنی یارسول اللہ

[6] یعنی جو چیز ہمارے لئے مشکل سے مشکل ہے وہ رب تعالٰے کو آسان سے آسان ہے، اگر تمام جہان کی ساری تمنائیں پوری کردے تو یہ تمام اسکے سمندر کرم کا ایک قطرہ بلکہ اس سے بھی کم اس کے کن فرمادینے میں ہمارا بیڑا پار ہے۔ [7] اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی دعا نہ مانگے کہ خدایا مجھے شراب پینا نصیب کر یا فلاں کو قتل کردینے کا موقع دے، نیز جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم ہے ان کے توڑنے کی دعا نہ کرے کہ خدایا مجھے میرے باپ سے دور رکھ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ناممکن چیزوں کی دعا مانگنا بھی منع ہے، جیسے خدایا مجھے دنیا میں ان آنکھوں سے اپنا دیدار کرادے یا فلاں مسلمان کو ہمیشہ دوزخ میں رکھ یا فلاں کافر کو

الاستعجال قال يقول قد دعوت وقد دعوت فلم ار يستجاب لي فيستحسر عند ذلك ويدع الدعاء رواه مسلم ۞ وعن ابي الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعوة المرء المسلم لاخيه بظهر الغيب مستجابة عند راسه ملك موكل كلما دعا لاخيه بخير قال الملك الموكل به امين ولك بمثل رواه مسلم ۞ وعن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تدعوا على انفسكم ولا تدعوا على اولادكم ولا تدعوا على اموالكم لا توافقوا من الله ساعة يسأل فيها عطاء فيستجيب لكم رواه مسلم وذكر

جلد بازی کیا ہے فرمایا کہ کہے میں نے دعا مانگی اور دعا مانگی مگر مجھے امید نہیں کہ قبول ہو لہٰذا اس پر دل تنگ ہو جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے ۔ مسلم روایت ہے حضرت ابو درداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کیلئے اس کی پس پشت دعا ضرور قبول ہے اس کے سر کے پاس فرشتہ مقرر ہوتا ہے کہ جب اپنے بھائی کیلئے دعا خیر کرتا ہے تو مقرر فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھے بھی اسی جیسا ۔ مسلم روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ اپنی جانوں پر بددعا کرو اور نہ اپنی اولاد پر اور نہ اپنے مالوں پر ایسا نہ ہو کہ اتفاقاً وہ ایسی گھڑی ہو جس میں اللہ سے جو مانگا جائے وہ ملے اور تمہاری یہ دعا قبول ہو جائے ۔ مسلم اور

بخش دے اسی لئے کفار و مرتدین کو مرحوم مغفور یا رحمۃ اللہ علیہ کہنا جرم ہے ، مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ ناجائز چیزوں کی دعا نہ کرے ورنہ قبول نہ ہوگی ۔ یعنے قبول دعا کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر قبول دعا میں دیر لگے تو نہ دل تنگ ہو نہ رب کی رحمت سے مایوس ، دیکھو حضرت موسٰی و ہارون علیہما السلام کی دعا کہ خدایا فرعون کو ہلاک کر دے چالیس سال کے بعد قبول ہوئی یعنے قبول کا ظہور اتنے عرصہ بعد ہوا ، یعقوب علیہ السلام فراق یوسف علیہ السلام میں چالیس یا اسی سال تک روتے رہے مگر رب کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے بچوں سے فرمایا وَلَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اے بچو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو خیال رہے کہ ہر کام کا ایک وقت ہے ، دعا مانگے جاؤ ، مانگنا بندے کا کام ہے دینا رب کا کام اپنے کام کو اس کے کام پر موقوف نہ کیجئے ۔ شعر

حافظ وظیفہ تو دعا کردن است و بس ۞ در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

قبول دعا کی بہت قسمیں ہیں ، مدعا مل جانا ، دعا کی برکت سے کوئی آفت ٹل جانا ، دعا کا ثواب مل جانا ، درجات بلند ہو جانا جو کچھ ہو جائے ہمارا مدعا حاصل ہے ۔ کسی کے سامنے اس کے لئے دعا کرنے میں چاپلوسی ، خوشامد ، ریا وغیرہ کا احتمال ہے مگر پس پشت دعا میں یہ کوئی احتمال نہیں ، اس میں اخلاص ہی ہوگا اسی لئے پس پشت کی قید لگائی ، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کی خدمت بہترین عبادت ہے اور اس کی خیر خواہی بہترین عمل ۔ یہ فرشتہ کوئی اور فرشتہ ہے جس کے ذمہ یہی خدمت کہ ایسی دعاؤں پر آمین کہا کرے ، محافظ یا کاتب اعمال فرشتہ نہیں وہ فرشتے تو دائیں بائیں ہر وقت رہتے ہیں ۔ یعنے تم مسلمان بھائی کے لئے دعا کرو تو فرشتہ تمہارے لئے دعا کرے گا اگر تم نے فرشتہ کی دعا لینا ہے تو دوسروں کو دعا دو ، بعض بزرگ جب کوئی دعا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دوسروں کیلئے دعا کرتے ہیں اور اپنے لئے بھی جمع کے صیغہ سے دعا کرتے ہیں ، ان عملوں کا ماخذ یہ حدیث ہے یہ عمل بھی ہے کہ پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر دوسرے کیلئے رب اغفرلی ولوالدی ۔ دعا کے بعد اگر علٰی آئے تو وہ دعا بمعنے بددعا ہوتی ہے اور اگر لام آئے تو بمعنے دعائے خیر یہاں علٰی ہے ، مطلب یہ ہے کہ غصے یا جوش میں اپنی

حدیث ابن عباس اِتَّقِ دعوۃَ المظلوم فی کتاب الزکوٰۃ ۔ الفصل الثانی ۔ عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء مخ العبادۃ رواہ الترمذی

حضرت ابن عباس کی یہ حدیث کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کتاب الزکوٰۃ میں ذکر کی جا چکی دوسری فصل روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا ہی عبادت ہے ۱؎ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا ۲؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا عبادت کا مغز ہے ۳؎ (ترمذی)

جان، اولاد، گھر کو، سوا، مال، جانور، غلام کی ہلاکت کی دعا نہ کر بیٹھو۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ان بددعاؤں کے عادی ہو چکے ہیں، بات بات میں کہتے ہیں، میں مرجاؤں تو مٹ جائے، تجھے سانپ کاٹے، تجھے گولی لگے، معاذ اللہ، اور اگر کوئی ایسا حادثہ ہو جائے تو پھر سر پکڑ کر روتے ہیں۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت کی گھڑی صرف جمعہ یا شب قدر یا آخری رات ہی میں نہیں ہے اور وقت میں بھی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی، تو ہر ساعت میں احتمال ہے کہ وہ قبولیت کی ہو اس لئے ہمیشہ اچھی دعائیں ہی مانگے، کبھی بددعا منہ سے نہ نکالے۔ خیال رہے کہ لعان میں ایسے ہی مباہلہ میں اپنے کو بددعا دینا اظہار حق کے لئے ہوتا ہے وہ محض بددعا نہیں سمجھی، وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر میں حق پر نہ ہوں تو ہلاک ہو جاؤں لہذا یہ حدیث آیت لعان اور آیت مباہلہ کے خلاف نہیں وہ آیات اپنی جگہ حق ہیں۔ ۱؎ الدعاء میں الف لام عہدی ہے یعنے اللہ سے دعا کرنا بھی عبادت ہے کہ اس میں اپنی بندگی اور رب تعالٰے کی ربوبیت کا اقرار و اظہار ہے، یہی عبادت ہے۔ لہذا اس پر بھی ثواب ملے گا، لہذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بندے سے کچھ مانگنا گویا اس کی عبادت ہے، یہ شرک ہے، لہذا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگنا، حاکم سے، حکیم سے، مالداروں سے کچھ مانگنا نہ یہ اصطلاحی دعا ہے اور نہ کفر و شرک، نیز بندے بندوں سے دوا اور دعا، مانگا ہی کرتے ہیں غرضکہ دعا شرعی اور ہے اور دعائے لغوی کچھ اور جیسے صلوٰۃ شرعی اور ہے یعنے نماز اور دعا لغوی کچھ اور نزول رحمت اور دعائے رحمت وغیرہ، رب تعالٰے فرماتا ہے اقیموا الصلوٰۃ یہاں صلوٰۃ شرعی مراد ہے، اور صلوا علیہ میں صلوٰۃ لغوی مراد دیا یوں کہو کہ اللہ کے بندوں سے دعا مانگنا رب تعالٰی کی عبادت ہے نہ کہ ان بندوں کی، جیسے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا رب تعالٰی کی عبادت ہے نہ کہ کعبہ کی بہرحال یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ۲؎ یہ آیت، شہادت کے طور پر پیش فرمائی کہ جیسے رب تعالٰی نے نماز روزے کا حکم دیا ہے ویسے ہی دعا کا حکم دیا ہے، اور اس پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ قبولیت دعا کی تین صورتیں ہیں، مرضی پوری کر دینا، کوئی آفت ٹال دینا، درجات بڑھا دینا وغیرہ۔ اس کے بعد رب تعالٰی فرما رہا ہے ان الذین یستکبرون عن عبادتی دعا کے بعد عبادت کا ذکر فرمانے سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے، خیال رہے کہ دعا مانگنا اکثر مستحب ہے واجب نہیں لہذا آیت کی یہ وعید اس کے لئے ہے جو تکبر سے دعا نہ مانگے، کہ یہ تو کفر ہے (لمعات)۔ ۳؎ یعنے دعا عبادت کا رکن اعلٰے ہے جیسے مغز کے بغیر ہڈی کی، گودے کے بغیر چھلکے کی کوئی قدر نہیں ایسے ہی دعا سے خالی عبادت کی کوئی قدر نہیں، رب تعالٰے مانگنے کو پسند فرماتا ہے جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحج عرفۃ حج عرفہ کا نام ہے یعنے عرفات کا قیام حج کا رکن اعلٰے ہے عبادت نام ہے اپنی انتہائی عاجزی رب تعالٰی کی انتہائی عظمت کے اظہار کا، دعا میں یہ دونوں چیزیں اعلٰے طریقہ سے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اَكْرَمَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الدُّعَآءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ ۔ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّعَآءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَآءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ہاں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز گرامی نہیں ۱ ترمذی، ابن ماجہ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں ٹالتی ۲ اور نیک سلوک کے سوا کوئی چیز عمر نہیں بڑھاتی ۳ ترمذی روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا نازل شدہ آفت میں بھی نافع ہے اور اس بلا میں بھی جو نہ اتری ہو ۴ تو اے اللہ کے بندو دعا کو مضبوط پکڑو ۵ ترمذی، اور

موجود ہیں کہ اس میں بندہ اقرار کرتا ہے کہ میں کچھ نہیں، تو کریم ہے غنی ہے اس لئے میں تیرے دروازہ پر ہاتھ پھیلائے آیا ہوں ۲ رب خود فرماتا ہے قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوں تو رب تعالٰی تمہاری پرواہ بھی نہ کرے معلوم ہوا کہ اگر ہماری بارگاہ الٰہی میں کچھ قدر و حرمت ہے تو دعاؤں کی برکت سے ہے، دعا میں ساری عبادات بھی شامل ہیں کہ وہ بھی بالواسطہ دعائیں ہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کہ دعا بھی تقویٰ کا رکن ہے ۲ یعنے دعا کی برکت سے آئی بلا ٹل جاتی ہے وہ عاشقوں و پریشاں ہو یا قضا سے مراد تقدیر معلق ہے یا معلق مشابہ بالمبرم کہ ان دونوں میں تبدیلی ترمیم ہوتی رہتی ہے تقدیر مبرم کسی طرح نہیں ٹلتی لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ کہا جاتا ہے کہ بخار آگیا تھا دوا سے اتر گیا دوا نے تقدیر مبرم کو نہیں بدل دیا بلکہ اسکے اثر سے چڑھا ہوا بخار اتر گیا تقدیر میں یہ لکھا تھا کہ اسے بخار آئیگا اگر فلاں دوا کرے تو اتر جائیگا اس کے اور بھی معنے کئے گئے ہیں مگر یہ توجیہ بہتر ہے ۳ یعنے لوگوں سے خصوصًا ماں باپ اور اہل قرابت سے اچھا سلوک کرنا عمر بڑھا دیتا ہے اس کی بھی وہ صورت ہے جو ابھی عرض کی گئی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ معلوم ہوا کہ عمر میں زیادتی کمی ہوتی ہے، اور فرماتا ہے یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ معلوم ہوا کہ تقدیر میں محو و اثبات ہوتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہے اللہ کا علم ایک ہے اللہ تعالٰی کے فرشتوں کو اعلام تحریر سے ہو یا بغیر تحریر ان دونوں کا نام تقدیر ہی ہے، مگر پہلی تقدیر میں تبدیلی قطعًا ناممکن ہے دوسری تقدیر میں تبدیلی ممکن بلکہ واقع ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد سوم میں ملاحظہ کیجئے، حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر آدم علیہ السلام کی دعا سے ساٹھ سال سے سو سال ہو گئی ۴ یعنے دعا کے دو فائدے ہیں ایک یہ کہ اسکی برکت سے آئی بلا ٹل جاتی ہے دوسرے یہ کہ آنے والی بلا رک جاتی ہے، لہذا فقط بلا آنے پر ہی دعا نہ کرو بلکہ ہر وقت دعا مانگو شاید کوئی بلا آنے والی ہو کہ اس دعا سے رک جائے اسکا مطلب وہی ہے جو ابھی بیان ہوا کہ یہ سب تقدیر معلق کے متعلق ہے ۵ اس طرح کہ حال میں دعائیں مانگو، دعا کے لئے بلا آنے کا انتظار نہ کرو کہ جب آفت آئیگی تو دعا مانگ لیں گے امام غزالی فرماتے ہیں کہ جیسے ڈھال اسلاح یعنے ہتھیار کا وار روک لیتی ہے اور جیسے پانی لگی پیاس بجھا دیتا ہے جیسے ڈھال اور پانی ان کے اسباب ہیں ایسے ہی

رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّدْعُوْ بِدُعَاءٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا سَاَلَ اَوْ كَفَّ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهُ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْاَلَ وَاَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَسْاَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛

(احمد) بروایت معاذ ابن جبل اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے، روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کوئی دعا مانگے تو ضرور اللہ تعالےٰ اسکی منہ مانگی مراد دیتا ہے یا اس جیسی کوئی آفت دور کر دیتا ہے ۱؎ جب تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ سے اس کا فضل مانگو ۳؎ کہ اللہ تعالےٰ مانگنے کو پسند فرماتا ہے ۴؎ اور بہترین عبادت کشائش کا انتظار ہے ۵؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ تعالےٰ سے نہ مانگے تو اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے ۶؎ (ترمذی)

دعا کی ہوئی بلا کو دور کر دیتی ہے اور لگی آگ بجھا دیتی ہے اسباب بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور مسببات بھی رب تعالےٰ فرماتا ہے خُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ جنگ میں اپنا بچاؤ اور ہتھیار لے کر جاؤ لہذا دنیا میں بھی انسان دعاؤں کا بچاؤ اور نیک اعمال کے ہتھیار لے کر رہے، ورنہ آفات کچل دیں گی ۱؎ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے کہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری قبول کروں گا اس حدیث نے بتایا کہ قبولیت دعا کی چند صورتیں ہیں، ایک منہ مانگی مراد مل جانا، دوسرے اس جیسی آفت ٹل جانا مثلاً کسی کے ہاں سو روپیہ کی چوری ہونی تھی، اس نے اللہ سے دعا مانگی کہ خدایا مجھے سو روپیہ دیدے اسے سو روپے تو نہ ملے مگر اتنی چوری ٹل گئی، بہرحال دعا رائیگاں نہ گئی لہذا مانگی مراد نہ ملنے پر دل تنگ نہ ہو بعض مرادیں نہ ملنا ہمارے لئے بہتر ہوتا ہے ۲؎ یہ قبول دعا کی شرط ہے کہ انسان بری چیز کی دعا نہ مانگے کہ وہ قبول نہیں اور ورنہ اس دعا کی یہ تاثیریں ہیں خیال رہے کہ کبھی بندہ بری بات بھی مانگ لیتا ہے اور پا لیتا ہے، مگر یہ اس کی دعا کی قبولیت نہیں بلکہ ہونا ہی ایسا ہی تھا اتفاقاً اس نے مانگ بھی لیا، نیز اس دعا پر ثواب کوئی نہیں بلکہ گناہ ہے ۳؎ یعنی اس کا عدل نہ مانگو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے عدل وہ ہے جو کام کے عوض دیا جائے فضل وہ ہے جو بلا معاوضہ محض مہربانی سے دیا جائے اگر رب عدل فرمائے تو ہم گنہگار بڑی سزا کے مستحق ہیں فضل فرمائے اور بخش دے تو اس کی مہربانی ہے مِنْ فرما کر یہ بتلایا کہ اس کا بعض فضل مانگو نہ کہ سارا کیونکہ اس کا فضل غیر متناہی ہے اور تمہاری جھولی متناہی، پیالی والا سارا سمندر سمیٹنے کی کوشش نہ کرے ۴؎ عجیب بارگاہ بے نیاز ہے دوسرے سخی مانگنے والوں سے گھبرا جاتے ہیں رب تعالیٰ وہ کریم ہے کہ مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے، ہر دل کے ساتھ اس کا نیاز ہے اور اس کے دروازے پر ہر بھکاری کا نیا ناز و انداز شعر:

اے کہ باہر دل ترا رازے دگر ÷ ہر گدا را بر درت نازے دگر

۵؎ یعنی گرفتار بلا شکایتیں نہ کرتا پھرے بلکہ اس کی مہربانی کا انتظار رکھے، وہاں آس والے کی آس توڑی نہیں جاتی خیال رہے کہ کسی سے دوا یا دعا کی

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فُتِحَ لَہٗ مِنْکُمْ بَابُ الدُّعَآءِ فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ وَمَا سُئِلَ اللّٰہُ شَیْئًا یَعْنِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَنْ یُّسْئَلَ الْعَافِیَۃَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ؛ وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّسْتَجِیْبَ اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَ الشَّدَآئِدِ فَلْیُکْثِرِ الدُّعَآءَ فِی الرَّخَآءِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ہٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ؛ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُدْعُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا جائے تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے[1] عافیت سے بڑھ کر کوئی ایسی چیز اللہ سے نہ مانگی گئی جو اسے زیادہ پیاری ہو[2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو چاہے کہ مصیبتوں کے وقت اللہ اس کی دعا قبول کرے تو وہ آرام کے زمانہ میں دعائیں زیادہ مانگا کرے[3] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے روایت انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے دعا کرو

درخواست کرنا شکایت کہلائی اھ دیکھو یہ اس استکبار کے خلاف ہے جس میں ہے کہ جو شخص غرور و تکبر اور اپنے کو رب تعالٰی سے بے نیاز سمجھ کر دعا نہ مانگے وہ غضب و لعنت کا مستحق ہے، ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت دعا نہ مانگی کیونکہ وہ سمجھے کہ یہ میرے امتحان کا وقت ہے شاید دعا کرنا بے صبری میں شمار ہو، فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے اللہ کے ذکر یا درود شریف کی کثرت دعا سے روک دے تو اسے دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ ملیگا یہ حدیث ان دونوں کے خلاف نہیں۔ [1] یعنی جسے ہر وقت ہر حال میں دعائیں مانگنے کی توفیق ملے تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کیلئے رب تعالٰی نے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں، اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ دعا کی طرف دل کا راغب ہونا، دعا کیلئے اچھے الفاظ ملنا رب تعالٰی ہی کے کرم سے ہے جب وہ کچھ دینا چاہتا ہے تو ہمیں مانگنے کی توفیق بخشتا ہے شعر

مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے ؎ قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

[2] لمعات نے فرمایا کہ عافیت کے معنے سلامتی ہیں، یہاں کامل سلامتی مراد ہے یعنے زندگی موت قبر حشر کی تمام ظاہری باطنی چھوٹی بڑی آفتوں سے سلامتی و حفاظت ظاہر یہ ہے کہ یہ دعا جامع الدعا ہے مرقات نے فرمایا کہ رب تعالٰی نے مصیبتیں پیدا ہی اس لئے کی ہیں تاکہ بندہ ان سے سلامتی کی دعائیں مانگے، صوفیائے کرام فرماتے کہ عافیت اسی میں ہے جس میں رب راضی ہے، لہذا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا خیبر میں زہر کھالینا فاروق اعظم کا مصلائے مصطفٰے پر خنجر کھا کر شہید ہونا عثمان غنی کا قرآن پڑھتے ہوئے ذبح ہوجانا حسین علیہ السلام کا بے آب و دانہ مثل پروانہ شمع مصطفوی پر نثار ہوجانا عافیت ہی تھا، لہذا رب تعالٰی سے وہ عافیت مانگو جو اس کے علم میں ہمارے لئے عافیت ہے نہ وہ جو ہمارے علم میں ہمارے لئے عافیت ہو۔ حضرت عباس نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی بہترین دعا سکھایئے، فرمایا چچا جان، اللہ سے دین و دنیا کی عافیت مانگو [3] اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صرف مصیبت میں دعا مانگنا اور راحت میں رب سے غافل ہوجانا خود غرضی ہے اور ہر وقت دعا مانگنا عبدیت ہے رب کو خود غرضی ناپسند ہے عبدیت پسند ہے فرماتا ہے: وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِہٖ وَاِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ایسے خود غرضی کا حشر برا ہوتا ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM

مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْاَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْاَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي

قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے ؁۱ اور جان رکھو کہ اللہ غافل و لاپرواہ کی دعا قبول نہیں فرماتا ؁۲ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت مالک ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم اللہ سے دعا مانگو تو ہتھیلیوں سے مانگو ہاتھوں کی پشت سے نہ مانگو ؁۳ اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ اللہ سے دعا کرو ہتھیلیاں پھیلا کر نہ ہاتھ کی پشت سے پھر جب فارغ ہو جاؤ تو منہ پر ہاتھ پھیر لو ؁۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا رب حیاء والا ہے کرم والا ہے اس سے حیاء فرماتا ہے کہ بندہ اسکی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے وہ انہیں خالی لوٹا دے ؁۵ (ترمذی، ابوداؤد، بیہقی)

کو رب تعالٰی فرماتا ہے اس پر مصیبت رہنے دو تاکہ اسی بہانے میرے دروازے پر حاضر رہے ؁۱ یعنے دعا کرتے وقت یہ یقین کرو کہ رب تعالٰے اپنے کرم سے میری یہ دعا ضرور قبول کرے گا اس میں لطیف اشارۃً اس جانب بھی ہے کہ دعا کے وقت تمام شرائط قبول اور آداب دعا پورے کرو جس سے تمہارے دل کو قبولیت کا یقین خود بخود ہو جائے اچھے ساقی ہی اسکے کرم سے امید رکھو اللہ تعالٰے آس والوں کو نا امید نہیں فرماتا اس کا نام ہے رجاء السائلین (از مرقات و لمعات)

؁۲ قبولیت دعا کی بہت سی شرطیں ہیں جن میں سے بڑی اہم شرط دل لگنا ہے اسی لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا گیا اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر دعا مانگنے کے وقت دل اور طرف ہو منہ اور طرف ہاتھ رب تعالٰے کی بارگاہ میں پھیلے ہوں خیال بازار وغیرہ میں ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی، قبولیت دعا اس شرط سے ہے کہ ہاتھ، زبان، دل، دھیان سب کا مرکز ایک ہو یعنے بارگاہ الٰہی ؁۳ یعنے دعا کے وقت ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلاؤ اور ہاتھوں کی پیٹھ زمین کی طرف رکھو کیونکہ مانگنے والا داتا کے سامنے لینے کیلئے ہتھیلی ہی پھیلاتا ہے، نیز اس میں اظہار عجز زیادہ ہے ہاں جن دعاؤں میں کچھ مانگا جائے کسی آفت سے بچا جائے وہاں سنت یہ ہے کہ پہلے تو ہتھیلیاں پھیلاؤ اور پھر آسمان کی طرف ہاتھوں کی پیٹھیں کر دو، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے بعد ایسے ہی دعا مانگتے تھے اس ہاتھ پلٹنے میں اشارۃً یہ عرض کرنا ہے کہ مولا دنیا کا حال بدل دے، خشکی سے تری کر دے، قحط سے فراخی کر دے، گرانی سے ارزانی کر دے ؁۴ کیونکہ پھیلے ہوئے ہاتھوں پر اللہ کی رحمت اترتی ہے ان ہاتھوں کے منہ پر پھیر لینے سے رحمت منہ پر پہنچ جاتی ہے، یہ عملی سنت بھی ہے اتباع سنت میں برکت ہے (مرقات)، ہاں بعض علماء نے فرمایا کہ کھانے کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے اگر مجمع میں کھانا کھایا جائے تو اس دعا میں ہاتھ نہ اٹھائے تاکہ ان لوگوں کو شرمندگی نہ ہو جو ابھی تک فارغ نہ ہوئے حصن حصین شریف میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے جن احادیث میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سوائے استسقاء کے اور دعاؤں میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے وہاں زیادہ اونچے ہاتھ اٹھانا مراد ہے یعنے نماز استسقاء میں ہاتھ سر مبارک سے اونچے اٹھاتے تھے باقی دعاؤں میں سینے کے مقابل، البتہ

الدعوات الكبير ٭ وعن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه رواه الترمذي ٭ وعن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستحب الجوامع من الدعاء ويدع ما سوى ذلك رواه ابو داؤد ٭ وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اسرع الدعاء اجابة دعوة غائب لغائب رواه الترمذي وابو داؤد ٭ وعن عمر بن الخطاب قال استاذنت النبي صلى الله عليه وسلم في العمرة فاذن لي وقال اشركنا يا اخي في دعائك ولا

دعوات الکبیر روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب دعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے تو بغیر منہ پر پھیرے ہاتھ نہ گراتے ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جامع دعائیں پسند فرماتے تھے اور اس کے ماسوا دعائیں چھوڑ دیتے تھے ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت جلد قبول ہونے والی دعا غائب کی غائب کے لئے ہے ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے لئے جانے کی اجازت مانگی ۴؎ تو مجھے اجازت دی اور فرمایا اے میرے بھائی ۵؎ ہمیں بھی اپنی دعا میں یاد رکھنا

احادیث میں تعارض نہیں۔ ۶؎ اس میں ہاتھ پھیلانے کی حکمت کا بیان ہے ان شاء اللہ پھیلے ہوئے ہاتھ رب کی بارگاہ سے خالی نہیں لوٹیں گے خیال رہے کہ رب تعالٰے حیاء شرم وغیرہ کے ظاہری معنے سے پاک ہے اس کے لئے ان چیزوں کا نتیجہ مراد ہوتا ہے یعنی اللہ تعالٰے ایسا کرتا ہی نہیں کہ بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو خالی پھیرے اس کے معنے ہم عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالٰے مانگنے والے کو ضرور دیتا ہے خواہ اسی طرح کہ اس کی مراد پوری کردے یا اس طرح کہ اس کی کوئی آفت ٹال دے یا اس طرح کہ درجات بلند کردے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت دفعہ ہاتھ پھیلا کر دعائیں کی جاتی ہیں اور مراد نہیں ملتی۔

۱؎ دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے اور رزق و رحمت کے آنے کی جگہ یہ وجہ نہیں کہ رب تعالٰے آسمان میں رہتا ہے جیسے تنخواہ لینے والے خزانے پر جمع ہو جاتے ہیں خزانے میں ان کی تنخواہیں ہیں نہ کہ خود بادشاہ۔ ۲؎ جامع دعا وہ کہلاتی ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہوں، معانی زیادہ، جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً الآیہ اور جیسے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یہاں عمومی حالات مراد ہیں یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم عام طور پر جامع دعائیں مانگتے تھے، خاص موقعوں پر خاص دعائیں بھی مانگی ہیں جیسے استسقاء میں بارش کی دعا وغیرہ لہذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں۔ ۳؎ یعنے جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعائے خیر کرے تو بہت جلد قبول ہوتی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ شخص مسلمان بھائی کا خیر خواہ بھی ہے اور مخلص بھی، سامنے دعا کرنے میں دیا، دکھلاوے و خوشامد کا احتمال ہو سکتا ہے۔ ۴؎ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہوگئے پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا نذر پوری کرو تب آپ عمرہ کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے۔ ۵؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے، جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں، مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے، رب فرماتا ہے لا تجعلوا

تنسنا فقال کلمۃ ما یسرنی ان لی بہا الدنیا رواہ ابوداؤد والترمذی وانتہت روایتہ عند قولہ ولا تنسنا؛ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ لا ترد دعوتہم الصائم حین یفطر والامام العادل ودعوۃ المظلوم یرفعہا اللہ فوق الغمام وتفتح لہا ابواب السماء ویقول الرب وعزتی لانصرنک ولو بعد حین رواہ الترمذی؛ وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث دعوات مستجابات لا شک فیہن

ہمیں بھول نہ جانا حضور نے ایسی بات فرمائی کہ مجھے اسکے عوض ساری دنیا ملنا پسند نہیں (ابوداؤد، ترمذی) اور ترمذی کی روایت اس قول پر ختم ہو گئی کہ ہمیں بھول نہ جانا۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی روزہ دار کی جب افطار کرتا ہو اور انصاف والے حاکم کی اور مظلوم کی دعا کو اللہ تعالٰی بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے اس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب تعالٰی فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد سہی (ترمذی) اور آپ ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دعائیں بلا شبہ

دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا اسی لئے کبھی صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہکر نہ پکارا۔ روایات حدیث میں تمام صحابہ یہی کہتے تھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی مکہ معظمہ پہنچکر مقبول دعاؤں میں اپنے ساتھ میرے لئے بھی دعا کرنا معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرانا اور وہاں پہنچکر دعا کرنے کیلئے کہنا سنت ہے صوفیائے کرام اس حدیث سے یہ کرتے ہیں کہ اس طرح دعا میں ہم پر درود شریف پڑھتا ہے درود کو نہ بھول جانا تاکہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کیلئے اعلٰے درجہ کی دعا آپ پر درود شریف پڑھنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم حضور کے پیاروں کو دعائیں دینا در حقیقت اپنے مانگنے کی تدبیر ہے ہمارا بھکاری ہمارے دروازہ پر آکر ہمارے جان و مال اور اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم بھیک پاتے ہیں ہم بھی رب تعالٰی کے محبوب کو دعائیں دیں رب تعالٰی سے بھیک لیں۔ حضرت عمر کا یہ فرمان فخر یہ نہیں بلکہ تشکر کے طور پر ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے خطاب سے نوازا۔ معلوم ہوا کہ میں دنیا و آخرت میں صحیح مومن ہوں پھر مجھے حکم دیا کہ حضور کو دعائیں دوں، معلوم ہوا کہ میرا منہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے لائق ہے، پھر فرمایا مجھے بھول نہیں، معلوم ہوا کہ میرا دل کا شانۂ یار بننے کے لائق ہے، یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں؛ ان تین شخصوں سے مراد مسلمان ہیں مرد ہوں یا عورت کفار اس میں داخل نہیں۔ دعا رد نہ ہونے کا وہ مطلب ہے جو پہلے عرض کیا جا چکا ہے عطائے مدعٰی، ردِّ بلا، رفع درجات کیونکہ یہ عبادت سے فراغت کا وقت ہے بعد عبادت دعائیں قبول ہوتی ہیں اسی لئے نماز، حج، زکوٰۃ سے فراغت پر دعائیں کرنا چاہیئے، معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ بھی دعا کی جائے کہ وہ بھی رب کی عبادت ہے اور عبادت کے بعد دعا قبول ہے مرقات نے فرمایا کہ مسلمان حاکم کا ایک گھڑی عدل و انصاف کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے کہ اس عدل سے خلق خدا کا نظام قائم ہے؛ مرقات نے فرمایا کہ مظلوم جانور بلکہ مظلوم کافر و فاسق کی بھی دعا قبول ہوتی ہے، اگرچہ مسلمان مظلوم کی دعا زیادہ قبول ہے کیونکہ مظلوم مضطر و بے قرار ہوتا، اور بے قرار کی دعا عرش پر قرار کرتی ہے رب فرماتا ہے ام من یجیب المضطر اذا دعاہ؛ دعا کو بادلوں پر اٹھانے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جانے کا مطلب بہت جلد سننا اور اس کی دعا کی عزت افزائی اور اہمیت کا اظہار فرمانا ہے حین عربی میں مطلقًا وقت کو کہتے ہیں مگر اکثر کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ چالیس سال پر بولتے ہیں

دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔
الْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْأَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْأَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ مُرْسَلًا حَتّٰى يَسْأَلَهُ الْمِلْحَ وَحَتّٰى يَسْأَلَهُ شِسْعَهٗ اِذَا انْقَطَعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ

باپ کی دعا۱ مسافر کی دعا۲ اور مظلوم کی دعا (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص اپنے رب سے اپنی ساری حاجتیں مانگے۳ حتی کہ جب جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس سے مانگے ایک روایت میں ثابت بنانی سے مرسلًا یہ زیادتی بھی ہے کہ رب سے نمک مانگے اور جب تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ تک مانگے۴ (ترمذی) روایت انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ اتنے اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل شریف کی سفیدی دیکھی جاتی تھی۵

مطلب یہ ہے کہ میں حلیم ہوں، لہذا ظالم کو جلد نہیں پکڑتا، اسے توبہ اور مظلوم سے معافی مانگنے کا وقت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھائے، تو پکڑتا ہوں۔

۵ خیال رہے کہ پہلی حدیث میں تین دعا کرنے والوں کا ذکر تھا، اور یہاں تین دعاؤں کا تذکرہ ہے، یعنے یہ تین دعائیں بذات خود قابل قبول ہیں اور اپنے فاعلوں کے برکت سے بھی لائق قبول، اسی لئے وہاں عادل اور روزے کا ذکر فرمایا جس میں فاعل بہ تکلف مشقت اٹھاتا ہے یہاں مسافر اور باپ کا ذکر ہے جس میں تکلف و مشقت نہیں (مرقات)۔

۱ اولاد کے حق میں باپ کی دعا قبول ہے اور بد دعا بھی مگر چونکہ باپ اکثر دعائیں ہی دیتا ہے اس لئے دعا کا ذکر فرمایا، والد سے مراد ماں باپ دونوں ہیں دادا بھی اس میں داخل ہے، کہ بالواسطہ وہ بھی والد ہے، ماں کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے۔ ۲ یوں تو مسافر کی بحالت سفر تمام دعائیں ہی قبول ہیں، مگر اپنے محسن کے لئے دعا، اور اپنے ستانے والے پر بد دعا بہت قبول ہے (مرقات) اسی طرح مظلوم کی بد دعا قبول۔ مگر ستانے والے کے لئے بد دعا، اور امداد کرنے والے یا بچانے والے کے لئے دعا بہت قبول ہے۔ ۳ یعنے بندہ یہ خیال نہ کرے کہ اتنے بڑے آستانہ سے چھوٹی چیز کیا مانگوں کوئی بڑی حاجت مانگوں گا، نہیں ہر حاجت مانگو چھوٹی ہو یا بڑی، اگر اس سے بڑی چیز ہی مانگی جائے، تو تمہاری چھوٹی حاجتوں کے لئے کون سا دروازہ ہے، غلام اپنے آقا سے ہر چیز مانگا ہی کرتے ہیں دیکھو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب تعالٰی سے مدین پہنچکر روٹی کا ٹکڑا مانگا، کہ عرض کیا رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ ۴ یعنے ایک ہانڈی کا نمک جو چند تولے ہوتا ہے، ایسے ہی ایک جوتی کا تسمہ جو کوڑی دو کوڑی کا ہوتا ہے، وہ بھی رب تعالٰی ہی سے مانگو۔ ۵ یعنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سر سے اونچے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے، حتی کہ اگر قمیص مبارک نہ پہنے ہوتے تو بغل شریف کی سفیدی نظر آجاتی، خیال رہے کہ اس قدر اونچے ہاتھ اٹھانا یا تو نماز استسقاء میں ہوتا تھا یا کبھی کبھی بیان جواز کے لئے اور موقعوں پر بھی ورنہ عام دعاؤں میں سینے یا کندھے تک ہاتھ اٹھاتے تھے، لہذا یہ حدیث کندھوں یا سینہ تک ہاتھ اٹھانے کے خلاف نہیں، اور نہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بغیر قمیص کے نماز پڑھتے تھے کہ یہ تو سخت مکروہ ہے، آجکل بعض لوگ بغیر قمیص نماز پڑھتے ہیں اور اس حدیث کو آڑ بناتے ہیں مگر غلط

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يَجْعَلُ اُصْبُعَيْهِ حِذَآءَ مَنْكِبَيْهِ وَيَدْعُوْا؛ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ؛ وَعَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْمَسْئَلَةُ اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ اَوْ نَحْوَهُمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ اَنْ تُشِيْرَ بِاُصْبُعٍ وَّاحِدَةٍ وَالْاِبْتِهَالُ اَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيْعًا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ وَالْاِبْتِهَالُ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُوْرَهُمَا مِمَّا يَلِيْ وَجْهَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّ رَفْعَكُمْ اَيْدِيَكُمْ بِدْعَةٌ مَا زَادَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ حضور دعا کے وقت اپنی دو انگلیاں کندھوں کے مقابل کرتے تھے اور دعا مانگتے تھے۱ روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کہ جب دعا مانگتے تو ہاتھ شریف اٹھاتے پھر ہاتھ منہ پر پھیر لیتے۲ ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا۔ روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی کہ آپ نے فرمایا طریقہ دعا یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کندھوں کے مقابل یا ان تک اٹھاؤ۳ اور طریقہ استغفار یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو۴ اور عاجزی زاری کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ خوب پھیلاؤ۵ اور ایک روایت میں فرمایا کہ زاری یوں ہے اور اپنے ہاتھ اٹھائے ہاتھوں کی پیٹھ چہرہ انور کے سامنے کی۶ (ابوداؤد) روایت ہے ابن عمر سے وہ فرماتے تھے کہ تمہارا زیادہ ہاتھ اٹھانا بدعت ہے۷ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

---

۱ کندھے نماز پڑھنے کی ممانعت باب الستر میں گذر گئی ۱ یعنی پہلے آپ ہاتھ شریف اتنے اٹھاتے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں کے مقابل ہو جاتیں پھر دعا مانگتے تھے یہ اکثری حالات کا ذکر ہے، اور پہلی حدیث میں بعض خصوص حال کا ذکر تھا ۲ یعنی جن دعاؤں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھاتے تھے ان میں ہاتھ منہ پر پھیر لیتے تھے، اور جن میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے جیسے نماز، طواف، کھانے کے بعد کی دعائیں ان میں ہاتھ منہ پر بھی نہ پھیرتے تھے۔ لہٰذا اذا دعا کان کا ظرف ہے اور فرفع اس کی خبر تو مسح بدل ہے لہٰذا حدیث صاف ہے ۳ یعنی عام دعاؤں میں ہاتھ سینے تک اٹھانا سنت ہے، کہ عادۃً بھکاری مانگتے وقت داتا کے سامنے یہاں تک ہی ہاتھ اٹھاتے اور پھیلاتے ہیں، لمعات ۴ یعنی استغفار پڑھتے وقت اپنی کلمہ کی انگلی اپنے نفس کی طرف کرکے عرض کرے کہ یا اللہ یہ نفس امارہ مجرم ہے اور یہ بندہ گنہگار حاضر ہے بخش دے ۵ ابتہال کے معنے ہیں اظہار عجز اور انتہائے خشوع، اسی سے ہے مباہلہ یہاں اس سے مراد دفع بلا کی دعا ہے جیسے استسقاء میں قحط کے دفع ہونے کی دعا مانگی جاتی ہے، ایسی دعاؤں میں ہاتھ سر سے اوپر اٹھانے چاہئیں ۶ یعنی ہاتھ پورے اٹھا دیئے جائیں حتّٰی کہ ہاتھوں کی پیٹھ چہرے کی طرف ہو جائے ۷ یعنی اے لوگو تمہارا ہر دعا میں سر سے اونچے ہاتھ اٹھانا اور دعاؤں میں فرق نہ کرنا کہ کسی دعا میں اتنے اونچے ہاتھ اٹھائے جائیں یہ خلاف سنت ہے اسے چھوڑ دینا چاہیئے خیال رہے کہ بدعت کے ایک معنے تو ہیں نیا کام یعنی جو کام حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہو اس بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ جس کی پوری بحث باب الاعتصام میں گذر چکی، جمع قرآن کے وقت بعض صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا تھا کہ آپ وہ کام کیوں کر رہے ہیں جو حضور انور صلے

عَلٰى هٰذَا يَعْنِىْ اِلَى الصَّدْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ ؛ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَكَرَ اَحَدًا فَدَعَا لَهٗ بَدَأَ بِنَفْسِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ ؛ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْا بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا اِثْمٌ وَلَا قَطِيْعَةُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰى ثَلٰثٍ اِمَّا اَنْ يُّعَجِّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَاِمَّا اَنْ يَّدَّخِرَهَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ وَاِمَّا اَنْ يَّصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْا اِذًا نُكْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَكْثَرُ رَوَاهُ اَحْمَدُ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُّسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰى يَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ

اس سے زیادہ نہ اٹھائے یعنی سینہ تک ۔ لہ (احمد) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کرکے اسے دعا دیتے تو اپنی ذات سے دعا شروع کرتے ۲ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے، روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کوئی ایسی دعا مانگے جس میں نہ گناہ ہو نہ قطع رحمی ۳ مگر اللہ تعالے اسے تین میں سے ایک ضرور دیتا ہے یا تو اس کی دعا یہاں ہی قبول کرلیتا ہے ۴ یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کردیتا ہے ۵ یا اس جیسی مصیبت ٹال دیتا ہے ۶ صحابہ نے عرض کیا تب تو ہم خوب زیادہ دعائیں کرینگے فرمایا رب کی عطا بہت زیادہ ہے ۷ (احمد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں پانچ دعائیں بہت قبول کی جاتی ہیں مظلوم کی دعا حتی کہ بدلہ لے لے ۸ حاجی کی دعا

اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا یعنی یہ بدعت ہے و حضرت صدیق نے فرمایا کہ واللہ هو خیر: رب کی قسم یہ اچھا کام ہے، یعنے بدعت حسنہ ہے ۔ دوسرے خلاف سنت کام، یہ بدعت ہمیشہ سیئہ اور بری ہی ہوگی، یہاں دوسرے معنے مراد ہیں کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو عموماً سینہ تک ہاتھ اٹھائے اور تم عموماً سر سے اونچے اٹھاتے ہو تو اس سنت کو چھوڑتے ہو، اس سے باز آجاؤ ۔ لہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ اس سے عام دعائیں مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم عمومی دعاؤں میں کبھی ہاتھ کم اٹھاتے تھے کبھی زیادہ، مگر زیادتی سینہ سے اونچی نہ ہوتی، لہٰذا یہ حدیث گذشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کبھی سر سے اونچے ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ہے ۲ اس میں امت کو تعلیم ہے کہ تم جب کسی کے لئے دعا کرو تو پہلے اپنے لئے کرو پھر اس کے لئے صرف دوسرے کے لئے دعا کرنے میں اپنے استغنا اور بے نیازی کا شبہ ہوتا ہے، مگر یہ قاعدہ بھی اکثریہ تھا کلیہ نہ تھا لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحمۃ اللہ اللہ اس پر رحم کرے یا فرماتے اللھم صل علی ابی اوفی وغیرہ ۳ یعنے اس دعا میں نہ تو لازم گناہ ہو نہ متعدی، مثلاً یہ کہے کہ فلاں اجنبیہ سے وصال نصیب کر یا مجھے دولت دے تاکہ میں اپنے عزیزوں کو اپنا غلام بناکر رکھوں کہ ایسی دعائیں ممنوع ہیں ۴ کہ اس کی منہ مانگی مراد جلد یا کچھ دیر سے دے دیتا ہے ۵ کہ دنیا میں تو اس کی مراد پوری نہیں کرتا مگر آخرت میں اس کے عوض اسکے گناہ معاف فرمادیگا اس کے درجے بلند کردیگا ۶ معلوم ہوا کہ دعا سے رد بلا ہوتا ہے اس لئے مراد پوری نہ ہونے پر ملول نہ ہونا چاہیئے ۷ کہ اگر سارا جہاں ہمیشہ دعائیں مانگے تو رب تعالٰی کے ہاں سے محروم نہ ہونگے، مگر شعر؎ جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو ۔ درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا ۸ زبان سے یا ہاتھ سے یا حاکم کے

حَتّٰى يَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَقْفُدَ وَدَعْوَةُ الْمَرِيْضِ حَتّٰى يَبْرَأَ وَدَعْوَةُ الْأَخِ لِأَخِيْهِ
بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَأَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعَوَاتِ إِجَابَةً دَعْوَةُ الْأَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ رَوَاهُ
الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ ۔ بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ
الْأَوَّلُ ۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَأَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ
يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ

حتے کہ لوٹ آئے ۱ غازی کی دعا حتے کہ جنگ بند ہوجائے ۲ بیمار کی دعا حتے کہ تندرست ہوجائے مسلمان بھائی کی پس پشت دعا پھر فرمایا ان سب میں مسلمان بھائی کی دعا پس پشت زیادہ قبول ہوتی ہے ۳ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کیں باب اللہ عزوجل کا ذکر اور اس سے قرب حاصل کرنا ۴ فصل اول روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی جماعت نہیں جو اللہ کے ذکر کے لئے بیٹھے ۵ مگر انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے ۶ ان پر سکینہ اترتا ہے ۷ اور

ہاں فریاد کرے جس سے اس کی مظلومیت ختم ہوجائے ۱ خواہ حج اکبر یعنے حج کرے یا حج اصغر یعنے عمرہ کرے دونوں کی دعائیں اپنے وطن آنے تک قبول ہیں اس لئے حجاج سے دعائیں کراتے ہیں ۲ یا یہ غازی اپنے گھر لوٹ آئے مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں حتے یقعد ہے یعنے مجاہد جہاد سے بیٹھ رہے یعنے یا تو فراغت جہاد کی وجہ سے یا درمیان جہاد لیٹ گھر آجائے ۳ کیونکہ اس دعا میں خلوص بہت ہوتا ہے نیز یہ شخص دوسروں کیلئے مفید ہے ۴ ذکر کے چند معنے ہیں، یاد کرنا، یاد رکھنا، اس کا چرچا کرنا، خیر خواہی، عزت و شرف وغیرہ قرآن کریم میں ذکر ان تمام معنوں میں وارد ہوا یہاں ذکر کے پہلے تین معنے ہوسکتے ہیں یعنے اللہ کو یاد کرنا اسے یاد رکھنا اس کا چرچا کرنا اس کا نام جپنا ذکر اللہ تین قسم کا ہے ذکر لسانی ذکر جنانی ذکر ارکانی ہر عضو کا ذکر علیحدہ ہے آنکھ کا ذکر ہے خوف خدا میں رونا کان کا ذکر ہے اس کا نام سننا وغیرہ ذکر اللہ بالواسطہ بھی ہوتا ہے اور بلاواسطہ بھی اللہ تعالٰی کی ذات و صفات کا تذکرہ یا انہیں سوچنا بلاواسطہ ذکر اللہ ہے، اس کے محبوبوں کا محبت سے چرچا کرنا اس کے دشمنوں کا برائی سے ذکر کرنا سب بالواسطہ اللہ کا ذکر ہیں، دیکھو سارا قرآن ذکر اللہ ہے مگر اس میں کہیں تو خدا کی ذات و صفات مذکور ہیں، کہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و محامد کہیں کفار کے تذکرے ذکر اللہ بہترین عبادت ہے اسی لئے رب تعالٰے نے اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا تاکیدی حکم دیا رب تعالٰے فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا مولانا فرماتے ہیں

گر تو خواہی زیستن با آبرو ؎ ذکر او کن ذکر او کن ذکر او
ہر گدا را ذکر او سلطاں کند ؎ ذکر او بس زیور ایمان بود
ہر کہ دیوانہ بود در ذکر حق ؎ زیر پائش عرش و کرسی نہ طبق

حضرات نقشبندیہ کے ہاں ذکر خفی افضل ہے دوسرے سلسلوں میں ذکر بالجہر بہتر، فریقین کے دلائل ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں لاحظہ کیجئے ۵ تقرب الی اللہ سے مراد مکانی قرب نہیں کہ رب تعالٰے مکان و جگہ سے پاک ہے بلکہ قبولیت کا قرب مراد ہے مردود دور ہے محبوب در حضور ۶ ظاہر یہ ہے کہ بیٹھنے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے، لہٰذا اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ذکر اللہ بیٹھ کر کرنا افضل ہے، کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے دوسرے

وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِیْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلٰى جَبَلٍ يُّقَالُ لَهٗ جُمْدَانُ فَقَالَ سِيْرُوْا هٰذَا جُمْدَانُ
سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الذّٰكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتُ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ يَذْكُرُ

اپنے پاس والے فرشتوں میں اللہ انکو ذکر کرتا ہے ۱؎ مسلم۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ میں جا رہے تھے کہ ایک پہاڑ پر گزرے جسے جمدان کہا جاتا ہے ۲؎ چلو یہ جمدان ہے ۳؎ سبقت لے گئے علیحدہ رہنے والے ۴؎ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ الگ رہنے والے کون لوگ ہیں ۵؎ فرمایا اللہ کی بہت یاد کرنیوالے مرد و عورتیں ۶؎ مسلم روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مثال جو رب کا ذکر کرے

یہ کہ ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے ممکن ہے کہ بیٹھنے سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہو یعنی ہمیشہ کرنا افضل ہے ۱؎ یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا چکر لگاتے رہتے ہیں، ذکر الٰہی کے طبقے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الٰہی ہے جو ذاکرین کیلئے مخصوص ہے لہذا اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے حافظین ہیں ۲؎ سکینہ کی شرح باب فضائل القرآن میں گزر چکی کہ یا تو اس سے مراد خاص ملائکہ ہیں یا دلی کا آرام یا دلی چین و سکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۳؎ یعنی اللہ تعالٰی ملائکہ مقربین میں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لئے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام و اولیائے عظام میں لوگوں کا ذکر فخر سے عزت و عظمت سے کرتے ہیں (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ پھر جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندے کو مثلاً بندہ کہتا ہے کہ مولیٰ میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں وغیرہ ۲؎ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے قریب ہے مکہ معظمہ کے راستے پر یہاں سے مدینہ منورہ ایک رات کے فاصلے پر ہے طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذاکر گزرا اگر کوئی پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا تو سب کہتے ہیں مبارک ہو عوارف المعارف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ روزانہ صبح و شام زمین کے بعض حصے بعض سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی بندہ ایسا گزرا یا بیٹھا جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو، اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزر رہا ہے تو دوسرے طبقے کہتے ہیں تو ہم سب سے افضل ہے (مرقات) ۳؎ یعنی اے جماعت صحابہ یہ جمدان پہاڑ ہے یہاں اللہ کا ذکر کرتے چلو تاکہ کل قیامت میں تمہارا گواہ ہو ۴؎ مفردون تفرید سے ہے بمعنے الگ کرنا علیحدہ رکھنا یعنی جنہوں نے اپنے کو دنیاوی الجھنوں، اغیار کی مجلس سے الگ رکھا یا جنہوں نے تمام ذکروں سے اللہ کے ذکر کو چھانٹ لیا جس میں وہ ہر وقت لگے رہتے ہیں ۵؎ یہ سوال احوال کے لئے ہے نہ کہ سوال ذات کے لئے جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا وما رب العالمین یعنی اللہ تعالٰی کے صفات کیا ہیں اسی لئے یہاں من نہ بولا ما بولا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی وہ عنایت فرمایا جو سوال کے مطابق ہے ۶؎ چونکہ اللہ کے ذاکر مرد زیادہ ہیں عورتیں کم، اس لئے مردوں کا ذکر پہلے ہوا عورتوں کا بعد میں مرقات نے فرمایا کہ اللہ کا بہت ذکر کرنے والا وہ ہے جو کسی حال میں رب کو نہ بھولے خلوص سے اس کی عبادت کرے خلقت سے مستغنی رہے فکر و شکر میں حریص ہو جو خدا سے غافل کرے اس سے

ربہ والذی لایذکر مثل الحی والمیت متفق علیہ ۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالٰی انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان
ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہم متفق علیہ

اور جو نہ کرے زندہ و مردہ کی سی ہے ۱ (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰے فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو مجھ سے رکھے ۱ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں ۲ اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اکیلے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں ۳ (مسلم بخاری)

دور ہے اللہ کے ذکر میں ایسی لذت پائے جو کسی اور چیز میں نہ پائے رب تعالٰی فرماتا ہے وتبتل الیہ تبتیلا۔ یعنے تمام غیر اللہ سے کٹ کر رب کے ہو جاؤ ۱ یعنے جیسے زندہ کا جسم روح سے آباد ہے مردہ کا غیر آباد، ایسے ہی ذاکر کا دل ذکر سے آباد ہے غافل کا دل ویران یا جیسے شہروں کی آبادی زندوں سے ہے مُردوں سے نہیں ایسے ہی آخرت کی آبادی ذاکرین سے ہے غافلین سے نہیں، یا جیسے زندہ دوسروں کو نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے مردہ نہیں، ایسے اللہ کے ذاکر سے نفع و نقصان خلق حاصل کرتی ہے غافل سے نہیں یا جیسے مردے کو کوئی دوا یا غذا مفید نہیں ایسے ہی غافل کو کوئی عمل وغیرہ مفید نہیں اللہ کا ذکر کرو پھر دوسرے اعمال اذکار کرو بھی جیتا ہے غافل زندہ رہکر بھی مردہ ہے مرقات نے فرمایا کہ اس میں اشارۃً ارشاد ہوا کہ حی لایموت کا ذکر ذاکر کو حیات غیر فانیہ بخشتا ہے اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں مرقاۃ ۲ مسلم شریف میں ہے کہ جو گھر اللہ کے ذکر سے آباد ہو وہ زندہ ہے اور جو گھر اسکے ذکر سے خالی ہو وہ مردہ ہے گھر سے مراد مومن کا دل ہے کہ وہ اللہ کا گھر ہے مبارک ہے وہ جو اس گھر کو آباد رکھے منحوس ہے وہ جو اسے ویران کر دے۔ شعر۔

آباد وہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے ٭ جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے

۱ یہاں عبد سے مراد بندہ مومن ہے اور ظن بمعنے یقین بھی آتا ہے جیسے یظنون انہم ملٰقوا ربہم اور بمعنے گمان نیک بھی جیسے ظن المؤمنون بانفسہم خیرا اور بمعنے بدگمانی بھی جیسے ان بعض الظن اثم یہاں دونوں معنے درست ہیں یعنے بندہ میرے متعلق جیسا یقین رکھے گا میں ویسا ہی معاملہ اس سے کروں گا یا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرے گا میں ویسا ہی کروں گا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ قبولیت کی امید یا یقین پہ دعا و عبادت کریگا تو میں اسکی دعا و عبادت ضرور قبول کروں گا اور اگر رد کا یقین یا گمان کرے گا تو رد ہی کروں گا مقصد یہ ہے کہ اعمال بھی کرو اور قبول کی امید بھی رکھو عمل نہ کرکے بخشش کی امید رکھنا ظن نہیں بلکہ نفس کا دھوکا ہے غرور ہے ظن و غرور میں فرق چاہیے جو بو کر گندم کاٹنے کی امید ٹھنڈا لوہا کوٹنا بیکار ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر۔

گندم از گندم بروید جو ز جو ٭ از مکافات عمل غافل مشو

بعض لوگ امید و دھوکے میں فرق نہیں کرتے، وہ اس حدیث سے دھوکا کھاتے ہیں الحدیث واضح ہے ۲ رحمت و کرم، توفیق و مہربانی خیال ہے کہ بندہ رب سے ذکر اللہ کرتے وقت بہت قریب ہوتا ہے، جو ہر وقت ذکر کرے وہ ہر وقت رب سے قریب ہے ۳ بہتر مجمع سے مراد ارواح انبیاء و اولیاء ہیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، اور ہو سکتا ہے اس مجمع سے مراد مقرب فرشتوں کا مجمع ہو چونکہ بعض لحاظ سے فرشتے انسان سے افضل ہیں کہ ہم انسان نیک و بد ہر طرح کے کام کر لیتے ہیں فرشتے صرف نیک کام ہی کرتے ہیں اسی لئے انہیں خیر منہم کہا گیا، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان فرشتے سے افضل ہے پھر یہاں فرشتوں کو انسان سے افضل کیوں فرمایا گیا مسئلہ ماہیت انسان ماہیت فرشتہ سے افضل ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے ولقد کرمنا بنی

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ
اَمْثَالِھَا وَاَزِیْدُ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَجَزَآءُ سَیِّئَۃٍ مِّثْلُھَا اَوْ اَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ
مِنْہُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً وَمَنْ لَقِیَنِیْ
بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَۃً لَا یُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَقِیْتُہٗ بِمِثْلِھَا مَغْفِرَۃً رَوَاہُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا ثواب ہے اور زیادہ بھی دونگا ۱ اور جو ایک گناہ کرے تو ایک برائی کا بدلہ اسکے برابر ہی ہے یا اسے بخش دوں ۲ اور جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اسکے ایک گز نزدیک ہوجاتا ہوں اور جو مجھ سے ایک گز نزدیک ہوتا ہے تو میں اس سے ایک باع قریب ہوجاتا ہوں ۳ جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے میں اسکی طرف دوڑتا ہوں ۴ اور جو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائے پھر زمین بھر گناہ لیکر مجھ سے ملے تو میں اتنی ہی بخشش کے ساتھ اس سے ملوں گا ۵ مسلم روایت ہے

ادم اسی لئے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے رہے افراد اس میں تفصیل یہ ہے کہ خاص انسان جیسے انبیاء و اولیا خاص و عام تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر عام مسلمانوں سے خاص فرشتے افضل، رہے کفار وہ تو گدھے کتے سے بھی بدتر ہیں رب تعالٰے فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر افضل ہے کہ آہستہ ذکر کرنے والوں کا ذکر وہاں بھی خفیہ ہی ہوتا ہے اور مجمع لگاکر اونچا ذکر کرنے والوں کا وہاں بھی علانیہ ذکر ہی ہوتا ہے جیسے فرشتے وانبیا و اولیا سنتے ہیں ذکر بالجہر والوں کی یہ حدیث قوی دلیل ہے ۱ یعنی نیکی کرنیوالے مسلمان کو ایک کا دس تو قانونًا عدلًا دیا جائیگا اور اسکے علاوہ فضل و کرم سے بطور انعام عطا ہوگا جو ہمارے گمان و وہم سے وراء ہے خیال رہے کہ ایک کا دس گنا عام حالات میں ہے رب تعالٰی فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا اور کبھی زمانہ یا جگہ کی خصوصیت سے ایک نیکی کا عوض سات سو یا پچاس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک ہے رب تعالٰی فرماتا ہے کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ یہ صرف نیکی کا عوض نہیں بلکہ اسوقت یا جگہ کی خصوصیت بھی ہے لہٰذا نہ تو گذشتہ مذکورہ آیتیں آپس میں متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف جن میں فرمایا گیا کہ مدینہ پاک کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ہے یا مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ۲ یہاں بھی مَنْ سے مراد مومن ہے اور عام گناہ مراد ہیں، عام حالات میں مومن کے ایک گناہ کا عوض ایک ہی ہے یا وہ بھی بخش دیا جاوے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ مکہ معظمہ کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے ۳ جب انسان دونوں ہاتھ سیدھے کرکے پھیلائے تو داہنے ہاتھ کی انگلی سے بائیں ہاتھ کی انگلی تک کو باع کہتے ہیں یہ کلام تمثیلی طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ تھوڑے عمل کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرو تو رب تعالٰی اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تم سے قریب ہوگا لہٰذا عمل کئے جاؤ تھوڑا بہت نہ دیکھو ۴ یہ کلام بطور مثال سمجھانے کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طلب سے ہماری رحمت سبقت لے گئی ہے، اگر تم ایسے معمولی اعمال کرو جن سے بدیر ہم تک پہنچ سکو تو ہم تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنے دامن رحمت میں لے لیں گے اگر رب سے قرب ہماری کوشش سے ہوتا تو قیامت تک ہم اس تک نہ پہنچ سکتے، اس تک رسائی اس کی رحمت سے ہے ۵ یہاں شرک سے مراد کفر ہے، اور بخشش سے مراد مطلقًا بخشش ہے جلد ہو یا دیر سے یعنی مسلمان کتنا ہی گنہگار ہو اس کی بخشش ضرور ہوگی خواہ پہلے ہی سے ہو جائے یا کچھ سزا دے کر اور ظاہر ہے کہ بخشش بقدر گناہ ہوگی، ایک گناہ کی بخشش بھی ایک، اور لاکھوں گناہوں کی بخشش بھی لاکھوں، مقصد یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار بھی رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہو بلکہ بخشش کی امید پر توبہ کرلے، یہ مقصد نہیں کہ بخشش حاصل کرنے کے لئے خوب گناہ کرے کہ یہ تو خدا پر امن ہے اور امن کفر ہے لہٰذا یہ حدیث گناہوں

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالی قال من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی لاعطینه

حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جو میرے کسی ولی ۱؎ سے عداوت رکھے میں اسے اعلان جنگ دیتا ہوں ۲؎ اور میرے کسی بندہ کا بمقابلہ فرائض عبادتوں کے دوسرے ذریعے سے مجھ سے قریب ہونا مجھے زیادہ پسند نہیں ۳؎ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے قریب ہوتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں ۴؎ پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے ۵؎ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو اسے دیتا ہوں۔

کی آزادی دینے کیلئے نہیں بلکہ توبہ کی دعوت دینے کیلئے ہے رب فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمة اللہ خیال رکھو کہ رب تعالٰی کی رحمت بھی وسیع ہے اور اس کا عذاب بھی سخت ہے رحمت کے پیچھے عذاب کی پکڑ ہے، لہٰذا امید و خوف دونوں رکھو اس معجون مرکب کا نام ایمان ہے۔ ۱؎ ولی اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالٰی والی وارث ہو گیا کہ اسے ایک آن کیلئے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وھو یتولی الصالحین اور وہ بندہ ہے جو خود رب تعالٰی کی عبادت کا متولی ہو جائے، پہلی قسم کے ولی کا نام مجذوب یا مراد ہے اور دوسرے کا نام سالک یا مرید ہے وہاں ہر مراد مرید ہے اور ہر مرید مراد ہے فرق صرف ابتداء میں ہے یہ مقام قال سے وراء ہے حال سے معلوم ہو سکتا ہے۔ ۲؎ یعنی جو میرے ایک ولی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائے خدا کی پناہ، یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے صرف دو گناہوں پر جو رب تعالٰی کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے ایک سود خوار دوسرے دشمن اولیاء رب تعالٰی فرماتا ہے فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ علماء فرماتے ہیں کہ ولی کا دشمن کافر ہے اور اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے، مرقات خیال رہے کہ ایک ہے ولی اللہ سے اس لئے عداوت و عناد کہ وہ ولی اللہ ہے یہ کفر ہے اسی کا یہاں ذکر ہے، اور ایک ہے کسی ولی سے اختلاف والے یہ نہ کفر ہے نہ فسق لہٰذا اس حدیث کی بنا پر یوسف علیہ السلام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں ان کو برا نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عناد نہ تھا عناد و اختلاف میں بڑا فرق ہے، اس کے لئے ہماری کتاب امیر معاویہ دیکھئے حتی کہ حضرت سارا کو اس بنا پر برا نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل علیہما السلام کی مخالفت کی، اس لئے یہاں عادی فرمایا مخالف نہ فرمایا اور لی ولیا فرمایا ولی اللہ نہ فرمایا۔

۳؎ یعنی مجھ تک پہنچنے کے بہت ذریعے ہیں، مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ ادائے فرائض ہے اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے ان کی ماخذ یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زور دیں اور ہزار افسوس ان پر جو بھنگ، چرس حرام گانے بجانے کو خدا رسی کا ذریعہ سمجھیں نماز روزے کے قریب نہ جائیں۔ ۴؎ یعنی بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہوتا ہے مرقات، اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے محبت سے مراد کامل محبت ہے۔

۵؎ اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالٰی ولی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو، کہ خدا تعالٰی حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں، ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے نیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات

وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُہٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَہُ مَسَاءَتَہٗ وَلَا بُدَّ لَہٗ مِنْہُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً یَّطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَہْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا

اور اگر میری پناہ لیتا ہے تو اسے پناہ دیتا ہوں ۱؎ اور جو کچھ کرتا ہوں اس میں کبھی میں تردد نہیں کرتا جیسے کہ میں اس مومن کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو موت سے گھبراتا ہے اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا اور موت بھی اس کے لیے ضروری ہے ۲؎ (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں ذکر اللہ والوں کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں ۳؎ پھر جب کسی قوم کو اللہ کا ذکر

آسان ہوتی ہیں گویا ساری عبادتیں اس سے میں کرا رہا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لئے استعمال نہیں کرتا صرف میرے لئے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے یا یہ کہ وہ بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ایسے کام کر لیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو سونگھ لی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لا کر شام میں حاضر کر دیا حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچا دی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرمائے یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں آج تار کی طاقت سے ریڈیو، تار، وائرلیس، ٹیلی ویژن عجیب کرشمے دکھا رہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہیں۔ بعض صوفیا جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے بعض نے کہا مافی جبتی الا اللہ یہ سب اسی قرب کے آثار تھے، مولانا فرماتے ہیں شعر:

چوں روا باشد انا اللہ از درخت ؏ کے روا نبود کہ گوید نیک بخت

۱؎ یعنے وہ بندہ مقبول الدعا بن جاتا ہے کہ مجھ سے خیر مانگے یا شر سے پناہ میں اس کی ضرور سنتا ہوں، معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالٰی کی پناہ میں رہتے ہیں تو جو شخص ان سے دعا کرائے اس کی قبول ہوگی اور جو ان کی پناہ میں آئے وہ رب کی پناہ میں آجائے گا، مولانا جامی فرماتے ہیں۔ شعر:

یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ؏ ہمچو کاہے آمدم کوہے گناہ آوردہ ام

۲؎ سبحان اللہ کیا ناز و انداز والا کلام ہے یعنے میں رب ہوں اور سانچے کسی فیصلہ میں کبھی نہ توقف کرتا ہوں نہ تامل جو چاہوں حکم کر دوں، مگر ایک موقعہ پر ہم توقف و تامل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی ولی کا وقت موت آجائے اور وہ ولی ابھی مرنا نہ چاہے تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے اولًا موت کی طرف مائل کر دیتے ہیں جنت اور وہاں کی نعمتیں اسے دکھا دیتے ہیں، اور بیماریاں، پریشانیاں اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور آخرت کا مشتاق پھر وہ خود آنا چاہتا ہے اور خوش خوش ہنستا ہوا ہمارے پاس آتا ہے، یہاں تردد کے معنے حیرانی پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالٰی اس سے پاک ہے، بلکہ مطلب وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا موسٰی علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کو موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے وہ حضرات اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور یار خنداں رود بجانب یار کا ظہور ہوتا ہے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں: شعر:

نشانِ مرد مومن با تو گویم ؏ قضا آید تبسم برلب اوست

وَجَدُوْا قَوْمًا يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى
السَّمَآءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ قَالَ يَقُوْلُوْنَ يُسَبِّحُوْنَكَ وَ
يُكَبِّرُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ
قَالَ فَيَقُوْلُ كَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَّاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا
وَّاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا قَالَ فَيَقُوْلُ فَمَا يَسْأَلُوْنَ قَالُوْا يَسْأَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا

کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آ دؤ[1] چنانچہ وہ فرشتے ان ذاکرین کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں آسمان دنیا تک ہوجاتے ہیں[2] حضور نے فرمایا کہ رب تعالٰی تو علیم وخبیر ہے مگر ان سے پوچھتا ہے کہ میرے وہ بندے کیا کہتے تھے[3] فرمایا عرض کرتے ہیں کہ تیری تسبیح و تکبیر تیری حمد اور تیری بزرگیاں بیان کر رہے تھے[4] فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں تیری قسم انہوں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا[5] فرمایا رب فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت عبادت کریں اور تیری بہت بڑائی بولیں اور تیری بہت ہی تسبیح کریں[6] فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے وہ مانگتے کیا تھے عرض کرتے ہیں تجھ سے جنت مانگ رہے تھے فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے،

غرضکہ ہماری موت تو چھپنے کا دن ہے اور اولیاء انبیاء کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن، اسی لئے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے ارادہ مشیت، رضا، کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالٰی کو ناپسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں[7] یہاں فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو ذکر اللہ سننے پر مقرر ہیں راستوں سے مسلمانوں خصوصًا ذاکرین کے راستے مراد ہیں یعنی یہ فرشتے ذاکرین کے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں تاکہ ان کی زیارت کریں اور ان سے اللہ تعالٰی کا ذکر سنیں یعنے وقت سے پہلے وہ حضرات مجلس ذکر کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ انہیں ذاکرین اور ان کے محلوں کی خبر نہیں بے خبری میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں[8] آؤ آؤ اور ان ذاکرین کی زیارت کرو ان کی زبان سے اللہ رسول کا ذکر سنو معلوم ہوا کہ دوسروں سے رسول کا ذکر سننا بھی محبوب ہے، اور محفل میلاد شریف گیارھویں شریف وغیرہ میں رحمت کے فرشتے شرکت کرتے ہیں کہ یہ بھی اللہ رسول کے ذکر کی مجلسیں ہیں

شعر

فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں ۔ رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کے پہلے مصرع کی اصل یہ حدیث ہے دوسرے مصرع کی اصل آئندہ احادیث میں آئے گی[9] یعنے یہ فرشتے پرے بنا کر ان مجلس والوں پر اس طرح چھا جاتے ہیں جیسے رحمت کے بادل زمین پر اور یہ پرے آسمان تک پہنچتے ہیں کہ نیچے ایک پرہ اس کے اوپر دوسرا اس پر تیسرا[10] مجلس ختم ہونے پر لوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور یہ فرشتے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوجاتے ہیں تب رب تعالٰی ان سے یہ سوال فرماتا ہے مگر یہ سوال رب کی بے علمی سے نہیں بلکہ فرشتوں کو اگلے مضمون پر گواہ بنانے کے لئے ہوتا ہے[11] یا تو بلاواسطہ یا بالواسطہ اس طرح کہ تیرے محبوبوں کا عظمت سے ذکر کر رہے تھے اور تیرے دشمنوں کا حقارت سے تذکرہ کرتے تھے جیسا کہ شروع باب میں عرض کیا گیا[12] بغیر دیکھے تیرے عاشق ہیں اللہ تعالٰی محبوب حقیقی ہے کہ بغیر دیکھے دلوں میں اس کا عشق ہے اس کا پر تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج ان کا دیکھنے والا کوئی نہیں عاشق جانباز کروڑوں[13] یہ دونوں سوال تعجب کے اظہار کے لئے، ہیں کہ حبیب میرے بندے مجھے بغیر دیکھے صرف میرے اوصاف سن کر میری ایسی والہانہ عبادت کر رہے ہیں تو اگر مجھے دیکھ لیں تو ان کی محبت و عبادت:

فَيَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا
كَانُوْا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ
مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُوْلُ فَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ
فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوْا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ
فَيَقُوْلُ فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ

عرض کرتے ہیں یارب تیری قسم نہیں دیکھی [1] فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو اس کے بہت حریص اور بہت طلبگار اور اس میں بہت راغب ہو جائیں [2] فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں آگ سے [3] فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے تو کیا انہوں نے آگ دیکھی ہے فرمایا عرض کرتے ہیں یارب تیری قسم نہیں دیکھی فرمایا رب فرماتا ہے اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا عرض کرتے ہیں اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو اس سے بہت بھاگیں اس سے بہت ڈریں [4] فرمایا پھر رب تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا [5] فرمایا کہ ان فرشتوں میں سے ایک عرض کرتا ہے کہ ان میں فلاں بھی تھا جو ذاکر داروں سے نہ تھا ؛ ؛

[1] کا کیا حال ہو اس میں اشارۃً فرمایا جا رہا ہے کہ اے فرشتو تم نے تو کہا تھا انسان خونریز فسادی ہوگا دیکھو انہیں انسانوں میں ایسے نمازی ذاکر بھی تو ہیں جن سے سارا عالم چھپا ہوا ہے اور عالم شہادت یعنی دنیا کے ہزار ہا جھگڑوں میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی رب کے ذاکر و پرستار ہیں معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے [2] بغیر دیکھے اس پر ایمان لائے اور اس کے طلبگار ہو گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جنت پیدا ہو چکی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بعد قیامت پیدا ہو گی غلط کہتے ہیں اس کی مکمل بحث ہماری تفسیر نعیمی جلد اول اور اسرار الاحکام میں ملاحظہ فرمایئے اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ سے جنت مانگنا برا نہیں، ان صرف جنت حاصل کرنے کے لئے عبادت کرنا برا ہے عبادت تو صرف رضائے الٰہی کے لئے چاہیئے جنت اس کے فضل سے ملیگی [3] یعنے پھر تو یہ لوگ جنت کی طلب میں تارک الدنیا ہو جیٹیں نان و فرزند کو بھول بیٹھیں کیونکہ معائنہ خبر سے زیادہ قوی ہے معلوم ہوا کہ انسانوں سے جنت چھپانے میں ہزار ہا حکمتیں ہیں اگر جنت دکھا دی جاتی تو کوئی شخص کوئی دنیاوی کام نہ کرتا [4] یعنے دوزخ کی آگ سے خیال رہے کہ فرشتے یہ نہیں کہتے کہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے کیونکہ دوزخ میں داخلہ تو قیامت کے بعد ہوگا مگر آگ کا عذاب مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنا اچھا ہے قرآن کریم نے جو جامع دعا ہم کو سکھائی ہے اس کے آخر میں ہے وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ نیز دوزخ کے ٹھنڈے طبقوں میں بھی آگ ہی کا عذاب ہے گرم طبقوں میں آگ کے قرب سے عذاب ہے ٹھنڈے طبقوں میں آگ کی دوری سے عذاب جیسے دنیا میں گرم سرد موسموں میں سورج کی دوری و نزدیکی سے سردی گرمی ہوتی ہے [5] اس طرح کہ پھر تو دوزخ کے خوف سے دنیا میں عیش و آرام بھول جائیں ہمیشہ روتے رہیں کبھی نہ ہنسیں معلوم ہوا کہ اگر وہ عالم ظاہر کر دیا جائے تو یہ عالم تباہ ہو جائے اگر رب تعالیٰ کا نظارہ یہاں ہو جائے تو کوئی کافر نہ رہے: شعر:

کفر و اسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے ؛ تو اگر پردہ اٹھا دے تو توی تو ہو جائے

[6] گزشتہ ساری گفتگو اسی آخری جملہ کے لئے تھی کہ فرشتوں کو ان ذاکر مومنوں کی بخشش پر گواہ بنانا تھا خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے گناہ بخشتا ہوں کہ اس میں شبہ ہوتا کہ شاید پچھلے گناہ بخشے گئے بلکہ فرمایا انہیں بخشتا ہوں یعنے آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دونگا اور اگر کبھی ان سے کوئی گناہ ہو

مِنْهُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَبْتَغُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُوْا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَى السَّمَآءِ قَالَ فَيَسْئَلُهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ

وہ تو کسی کام کے لئے آیا تھا[1] رب تعالیٰ فرماتا ہے ذاکرین ایسے ہمنشین ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا[2] بخاری، اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ فالتو فرشتے چلنے پھرنے گھومنے والے ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے رہتے ہیں[3] جب کوئی ایسی مجلس پائیں جہاں ذکر ہو تو ذاکرین کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں[4] اور بعض بعض کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں[5] حتی کہ ان لوگوں اور آسمان دنیا کے درمیان فضا بھر دیتے ہیں[6] پھر جب لوگ بکھر جاتے ہیں[7] تو وہ فرشتے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں[8] فرمایا کہ رب تعالیٰ علیم و خبیر ہے مگر ان سے پوچھتا ہے کہاں سے آرہے ہو تو وہ عرض کرتے ہیں ⁂ ⁂ ⁂

بھی بخشا جائے گا تو اس کی بخشش کا آج ہی فیصلہ کئے دیتا ہوں، گناہ بخشنا اور ہے گنہگار کو بخشنا کچھ اور یہاں گنہگار کو بخشا گیا ہے

[1] یعنے ذکر اللہ سننے نہ آیا تھا بلکہ کسی کام کو جا رہا تھا، راستہ میں یہ مجلس نظر پڑی، تو کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا یا کھڑے کھڑے کچھ ذکر سن لیا یہ عرض و معروض اس کو بخشوانے کے لئے ہے معلوم ہوا کہ فرشتے ذاکرین کے بڑے خیر خواہ ہیں ہم کو بھی چاہیے کہ ان کے لئے دعائے خیر کیا کریں، دلائل الخیرات میں بعض دعائیں فرشتوں کے لئے بھی آتی ہیں، ہمیں ان سے کام پڑتا ہے ان سے تعلق رکھنا چاہیے[2] یعنے ان مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور اس گزرنے والے کو ان اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے دیکھو صحابہ کرام سارے جہان کے اولیاء سے افضل ہیں کیوں، اس لئے کہ صحبت یافتہ جناب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اصحاب کہف کا کتا بھی بہتر ہو گیا اولیاء کی صحبت کی برکت سے، مرقات نے فرمایا کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت کرو، مولانا فرماتے ہیں شعر

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ⁂ او نشیند در حضور اولیاء

[3] یعنے ان فرشتوں کے ذمہ سوائے اس گھومنے پھرنے کے اور کوئی ڈیوٹی نہیں بعض صوفیاء ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں جہاں عرس وغیرہ مجلس ذکر ہوتی ہیں شرکت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، مرقات، فضل بعض نسخوں میں ف کے پیش ض کے فتح سے ہے یعنے دوسرے فرشتوں سے افضل[4] اس طرح کہ اس ٹوٹی چٹائی بچھے فرش پر بیٹھ جاتے ہیں ذاکرین بیٹھے ہیں کوئی اعلیٰ جگہ نہیں ڈھونڈتے تاکہ انہیں فیض دیں اور ان سے فیض لیں[5] یعنے بعض فرشتے ان بعض انسانوں کو یا بعض فرشتے بعض فرشتوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں کہ نیچے والے اوپر والوں کے پروں کے سایہ میں ہو جاتے ہیں[6] معلوم ہوا کہ ذاکرین کی آواز آسمان تک پہنچتی ہے کہ وہاں تک کے فرشتے سنتے ہیں جب بجلی کے ذریعہ آج انسانی آواز ہزارہا میل پہنچتی ہے، تو نورانی آواز کہاں تک پہنچے گی[7] اس طرح کہ مجلس ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں یا کاموں کو چلے جاتے ہیں[8] کیونکہ یہ فرشتے تو صرف مجلسی ذکر سننے آتے ہیں، اکیلوں کا ذکر سننا ان کا کام نہیں اس کے لئے دوسرے فرشتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر ذکر خفی سے افضل ہے

یہ حدیث حضرات قادریہ چشتیہ کی دلیل ہے حضرات نقشبندیہ کی دلائل دوسری احادیث و آیات ہیں ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيُهَلِّلُوْنَكَ وَيُحَمِّدُوْنَكَ وَ
يَسْئَلُوْنَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْئَلُوْنِيْ قَالُوْا يَسْئَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا
لَا أَيْ رَبِّ قَالَ وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ قَالَ وَمِمَّ يَسْتَجِيْرُوْنِيْ قَالُوْا مِنْ
نَارِكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا نَارِيْ قَالُوْا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِيْ قَالُوْا يَسْتَغْفِرُوْنَكَ وَقَالَ
فَيَقُوْلُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَاَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوْا وَاَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ يَقُوْلُوْنَ رَبِّ
فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ وَاِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُوْلُ وَلَهٗ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا

ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آرہے ہیں جو زمین میں تیری تسبیح، تکبیر، تہلیل کر رہے تھے[1] اور تیری حمد و ثنا کرتے تھے تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے رب فرماتا ہے وہ مجھ سے مانگتے کیا تھے عرض کرتے ہیں تیری جنت مانگتے تھے[2] فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے عرض کرتے ہیں یا رب نہیں فرماتا ہے اگر وہ میری جنت دیکھ لیں تو کیا ہو عرض کرتے ہیں مولا تیری پناہ مانگتے ہیں فرماتا ہے کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے عرض کرتے ہیں تیری آگ سے فرماتا کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے عرض کرتے ہیں نہیں فرماتا ہے اگر میری آگ دیکھ لیں تو کیا ہو[3] عرض کرتے ہیں تجھ سے معافی مانگ رہے تھے فرمایا رب فرماتا ہے میں نے انہیں بخش دیا جو مانگتے ہیں انہیں دے دیا اور جس سے پناہ مانگتے ہیں میں نے انہیں بچا لیا تب فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب ان میں فلاں بندہ بڑا گنہگار تھا[4] وہ ان پر گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا فرمایا رب فرماتا ہے میں نے اسے بھی بخش دیا وہ ایسی قوم ہے جن کا :

[1] وہ فرشتے ان بندوں کے نام اور جگہ کا پورا پتہ عرض کرتے ہیں، سبحان اللہ ان لوگوں اور اس جگہ کے بھاگ جاگ جاتے ہیں کہ ذکر الٰہی کی برکت سے معصوموں کی زبان پر بارگاہِ الٰہی میں ان کے نام آجاتے ہیں، مبارک ہیں وہ دینی مدرسے اور خانقاہیں جہاں ہمیشہ ہی اللہ کا ذکر رہتا ہے۔ شعر

زہے مسجد و مکتب و خانقاہ　　ہے　　٭　　کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ

[2] خیال رہے کہ جنت کی نسبت اللہ تعالٰی کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے یہاں ہے کیونکہ رب تعالٰی جنت کا خالق اور حقیقی مالک ہے اور کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی جنت کے مالک ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور کبھی مسلمانوں کی طرف کیونکہ یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس کے مستحق ہیں انہی کی خاطر بنائی گئی ہے۔ شعر

مسلمانوں کو کوئی خلد سے روکے تو کیوں روکے　　٭　　یہ امت ہے محمدؐ کی وہ جنت ہے محمدؐ کی

[3] مسلم بخاری کی روایتوں میں فرق یہ ہوا کہ بخاری کی روایت میں تعجب کا اظہار بھی مذکور ہے اور فرشتوں کا جواب بھی مگر مسلم کی روایت میں فرشتوں کا جواب مذکور نہیں صرف اظہار تعجب کا ہی ذکر ہے فرشتے جواب دیتے ہیں مگر یہاں اس کا ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایسے موقعوں پر خصوصیت سے آخرت کی نعمتیں مانگیں صرف دنیا مانگنا اچھا نہیں آخرت مانگو دنیا ان شاء اللہ خود بخود مل جائے گی پھول چنے ان شاء اللہ خود مل جائیں گے گلدستہ میں پھول بغیر پتے کے نہیں ہوتے۔ [4] معلوم ہوا کہ فرشتے ہر بندے کو بھی پہچانتے ہیں اور ہر شخص کے تمام نیک و بد اعمال کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں اور ہر شخص کے ہر ارادے سے باخبر ہیں ورنہ انہیں کیا خبر ہوتی کہ یہ بندہ کون ہے، نیک ہے یا بد ہے یہاں کس ارادہ سے آیا ہے جب ان فرشتوں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ ۞ وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاُسَيْدِيِّ قَالَ لَقِيَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ قُلْتُ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَاْيَ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمنشین بھی بدنصیب نہیں ہوتا[1] روایت ہے حضرت حنظلہ ابن ربیع اسیدی سے[2] فرماتے ہیں مجھے حضرت ابوبکر صدیق ملے پوچھا حنظلہ کیسے ہو میں بولا کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا[3] فرمایا سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو میں بولا ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں حضور جنت و دوزخ کا ذکر ہمیں سناتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے آنکھوں کے سامنے ہیں[4] پھر جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹتے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں گھل مل کر بہت سا بھول جاتے ہیں[5] حضرت ابوبکر بولے اللہ کی قسم ہم سب ہی کو یہ درپیش رہتا ہے[6] پھر میں اور حضرت ابوبکر صدیق چلے حتّٰے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچے ۞

[1] جب عام ذاکروں کی مجلس کی یہ برکت ہے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کیسی بابرکت ہوگی۔ ان کا نام لیوا کبھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ شعر

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی ۞ سلام اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی

دیکھو ایک گنہگار ان ذاکرین کی مجلس میں ایک آن کے لئے آیا تو بخشا گیا، تو جو حضرات سایہ کی طرح حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ان کی مغفرت میں شک کیسا ان کے متعلق رب تعالٰے نے اعلان فرمادیا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ [2] یہ حنظلہ غسیل الملائکہ نہیں ہیں، بلکہ دوسرے صحابی ہیں، جو کاتب وحی تھے اسید ابن عمرو ابن تمیم کی اولاد سے ہیں، بڑی عمر پائی حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی [3] یعنی میری حالت منافقوں کی سی ہوگئی کہ میں یکسانیت نہیں یہاں نفاق سے اعتقادی نفاق مراد نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اور نہ اس کلام میں کفر یا نفاق کا اقرار ہے آپ کا یہ قول انتہائی خوف خدا پر مبنی ہے۔ اقرار کفر تو کفر ہے، مگر اقرار گناہ جو خوف خدا سے ہو عین تقویٰ ہے حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا تھا اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا، جیسے ان بزرگوں کو ظالم نہیں کہا جاسکتا، ایسے ہی ان صحابی کو اس کلام کی بناء پر حاشا منافق نہیں کہا جاسکتا، لہٰذا یہ حدیث روافض کی دلیل نہیں بن سکتی کہ تم سے نفاق کو کیا نسبت تم صحابی رسول ہو کاتب وحی ہو اپنے کلام کا مطلب خود بیان کر دی [4] یعنی اس وقت ہم کو خوف و امید اس درجہ کی ہوتی ہے گویا ہم جنت دوزخ دیکھ کر اس سے ڈر رہے ہیں اور اسے چاہ رہے ہیں معلوم ہوا کہ صحابہ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عین الیقین نصیب ہوجاتا تھا معلوم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کی نمازیں کیسی ہوتی ہوں گی، اللہ تعالٰے ان کی تجلی کچھ ہم کو بھی نصیب کرے۔ [5] ضیعات ضیعۃ کی جمع ہے ضیعہ وہ چیز ہے جس سے روزی وابستہ ہو اکثر زمین، باغات، کھیتی باڑی کو ضیعہ کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہم پر گھر پہنچ کر کچھ غفلت طاری ہوجاتی ہے دل کا حال وہ نہیں رہتا جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں ہوتا ہے، دل کا یکساں حال نہ رہنا ہی حال کی منافقت ہے [6] یعنی یہ اختلاف حال صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ ہم تمام صحابہ کا ہے، تو کیا ہم سب منافق ہوگئے کیسے ہوسکتا ہے چلو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں ۞

فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَاْيُ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ
عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى
فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ اَلْفَصْلُ
الثَّانِيْ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ

میں نے عرض کیا یارسول اللہ حنظلہ تو منافق ہوگیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قصہ کیا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آپکے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت و دوزخ کا ذکر یوں سناتے ہیں گویا وہ ہماری آنکھوں کے آگے ہیں۱؎ جب آپکے پاس سے ہم نکلتے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں مشغول ہوجاتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں۲؎ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے جو تمہارا حال میرے پاس ہوتا ہے اگر اس پر ہمیشہ رہو۳؎ تو فرشتے تمہارے بستروں پر تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کریں۴؎ لیکن اے حنظلہ وقتاً فوقتاً یہ تین بار فرمایا۵؎ مسلم، فصل، دوسری روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں ایسے بہترین اعمال نہ بتادوں

۱؎ یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان کا معجزہ تھا کہ آپ کے بیان سے عالم غیب گویا عالم شہادت بن جاتا تھا بعض علماء کی تقریر میں سامعین کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے واقعہ سامنے ہورہا ہے، بارہا ذکر معراج، ذکر ہجرت وغیرہ میں ایسا دیکھا گیا ہے یہ بیان و اخلاص کا کمال ہے۲؎ بھول جانے سے مراد ہے توجہ تام نہ رہنا نہ کہ حفظ کا مقابل لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب صحابہ کا حافظہ ایسا کمزور تھا کہ فوراً حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول جاتے تھے تو ان سے روایت حدیث کیونکر درست ہوئی۳؎ وفی الذکر کا واؤ عاطفہ ہے اور یہ جملہ ما کا بیان ہے اور ذکر سے مراد ہے مشاہدہ و توجہ تام یعنی تمہارے قلب کا جو حال میری مجلس میں ہوتا ہے اور جیسے کشف و مشاہدہ تیقظ و بیداری یہاں ہوتی، اگر ایسی ہی ہر وقت رہے ۴؎ یعنی تو فرشتے تم سے علانیہ طور پر ملاقاتیں مصافحے کیا کریں ورنہ صحابہ کرام سے فرشتے مصافحے بھی کرتے تھے اور ملاقاتیں بھی مگر دوسری شکلوں میں ۵؎ یعنی زندگی کی بعض گھڑیاں دینی انہماک کیلئے رہیں اور بعض گھڑیاں دنیاوی کاروبار کیلئے تاکہ دونوں جہان آباد و قائم رہیں، ایک ہندی شاعر نے کیا خوب کہا شعر

تو دنیا میں ایسا ہو رہ جوں مرغابی ساگر میں ∴ ڈگر پہ اپنے ایسے جا جیوں چیت ناری گاگر میں

مرغابی دریا میں اگر تیرنے والا جانور بن جاتی ہے اور ہوا میں پہنچ کر پرندہ، پنہاری عورت دو گھڑے سر پر ایک گھڑا بغل میں لیے دوسرا ہاتھ میں لٹکائے اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی راستہ طے کرلیتی ہے، بیک وقت راستہ پر بھی نظر رکھتی ہے اور گھڑوں کا دھیان بھی اور سہیلی کی طرف توجہ بھی۔ ایسے ہی مسلمان مسجد میں پہنچ کر فرشتہ صفت بن جائے، بازار میں جا کر اعلٰی درجہ کا تاجر، دنیا و دین دونوں کو سنبھالے، خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کرتا ہوا زندگی کا راستہ طے کرے، سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی ہر ساعت اللہ کے ذکر میں گزرتی ہے کہ دنیاوی کاروبار انہیں ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتے اور بعض لوگوں کے ہاں تقسیم ہوتی ہے کہ بعض گھڑیاں رب تعالٰی کے ذکر میں اور بعض گھڑیاں دنیاوی مشغلہ میں، صحابہ کرام میں بھی انہیں دو قسم کے حضرات تھے حضرات

وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٍ لَّكُمْ
مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ رَوَاهُ مَالِكٌ
وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّ مَالِكًا وَقَفَهٗ عَلٰى اَبِي الدَّرْدَاءِ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ
قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ فَقَالَ طُوْبٰى لِمَنْ طَالَ
عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَ

جو رب کے نزدیک بہت ستھرے اور تمہارے درجے بہت بلند کرنے والے اور تمہارے لئے سونا چاندی خیرات کرنے سے بھی بہتر ہوں ؎ اور تمہارے لئے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمن سے جہاد کرو کہ تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہیں شہید کریں صحابہ نے عرض کیا ہاں فرمایا وہ عمل اللہ کا ذکر ہے ؎ مالک، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مگر مالک نے یہ حدیث حضرت ابو الدرداء پر موقوف کی ؎ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے ؎ فرماتے ہیں کہ ایک بدوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کون شخص اچھا ہے فرمایا مژدہ ہو اسے جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال اچھے ہوں ؎ عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا یہ کہ دنیا کو اس حال میں چھوڑو کہ ؁

دوسری جماعت سے تھے اس لئے ان سے یہ فرمایا گیا اسی لئے حضرت حنظلہ سے خطاب فرمایا، صدیق اکبر سے خطاب نہ فرمایا کہ حضرت صدیق پہلی جماعت سے تھے ؁

؎ یعنی بدنی و مالی عبادات سے افضل ہوں ؎ اگر یہاں ذکر اللہ سے مراد زبانی ذکر ہے تو اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ ذکر اللہ بلا واسطہ رب تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور دوسری عبادتیں بالواسطہ، اور ظاہر ہے کہ بلا واسطہ پہنچانے والا بالواسطہ سے افضل ہے، اور اگر ذکر سے مراد قلبی و دلی ذکر اللہ ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ ذکر دلی عبادت ہے اور دوسری عبادات بدنی عبادات اور دل بادشاہ ہے اعضاء اس کی رعایا، بادشاہ کا عمل بھی رعایا کے اعمال سے افضل ہے، اسی لئے رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر اللہ کے بڑے درجے بیان فرمائے کہ فرمایا فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا حدیث قدسی ہے، انا جلیس من ذکرنی میں اپنے ذکر کا ہمنشین ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ بعض آسان عمل مشکل عملوں سے درجہ میں بڑھ جاتے ہیں دیکھو ذکر اللہ آسان ہے اور جہاد دشوار مگر ثواب میں ذکر اللہ بڑھ گیا مگر یہ اس جہاد کا ذکر ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو لیکن اگر ہاتھ میں تلوار اور زبان پر ذکر یار ہو تو سبحان اللہ سب سے بہتر شیخ نے فرمایا کہ بعض لازم عمل متعدی عمل سے بہتر ہو جاتے ہیں جیسے ایمان ہوا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاد میں کافروں کو مارا جاتا ہے اور ذکر اللہ میں نفس و شیطان کو اسی لئے ذکر اللہ جہاد اکبر ہے کہ اس میں دل کا تزکیہ ہے پھر ذکروں میں بعض ذکر دوسرے ذکروں سے افضل ہیں جیسے تلاوت قرآن شریف درود شریف دوسرے اذکار سے بہتر ہیں ؎ یعنی موطا امام مالک میں تو یہ حدیث موقوف ہے، اور باقی محدثین کے ہاں مرفوع ہے حاکم نے بھی مستدرک میں مرفوعًا ہی نقل فرمایا ؎ آپ خود اور آپ کے والد بسر آپ کے بھائی عطیہ آپ کی بہن صماء تمام صحابہ ہیں یہ حضرات ایک ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانا کھلایا اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی شام میں سب سے آخر صحابی آپ ہی ہیں ۸۸ھ ؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان خبر ہے اور طوبیٰ سے مراد مژدہ و خوشخبری ہے، بعض نے فرمایا کہ یہ کلام دعائیہ ہے اور طوبیٰ سے مراد جنت کا مشہور درخت طوبیٰ ہے یعنی جس کی عمر دراز اور اعمال نیک ہوں، خدا کرے اسے طوبیٰ درخت ملے مگر یہ خلاف ظاہر ہے (مرقات) ؁

لِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ رَوَاهُ
التِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَّمْ
يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ وَّمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ
مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ
يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَّجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِّثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَّكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً

تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے ۱ (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ چر لیا کرو ۲ لوگوں نے پوچھا جنت کی کیاریاں کیا ہیں فرمایا ذکر کے حلقے ۳ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کسی مجلس میں بیٹھے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو وہ اس کے لئے اللہ کی طرف سے حسرت و خسارہ ہوگی اور جو کسی خوابگاہ میں لیٹے کہ جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو یہ بھی اس پر اللہ کی طرف سے ندامت ہوگی ۴ (ابوداؤد) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی قوم یا جماعت نہیں جو کسی مجلس سے بغیر اللہ کا ذکر کئے اٹھ جائے مگر وہ مردار گدھے کی مثل سے اٹھتے ہیں ۵ اور یہ ان پر حسرت ہوتی ہے

۱ دنیا چھوڑنے سے مراد مرنا ہے یعنی جب تمہیں موت آئے تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں چل رہی ہو یا ابھی ابھی چل چکی ہو لہٰذا اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کی زبان مرتے وقت بند ہوتی ہے مگر بند ہوتے وقت ذکر اللہ پر بند ہوئی تھی تر سے مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نام بآسانی اس کی زبان پر جاری ہو تر لکڑی کو آگ نہیں جلاتی اور تر زبان کو دوزخ کی آگ نہ جلائے گی انشاء اللہ حق تعالٰے ایسی موت نصیب کرے، بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر قلبی سے ذکر زبانی بہتر ہے اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے ذکر زبانی نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے جس کے فرشتے گواہ ہوتے ہیں اور ذکر قلبی کی نہ تحریر ہوتی ہے نہ گواہی مرقات نے یہاں فرمایا کہ طبرانی میں مرفوعًا حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر خشک و تر چیزوں کے پاس ذکر اللہ کرو تاکہ یہ چیزیں تمہارے ایمان کی گواہ ہوں ۲ معلوم ہوا کہ ذکر اللہ غذا روحانی ہے اور ذکر کے حلقے روحانی سبزہ زار جیسے انسان باغ کھیت سے گزرتا ہے تو کچھ کھاتا ہے لہٰذا جب ذکر اللہ پر گزرے تو کچھ ذکر کرے یا سن لے ۳ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ذکر الٰہی کے جلسوں میں جانا وہاں شرکت کرنا بہتر ہے، لہٰذا میلاد شریف، درس قرآن گیارھویں پاک، اور عرس بزرگان میں شرکت افضل ہے دوسرے یہ کہ ذکر اللہ کے لئے حلقے بنا کر بیٹھنا افضل ہے، نماز میں صف بستہ کھڑے ہو کہ فرشتے صف بستہ حاضر رہتے ہیں اور ذکر اللہ کے حلقے باندھو کہ جنتی لوگ حلقے بنا کر بیٹھا کریں گے رب تعالٰے فرماتا ہے وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ، تیسرے یہ کہ اکیلے ذکر سے جماعت میں ذکر کرنا اور سننا افضل ہے اس سے ذکر بالجہر کا ثبوت ہوا، اگر مجمع کے ذکر میں ایک کا ذکر بھی قبول ہوا تو سب کا قبول ہوگا ۴ اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہٰذا قضائے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنٰی ہے ان موقعوں پر خدا تعالٰے کا نام لینا بے ادبی ہے، مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لئے بستر پر دراز ہو تو اللہ کا ذکر ضرور کر لو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہو جانے پر کف افسوس ملو گے بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مومن کی

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا
لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَ
لَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلَامِ
ابْنِ اٰدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيٌ عَنْ مُّنْكَرٍ اَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

احمد، ابوداؤد ؎ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں بیٹھی کوئی قوم کسی مجلس میں نہ تو اللہ کا ذکر کرے اور نہ اپنے نبی پر درود پڑھے ؎ مگر یہ مجلس اُن پر حسرت ہوگی اگر رب چاہے انہیں اس پر عذاب دے اور اگر چاہے بخش دے ؎ ترمذی روایت ہے حضرت ام حبیبہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان کا ہر کلام اس پر وبال ہے مفید نہیں ؎ سوائے اچھی بات کے حکم یا بری بات سے منع کرنے یا اللہ کے ذکر کے ؎ ترمذی، ابن ماجہ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے، روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ؎

کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہیے ؎ یعنے گویا یہ غافل لوگ مردار گدھا کھا کر اٹھے جو پلید بھی ہے اور حقیر بھی اور اپنی زندگی حماقت میں مشہور بھی ہے، اور شیطان کا مظہر بھی، کہ اس کے بولنے پر لاحول پڑھی جاتی ہے، غرضکہ اللہ کے ذکر سے خالی مجلسیں مردار گدھے کی طرح ہیں اور ان میں شرکت کرنے والے اس مردار کے کھانے والے ہیں، الحمد للہ مومن کی کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی، وعدے پر ان شاء اللہ کہتا ہے چھینک پر الحمد للہ، جمائی پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ، غم کی خبر پر انا للہ غرضکہ بات بات پر اللہ تعالٰے کا نام لیتا ہے، درود ہو اُس دافع شر جن و انس پر صلوٰۃ ہو اس غمخوار امت پر جس نے ہماری زندگی سنبھال دی اور ہماری مجلسیں اللہ کے ذکر سے آباد کردیں صلے اللہ علیہ وسلم ؎

؎ اگرچہ ذکر اللہ میں درود شریف بھی داخل تھا، مگر چونکہ درود شریف ذکر اللہ کی بہترین قسم ہے اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا، کیونکہ درود پاک میں اللہ کا نام بھی ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا چرچہ بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کی آل اولاد کو دعائیں بھی ؎ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عموماً مجلسوں میں جھوٹ غیبت وغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں، اگر ان میں حمد و صلوٰۃ وغیرہ بھی ہوتی رہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر مجلس ان خیر ذکروں سے خالی ہو تو گناہ تو پایا گیا، کفارہ نہ ادا ہوا لہذا اب پکڑ اور سزا کا سخت اندیشہ ہے، مرقات نے فرمایا کہ اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم الآیہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی معافی گناہ کا ذریعہ ہے، اس جملہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں اللہ رسول کا ذکر ہو تو اس کے گناہ یقیناً بخشے جائیں گے رب تعالٰے کا وعدہ ہے ؎ کیونکہ ہمارے کلام یا تو گناہ ہوتے ہیں جن کا معصر ہونا ظاہر ہے یا عبث و بے فائدہ جیسے لہو و لعب میں داخل ہیں یہ بھی وبال ہیں اور جائز کلام بھی جب فائدہ اور ثواب سے خالی ہوئے، تو آخرت میں ہم کو وبال محسوس ہونگے، جیسے سفر میں غیر ضروری سامان، لہذا حدیث بالکل واضح ہے خیال رہے کہ کل قیامت میں عبث کام ہم پر سوار ہونگے اور نیک کاموں پر ہم سوار ہونگے لہذا عبث بھی وبال ہے ؎ کہ یہ تینوں نیکیاں وبال نہیں بلکہ نیک اعمال ہیں پہلی دو نیکیاں متعدی ہیں اور آخری تیسری نیکی لازم اگرچہ تبلیغ بھی اللہ کا ذکر ہی ہے مگر وہ بالواسطہ ذکر ہے اور یہاں بلاواسطہ ذکر مراد ہے، اس لئے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا، ذکر اللہ میں سارے اذکار الٰہی داخل

لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ نَزَلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَوْ عَلِمْنَا اَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهٗ فَقَالَ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى اِيْمَانِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ اَلْفَصْلُ

نے ذکر اللہ کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرو ۱ کیونکہ بغیر ذکر اللہ زیادہ باتیں دل کی سختی ہے ۲ اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے دور سخت دل والا ہے ۳ ترمذی روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں الخ تو ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے بعض صحابہ نے فرمایا کہ سونے چاندی کے متعلق تو یہ آیت نازل ہوگئی ۴ اگر ہمیں پتہ لگ جاتا کہ کونسا مال اچھا ہے تو ہم وہ ہی جمع کرتے ۵ حضور نے فرمایا بہترین مال ذاکر زبان شاکر دل اور مومنہ بیوی ہے جو ایمان میں اس کی مدد کرے ۶ احمد، ترمذی، ابن ماجہ، فصل

ہیں تلاوت قرآن ہو یا درود شریف یا کوئی اور ذکر خیر (مرقات) ۱ یہاں زیادہ باتوں سے مراد بیکار باتیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو لہذا تجارتی باتیں گھریلو مفید باتیں علمی بھی ہوں زیادہ باتوں میں شامل نہیں ۲ سختی دل کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ ونصیحت اثر نہیں کرتا کبھی انسان اپنے گزشتہ گناہوں پر روتا نہیں آیات الہیہ میں غور نہیں کرتا اللہ تعالٰے محفوظ رکھے زیادہ کلام اور بہت ہنسنا دل کو سخت کرتا ہے اور زیادہ ذکر اللہ یا اللہ والوں کی صحبت موت کی یاد، آخرت کا دھیان قبرستان کی زیارت دل میں نرمی پیدا کرتی ہے ۳ یہاں دل سے مراد دل والا ہے یعنی سخت دل والا آدمی دنیا میں بھی اللہ سے دور ہے اور آخرت میں بھی اسی لئے اللہ تعالٰے نے قرآن کریم میں سختی دل کی بہت برائیاں بیان فرمائی ہیں فرماتا ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اور فرماتا ہے اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ جب تک لوہا سخت ہے کچھ نہیں بن سکتا ہے مگر جب نرم ہوگیا تو ایسے جس طرح چاہو ڈھال لو اور جو چاہو اس کا بنا لو یوں ہی سخت دل نہ مومن بن سکے نہ عارف نہ متقی نہ پرہیزگار مگر دل نرم ہو کر ولی غوث وقطب سب کچھ بن جاتا ہے لوہا نرم کرنے کے لئے یہ آگ چاہیے اور دل نرم کرنے کے لئے عشق کی آگ درکار ہے رب تعالٰے نصیب کرے پھر فقط عشق کی آگ کافی نہیں، بلکہ ساتھ میں کسی کاریگر کے ہتھوڑے کی چوٹ بھی ضروری ہے، مصرع چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی، غرضکہ دل کے لئے آگ عشق تو نرم کرنے والی چیز ہے صحبت نیک عمدہ سانچہ ہے، نگاہ مرد کامل کاریگر کا ہنر ہے ان تین چیزوں سے قلب کچھ کا کچھ بنتا ہے ۴ یعنے اس آیت سے ہمیں معلوم ہوگیا کہ سونا چاندی جمع کرنا دوزخ کا ذریعہ ہے اور ان چیزوں کے بغیر دنیاوی کام چلتا نہیں اب کیا کریں ۵ اور ضرورت کے وقت انکی کام نکالتے کیونکہ دنیاوی ضروریات بغیر مال پوری نہیں ہوتیں، یہ حضرات غالبًا یہ سمجھے تھے کہ مطلقًا سونا چاندی جمع کرنا حرام ہے، حالانکہ آیت میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا ذکر ہے انہی کی برائی بیان ہورہی ہے ۶ یہ جواب حکیمانہ ہے کہ سائلین نے تو مال کے متعلق سوال کیا تھا مگر جواب میں وہ چیز ارشاد ہوئی جو مال سے بھی زیادہ مفید ہے کیونکہ مال سے جسم کا نفع ہے اور ان چیزوں سے روح وایمان کو فائدہ خیال رہے کہ ایمان سے مراد دینی کام ہیں یعنے وہ بیوی جو مرد کو زنا، چوری، بدکاری، جھگڑے وغیرہ سے بچائے نماز روزے کا پابند بنادے، وہ بیوی بھی اللہ کی رحمت ہے ۔

الثالث عن ابی سعید قال خرج معویة علی حلقة فی المسجد فقال ما اجلسکم قالوا جلسنا نذکر اللہ قال آللہ ما اجلسکم الا ذلک قالوا آللہ ما اجلسنا غیرہ قال اما انی لم استحلفکم تہمة لکم وما کان احد بمنزلتی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقل عنہ حدیثا منی وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج علی حلقة من اصحابہ فقال ما اجلسکم ھھنا قالوا جلسنا نذکر اللہ ونحمدہ علی ما ھدانا للاسلام ومن بہ علینا قال

تیسری روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مسجد میں ایک حلقہ پر گزرے ۱؎ پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں ۲؎ فرمایا کیا خدا کی قسم تمہیں اسی چیز نے بٹھایا ہے بولے اللہ کی قسم ہمیں اس کے سوا کسی اور چیز نے نہ بٹھایا ۳؎ فرمایا میں نے تم پر تہمت کی بنا پر تم سے قسم نہ لی ۴؎ ایسا کوئی نہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ جیسا قرب ہو ۵؎ پھر وہ آپ کی احادیث مقابلۃً کم روایت کرے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقہ پر تشریف لائے تو پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں اس کا شکر کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی ہم پر بڑا احسان کیا ۶؎ فرمایا

۱؎ کچھ لوگ مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں ذکر اللہ کے لیے حلقہ بنائے بیٹھے تھے نماز کے انتظار میں نہ بیٹھے تھے کیونکہ اس وقت صف بستہ بیٹھنا چاہیے حلقہ بنانا منع ہے، لہذا یہ حدیث حلقہ بنانے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔ ۲؎ اس طرح کہ ایک صاحب ذکر خیر کر رہے ہیں اور باقی حضرات سن رہے ہیں گویا مجلس وعظ کی مجلس ہے یا باری باری سے ہر شخص ذکر اللہ کررہا ہے یا سب مل کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ رہے ہیں۔ ۳؎ پہلے اللہ اصل میں آواللہ تھا ہمزہ استفہامیہ، واؤ قسمیہ، واؤ کو الف سے بدل دیا گیا اور لفظ اللہ کو جر ہے بعض نسخوں میں زبر بھی ہے اسکی دوسری توجیہ ہے یعنے کیا خدا کی قسم تم لوگ صرف ذکر کے لیے ہی بیٹھے ہو دوسرے اللہ کی اصل عبارت یہ ہے ای یا نعم نقسم باللہ۔ ۴؎ یعنے میں نے آپ حضرات کو جھوٹا سمجھ کر قسم نہ لی ہے آپ حضرات صحابہ ہیں صحابہ سب عادل ہیں بلکہ ادائے سنت کے لیے یہ قسم لی ہے۔ ۵؎ کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالا بھی ہوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بھائی ہوں اور کاتب وحی بھی ہوں اسی لئے مولانا نے حضرت امیر معاویہ کو مسلمانوں کا ماموں فرمایا مگر روایت حدیث بہت کم کرتا ہوں احتیاط کے لئے دیکھو حضرت ابوبکر صدیق عمر بھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے مگر آپ نے روایت حدیث بہت کم فرمائیں، اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق سے بھی زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب رہا ہو بلکہ آپ جن لوگوں سے خطاب کررہے ہیں یا جو آپ کے زمانہ میں صحابہ موجود تھے ان کے مقابلہ میں اپنی جزوی فضیلت قرب بیان فرمارہے ہیں خیال رہے کہ جن صحابہ نے حدیث کی روایت بالمعنی جائز سمجھی تھی وہ احادیث زیادہ روایت کرتے تھے اور جن کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی وہ بہت کم روایت کرتے تھے، حضرت امیر معاویہ دوسری جماعت سے ہیں۔ ۶؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ایمان ہے اور سب سے بڑا احسان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک ہاتھ آجانا ہے خود فرماتا ہے بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اور فرماتا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ایمان اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے سوا کسی اور نعمت پر رب تعالٰی نے لفظ مَنّ ارشاد نہیں فرمایا شعر

رب اعلٰی کی نعمت پہ اعلٰی درود ؎ حق تعالٰی کی منت پہ لاکھوں سلام

اللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ قَالُوْا اللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِکَ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُہْمَۃً لَّکُمْ
وَلٰکِنَّہٗ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یُبَاہِیْ بِکُمُ الْمَلٰئِکَۃَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ
عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ
بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ
التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ
اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّ

کیا خدا کی قسم تمہیں صرف اس نے بٹھایا ہے وہ بولے اللہ کی قسم ہم کو اسکے سوا کسی اور چیز نے نہیں بٹھایا فرمایا میں نے تم پر تہمت رکھتے ہوئے تم سے قسم نہ لی لیکن میرے پاس جبریل آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تم سے فرشتوں پر فخر کررہا ہے ۵ مسلم، روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے احکام شرعیہ بہت ہیں ۱ مجھے کوئی ایک بات ایسی بتادیں جسے میں مضبوط تھام لوں فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں تر رہے ۲ ترمذی، ابن ماجہ، ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے ۳ روایت ہے حضرت ابوسعید سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون بندے اللہ کے نزدیک افضل اور قیامت کے دن بلند درجے والے ہیں ۴ فرمایا اللہ کا بہت ذکر کرنے والے، اور

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے شکریہ کے لئے مجلسیں کرنا حلقے بنا کر بیٹھنا سنت صحابہ ہے یہ حدیث مجلس، میلاد شریف کی اصل ہے ۵ کیونکہ ہر مومن پر عموماً اور صحابہ کرام پر خصوصاً بدگمانی کرنا جائز نہیں، بلکہ یہ قسم تمہیں تمہاری عظمت و عزت کے اظہار کے لئے ہے ۶ اس طرح کہ فرشتوں سے فرمارہا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو کہ نفس و شیطان کے تسلط میں ہیں، دنیاوی رکاوٹیں موجود ہیں، شہوت و غضب رکھتے ہیں اتنی رکاوٹیں ہوتے ہوئے سب پر لات مار کر میرا ذکر کررہے ہیں، یقیناً تمہارے ذکر سے میرا ذکر افضل ہے چونکہ فرشتوں ہی نے انسان کی شکایت کی تھی کہ وہ خون ریز و فسادی ہوگا اس لئے انہیں کو یہ سنایا جارہا ہے کہ دیکھو اگر انسان میں فسادی ہیں تو ایسے نمازی و غازی بھی ہیں جو نفس و شیطان و طغیان کفار سب سے ہی جہاد کرتے رہتے ہیں ۱ جو تفصیل وار مجھے یاد نہیں ہوسکتے وہ مجھ پر غالب ہیں، معلوم ہوا کہ مکمل عالم بننا فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم انہیں تمام مسائل سیکھنے کا حکم دیتے ۲ غالباً سائل کا سوال نوافل کے متعلق تھا، اس لئے انہیں یہ جواب دیا گیا، مقصد یہ ہے کہ ہر وقت زبان پر کوئی ذکر اللہ جاری رہے نہ معلوم موت کب آجائے، جب بھی ملک الموت تمہاری جان نکالنے آئیں تو تمہیں غافل نہ پائیں، اللہ تعالٰی ایسی زندگی نصیب کرے، رطب فرماکر اشارۃً بتایا کہ جیسے تر لکڑی آگ میں نہیں جلتی ایسے ہی اللہ کا ذکر زبان کی تری ہے جس سے بندہ دوزخ میں نہ جل سکے گا ۳ یہ حدیث ابن حبان، ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی روایت کی ۴ سبحان اللہ کیسا پیارا اور جامع سوال ہے کہ ایسا بندہ کون ہے جس کا ثواب بھی زیادہ ہو اور قرب الٰہی بھی زیادہ خیال رہے کہ ثواب اور ہے قرب درجہ کچھ اور اگر بادشاہ کسی موقع پر ایک سپاہی کو لاکھ روپیہ انعام دیدے اور وزیر کو کچھ نہ دے اس وقت اگرچہ انعام سپاہی نے پایا مگر درجہ وزیر ہی کا زیادہ ہے۔

الذَّاكِرَاتُ قِيلَ يَارَسُولَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْضَرَبَ بِسَيْفِهٖ فِي الْكُفَّارِ وَ
الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يَنْكَسِرَ وَيَخْتَضِبَ دَمًا فَاِنَّ الذَّاكِرَاللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ
التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَكَرَاللّٰهَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
تَعْلِيْقًا ۞ وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ ذَاكِرُاللّٰهِ فِي

بہت ذکر کرنے والی عورتیں [1] عرض کیا گیا یارسول اللہ اللہ کی راہ کا غازی کون ہے [2] فرمایا اگر غازی مشرکین اور کفار پر تلوار اتنی چلائے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون میں رنگا جائے [3] تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا اس سے درجہ میں زیادہ ہوگا [4] احمد و ترمذی اور ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطان انسان کے دل پر چھپا رہتا ہے [5] جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو وہ وسوسے ڈالتا ہے [6] بخاری تعلیقاً روایت ہے حضرت مالک سے فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے [7] غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے ۞

[1] ذکر سے مراد زبان و دل کے سارے ہی ذکر ہیں خصوصاً وہ ذکر جو احادیث شریفہ میں مذکور ہیں کہ وہ دوسرے ذکروں سے بہتر ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ زیادتی ثواب کا بھی ذریعہ ہے اور زیادتی قرب الٰہی کا بھی وسیلہ دین و دنیا کی نعمتیں ذکر اللہ سے ملتی ہیں، زیادتی ذکر سے مراد ہے کہ اکثر اوقات ذکر میں گزرے ہوں دوسرے مشغلوں کیلئے بہت کم وقت بچے (مرقات و لمعات) [2] بعض غازی غنیمت کے لئے بعض ملک جیتنے کی غرض سے بعض اپنی شجاعت دکھانے بعض اسلام پھیلانے کیلئے کفار پر جہاد کرتے ہیں ان سب میں فی سبیل اللہ غازی کون ہے [3] اس طرح کہ غازی اپنے خون میں لتھڑ جائے یعنی شہید ہو جائے، خلاصہ یہ کہ یہ شخص غازی بھی درجہ اول کا ہو اور شہید بھی اعلیٰ مرتبہ کا [4] اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ذکر مقصودی عبادت ہے اور جہاد غیر مقصودی عبادت کیونکہ جہاد اللہ کا ذکر پھیلانے ہی کیلئے تو ہوتا ہے نیز جہاد مجاہد غازی کا کام اور ذکر اللہ میں ہے اللہ کا نام اور یقیناً رب تعالٰے کا نام ہمارے کام سے بہتر ہے نیز جہاد کی جزاء ہے جنت اور ذکر اللہ کی جزاء ہے ذکر عبد و رب تعالٰے فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم یہاں درجہ سے مراد جنتی درجہ ہے نہ کہ شخصی درجہ یعنی ذکر مجاہد سے بعد جہاد بہتر ہے اشارۃً یہ بھی فرمایا گیا کہ بوقت جہاد غازی اللہ کا ذکر کرتا رہے کوئی نماز حتی الامقدور نہ چھوٹے ہاتھ میں تلوار زبان پر ذکر یار ہو پھر سبحان اللہ کیا پوچھنا ہے [5] ظاہر یہ ہے کہ شیطان سے مراد قرین شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ الگ الگ ایک شیطان رہتا ہے ابلیس مراد نہیں، وہ تو ان تمام شیاطین کا منتظم ہے، یعنے شیطان کی منزل انسان کا دل ہے جہاں وہ ایسا چھپا رہتا ہے جیسے شہد سے مکھی خیال رہے کہ غافل کے دل پر شیطان کی منزل ہے، اور کافر کے دل میں شیطان کا گھر ہے، اس جگہ ابن آدم سے مراد غافل مسلمان ہے نہ کہ کافر جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے [6] اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ سے غفلت نہیں آتی بلکہ غفلت سے وسوسے آتے ہیں، لہٰذا ذکر اللہ وسوسوں کا علاج ہے یہاں ذکر سے مراد مسلمان کا ذکر اللہ ہے نہ کہ کافر کا کافر کے دل سے شیطان تو ایمان سے نکلے گا، بغیر ایمان اگر سارا قرآن بھی پڑھ لے شیطان نہ نکلے گا، کیونکہ مسافر کو منزل سے ہٹانا آسان ہے مگر کسی کو اس کے گھر سے نکالنا مشکل، خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا دل مالا مال گھر ہے شیطان چور ہے غفلت تاریکی ہے اور ذکر اللہ نور و روشنی، چور ہمیشہ اندھیرے میں آتا ہے اجیالا ہوتے ہی بھاگ جاتا ہے، مومن کو چاہیئے کہ اپنے دل کے گھر میں ذکر اللہ کا اجالا رکھے تاکہ اس چور سے امن

الْغَافِلِيْنَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّيْنَ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ كَغُصْنٍ اَخْضَرَ فِيْ شَجَرٍ يَابِسٍ وَ فِيْ رِوَايَةٍ مَثَلُ الشَّجَرَةِ الْخَضْرَاءِ فِيْ وَسْطِ الشَّجَرِ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ مَثَلُ مِصْبَاحٍ فِيْ بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ يُرِيْهِ اللّٰهُ مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ حَيٌّ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ يُغْفَرُ لَهٗ بِعَدَدِ كُلِّ فَصِيْحٍ وَاَعْجَمَ وَالْفَصِيْحُ بَنُوْ اٰدَمَ وَالْاَعْجَمُ الْبَهَائِمُ رَوَاهُ رَزِيْنٌ

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا اَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ مَالِكٌ

والا ایسا ہے جیسے بھاگ جانے والوں میں جہادی اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک درخت میں ہری شاخ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جیسے درختوں میں سبز درخت اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنیوالا ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنیوالے کو رب تعالٰی زندگی ہی میں اس کو جنت کا گھر دکھا دیتا ہے اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنیوالے کی تمام بولنے والوں اور گونگوں کی بقدر بخشش ہوتی ہے بولنے والے انسان ہیں اور گونگے جانور (رزین) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں بندے نے کوئی ایسا عمل نہ کیا جو ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دے (مالک)

رہے یوں تو ہر ذکر اللہ دفع وسوسہ کے لئے مفید ہے مگر لاحول شریف اور اذان دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے اسی لئے بعد دفن قبر پر اذان کہی جاتی ہے کہ مردے سے شیطان دور بھاگے اسے وسوسہ نہ دے تاکہ مردہ امتحان میں کامیاب ہو سکے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعی ہیں لہٰذا اس حدیث میں اول کے دو راوی چھوٹ گئے تابعی اور صحابی مگر کوئی حرج نہیں امام مالک جیسے محدث کی ایسی احادیث مقبول ہیں جیسے امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے تو امام مالک کی تعلیق بدرجہ اتم معتبر ہے۔ کہ جیسے غازی کفار کے مقابل سے بھاگ جانیوالے غازیوں کی جگہ ڈٹا رہے خواہ مارتے مارتے خود شہید ہو جائے وہ بڑے درجہ والا ہے ایسے ہی غافل مسلمان بھگوڑے غازی ہیں ان میں اکیلا یہ ذاکر بڑا بہادر مجاہد ہے ذاکرین میں ذکر اللہ کرنا آسان ہے مگر جب ماحول گندہ ہو پھر صاف رہنا بہت مشکل ہے۔ جیسے باغبان کے دل میں اس ہری شاخ و ہرے درخت کی بڑی قدر ہے ایسے ہی رب تعالٰی کی بارگاہ میں ایسے ذاکر کی بڑی منزلت ہے۔ اندھیرے گھر اور غافل دل میں ظلمت، غیبت و نفور ہے، اجیالے گھر اور ذاکر دل میں نور ہے، حضور ہے اور سرور ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یا خواب میں یا جاگتے ہوئے، جیسے بعض صحابہ نے جہاد میں شہادت سے پہلے جنت دیکھ لی اور لوگوں کو خبر دی یا بوقت جانکنی کہ ملک الموت پہلے اسے اس کا جنتی گھر دکھاتے ہیں پھر جان نکالتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے، خیال رہے کہ ذاکروں کو مرتے وقت جنت دکھائی جاتی ہے، اور عاشقوں کو نزع میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھاتے ہیں جس سے میت شدتِ نزع بالکل محسوس نہیں کرتا، جیسے مصری عورتوں کو جمال یوسفی دیکھ کر ہاتھ کٹنے کا درد محسوس نہ ہوا۔ کیونکہ ذکر اللہ کی برکت سے انسانوں کو عذاب سے امن ملتی ہے اور جانوروں کو بھی، لہٰذا ذاکر سے سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لئے ان سب کی بقدر اسے ثواب ملتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ذکر اللہ دفع عذاب کے لئے اکسیر ہے، اسی لئے بعد موت میت کو زیادہ تر ختم شریف وغیرہ کا ثواب پہنچاتے ہیں کہ اگر میت عذاب میں ہو تو اس ذکر کی برکت سے نجات پا جائے۔ ذکر اللہ یہاں مطلق فرمایا گیا خواہ انسان خود کرے یا کوئی دوسرا ذکر کرکے اسے بخشے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر کسی کو بخشا جائے تو اسے عذاب سے رہائی ملتی ہے اسے مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی

وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِيْ اِذَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنْ يَّضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ ۞ كِتَابُ اَسْمَاءِ

ترمذی، ابن ماجہ ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جبکہ وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں بخاری روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور فرماتے تھے کہ ہر چیز کی صیقل ہے اور دلوں کی صیقل اللہ کا ذکر ہے اور کوئی چیز ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات نہیں دیتی صحابہ نے عرض کیا کہ نہ اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا بلکہ نہ یہ کہ غازی اپنی تلوار سے کفار کو مارے حتی کہ تلوار ٹوٹ جائے بیہقی دعوات کبیر۔ اللہ تعالٰی کے ناموں

نے بھی اپنی کتاب تحذیر الناس میں نقل فرمایا ہم بھی پہلے بحوالہ مرقات عرض کر چکے ہیں یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے جیسا کہ محدثین کا قاعدہ ہے یہ حدیث احمد، طبرانی، ابن ابی شیبہ نے مرفوعًا روایت کی یعنی جب تک بندہ میرا ذکر کرتا رہتا ہے میں رحمت، کرم سے محبت سے توفیق خیر سے اس کے ساتھ رہتا ہوں خیال رہے کہ خدا تعالٰی ربوبیت سے ہر بندے کے ساتھ ہے قہر و غضب سے بے دینوں کے ساتھ ہے رحمت عامہ سے ہر مومن کے ساتھ ہے رحمت خاصہ سے ہر ذاکر کے ساتھ ہے اور اپنے نور و تجلی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہونے میں بہت وسعت ہے یہ بحر ایمان قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں مذکور ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذاکرین کے پاس رہنا خدا تعالٰی کے پاس رہنا ہے دنیاوی الجھنیں اور گناہ آئینہ دل کو میلا کرتے رہتے ہیں اور ذکر اللہ اس میل کو دور کر کے اس آئینہ کو شفاف بناتا رہتا ہے اگر انسان گناہ نہ کرے اور پھر ذکر اللہ کرے تو دل پر ایسی پالش ہوتی ہے کہ سارا عالم اس دل میں نظر آتا ہے جیسے گھر کا سارا سامان دیوار میں لگے ہوئے شفاف آئینہ میں پھر بندہ عالم کے ہر ذرہ کو کف دست کی طرح دیکھتا ہے، حضور غوث پاک فرماتے ہیں **شعر**:

نظرت الی بلاد اللہ جمیعا   کخردلۃ علی حکم اتصال

قرآن کریم فرما رہا ہے کہ آصف برخیا نے شام سے بیٹھے ہوئے تخت بلقیس کو یمن میں سے دیکھ بھی لیا اور اٹھا بھی لائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نہاوند کی جنگ کو دیکھ بھی لیا اور حضرت ساریہ کو نقشہ جنگ سمجھا بھی دیا، یہ سب صفائی دل کے کرشمے ہیں ہر چیز کی صفائی علیحدہ ہے کپڑے کی صفائی صابن سے لوہے کی صیقل سے اور دل کی صفائی ذکر اللہ سے یعنی تم تو صرف جہاد کو کہہ رہے ہو، اگر مجاہد اول درجے کا غازی بھی ہو شہید بھی ذکر اللہ کے درجے کو نہیں پہنچتا اس کی وجہ پہلے بیان کی جا چکی ہے، یہاں ینقطع کا فاعل یا تو تلوار ہے یا غازی یعنی تلوار ٹوٹ جائے یا غازی کی زندگی کا تار ٹوٹ جائے ذکر اللہ کے جو معنے عرض کئے گئے ہیں وہ یاد رکھنا کہ اللہ کا ذکر یہ بھی ذکر اللہ اس کے محبوب بندوں کا عظمت سے ذکر یہ بھی ذکر اللہ ہے، اس کے دشمنوں کا برائی سے ذکر یہ بھی ذکر اللہ ہے، لہٰذا ہر وقت درود شریف پڑھنے والا بھی اسی میں شامل ہے، درس قرآن کریم، تعلیم حدیث

اللّٰهِ تَعَالٰی: اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَهُوَ وِتْرٌ یُّحِبُّ الْوِتْرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ: اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ

کا بیان ۱ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے کے ننانوے نام ہیں یعنے ایک کم سو ۲ جو ان ناموں کی حفاظت کرے جنت میں جائیگا ۳ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے ۴ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے کے ننانوے نام ہیں جو ان کی حفاظت کریگا جنت میں جائیگا ۵ وہ اللہ وہ ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں مہربان رحم والا ہے ۶ بادشاہ ہے پاک ہے عیوب سے سلامت ہے ۷ امن دینے والا ہے نگہبان ہے غالب ہے ۸

۱ اللہ تعالٰی کے بہت نام ہیں جن میں سے ایک نام ذاتی ہے اللہ باقی نام صفاتی، صفاتی نام تین قسم کے ہیں صفت سلبی پر دلالت کرنے والے جیسے سبحان قدوس، اولٰی وغیرہ صفت ثبوتیہ حقیقیہ پر دال جیسے علیم، قادر، یا ثبوتیہ اضافیہ پر دال جیسے حمید، ملیک، مالک الملک وغیرہ، یا صفت فعلیہ پر دال جیسے رازق خالق وغیرہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰے کے نام توقیفی ہیں کہ شریعت نے جو بتائے ان ہی ناموں سے پکارا جائے، اپنی طرف سے نام ایجاد نہ کئے جائیں اگرچہ ترجمہ ان کا صحیح ہو لہذا رب کو عالم کہہ سکتے ہیں عاقل نہیں کہہ سکتے، اسے جواد کہیں گے نہ کہ سخی حکیم کہیں گے نہ کہ طبیب، خدا رب کا نام نہیں بلکہ ایک صفت یعنے مالک کا ترجمہ ہے جیسے پروردگار، پالنہار، بخشنے والا وغیرہ، خیال رہے رب تعالٰے کے بعض نام مخلوق پر بھی بولے جاتے ہیں جیسے رؤف رحیم اللہ کا نام بھی ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی، مگر مخلوق کے لئے ان ناموں کے اور معنے ہوں گے جب کسی صفت الٰہی کی تجلی بندے پر پڑتی ہے تو اس وقت اس پر وہ نام بولا جاتا ہے ۲ حق تعالٰے کے دوسو ایک نام دلائل الخیرات شریف میں بیان ہوئے ہیں اور مدارج النبوت میں شیخ نے رب تعالٰے کے ایک ہزار نام گنائے، یہاں تو ننانوے نام وہ گنائے گئے جن کا یاد کرنا جنتی ہونے کا ذریعہ ہے کل نام یہ نہیں ہیں، ان ناموں میں سے بعض ذاتی ہیں بعض صفاتی بعض افعالی، لہذا اس حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حق تعالٰے کے نام ننانوے سے زیادہ ہیں، اور نہ یہ کہ رب کی صفات کمالیہ تو آٹھ ہیں پھر صفاتی نام زیادہ کیوں ہوئے ۳ یعنے جو مسلمان یہ نام یاد کرے اور روزانہ ان کا ورد کیا کرے، وہ انشاء اللہ اول ہی سے جنت میں جائے گا ۴ یعنے حق تعالٰے ذات و صفات میں وحدہ لاشریک ہے، وہ ان اعمال کو پسند فرماتا ہے جن میں اخلاص ہو، شرک کا شائبہ نہ ہو، اور اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو دنیا سے کٹ کر اس کا ہو رہے، غرضکہ وتر میں بہت احتمالات ہیں ۵ چونکہ رب تعالٰے کے صفات و افعال بہت ہیں اس لئے اس کے نام بھی بہت ہیں، نیز اس کے بندوں کی حاجتیں بہت ہیں لہذا رب کے نام بھی بہت کہ بندہ جو حاجت لے کر آئے اسی نام سے پکارے بیمار پکارے یا شافی، عاصی گنہگار پکارے یا غفار، بدکار پکارے یا ستار وغیرہ، خیال رہے کہ جتنے نام رب کے ہیں اتنے ہی نام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی ہیں جیسا کہ کتب تصوف دیکھنے والوں پر ظاہر ہے ۶ ان ناموں میں رب تعالٰے کے بہت سے مشہور نام نہیں آئے جیسے قدیم، وتر، شدید، کافی، رب

الجبار المتكبر الخالق البارئ المصور الغفار القهار الوهاب الرزاق الفتاح العليم

بدلہ کرنیوالا بے عیب بلند ہے سلہ پیدا کرنیوالا ایجاد فرمانیوالا صورت دینے والا سلہ گناہ بخشنے والا سلہ غالب سلہ دینیوالا سلہ روزی رساں ہے سلہ کھولنے والا علم والا سلہ

اکرم الاکرمین ذوالعرش المجید، فعال لما یرید، مالک یوم الدین رفیع الدرجات ذو القوۃ المتین ذوالعرش احسن الخالقین وغیرہ، وغیرہ، اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالےٰ کے کل نام یہ نہیں ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، رحمٰن کے معنے ہیں دنیا میں تمام بندوں پر رحم فرمانے والا اور رحیم کے معنے ہیں آخرت میں صرف مسلمانوں پر رحم فرمانے والا چونکہ دنیا آخرت سے پہلے ہے اس لئے رحمٰن کا ذکر رحیم سے پہلے ہوا اکثر علماء نے لا الٰہ الا ھو کو اسم اعظم مانا ہے سلہ دنیا کے بادشاہ تھوڑی زمین کے تھوڑے زمانہ میں بادشاہ ہوتے ہیں رب تعالےٰ بذاتِ خود ہمیشہ سے بادشاہ ہے سارے عالموں کا مالک حقیقی ہے قدوس کے معنے ہیں امکان وحدوث سے پاک کسی کے وہم و خیال میں آنے سے پاک، سلام کے معنے ہیں عیوب سے پاک، غرضکہ رب تعالےٰ ذاتی وصفاتی عیوب سے ہر طرح پاک ہے، لہٰذا قدوس اور سلام میں بڑا فرق ہے یا سلام کے معنے ہیں مخلوق میں سے اہل ایمان کو سلامتی وامن بخشنے والا سلہ مومن کے معنے ہیں مخلوق کے لئے امن وامان کے سامان پیدا فرمانے والا جسم کے لئے ہزار ہا بلائیں ہیں، ہر بلا سے حفاظتِ وامن کا ذریعہ الگ ہے روح کے لئے بھی لاکھوں آفات ہیں ان کی امان کے لئے ایمان تقوےٰ، عرفان پیدا فرماتے والا مہیمن کے معنے ہیں خلق کے اعمال، ارزاق، احوال کا حافظ سلہ عزیز وہ غالب ہے جس کے آستانہ تک کسی کی رسائی بغیر اس کی کرم فرمائی کے نہ ہو سکے اس معنے سے رب تعالےٰ کے سوا کوئی غالب نہیں ٭

سلہ جبار جبر سے بنا بمعنے ٹوٹے کو جوڑنا کسی کا حال درست کرنا اسی سے ہے جبر نقصان، یعنے رب تعالےٰ بندے کی برائیوں کا بدلہ بھلائیوں سے کرنے والا ان کے ٹوٹے دلوں، شکستہ حالوں کو اپنے فضل وکرم سے جوڑنے والا، متکبر تکبر سے بنا جس کا مادہ ہے کبر، تکبر کے معنے ہیں انتہائی بڑائی یعنے مخلوق کے خیال وگمان سے وراء

شعر:
اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ٭ واز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم

بندہ متکبر وہ کہلاتا ہے جو بڑا نہ ہو، اور اپنے کو بڑا جانے یعنے شیخی خورا سلہ یہ تینوں لفظ قریب المعنے ہیں خالق کے معنے ہیں اندازہ لگانے والا باری کے معنے ہیں نیست کو ہست کرنے والا جو کچھ نہ ہو اسے سب کچھ کر دینے والا، مصور کے معنے ہیں ہر چیز کو اس کے لائق صورت ونقش عطا فرمانے والا لہٰذا خلق پہلے ہے پھر برء پھر تصویر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا واخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر رب تعالےٰ فرماتا ہے وتخلقون افکا اور فرماتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین تمام آیتوں میں خلق بمعنے اندازہ کرنا ہے سلہ غفار غفر سے بنا بمعنے چھپانا غفار کے معنے ہیں دنیا میں بندے کے گناہ چھپانے والا اور آخرت میں معاف فرمانے والا، معافی بھی چھپانے ہی کی ایک قسم ہے، خیال رہے کہ غفار بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اور غفور بھی، اور یہ دونوں رب تعالیٰ کے نام ہیں، مگر غفار میں مقدار کے لحاظ سے مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کے لحاظ سے مبالغہ، کروڑوں گناہوں کو چھپانے و بخشنے والا اور ہر طرح چھپانے بخشنے والا سلہ قہار قہر سے بنا بمعنے جائز غلبہ، ناجائز دباؤ کو ظلم کہا جاتا ہے، قہار مبالغہ ہے یعنے رب تعالےٰ ایسا عظیم الشان غالب ہے کہ بڑی سے بڑی مخلوق اس کے دربار میں عاجز و سرنگوں ہے وہاب ہبہ سے بنا جس کے معنے ہیں بغیر عوض وبغیر غرض ولالچ دینا، وہاب مبالغہ ہے یعنے رب تعالےٰ ہر مخلوق کو ہر چھوٹی بڑی نعمت بغیر معاوضہ بغیر کسی طمع ہر وقت دیتا ہے معطی عام ہے وہاب خاص، رب کی عطا بالواسطہ بھی ہے اور بلا واسطہ بھی فرماتا ہے وما بکم من نعمۃ فمن اللہ ولہٰذا ہمیں بذریعہ انبیاء، اولیاء یا بذریعہ اغنیاء کچھ ملنا اس کی وہابیت کے خلاف نہیں سلہ رزاق رزق سے بنا بمعنے حصہ، رب تعالےٰ فرماتا ہے وتجعلون رزقکم انکم تکذبون رزاق کے معنے ہیں ہر ایک کا حصہ پیدا فرمانے والا اور اس کے مستحق کو پہنچانے والا۔ رزق دو قسم کا ہے، رزق صوری جس کا تعلق پیٹ سے ہے اور رزق معنوی جس کا تعلق روح ودل سے

اَلْقَابِضُ اَلْبَاسِطُ اَلْخَافِضُ اَلرَّافِعُ اَلْمُعِزُّ اَلْمُذِلُّ اَلسَّمِيْعُ اَلْبَصِيْرُ اَلْحَكَمُ اَلْعَدْلُ اَللَّطِيْفُ اَلْخَبِيْرُ

تنگی و فراخی دینے والا[۱] نیچا اونچا کرنے والا[۲] عزت و ذلت دینے والا[۳] سننے دیکھنے والا[۴] حکومت و انصاف والا[۵] مہربانی کرنے والا خبر رکھنے والا[۶]

ہے روٹی پانی ہوا جسمانی روزی ہے۔ ایمان عرفان قرآن وغیرہ روحانی روزی جیسے جسمانی روزی میں لوگ مختلف ہیں، کسی کو زیادہ ملی، کسی کو کم، ایسے ہی روحانی روزی میں لوگ مختلف ہیں۔ یعنے اپنی رحمت کے دروازے اپنی مخلوق پر کھولنے والا اور ہر مستحق کا حال و استحقاق خوب جاننے والا۔ علّام علم کا مبالغہ ہے اور علیم بھی مگر ان میں وہ ہی فرق ہے جو غفار و غفور میں عرض کیا گیا، اغفار کا تعلق علیم سے بہت ہی نفیس ہے، جو رب تعالٰے کے علیم و خبیر ہونے کا دھیان رکھے وہ گناہ و بدخیری نہ کر سکے گا:

[۱] اس طرح کہ جس بندے کا رزق حسی یا معنوی جب چاہتا ہے کم کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے بڑے بڑے ہنر مند کبھی فقیر ہو جاتے ہیں اور بڑے بے ہنر کبھی امیر ہو جاتے ہیں قبض و بسط ہر چیز میں ہوتا رہتا ہے، انبیاء و اولیاء کبھی عالم کی خبر رکھتے ہیں، کبھی اپنی بھی خبر نہیں پاتے **شعر**

بگفت احوال آں برقِ جہاں است ۔ دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

گہے بر طارمِ اعلٰے نشینم ۔ گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

[۲] کافروں کو ذلت سے نیچا اور مومنوں کو عزت سے اونچا، دشمنوں کو بدبختی سے نیچا، دوستوں کو خوش نصیبی سے اونچا کرنے والا، یا غافلوں کو نفس میں پھنسا کر نیچا، عاشقوں کو اپنی محبت کے اعلٰے علیین میں پہنچا کر اونچا فرمانے والا، بندے کو چاہیے کہ اپنے کسی حال پر بھروسہ نہ کرے، عزت و ذلت رب کے ہاتھ میں، مخلوق گیند کی طرح اس کے قبضے میں ہے [۳] یعنے اپنے دوستوں کو دنیا میں گناہوں سے بچا کر نیکیوں کی توفیق دے کر پھر ان کی مغفرت فرما کر پھر انہیں دارِ کرامت تک پہنچا کر پھر انہیں اپنا دیدار دکھا کر عزت دینے والا اور اپنے دشمنوں کو دنیا میں توفیقِ خیر سے محروم رکھ کر اپنی معرفت سے ناآشنا کر کے آخرت میں دارِ عقوبت میں داخل کر کے پھر اپنی لعنت کا طوق گلے میں ڈال کر ذلت و خواری دینے والا، حقیقی عزت و ذلت یہ ہے [۴] یعنے ہر ایک کی ہر طرح ہر وقت زبان و دل خطرات کی آواز سننے والا ہر حال دیکھنے والا، مگر کان و آنکھ سے وراء کہ کان و آنکھ بدلتے رہتے ہیں پھر ان کی طاقتیں محدود ہیں، رب تعالٰے بدلنے اور محدود ہونے سے پاک ہے، خیال رہے کہ یہ صفتیں صفتِ علم کے علاوہ ہیں [۵] ایسا حاکم کہ اس کے حکم کی کہیں اپیل نہیں اس کے فیصلہ میں خطا و غلطی کا احتمال نہیں ایسا عادل کہ کسی پر کسی طرح ظلم نہیں، خیال رہے کہ رب تعالٰے کے حکم دو قسم کے ہیں تکوینی و تشریعی، تکوینی احکام میں ہم مجبور ہیں، تشریعی احکام میں ہم با اختیار اس لئے تکوینی پر سزا و جزا نہیں، تشریعی احکام پر سب کچھ ہے، اور عدل مصدر ہے بمعنی عادل یہ عدل ظلم کا مقابل ہے نہ کہ رحم کا، اللہ تعالٰے کفار پر عدل فرمائے گا، مومن گنہگار پر عدل نہ کرے گا بلکہ فضل و کرم کرے گا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب وہ عادل ہے تو رحیم کیسے ہوا [۶] لطیف کے بہت معنے ہیں اس کی ذات فہم و ادراک سے وراء، مولانا فرماتے ہیں **شعر**

یا خفی الذات محسوس العطاء ۔ انت کالماء و نحن کالرحٰی

انت کالریح و نحن کالغبار ۔ یختفی الریح و غبراء جہار

ایسی مہربانیاں فرمانے والا جو ہماری عقل و گمان سے وراء ہیں **شعر**

جھولیاں سب کی بھرتی رہتی ہیں ۔ دینے والا نظر نہیں آتا

الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْغَفُوْرُ الشَّکُوْرُ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ الْکَرِیْمُ الرَّقِیْبُ

حلم وعظمت والا سلہ بخشنے والا قدر دان سلہ بلندی و بزرگی والا سلہ حفاظت فرمانے والا قوت دینے والا سلہ حساب لینے والا جلالت و بخشش والا نگہبان سلہ

ایسی نعمتیں دینے والا جو بندے کو دونوں جہان میں کام آئیں یا لطیف و باریک چیزوں کا دیکھنے جاننے والا خبیر کے معنے ہیں ہر وقت ہر ظاہر و باطن پر اطلاع رکھنے والا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے ہر حال سے خبردار سلہ حلم کے معنے ہیں آہستگی و بردباری یعنے رب تعالی مستحق سزا کو جلدی نہیں پکڑتا، توبہ کی مہلت دیتا ہے یا دنیا میں بروں پر بھی کرم و مہربانی فرماتا ہے عظیم عظمت سے بنا بمعنے بڑائی، بڑائی جسمانی بھی ہوتی ہے اور رتبے وعزت کی بھی یہاں عظمت وعزت کی بڑائی مراد ہے یعنے ایسی عظمت والا کہ کسی کا گمان و وہم وہاں کام نہ کرسکے۔ **شعر**

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ؛ پہچان گیا میں تری پہچان یہی ہے

سلہ غفار کے معنے بھی ہیں بخشنے والا اور غفور کے معنے بھی ہیں بخشنے والا، بہت سے گناہوں کو بخشنے والا غفار، ہمیشہ بڑے گناہوں کو بخشنے والا غفور یعنے غفار میں مقدار کا مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کا مبالغہ **شعر**

گنہ رضا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا ؛ مگر اے غفور ترے عفو کا حساب ہے نہ بے شمار ہے

شکر جب بندے کی صفت ہو تو اس کے معنے ہیں انعام پا کر منعم کی حمد وثنا بجا لانا اور جب رب تعالے کی صفت ہو تو معنے ہوتے ہیں تھوڑے عمل پر بہت فضل فرمانا جس کا ترجمہ قدر دان بہت مناسب ہے کہ وہ کریم نہ بندہ کے لائق جزا دیتا ہے نہ اسکے کام کے لائق بلکہ اپنی شان کے لائق دیتا ہے ایک نیکی پر ہزاروں جزائیں ایک نماز پر وضو کرنے کی جزا علیحدہ مسجد کے ہر قدم کی جزا علیحدہ پھر مسجد میں اگر انتظار نماز کی جزا علیحدہ پھر نماز میں قیام کی جزا علیحدہ رکوع کی سجود کی قرأت و تسبیح کی جزا علیحدہ بعد نماز دعا مانگنے کی جزائیں علیحدہ علیحدہ غرض اس کی عطا کا شمار نہیں، ہر عبادت کا یہی حال ہے اے شکور اس بندہ گنہگار کی یہ محنت قبول فرما اور اسے صدقہ جاریہ بنا آمین بجاہ حبیبک الکریم سلہ بلندی صفاتی رکھنے والا علی اور بلندی ذات والا کبیر، صوفیاء فرماتے ہیں کہ علی وہ جس کے صفات تک عقل نہ پہنچ سکے، کبیر وہ جس کے تصور ذات سے ذہن عاجز ہو علی کا مقابل حقیر ہے کبیر کا مقابل صغیر حق تعالے کا رتبہ سب سے اونچا سارے رتبہ والے اس سے نیچے اللہ تعالی نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی تمام صفات کی عموماً اور ان دو صفتوں کی خصوصاً تجلی ڈالی ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات ہمارے وہم و گمان سے وراء ہیں **شعر**

اللہ اللہ آپ کا رتبہ صلے اللہ علیہ وسلم ؛ پڑھتی ہے دنیا رتبے کا خطبہ صلے اللہ علیہ وسلم

سلہ کہ تمام عالم اور عالم کی چیزوں کا بربادی سے محفوظ رہنا اس کی حفاظت کے باعث ہے، ہمارے مزاج میں چار دشمنوں کو جمع فرما دیا پھر ان میں سے ہر ایک محفوظ ہے یہ اس کی شان حفیظی ہے سلہ قوت سے بنا بمعنے روزی یعنے جسمانی جنانی روحانی روزیاں پیدا فرمانے والا اور ہر ایک کو اس کے لائق روزی دینے والا، کہ چیونٹی کو کن، ہاتھی کو من دیتا ہے، رزق و قوت میں فرق ہے، اسی طرح رزاق اور مقیت میں فرق ہے سلہ حسیب بمعنے کافی بھی ہے یعنے اللہ ہر بندے کو ہر طرح کافی بھی ہے اسی واسطے بندے کہتے ہیں حسبی اللہ اور رب تعالے فرماتا ہے ومن یتوکل علے اللہ فھو حسبہ یا بمعنے حساب لینے والا کہ ساری خلق کا حساب چار گھنٹے میں لے لوں گا ان اللہ سریع الحساب یا دنیا میں ہر بندے کو حساب سے روزی دے رہا ہے، جلیل کے معنے ہیں صفات جلالیہ سے موصوف یعنے بزرگی، جلالت و قدر والا امام غزالی نے فرمایا کبیر کمال ذاتی اور جلیل کمال صفاتی پر دال ہے کریم وہ ہے جو مجرم پر قادر ہو کر معافی دیدے وعدہ کر کے

اَلْمُجِیْبُ اَلْوَاسِعُ اَلْحَکِیْمُ اَلْوَدُوْدُ اَلْمَجِیْدُ اَلْبَاعِثُ اَلشَّہِیْدُ اَلْحَقُّ اَلْوَکِیْلُ اَلْقَوِیُّ اَلْمَتِیْنُ اَلْوَلِیُّ اَلْحَمِیْدُ

دعائیں قبول کرنیوالا فراخی دینے والا حکمت والا بزرگی والا اٹھانیوالا حاضر سچا دائم کارساز قوت والا مضبوط مددگار لائق تعریف

پورا کرے اور امید سے زیادہ دے اور اپنے پناہ لینے والے کو ضائع نہ کرے تمام وسیلوں سے بے نیاز ہو، غرضکہ ایک لفظ کریم محامد کا مجموعہ ہے، رقیب وہ حافظ جس کی حفاظت سے کوئی چیز ایک لمحہ کے لئے باہر نہ ہوسکے، رقابت میں علم و حفظ ہے لزوم ہے ملہ مجیب کے معنے ہیں پکارنے والے کو جواب دینے والا یا مانگنے والوں کی دعائیں، آرزوئیں پوری کرنیوالا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہماری ضروریات پوری فرمانے والا **شعر**۔

ما نہ بودیم و تقاضائے ما نبود ☆ لطف تو ناگفتۂ ما مے شنود

واسع وسعت سے بنا بمعنے فراخی یا احاطہ رب ایسا واسع ہے کہ اس کا علم اس کی قدرت، رحمت، حکمت اس کی عطا فرش کو گھیرے ہے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ. کرسی کی نہایت نفیس تفسیر ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کیجئے آیت الکرسی کے ماتحت ملہ حکیم حکم سے ہے یا حکمت سے یعنے ہر چیز پر اعلٰے حاکم کہ اس کے فیصلہ پر کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں یا اس کا ہر کام حکمت سے ہے کوئی چیز عبث نہیں بنائی، ودود وُدٌّ سے بنا بمعنے صحیح محبت یعنے اپنے دوستوں سے ان کے اچھے اعمال سے محبت فرمانے والا، اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو پسند فرمانے والا مجید مجد سے بنا بمعنے بزرگی یعنے ایسی بزرگی والا کہ اس کی بزرگی تک کسی کے وہم کی رسائی نہیں یا ہر طرح بزرگ کہ اس کے ذات و صفات و افعال سب بزرگ، باعث بعث سے بنا بمعنے اٹھانا یعنے سوتوں کو نیند سے مردوں کو قبروں سے مردہ دلوں کو علم سے اٹھانے والا، غرضکہ باعث میں بہت وسعت ہے ملہ شہید شہادت سے بنا یا شہود سے یعنے رب تعالٰے بندے کے ہر عمل کا گواہ ہے کہ وہ ہر وقت ہر عمل کو مشاہدہ کر رہا ہے یا ہر جگہ حاضر ہے مومنوں کے ایمان میں حاضر، عارفوں کی جان میں حاضر، خیال رہے کہ رب تعالٰے کا نام شہید ہے حاضر نہیں کیونکہ رب کی ذات جسمانی یا مکانی حضور سے پاک ہے اور اس کا علم و قدرت و رحمت ہر جگہ موجود ہے حضور و شہود میں بڑا فرق ہے رب کی خلقت ہر جگہ میں نہیں کہ مکان سے پاک و منزہ ہے ملہ حق باطل کا مقابل ہے، باطل بمعنے معدوم ہے تو بمعنے ثابت و موجود، رب تعالٰے ایسا موجود ہے کہ اس کے وجود کو فنا نہیں اور تمام موجودات اس کے کرم سے موجود ہیں، جیسے تمام دھوپیں اور سائے آفتاب کے فیض سے ہیں، رب تعالٰے گویا سورج ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم گویا دیوار ساری خلق اس دیوار ساری خلق اس دیوار کا سایہ کہ اگر درمیان سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہٹ جائے تو رب ہی رب ہو خلقت ختم ہو جائے مصرع اصل سے بے ظل بند ہاتم پہ کروڑوں درود ملہ امام غزالی نے فرمایا کہ قوت کے معنے ہیں کامل قدرت اور متانت کے معنے ہیں اس قدرت کی پختگی و مضبوطی، رب تعالٰے فرماتا ہے ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ یعنے وہ مضبوط قدرت و طاقت والا ہے، حول، قوت، قدرت میں بڑا فرق ہے، جیسے مرقات نے اس جگہ بہت تفصیل سے بیان کیا ملہ ولی یا تو وُلیٌ سے ہے بمعنے قرب یا ولایۃ سے بمعنے والی ہونا یا مددگار ہونا یعنے اللہ تعالٰے اپنے دوستوں کی ان کے دشمنوں کے مقابل مدد فرمانے والا ہے یا ان کا طلب وارث و متولی امور ہے فرماتا ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ اور فرماتا ہے وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یا اللہ تعالٰے اپنے دوستوں سے قریب ہے ملہ حمید حمد سے بنا بمعنے اسم فاعل یا بمعنے اسم مفعول یعنے اللہ تعالٰے اپنے محبوبوں کی حمد فرماتا ہے اسی لئے اُس کا نام حامد ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام محمد، خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے یعنے بہت ہی حمد کئے ہوئے اور رب کا نام ہے محمود یعنے حمد کیا ہوا کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے محمد ہیں اور اللہ تعالٰی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا محمود اور ظاہر ہے کہ اللہ کی حمد بہت اعلٰے اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی محمودیت بہت اکمل۔

المحصی المبدئ المعید المحیی الممیت الحی القیوم الواجد الماجد الواحد الاحد الصمد القادر
المقتدر المقدم المؤخر الاول الآخر الظاہر الباطن الوالی المتعالی البر التواب

سب کو جاننے والا شروع کرنے والا لوٹانے والا زندگی و موت بخشنے والا زندہ ہمیشہ قائم رکھنے والا وجود، ہستی والا بزرگی والا ایک اکیلا بے نیاز
بھروسہ کے لائق قدرت و قوت اقتدار والا آگے پیچھے کرنے والا سب سے پہلے سب سے آخر کھلا چھپا مددگار عظمت والا احسان فرمانے والا توبہ قبول کرنے والا

محصی احصاء سے بنا بمعنی شمار کرنا اور گننا یعنی اللہ تعالیٰ ایسا علیم ہے کہ سب کو تفصیلی عدد وار جانتا ہے اس کا علم گول مول اجمالی نہیں جیسے عظیم الشان مجمع دیکھ کر ہم کو مجمع کا اجمالی علم ہو جاتا ہے کہ دس ہزار آدمی ہیں مگر ان کی تفصیلی نہیں معلوم ہوتی بلکہ اس کا علم تفصیلی ہے، اس نے خلق کو پہلے پیدا کیا لہٰذا وہ مبدئ ہے وہ قیامت میں سب کو دوبارہ اٹھائے گا لہٰذا وہ معید ہے یا اس نے ہم کو پہلے مٹی سے بنایا لہٰذا وہ مبدی ہے اور وہی ہم کو موت دے کر پھر مٹی ہی میں لوٹا دیتا ہے لہٰذا وہ معید ہے خیال رہے کہ مردہ خواہ دفن ہو یا جلا دیا جائے یا اسے جانور کھا جائے، آخرکار بنتا مٹی ہی ہے کہ جل کر راکھ بنا یا جانور کے پیٹ میں پاخانہ بنا پھر وہ راکھ یا پاخانہ مٹی بن گئی رب تعالیٰ نے فرمایا مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ بالکل حق ہے ۔ کہ جسموں کو جان سے اور جان کو ایمان سے ایمان کو عرفان سے، انسان کو علم و معرفتِ رحمان سے زمین کو سبزوں سے زندگی بخشتا ہے، پھر کفار کو کفر سے غافلوں کو غفلت سے موت دیتا ہے ۔ یعنی وہ خود زندہ و قائم ہے اور دوسروں کو زندہ و قائم رکھتا ہے کہ تمام کی بقا اسی سے ہے، اگر اس سے نسبت نہ رہے تو کوئی کچھ نہ رہے صوفیاء کی اصطلاح میں ولایت کا ایک درجہ بھی قیومیت کہلاتا ہے جس پر پہنچ کر بندہ قیوم کہلاتا ہے وہاں قیوم کے معنی ہیں باعثِ قیام عالم، لفظ قیوم ایک ہے مگر رب تعالیٰ کیلئے ایک معنی میں اور بندے کیلئے دوسرے معنی میں جیسے حی، سمیع، بصیر اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور اسکے بندوں کی بھی مگر مختلف معنی سے، اسی لئے اولیاء اللہ کو قیوم اول، قیوم ثانی وغیرہ کہا جاتا ہے ۔ کہ وہی واجب الوجود ہے سب اسی کے موجود کرنے سے موجود ہیں حقیقی بزرگی اسی کی ہے اور سب اسی کے بنانے سے بزرگ بنے، واجد بمعنی کامل وجود و ہستی والا ۔ واحد بمعنی ایک اور احد بمعنی اکیلا و یگانہ یعنی ذاتاً بھی ایک کہ اس کے سوا دوسرا رب نہیں صفاتاً بھی ایک کہ اس جیسا کوئی نہیں، افعالاً بھی ایک کہ اس جیسا کوئی جمیل افعال والا نہیں، لہٰذا واحد اور احد میں تکرار نہیں ۔ صمد کے بہت معنی ہیں وہ مالک جہاں سرداری و مالکیت ختم ہے وہ بے خوف جسے کسی کا ڈر نہیں، حاجت و آفت سے منزہ و بری، وہ باقی جسے فنا نہیں وہ مولیٰ جس پر سارے بندے بھروسہ و توکل صمود سے مشتق بمعنی مقصد و ارادہ یعنی لائق توکل و بھروسہ اسی کی ذات ہے شیخ نے فرمایا کہ اس اسم کی تجلی جس پر پڑ جائے وہ کونین سے بے نیاز ہو جاتا ہے دیکھو خود انور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم و ایمان و عرفان کسی سے حاصل نہ کیا، سب نے سب کچھ حضور سے حضور نے اپنے پروردگار سے صلی اللہ علیہ وسلم یہ صمدی تجلی ہے ۔ قادر و مقتدر دونوں قدرت سے بنے، مگر مقتدر میں مبالغہ ہے قادر بمعنی مختار ہو چاہے کرے یا نہ کرے وہ مقتدر وہ کہ اپنے کسی کام میں کسی کی مدد کا حاجتمند نہ ہو ۔ یا ذاتاً آگے پیچھے کرنے والا جیسے اسباب کو آگے کر دیا مسببات کو پیچھے ماں باپ کو آگے، اولاد کو پیچھے فرما دیا، یا صفاتاً کہ انبیاء و اولیاء کو درجے و مراتب میں سب سے آگے فرما دیا، یا دوسروں کو ان کے پیچھے لگا دیا، یا ہمارے حضور کو آگے بھی کر دیا کہ حضور ہی کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا صلی اللہ علیہ وسلم اور پیچھے بھی فرما دیا کہ آپ کا ظہور سب سے پیچھے ہوا صلی اللہ علیہ وسلم، اس آگے پیچھے کے لذیذ معانی ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ فرمایئے ۔ اس طرح کہ ہمیشہ سے ہے جس کی ابتداء نہیں، لہٰذا وہ آگے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا جس کی انتہاء نہیں، لہٰذا وہ سب کے پیچھے بھی ہے، یا وجود میں اول ہے سلوک میں آخر یا سب کی ابتداء بھی اسی سے ہے لہٰذا اول ہے، اور سب کی انتہاء بھی اسی پر لہٰذا وہ آخر ہے سب اسی کی طرف لوٹیں گے ۔ شعر ۔

الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِيْ الْمُعْطِيْ الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِيْ الْبَدِيْعُ الْبَاقِيْ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

بدلہ لینے والا معافی دینے والا[1] رافت والا ملک کا مالک[2] غضب و کرم والا[3] انصاف والا جمع فرمانیوالا بے پرواہ اور بے پرواہ کرنیوالا روکنے والا دینے والا نفع نقصان کا مالک[5] روشن کرنیوالا ہدایت دینے والا بے مثال ہمیشہ باقی وارث[6] ہدایت دینے والا صبر والا[8] (ترمذی)

رنگ چمن میں رہے گا نہ گل میں بو باقی ؎ مٹیں گے سارے تجھی پر رہے گا تو باقی

[1] صفات، رحمت، عطا سے سب پر کھلا، ذات سب سے چھپی شعر۔

بے حجابی میں یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار ؎ اس پہ یہ پردہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے
یار تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے ؎ ایک تو ہی دیدہ ہے تیرے سوا نادیدہ ہے

[2] یعنی سب کا والی وارث، سب کے خیال و وہم سے بالا، تمام عیوب سے منزہ، سب پر احسان فرمانے والا کہ جسے جو دیا اپنے کرم سے دیا نہ کہ اس کے استحقاق سے بڑے بڑے گنہگاروں کی توبہ قبول فرما کر انہیں بخشنے والا بار بار توبہ کی توفیق دینے والا بلکہ گنہگاروں کو پکار پکار کر بلانے والا کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ جب وہ توبہ کی توفیق دیتا ہے تو بندہ توبہ کرتا ہے فرماتا ہے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا، توبہ بندے کی بھی صفت ہے یعنی گناہوں سے رجوع کرنا، اور رب کی صفت ہے یعنی ارادۂ عذاب سے رجوع فرما لینا۔

[3] یعنی کفار غدار سے بدلہ لینے والا مومن گنہگار کو معافی دینے والا، وہ عادل ہے یہ فضل، غفور سے عفوّ زیادہ مبالغہ ہے کہ غفر کے معنے ہیں چھپانا، عفو کے معنے ہیں مٹانا، غفور عیبی کے عیب چھپانے والا عفوّ عیبوں کو مٹانے والا[4] رؤف رافت سے بنا یعنی بے حد رحمت جس کی انتہا نہ ہو بعض عشاق نے فرمایا کہ بندے کی حاجت کی بنا پر احسان کرنا رحمت ہے اور اپنی عادت کی بنا پر احسان فرمانا رافت۔ ملک ظاہر خلق ہے اور ملکوت باطنی خلق، اللہ تعالٰی ہمارے جسموں کا مالک ہماری روح کا مالک، لہٰذا وہ مالک الملک بھی اور مالک ملکوت بھی[5] ذو الجلال رب کی صفت ذاتیہ ہے اور اکرام اس کی صفت فعلیہ یعنی جلال اس کی ذات میں ہے اور اکرام مخلوق پر ہے بعض نے فرمایا کہ یہ اسم اعظم ہے[6] قسط کے معنے ظلم بھی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا: اور معنے عدل و انصاف بھی رب تعالٰی فرماتا ہے واقیموا الوزن بالقسط مگر جب یہ باب افعال میں آئے تو عدل و انصاف ہی کے معنے میں ہوتا ہے یعنی عدل قائم کرنا، یا ظلم زائل کرنا مقسط کے معنے ہوئے مظلوموں سے ظالموں کا ظلم دور فرمانے والا رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ جامع کے معنے خود تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے کہ تمام خوبیاں اس میں جمع ہیں یا تمام بکھری خلق کو قیامت میں جمع فرمائے گا رب تعالٰی فرماتا ہے انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ یا تمام بکھرے انسانوں کو بذریعہ اسلام، قرآن و ایمان میں جمع فرمانے والا خود غنی ہے کہ اسے کسی کی حاجت نہیں اور مغنی بھی ہے کہ جسے چاہے اپنے ماسوا سے غنی و بے نیاز کر دے اور اسے رب کے سوا کسی کی حاجت نہ رہے[8] یعنی جسے جو چاہے دے جو چاہے نہ دے بے پرواہ جو ہوا یا لائق کو دینے والا نالائق کو نہ دینے والا، یا اسباب خیر دینے والا اور اسباب شر نہ دینے والا کہ بندہ مانگتا ہے مگر وہ اپنے کرم سے نہیں دیتا اور نفع و نقصان سب اسی کی ملک ہے کسی کو نفع دیتا ہے تاکہ وہ شاکر بن کر قرب حاصل کرے، کسی کو نقصان دیتا ہے کہ وہ صبر کرکے قریب ہو[9] نور وہ جو بذات خود ظاہر اور دوسروں کو ظاہر کرے رب تعالٰی خود نور ہے کہ ظاہر بھی ہے، اور اس نے اپنے محبوبوں کو خلق پر ظاہر بھی کر دیا، یا رب تعالٰی نور بخشنے والا ہے

وَالْبَیْہَقِیُّ فِی الدَّعَوَاتِ الْکَبِیْرِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ◌ وَعَنْ بُرَیْدَۃَ اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ
اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ دَعَی اللّٰہَ بِاسْمِہِ
الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ ◌ وَعَنْ اَنَسٍ

بیہقی دعوات کبیر ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے له روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لیے کہ تو معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ایک ہے لائق بے پرواہ ہے جس نے نہ جنا نہ جنا گیا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے له تو حضور انور نے فرمایا اس نے اللہ کے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے له جب اسم اعظم سے مانگا جائے تو دیتا ہے اور جب اس نام سے دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے له ترمذی، ابوداؤد ◌ روایت ہے حضرت انس سے

محبوبوں کو نور دینے والا ہے فرماتا ہے اللہ نور السموٰت والارض اور فرماتا ہے قد جاءکم من اللہ نور۔ ہدایت کے معنے راہ دکھانا بھی ہیں اور مقصود پر پہنچانا بھی اللہ تعالٰے دونوں معنے سے ہادی ہے له بدیع کے معنے ہیں خود بے مثال کہ کوئی ذات صفات میں اس کا مثل نہیں، فرماتا ہے لیس کمثله شئ یا بغیر مثال عالم بنانے والا یعنے موجد فرماتا ہے بدیع السموٰت والارض یا اپنے بندوں میں سے بعض کو بے مثال کرنے والا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بے مثال پیدا فرمایا باقی کے معنے ہیں دائم الوجود کہ کبھی فنا نہ ہو وارث کے معنے ہیں بندوں کی فنا کے بعد باقی رہنے والا جب کوئی دعویدار نہ رہے تو بھی وہ رہے، فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْھَا؛ وراثت کے دوسرے معنے سے رب تعالٰے پاک ہے یعنے مخلوق کے بعد وہ مالک ہو پہلے نہ ہو معاذ اللہ له رشید و ہادی دونوں کے معنے ہیں ہدایت دینے والا، مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ الہامی فطری ہدایت کو رشد کہتے ہیں اور اختیاری ہدایت کو ہدایت، سارے انسان بلکہ تمام جانور کھانے اور نہ کھانے کی چیزوں کو پہچانتے ہیں یہ رشد ہے، اور بذریعہ انبیائے کرام بعض کو ایمان ملتا ہے یہ رب کی ہدایت ہے رشد کا مقابل غوایت ہے، اور ہدایت کا مقابل ضلالت ہے، رشید، غی، اور مہتدی، ضال آپس میں مقابل ہیں، صبور صبر سے بنا یعنے روکنا، ٹھہرنا، اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنے ہوتے ہیں گھبراہٹ سے اپنے کو روکنا اگر رب کی صفت ہو تو معنے ہوتے ہیں مجرموں کے عذاب میں جلدی نہ فرمانا وقت سے پہلے کوئی کام نہ کرنا صبور وہ جو جلدی نہیں کرے دیر سے سزا دے حلیم وہ جو کبھی سزا نہ دے رب تعالٰے کفار کے لیے صبور ہے اور گنہگار مومن کے لیے حلیم ہے کریم ہے رحیم ہے ◌

له یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام اسماء الٰہیہ آیات و دیگر احادیث میں بھی آئے ہیں مگر صبور اس روایت کے سوا نہ کسی حدیث میں آئے ہیں، ہاں ایک حدیث میں یہ ہے فَاَحَدٌ اَصْبَرُ عَلٰی اَذًی یَسْمَعُہٗ مِنَ اللّٰہِ له یعنے مولا تیرے ناموں کے توسل وسیلے سے تجھ سے دعا مانگ رہا ہوں، ان ناموں کے صدقہ سے میری سن لے یہ دعا مانگنے والے حضرت ابو موسٰے اشعری تھے، اس سے معلوم ہوا کہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا بہتر ہے وسیلہ خواہ اسمائے الٰہیہ کا ہو خواہ اس کے کسی محبوب بندے کا له بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ اسم اعظم ہے کیونکہ یہ اسم ذات ہے جو سوائے خدا تعالٰے کے کسی پر نہیں بولا جاتا بعض نے فرمایا کہ لا الٰہ الا انت اسم اعظم ہے، بعض کے خیال میں رب تعالٰے کے بعض نام بعض کے مقابلہ میں اسم اعظم ہیں جیسے رحمٰن بمقابلہ رحیم کے اسم اعظم ہے له اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ◌ ایک یہ کہ دعا میں اَللّٰھُمَّ کہنا بہت بہتر ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور میم میں تمام ان ناموں کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں میم ہے جیسے ملک، مالک، منان، وغیرہ دوسرے یہ کہ دعا کے آداب سے یہ ہے کہ پہلے حمد الٰہی کرے، پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف، پھر اپنے گناہوں کا اعتراف، پھر عرض حاجات تیسرے

قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ يُّصَلِّيْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ أَسْئَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِيْ إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ❊ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ فِيْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَفَاتِحَةِ اٰلِ عِمْرَانَ الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ❊ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ

فرماتے ہیں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں کیونکہ تیری ہی تعریف ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو مہربان نعمتیں دینے والا ہے[1] آسمان و زمین کا موجد ہے اے جلالت و کرم والے اے زندہ اے قائم رکھنے والے میں تجھ سے مانگتا ہوں[2] نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے رب کے نام کے ساتھ دعا مانگی کہ جب اس نام سے دعا مانگی جائے تو قبول فرماتا ہے اور جب اس نام سے کچھ مانگا جائے تو دیتا ہے[3] ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ[4] روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے تمہارا معبود ایک معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں رحم والا مہربان ہے اور سورۂ آل عمران کے شروع میں الٓمّٓ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ قائم رکھنے والا ہے[5] ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، اور روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں:

کہ اللہ یا اللّٰھم یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اسم اعظم ہے[1] حنان کے معنے ہیں بہت مہربان، منان کے معنے ہیں بہت احسان کرنے والا، اس میں اشارۃً عرض کیا گیا کہ تو مجھے جو دیتا ہے استحقاق سے نہ دیا اپنے کرم سے دیا، خیال رہے کہ بندے کا بندے کو احسان جتانا اگر طعنہ زنی کیلئے ہو تو برا ہے اگر مطیع کرنے کے لئے ہو تو اچھا اللہ تعالٰے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہایت جگہ اپنی نعمتوں کے احسان جتاتے ہیں تاکہ بندے ان کی اطاعت کریں اس کا احسان ماننا بھی اس کا کرم ہے منان کے ایک معنے یہ بھی ہیں یعنی احسان جتانے والا[2] تیرے سوا کسی سے نہیں مانگتا تو ہی میرا رب ہے میں تیرا ہی بندہ ہوں خیال رہے کہ انبیاء، اولیاء، اغنیاء، اطباء سے کچھ مانگنا بالواسطہ رب تعالٰی ہی سے مانگنا ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی ہے[3] ان دونوں حدیثوں میں اللّٰھم اور لا الٰہ الا انت مشترکہ طور پر موجود ہیں، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ ان دونوں میں کوئی نام اسم اعظم ہے۔ بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی ساعت قبولیت دعا اور شب قدر کی طرح اسم اعظم بھی مخفی ہے تاکہ بندے اس کی تلاش میں رہیں، یہ تلاش بھی عبادت ہے[4] ایسا احمد ابن حبان، حاکم، ابن ابی شیبہ نے کچھ فرق سے روایت فرمایا (مرقات)[5] اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ رب تعالٰے کا اسم اعظم لا الٰہ الا ھو ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں میں یہی مشترک ہے امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ اسم اعظم الحی القیوم ہے امام جزری نے فرمایا کہ اسم اعظم لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ہے، حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عباس و ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ اسم اعظم رب ہے، حضرت امام زین العابدین نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اسم اعظم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو رب العرش العظیم ہے، بعض نے فرمایا کلمہ طیبہ اسم اعظم ہے غرضکہ اسم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْوَۃُ ذِی النُّوْنِ اِذْ دَعَا رَبَّہٗ وَھُوَ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ لَمْ یَدْعُ بِھَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا اسْتُجِیْبَ لَہٗ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مچھلی والے پیغمبر کی دعا جب انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب کی لے یہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں ظالموں سے ہوں لے کوئی مسلمان آدمی کسی حاجت میں یہ دعا مانگے گا مگر قبول ہوگی سے (احمد ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ٭٭

اعظم میں بہت روایات ہیں جنہیں امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ میں اور مولانا علی قاری نے مرقات میں جمع فرمایا خیال رہے کہ اللہ تعالٰے کے سارے ہی نام عظیم ہیں کوئی ناقص نہیں، مگر بعض نام اعظم یعنی بہت بڑے ثواب و تاثیر والے ہیں، بعض صوفیاء نے فرمایا کہ جو نام خلوص دل اور عشق و محبت سے لیا جائے وہ ہی اسم اعظم ہے یہ ہی امام جعفر صادق کا قول ہے لے ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے کیونکہ آپ کچھ روز مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے، مگر اس کی غذا بن کر نہیں، کہ نبی کا جسم تو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی، چہ جائیکہ مچھلی کھائے بلکہ امانت الٰہی بن کر اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا فَالْتَقَمَہُ الْحُوْتُ انہیں مچھلی نے نگل لیا جیسے سوئی کو نگل لیتی ہے یہ نہ فرمایا کہ مچھلی نے انہیں کھا لیا علماء فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہے کہ ایک پیغمبر کا کچھ دن تجلی گاہ رہا جب مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہوگیا، تو حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کا وہ شکم پاک جس میں سید الانبیاء نو ماہ تک جلوہ افروز رہے، وہ تو عرش سے کہیں افضل ہے اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی جلد اول ملاحظہ فرمایئے، قیمتی موتی قیمتی ڈبی میں رکھا جاتا ہے سے اس سے بھی اشارۃً معلوم ہوا کہ لا الٰہ الا انت اسم اعظم ہے اور یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کو رب تعالٰے کی طرف سے القاء ہوئی، اسی دعا کی برکت سے آئی آفتیں ٹل جاتی ہیں، اڑی مشکلیں حل ہوجاتی ہیں خیال رہے کہ ظلم کے تین معنے ہیں، کفر و شرک رب تعالٰے فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ گناہ، خطا، بھول چوک یہاں تیسرے معنے مراد ہیں، کیونکہ حضرات انبیاء بدعقیدگی و بدعملی سے معصوم و محفوظ ہیں نیز حضرت یونس علیہ السلام سے اس موقعہ پر صرف خطا ہی سرزد ہوئی تھی جیسا کہ ان کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالٰے نے آپ کو مقام نینوی موصل کا نبی کیا جب قوم نے آپ کی اطاعت نہ کی، تو آپ نے بحکم پروردگار انہیں خبر دی کہ تین دن بعد تم پر عذاب آجائے گا اور آپ نینوی سے جو موصل کا ایک شہر ہے بغیر حکم الٰہی آئے روانہ ہوگئے، یہ سمجھ کر کہ عذاب کی جگہ سے پیغمبر کو چلا جانا چاہیے پھر عذاب کا بادل نینوی پر چھا گیا، وہاں کے باشندوں نے سچی توبہ کر لی اور آیا ہوا عذاب ٹل گیا تین دن کے بعد آپ نے دور سے اس شہر کو دیکھا تو آباد تھا آپ شہر میں اس لیئے نہ آئے کہ میں نے تو انہیں عذاب کی خبر دی تھی اور عذاب آیا نہیں اب میری وہاں بڑی بے عزتی ہوگی، اور دوسری جگہ چلے گئے، جاتے ہوئے دریا سامنے آیا کشتی میں بیٹھے، درمیان سمندر میں کشتی ٹھہر گئی، ملاحوں نے کہا کہ شاید اس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہے جس سے کشتی آگے نہیں چلتی آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں اور دریا میں چھلانگ لگا دی ایک مچھلی منہ پھاڑے بیٹھی تھی وہ آپ کو نگل گئی اور دریائے نیل پھر دجلہ میں ہوتی ہوئی شام کے علاقہ میں جا نکلی وہاں دریا آپ کو زمین پر اگل دیا پھر کدو کی بیل نے آپ پر سایہ کیا ہرنی آپ کو دودھ پلاتی رہی مرقات وغیرہ، سے کیونکہ رب تعالٰی کا وعدہ ہے کہ فرمایا فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنے اس دعا کی برکت سے ہم نے انہیں بھی غم سے نجات دی اور تا قیامت مسلمانوں کو بھی اس کی برکت سے نجات دیا کریں گے (مرقات)، معلوم ہوا کہ بزرگوں کی زبان سے نکلی ہوئی دعاء

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ عِشَاءً فَاِذَا رَجُلٌ يَقْرَءُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ
اَتَقُوْلُ هٰذَا مُرَاءٍ قَالَ بَلْ مُؤْمِنٌ مُنِيْبٌ قَالَ وَاَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ يَقْرَأُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ
فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَسَمَّعُ لِقِرَاءَتِهٖ ثُمَّ جَلَسَ اَبُوْ مُوْسٰى يَدْعُوْا فَقَالَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُشْهِدُكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَ اللهَ بِاسْمِهِ الَّذِىْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا
دُعِىَ بِهٖ اَجَابَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اُخْبِرُهٗ بِمَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ فَاَخْبَرْتُهٗ بِقَوْلِ رَسُوْلِ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِىْ اَنْتَ الْيَوْمَ لِىْ اَخٌ صَدِيْقٌ حَدَّثْتَنِىْ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى

صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کے وقت مسجد میں گیا تو وہاں ایک شخص بلند آواز سے تلاوت کر رہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حضور فرماتے ہیں کہ یہ ریاکار ہے [1] فرمایا بلکہ رجوع الی اللہ والا مومن ہے [2] فرمایا اور ابو موسیٰ اشعری خوب بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی قرات غور سے سننے لگے [3] پھر ابو موسیٰ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے یوں کہا الٰہی میں گواہ ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا ہے بے پرواہ ہے ایسا جس کا کوئی ہمسر نہیں تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے [4] اللہ کے اس نام سے دعا مانگی کہ جب اس نام سے کچھ مانگا جائے تو رب دیتا ہے جب اس نام سے دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے [5] میں نے عرض کیا میں انہیں وہ بتا دوں جو میں نے آپ سے سنا فرمایا ہاں میں نے انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی انہوں نے مجھ سے فرمایا تم آج سے میرے بھائی ہو کیونکہ تم نے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچائی [6]

بہت تاثیر والی ہوتی ہے کیونکہ یہ ہو کہ الفاظ دعا کی، زبان دل مقبول ہیں جب دونوں قوتیں جمع ہو جائیں تو شکار یقینی ہے [1] یعنی یا رسول اللہ یہ شخص آپ کی مسجد شریف میں چیخ کر ذکر و تلاوت کر رہا ہے کیا حضور عالی فتوے دیتے ہیں کہ یہ ریاکار ہے اگر مخلص ہوتا تو اسقدر چیخنے کی کیا ضرورت تھی یہ لوگوں کو دکھا سنا رہا ہے [2] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کسی پر بدگمانی بلا وجہ نہ کرنی چاہیے مومن کا ہر عمل حتی الامکان اخلاص پر محمول کرنا چاہیے دوسرے یہ کہ ذکر بالجہر سنت صحابہ ہے اسے حرام کہنا سخت غلطی ہے [3] یعنی یہ صاحب حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے آپ بڑے ہی خوش الحان تھے حضرت بریدہ آپ کو پہچان نہ سکے اس لئے آپ پر ریاکار ہونے کا احتمال کیا ورنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ پر ریاکاری کا الزام بہت بعید ہے (مرقات) حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی قرات سے بہت ہی خوش ہوتے تھے [4] اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھنا چاہیے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے کی تلاوت سننا سنت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ تلاوت کے بعد دعا مانگنا سنت صحابہ ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا سے پہلے رب تعالٰے کے اچھے اچھے نام لینا اور ان کے وسیلے سے دعا کرنا سنت ہے [5] یعنی ان ناموں میں رب تعالٰے کا اسم اعظم ہے اور اسم اعظم کی یہ تاثیر ہے کہ اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں رب تعالیٰ کی جناب سے بھیک ملتی ہے اسی بنا پر بعض نے فرمایا کہ لا الٰہ الا انت اسم اعظم ہے کیونکہ اس میں یہ نام شریف موجود ہے [6] یعنی چونکہ تم نے مجھے میرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پہنچائی لہٰذا تم آج سے میرے محسن بھائی ہو اور چونکہ تم نے مجھے ایک خوشخبری بھی سنائی لہٰذا آج سے تم میرے دوست بھی ہوا اس سے معلوم ہوا کہ محدثین و فقہاء سے محبت کرنا چاہیے کیونکہ یہ حضرات ہمارے محسن ہیں کہ ہم تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

اللہ علیہ وسلم رواہ رزین: بَابُ ثَوَابِ التَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْكَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَاْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(رزین) سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنے کا باب[1] پہلی فصل روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے افضل کلمات چار ہیں[2] سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر[3] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ کو پیارے کلمات چار ہیں سبحان اللہ الحمد اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر جس کلمہ سے ابتدا کرو مضر نہیں[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا سبحان، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنا مجھے اس سب سے پیارا ہے جس پر سورج طلوع ہوا[5] (مسلم)

کے فرمان پہنچاتے ہیں سنت ہے، بڑے بدنصیب ہیں وہ جو محدثین یا علماء سے نفرت یا عداوت رکھیں: [1] یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے کیونکہ پہلے باب میں ذکر اللہ کے فضائل ہوئے، ذکر اللہ میں یہ تسبیح وغیرہ بھی داخل تھی، مگر چونکہ دیگر اذکار سے یہ ذکر افضل ہیں، اسی لئے ان کے ثواب کے لئے علیحدہ باب باندھا: خیال رہے کہ تسبیح کے معنے ہیں اللہ تعالٰی کو تمام نقصان و عیوب سے پاک جاننا یا پاک بیان کرنا، اسمائے الٰہیہ ورد کرنے والے پر اس نام کی تجلی وارد ہوتی ہے، تو جو سبحان اللہ کا ورد کیا کرے تو ان شاء اللہ خود یہ بندہ برائیوں سے پاک ہو جائیگا، تسبیح بہت اعلٰی ذکر ہے اسی لئے نماز شروع کرتے ہیں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ سے، رکوع میں سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، سجدہ میں سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ہر عجیب پر سُبْحٰنَ اللّٰهِ کہتے ہیں۔ [2] یعنی انسانی کلمات یا دوسرے ورد وظیفوں سے یہ چار کلمے بہت ثواب کا باعث ہیں، کیونکہ ان کلمات میں رب تعالٰی کی بے شمار حمدیں مذکور ہیں: سبحان اللہ کے معنے ہیں میں اللہ تعالٰی کو سارے عیوب سے پاک مانتا ہوں: الحمد للہ کے معنی ہوئے تمام ہی تعریفیں رب تعالٰی کی ہیں کہ وہ تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے۔ لا الہ الخ وہ کلمہ ہے جسے پڑھ کر بندہ مسلمان بنتا ہے اور اللہ اکبر میں اس کی کبریائی اور تمام مخلوق سے بڑے ہونے کا اعتراف ہے، لہذا یہ کلمات رب تعالٰی کی جامع صفات ہیں: اب حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سب سے افضل تو قرآن شریف ہے پھر یہ کلمات کیسے افضل ہو گئے: خیال رہے کہ یہ چاروں کلمات قرآن شریف میں موجود ہیں، لگلے تین تو صراحتہً چوتھا کلمہ اشارةً و معنًے، دوسری روایت میں ہے کہ یہ کلمات باقیات صالحات سے ہیں: یہ بھی خیال رہے کہ ان کلمات کو کلام فرمانا لغتہً ہے نہ کہ اصطلاحًا لہذا اگر کوئی شخص کلام نہ کرنے کی قسم کھائے، وہ ان کلمات کے پڑھنے سے حانث نہ ہوگا، کہ قسم میں کلام سے مراد انسان کا کلام ہے جسے اصطلاح میں کلام کہا جاتا ہے: [3] اللہ اکبر کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالٰی ہماری حمد و ثنا بلکہ ہمارے خیال و وہم سے بڑا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ میں تیری ثنا کما حقہ نہیں کر سکتا: [4] مرقات میں فرمایا کہ یہ ترتیب عزیمت ہے، اسکے خلاف نسخ...

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَاْتِ اَحَدٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے تو اس کی تمام خطائیں بخش دی جائینگی اگرچہ کفِ دریا یعنی سمندر کے جھاگ برابر ہوں (مسلم بخاری)۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو صبح و شام کے وقت سبحان اللہ وبحمدہ سو بار پڑھ لیا کرے تو قیامت کے دن کوئی شخص اس سے بہتر عمل نہ لائیگا اسکے سوا جو اس طرح یا اس سے زیادہ پڑھا کرے (مسلم بخاری)۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں ترازو میں بھارے

یعنی بہتر یہ ہے کہ اس ترتیب سے ان کا ورد کرے، اگر اس کے خلاف بھی کیا تو حرج نہیں۔ ۵ یعنی یہ کلمات مجھے ساری دنیا سے پیارے ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور ان کا ثواب باقی، نیز دنیا رب تعالٰی سے غافل کرنے والی ہے اور یہ رب تعالٰی کی یاد دلانے والے۔ خیال رہے کہ ماطلعت علیہ الشمس سے مراد ساری دنیا ہے زمین یا زمین کی چیزیں ہوں یا آسمان اور آسمان کی چیزیں۔ رہا قرآن و حدیث ہماری عبادات وغیرہ یہ اس سے علیحدہ ہیں کہ یہ چیزیں اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں نہ ان میں دنیا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمات اور ان کے پڑھنے پر بھی تو سورج طلوع ہوتا ہے، اور یہ بھی تو دنیا میں ہیں، صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل دنیا میں رکھو مگر دل میں دنیا نہ رکھو ورنہ ہلاک ہوجاؤگے کشتی دریا میں رہے تو خیر ہے لیکن اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔ ۶ خواہ یک وقت یا مختلف اوقات میں صبح کے وقت پڑھے یا شام کو یا کسی اور وقت میں، غرضکہ کوئی پابندی نہیں، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ صبح یا شام پڑھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ ۷ یعنے بے حد و بے شمار مگر خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں جو حقوق اللہ کے متعلق ہوں۔ حقوق شرعیہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں، لہذا فوت شدہ نماز روزے بندوں کے قرض اس وظیفہ سے معاف نہ ہوجائیں گے وہ تو ادا ہی کرنے ہوں گے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۸ یا اس طرح کہ کچھ تو صبح کے وقت پڑھ لیا کرے کچھ شام کے وقت یا اس طرح کہ صبح کو سو بار پڑھے اور شام کو بھی یعنی روزانہ دوسو بار، یہ ہی بہتر ہے، صبح سے مراد پو پھٹنے سے زوال تک کا وقت ہے اور شام سے مراد زوال سے لیکر صبح صادق تک ہے، صوفیاء کی اصطلاح میں شام و سویرے کے یہ ہی معنے ہوتے ہیں، مگر عاملین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز فجر اور بعد نماز مغرب یہ پڑھا کرتے ہیں، لہذا یہ ہی افضل ہے۔ ۹ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن نہ تو کوئی اسکے برابر نیکیاں لاسکے گا نہ اس سے زیادہ، ہاں جو کوئی اس کے برابر یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ تو اسکے برابر نیکیاں لائیگا یا جو اس شخص سے زیادہ یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ اس سے زیادہ نیکیاں لائیگا، مثلًا یہ شخص روزانہ دوسو بار یہ کلمات پڑھتا ہے اور دوسرا چار سو بار پڑھ لیا کرے یا یہاں یہ لفظ او بمعنی واؤ ہے یعنی جو شخص اس شخص کے برابر بھی پڑھے اور اس سے زیادہ بھی، لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ برابر پڑھنے والا اس سے بڑھ کیوں گیا، اور نہ یہ اعتراض ہے کہ وظیفوں کی تعداد میں زیادتی کمی نہ چاہیئے جس قدر منقول ہوں اتنی ہی پڑھے جائیں، جیسے فرض نماز کی رکعات

فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّکْسِبَ کُلَّ یَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَۃٍ فَسَاَلَہٗ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِہٖ کَیْفَ یَکْسِبُ اَحَدُنَا اَلْفَ حَسَنَۃٍ قَالَ یُسَبِّحُ مِائَۃَ تَسْبِیْحَۃٍ فَیُکْتَبُ لَہٗ اَلْفُ حَسَنَۃٍ اَوْ یُحَطُّ عَنْہُ اَلْفُ خَطِیْئَۃٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ کِتَابِہٖ فِیْ جَمِیْعِ الرِّوَایَاتِ عَنْ مُوْسَی الْجُہَنِیِّ اَوْ یُحَطُّ قَالَ اَبُوْبَکْرِ الْبَرْقَانِیُّ وَرَوَاہُ شُعْبَۃُ وَ

رحمٰن کو پیارے ہیں[۱] سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم[۲] (مسلم،بخاری)،روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو حضور نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرلیا کرے[۳] ہمنشینوں میں سے کسی نے پوچھا کہ کوئی روزانہ ہزار نیکیاں کیسے کرسکتا ہے[۴] فرمایا ایک سو دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرے اس کیلئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی ہزار خطائیں معاف کی جائیں گی[۵] (مسلم) اس کتاب مسلم میں ابو موسیٰ جہنی سے تمام روایات میں یوں ہے کہ یا معاف کی جائینگی[۶] ابو بکر برقانی فرماتے ہیں کہ اسے شعبہ و

اور زکوٰۃ کی مقدار:خیال رہے کہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو پابندی سے یہ پڑھا کرے، اُسے اللہ تعالٰی اس قدر نیکیوں کی توفیق بخشے گا کہ قیامت میں وہ دوسرے سے زیادہ نیکیاں لے کر آئے گا:یہ مطلب نہیں کہ صرف یہ کلمات پڑھنے والا حاجیوں،نمازیوں،شہیدوں،علماء،مجتہدین،محدثین سے بڑھ جائیگا لہذا حدیث واضح ہے:[۱] سبحان اللہ کیسی پیاری فصیح وبلیغ زبان ہے اس پیارے محبوب کی صلی اللہ علیہ وسلم:خفیفتان،ثقیلتان یعنی ہمارے ہلکے اس میں متضادین کا اجتماع ہے:لسان ومیزان اس میں متناسبین کا اجتماع ہے کیونکہ لسان انسانی زبان کو بھی کہتے ہیں اور ترازو کی زبان کو بھی،جو ہاتھ کی مٹھی میں بروقت تولنے کے رہتی ہے:حبیبتان ورحمٰن اس میں ایسی مناسبت ہے کہ سبحان اللہ،محبت ورحمت میں بہت ہی تعلق ہے یعنی یہ دونوں کلمے پڑھنے میں زبان پر بہت آسان ہیں،مگر کل قیامت میں ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا کیونکہ ہمارے کام سے رب تعالٰی کا نام وزنی ہے،پھر خوبی یہ کہ رب تعالٰی کو یہ کلمات بڑے پیارے ہیں،تو جوان کا ورد کریگا،وہ بھی پیارا ہوگا اس کی زبان پیاری ہوگی:[۲] یہ دو کلمے رب تعالٰی کی دونوں قسم کی حمدوں کو علی وجہ الکمال جامع ہے،عیوب سے پاکی کا مکمل بیان سبحان اللہ میں ہے اور صفات کمالیہ سے موصوف ہونے کا کامل بیان وبحمدہ میں ہے:اسی لئے یہ کلمات بہت جامع ہیں اور رب تعالٰی کو پیارے ہیں:[۳] یعنی مسلسل روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرتے رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے:یہ عام انسانوں کا حال ہے،ورنہ بعض مخصوص بندے تو ہر سانس میں نیکی کرتے ہیں:[۴] ظاہر یہ ہے کہ یہاں اَوْ بمعنی واؤ ہے یعنی سو بار سبحان اللہ پڑھ لینے سے پڑھنے والوں کو ہزار نیکیاں بھی ملیں گی اور اس سے ہزار گناہ بھی معاف ہونگے اور اگر اَوْ اپنے ہی معنی میں ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ رب تعالٰی کے کرم پر موقوف ہے چاہے تو اسے ہزار نیکیاں دے،چاہے اس کے ہزار گناہ معاف کردے:خطیئۃ سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ معاف ہونگے،حقوق العباد اور گناہ کبیرہ کی معافی اس سے نہ ہوگی:[۵] یعنی مسلم شریف میں حضرت موسیٰ جہنی سے بہت سی روایات منقول ہیں ان سب میں اَوْ ہے:یہ موسیٰ جہنی ابن عبداللہ ہیں قبیلہ جہینہ سے ہیں،کوفی ہیں، انہوں نے حضرت مجاہد،مصعب ابن سعد سے روایت لیں،اور ان سے شعبہ،یحیی ابن سعید قطان نے احادیث نقل کیں:[۶] آپ ابوبکر احمد ابن محمد خوارزمی برقانی ہیں:برقان خوارزم کی ایک بستی کا نام ہے:

اَبُو عَوَانَةَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُوسَى فَقَالُوا وَيُحَطُّ بِغَيْرِ اَلِفٍ هٰكَذَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ: وَعَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْكَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ

ابوعوانہ اور یحیٰی ابن سعید قطان نے حضرت موسیٰ سے روایت کی ان سب نے ویحط فرمایا الف کے بغیر کتاب حمیدی میں اسی طرح ہے[۱] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کونسا کلام افضل ہے فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا سبحان اللہ وبحمدہ[۲] (مسلم)[۳] روایت ہے حضرت جویریہ سے[۴] کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انکے پاس سے گذرے جبکہ نماز فجر پڑھی وہ اپنی مسجد میں تھیں[۵] پھر دوپہر کے بعد واپس ہوئے تو وہ وہاں ہی بیٹھی تھیں[۶] فرمایا کیا تم اسی طرح بیٹھی ہو جیسے میں تمہیں چھوڑ گیا تھا عرض کیا ہاں تب نبی کریم

۱؎ یعنی ان روایات میں اَوْ نہیں بلکہ واؤ ہے یعنی اس کو ہزار نیکیاں بھی ملتی ہیں، اور اسکے ہزار گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، لیکن اگر پہلی روایت میں اَوْ بمعنی واؤ ہو یا یہاں واؤ تنویع یعنی بیانِ نوعیت کے لئے ہو تو دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں، اور ہوسکتا ہے کہ پہلی روایت میں رب تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہو اور اس روایت میں اس کے فضل و کرم کا: رب تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا: دوسرے مقام پر فرماتا ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ ۲؎ یعنی سارے فرشتے ہمیشہ یہ پڑھا کئے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ: اسی لئے فرشتوں نے عرض کیا تھا نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ: فرشتوں کا ہمیشہ یہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہے نہ کہ اپنی رائے سے: قرآن کریم میں ہے لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا: یعنی یہ کلمات بہت افضل ہیں، کیونکہ یہ فرشتوں کا ذکر ہے: اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ان فرشتوں کی عبادات کو بھی جانتے ہیں اور ان کے حالات سے بھی خبردار ہیں جو آسمانوں میں رہتے ہیں عرشی ہوں یا کرسی والے، لہذا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو فرش والے انسانوں کے اعمال کی بھی یقیناً خبر ہے: دوسرے یہ کہ جو وظیفے بزرگوں سے منقول ہوں وہ دوسرے وظیفوں سے افضل ہیں دیکھو فرشتوں کے وظیفے افضل قرار دیا گیا: ایک اعتبار سے فرشتے عام انسانوں سے افضل ہیں، اگرچہ انسانیت ماہیۃ فرشتے سے افضل ہے: رب فرماتا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ: ۳؎ حضرت جویریہ بنت حارث حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، مسلمانوں کی والدہ، آپ کا نام برہ تھا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا آپ ۵ھ میں غزوۂ مریسیع میں گرفتار ہو کر حضرت ثابت ابن قیس کے حصہ میں آئیں، انہوں نے آپ کو مکاتب کر دیا ان کا بدل کتابت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کیا: ۶۵ سال عمر شریف ہوئی: ربیع الاول ۵۶ھ میں وفات پائی رضی اللہ عنہا: ۴؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر آپ کے دولت خانہ سے باہر تشریف لے گئے: اس وقت آپ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی ذکر اللہ اور وظیفہ پڑھ رہی تھیں، مسجد سے مراد مصلے ہے یعنی سجدہ گاہ یا وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لئے خاص کرلی جائے:

۵؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کے وقت (دوپہر کو) آپ کے پاس واپس آئے تو انہیں اسی مصلے پر اسی طرح دیکھا: اللہ اکبر یہ ہے ازواج پاک کا شوق عبادت ۶؎ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں ظاہر کرنا ریا نہیں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے پیچھے چار کلمے تین دفعہ پڑھ لئے اگر انہیں تمہارے تمام وظیفوں سے تولا جائے جو تم نے سارے دن میں پڑھے تو ان پر بھاری ہو جائیں سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ایک دن میں سو بار یہ کہہ لے اللہ کے اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور اسکے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اسکے سو گناہ معاف کئے جائیں گے اور اس دن دن بھر اسکی شیطان سے حفاظت ہوگی حتی کہ شام پالے اور کوئی شخص اس سے بہتر افضل عمل نہ کرسکیگا اس کے سوا جو اس سے زیادہ یہ پڑھ لے۔ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسے اشعری سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

بلکہ ذریعہ قبولیت ہے، اسی طرح حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہ عرض کرنا پردہ دری نہیں بلکہ معافی کا ذریعہ ہے ؛ ۱ یعنی ہم نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد یہ وظیفہ پڑھ لیا جو عمل میں بہت ہلکا اور آسان ہے ؛ ۲ یعنی اگر کل قیامت میں رب تعالیٰ میزان کے ایک پلے میں تمہارا آج کا سارے دن کا یہ وظیفہ رکھے اور دوسرے پلے میں ہمارے یہ کلمات رکھے۔ تو ثواب میں یہ کلمات بڑھ جائیں گے ؛ ۳ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رب تعالیٰ کی ایسی تسبیح کرتا ہوں جو تمام مخلوق کے برابر ہو، اس کی رضاء کا باعث ہو۔ اس کی عرش کی زینت ہو، اور کلمات الٰہیہ کی جو روشنائی ہے اس کے برابر ہو۔ اس جامع الفاظ میں ساری چیزیں آگئیں۔ کوئی چیز باقی نہ رہی، لہٰذا یہ جامع وظیفہ ہے۔ اس لئے اس کا اجر بھی زیادہ ہے ؛ ۴ خواہ ایک دم ایک ہی مجلس میں سو بار کہے یا مختلف اوقات اور مختلف مجلسوں میں غرضکہ چوبیس گھنٹے میں یہ شمار پوری کرے (مرقات) ؛ ۵ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ توحید ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ؛ ۶ اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بندہ رات میں یہ پڑھ لیا کرے، تو صبح تک شیطان سے محفوظ ہے مگر چونکہ بندہ دن میں جاگتا ہے اور چلتے پھرتے ہی میں شیطان زیادہ گناہ کراتا ہے اس لئے دن کا ذکر فرمایا، اگرچہ یہ کلمات ایک دم یا علیحدہ علیحدہ ہر وقت پڑھنا درست ہے لیکن صبح کے وقت ایک دم پڑھنا افضل ہے تاکہ دن بھر شیطان سے محفوظ رہے، یہ تاثیر تو سو بار پڑھنے کی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تو زیادہ فائدہ ہوگا، غرضکہ یہ عمل بہت ہی پُرتاثیر ہے (مرقات)
۷ اس کی شرح پہلے گذر چکی ہے یعنی کوئی ورد وظیفہ پڑھنے والا اس جیسا وظیفہ پڑھ سکے گا نہ اس جیسا ثواب وظیفہ پا سکے گا یہ نفیت دیگر وظیفوں

فِیْ سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَجْهَرُوْنَ بِالتَّکْبِیْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا وَّهُوَ مَعَکُمْ وَالَّذِیْ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهٖ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی وَاَنَا خَلْفَهٗ اَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فِیْ نَفْسِیْ فَقَالَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَیْسٍ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ اَلْفَصْلُ

ایک سفر میں تھے تو لوگ بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے[۱] اس پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو[۲] تم لوگ نہ بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سمیع بصیر کو پکار رہے ہو[۳] جو تمہارے ساتھ ہے جسے تم پکار رہے ہو وہ تم میں سے ہر ایک کی سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے[۴] ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پیچھے تھا اپنے دل میں کہہ رہا تھا لاحول ولاقوۃ الا باللہ تو حضور نے فرمایا اے عبداللہ ابن قیس کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں ایک خزانہ پر رہبری نہ کردوں میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا لا حول ولاقوۃ الا باللہ ہے[۵] (مسلم بخاری) فصل

[۱] اس طرح کہ جوش کے ساتھ تکبیر کے نعرے لگانے لگے نعرۂ تکبیر اَللّٰهُ اَکْبَر، یہ نعرے برکت کیلئے تھے نہ کہ کسی خوشی کی وجہ سے، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے: یہ سفر غزوۂ خیبر کا تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے خیبر فتح فرمانے تشریف لے جارہے تھے؛ جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح ہے[۲] یہاں شیخ نے لمعات اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس نعرۂ تکبیر سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس لئے نہ تھا کہ ذکر بالجہر منع ہے بلکہ اسلئے تھا کہ صحابہ پر سفر کی تھکن تھی یہ نعرے تکلیف کا باعث تھے، اسی لئے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو، ورنہ بہت موقعہ پر صحابہ کرام بلکہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خوب بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے تھے، چنانچہ جماعت نماز کے بعد چیخ کر ذکر کرتے تھے، صحابہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے دوران نعرۂ تکبیر لگاتے تھے: نیز اس سفر میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ خیبر پر ہم اچانک جا پڑیں، لوگوں کو اس حملہ کی خبر بھی نہ ہو سکے، تاکہ کفار تیاری نہ کر سکیں اور بہت کم خون خرابہ ہو اور خیبر فتح ہو جائے: اس نعرے سے یہ مقصد فوت ہو جاتا: بہرحال ذکر بالجہر منع کرنیوالوں کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے[۳] یہاں ذکر بالجہر مفید نہیں، رب تعالٰی تو آہستہ ذکر بھی سنتا ہے، بلکہ تمہیں نقصان دہ ہے کہ تم اس وقت ذکر سے تھک جاؤ گے اور تمہارا دشمن تمہاری آمد پر مطلع ہو جائے گا اسلئے آہستہ ذکر کرو۔ [۴] اس سے معلوم ہوا کہ اس لئے چیخ کر اللہ کا ذکر کرنا کہ خدا تعالٰی آہستہ ذکر سن نہیں سکتا منع ہے بلکہ بد عقیدگی ہے: ذکر بالجہر تو اپنے نفس اور دوسرے غافلوں کو جگانے، شیطان کو بھگانے در و دیوار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کیلئے ہوتا ہے، مگر اس موقعہ پر مضر ہے، خیال رہے کہ اللہ تعالٰی کے ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم، قدرت، رحمت قریب ورنہ حق تعالٰی قرب مکانی سے پاک ہے، اس کی تفسیر وہ آیت ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ [۵] یعنی تم جو اپنے دل میں لاحول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں، اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں: خیال رہے کہ لاحول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالٰی کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے، یہ ہی بندگی کا مدار ہے، اسی لئے یہ جنت کا خزانہ ہے حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت، یا حول سے مراد ہے دفع شر کا حیلہ، اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے

الثانی عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال سبحان اللہ العظیم وبحمدہ غرست لہ نخلۃ فی الجنۃ رواہ الترمذی وعن الزبیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من صباح یصبح العباد فیہ الا مناد ینادی سبحوا الملک القدوس رواہ الترمذی وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الہ الا اللہ

دوسری ۱؎ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے اس کے لئے جنت میں درخت بو دیا جائیگا ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی صبح نہیں جسے بندے پائیں مگر ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ پاک بادشاہ کی تسبیح پڑھو ۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزرگ ترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے ۴؎

۱؎ بغیر رب تعالٰی کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت، اس کے بغیر کرم بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے، نہ نیکیاں کرسکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دین اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں، جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے: حضرت سلیمان نے تین میل دور سے چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی، حضرت آصف برخیا پل بھر میں یمن سے تخت بلقیس لے آئے، یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں، بجلی کے بلب پنکھے مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں، پاور آجانے تو بہت طاقتور ہوجاتے ہیں، بجلی کا تار آدمی کیا ہاتھی کو ہلاک کردیتا ہے، قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی برائیاں آتی ہیں، یہ وہ ہی ہیں جو خدا سے الگ و دور ہیں، رب تعالٰی نے فرمایا "وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِہِمُ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ" یعنی موسٰی علیہ السلام نے مردوں سے الگ دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور بکریاں لئے کھڑی تھیں، یہاں دون کے معنی الگ یا دور ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی لئے فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں، یا اللہ تعالٰی نے دوسری قوموں سے یہ کلمات ایسے چھپائے تھے جیسے خزانے غیروں سے چھپائے جاتے ہیں۔ ۲؎ جنت کی بعض زمین تو پہلے سے پھلوں کے درختوں سے بھری ہے بعض زمین خالی، اس خالی زمین میں ہمارے نیک اعمال شاندار درختوں کے نمودار ہوتے ہیں، یہاں اس خالی زمین کا ذکر ہے، جنت میں باغات تو ہیں مگر کھیت نہیں، کیونکہ کھیت میں دانے ہوتے ہیں جو غذا کے کام آتے ہیں وہاں نہ بھوک ہے نہ غذا کی ضرورت، باغوں میں پھل پھول ہوتے ہیں جن سے لذت لی جاتی ہے، تمام درختوں میں کھجور کا درخت بہت ہی مفید و لذیذ ہے اسلئے لا حول شریف سے درخت کھجور ہوتا ہے۔ ۳؎ یعنی ہر صبح کو فرشتہ یہ آواز دیتا ہے کہ اس وقت تسبیح پڑھو یا آج دن بھر پڑھتے رہنا، چونکہ صبح کے وقت ہر مخلوق تسبیح کرتی ہے اسلئے خصوصیت سے انسانوں میں یہ اعلان ہوتا ہے کہ تم اشرف المخلوق ہو دوسری مخلوق سے پیچھے نہ رہو، نیز چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ندا ہم تک پہنچا دی، اسلئے فرشتہ کا پکارنا رائیگاں نہ گیا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہم فرشتے کی آواز سنتے ہی نہیں تو اس کے پکارنے سے کیا فائدہ، بادشاہ کے فرمان عوام تک اخبارات، حکام وغیرہ کے ذریعے پہنچا کرتے ہیں، تسبیح کرنے سے مراد یا تو مطلقًا کوئی سی تسبیح پڑھ لینا ہے یا یہ پڑھنا ہے سبحان الملک القدوس یا یہ پڑھنا ہے "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ" یا یہ پڑھنا ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (مرقات)۔ ۴؎ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ کے، ورنہ صرف لا الہ الا اللہ تو بہت سے موحد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے، وہ مشرک نہیں موحد ہے، جس چیز سے مومن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ، چونکہ کلمہ شریف سے کفر کی گندگی دور

وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ رَأْسُ الشُّكْرِ مَا شَكَرَ اللّٰهَ عَبْدٌ لَا يَحْمَدُهٗ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ يُّدْعٰى اِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ؛ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَذْكُرُكَ بِهٖ اَوْ اَدْعُوْكَ بِهٖ فَقَالَ يَا مُوْسٰى قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ

اور بزرگ ترین دعا الحمدللہ ہے (ترمذی و ابن ماجہ)؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حمد شکر کا سر ہے؎۱ جس بندے نے خدا کی حمد نہ کی اس نے رب کا شکر ہی نہ کیا؎۲؛ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنہیں قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائیگا وہ ہونگے جو خوشی و غم میں اللہ کی حمد کرتے ہیں؎۳ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں؛ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا یارب مجھے وہ چیز سکھا جس سے تجھے یاد کیا کروں یا جسکے ذریعہ تجھ سے دعا کروں؎۴ رب نے فرمایا اے موسیٰ کہو لا الہ الا اللہ پھر عرض کیا یارب یہ تو تیرے سارے بندے ہی

ہوتی ہے، اسے پڑھ کر کافر مومن ہوتا ہے، اس سے دل کی زنگ دور ہوتی ہے، اس سے غفلت جاتی ہے اور دل میں بیداری آتی ہے، یہ حمد الٰہی و نعت مصطفوی کا مجموعہ ہے، اس لئے یہ افضل الذکر ہوا: صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ صفائی دل کے لئے کلمہ طیبہ اکسیر ہے؛ ؎۱ دعا میں کریم کی تعریف اور اپنی عرض حاجت ہوتی ہے، الحمدللہ میں یہ دونوں چیزیں موجود، اسی لئے الحمد کو بہترین دعا فرمایا گیا: جب مسکین سخی کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کی تعریف کرنے لگے تو سمجھو کچھ مانگ رہا ہے: یوں ہی جب ہم فقیر رب کریم کے دروازے پر اس کی حمد و ثنا کریں، تو در پردہ اس سے مانگتے ہی ہیں، سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہتے ہیں، کیونکہ یہ الحمدللہ سے شروع ہوتی ہے؛ ؎۲ لہذا جو شکر حمد کے بغیر ہو وہ شکر صحیح نہیں جیسے بغیر سر کے جسم درحقیقت جسم ہی نہیں؛ ؎۳ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ شکر کی اصل جگہ دل و اعضاء ظاہری ہیں، دل سے رب کی نعمتوں کا اقرار، اعضاء سے عبادت شکر ہے: اور حمد کی اصل جگہ زبان ہے، اور دل وغیرہ لوگوں سے مخفی ہیں، زبان لوگوں پر ظاہر اور شکر میں اظہار اصل مقصود ہے: اسی لئے حمد کو شکر کا سر قرار دیا گیا کہ مقصود شکر حمد سے ادا ہوتا ہے (مرقات) سبحان اللہ نہایت نفیس تحقیق ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو، یہ ہے کامل شکر، اور چرچا زبان سے ہوتا ہے؛ ؎۴ اس طرح کہ ہر حال میں رب کی حمد کرتے رہتے ہیں، تبدیلی حالات ان کو نہیں بدلتی، ہمیشہ راضی برضا رہتے ہیں، چونکہ یہ لوگ رب سے راضی رہے لہذا رب بھی ان سے راضی رہا، وہ رب کے تھوڑے رزق سے راضی، تو رب ان کی تھوڑی عبادت سے راضی وہ رب کے بھیجے ہوئے رنج و غم پر راضی تو رب ان سے گناہ سرزد ہونے پر بھی راضی؛ فرماتا ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ، اللہ تعالیٰ یہ درجہ نصیب کرے؛ ؎۵ یعنی اے مولیٰ مجھے خصوصی ذکر و دعا بذریعہ وحی یا الہام سکھا؛ عمومی ذکر و دعائیں تو تو نے مجھے بہت عطا فرمائی ہیں، لہذا حدیث پر یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ کیا اب تک موسیٰ علیہ السلام کو ذکر و دعا بھی معلوم نہ تھی، اس کی تائید اگلے مضمون سے ہو رہی ہے؛

يَقُولُ هٰذَا[1] اِنَّمَا اُرِيدُ شَيْئًا تَخُصُّنِي بِهٖ قَالَ يَا مُوسٰى لَوْ اَنَّ[2] السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِي وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِي كَفَّةٍ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِي كَفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ[3] لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ اَبِي سَعِيدٍ وَاَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَّقَهٗ رَبُّهٗ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَكْبَرُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ يَقُولُ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ لِي وَاِذَا قَالَ لَا

کہتے ہیں میں تو کوئی ایسی خاص چیز چاہتا ہوں جس سے تو مجھے خاص کرے فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان کی آبادی اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھدی جائیں اور لاالٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو ان سب پر لاالٰہ الا اللہ بھاری ہوگا (شرح سنہ)۔ روایت ہے حضرت ابوسعید حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کہتا ہے لاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر تو رب تعالٰی اس کی تصدیق کرتا ہے کہتا ہے کہ واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں بہت بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا ہے کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسکا کوئی شریک نہیں تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں اور جب بندہ کہتا ہے۔

۱ چونکہ فطرت بشری ہے کہ عام نعمت کے مقابلہ میں خاص نعمت سے زیادہ خوش ہوتے ہیں اگرچہ عام نعمت کا نفع زیادہ ہی ہو۔ دیکھو ہوا، پانی، نمک وغیرہ کے مقابل سونے چاندی جواہر سے زیادہ خوش ہوتے ہیں، نماز پنجگانہ سے زیادہ نماز عید کی خوشی مناتے ہیں، اسی لئے آپ نے یہ سوال فرمایا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلمہ سے خوش نہ ہوئے بلکہ اللہ تعالٰی نے یہ سوال موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خود ہی ڈالا تھا تاکہ اس کے جواب سے لوگوں کو کلمہ طیبہ کے فضائل کا پتہ چلے۔ خیال رہے کہ یہاں لاالٰہ الا اللہ سے مراد صرف یہ ہی الفاظ ہیں کیونکہ شریعت موسوی میں کلمہ میں محمد رسول اللہ داخل نہ ہوا تھا یہ جز تو دین محمدی کی خصوصیات سے ہے۔

۲ خلاصہ جواب یہ ہے کہ اے موسیٰ تم کوئی خاص عمل و وظیفہ ایسا چاہتے ہو جو لاالٰہ الا اللہ سے افضل ہو ایسا کوئی وظیفہ نہیں، تمام سے بہتر افضل یہ ہی کلمہ ہے۔ ساتوں زمین و آسمان اور انکے باشندوں میں انسان حیوانات اور ان کے سارے عمل افضل ہیں لہذا تمام وظیفے، اوراد، عبادات سے یہ کلمہ طیبہ افضل ہوا کیونکہ رب کا نام مخلوق سے افضل و بہتر ہے۔ ہاں اس کلمہ سے مختلف لوگ مختلف فائدے اٹھاتے ہیں جہاں تک اس کی فہم و عمل زیادہ وہاں تک اس کا فیض زیادہ، ہمارے کلمہ پڑھنے سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنا کہیں افضل و بہتر ہے۔ یہ ہی حال ساری عبادات کا ہے (از مرقات) ۳ یعنی اس کلمہ کا مضمون اور اسکا ثواب تمام مخلوق سے زیادہ وزنی ہے بشرطیکہ اخلاص سے پڑھا جائے ورنہ منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے، اب بھی بعض مشرکین کلمہ پڑھ لیتے ہیں انکے کلمہ کا نہ وزن ہے نہ ثواب، وزن صرف الفاظ کا نہیں، اسکا مضمون کیا ہے، اللہ تعالٰی وحدانیت یہ تمام صفات الہیہ سے اعلیٰ صفت ہے وہ یقیناً ساری خلق سے اعلیٰ ہے۔ فقیر کی اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ انبیائے کرام خصوصاً حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم تو اشرف الخلق افضل الخلق ہیں، اور یہ الفاظ لاالٰہ الا اللہ بھی خلق میں داخل ہیں، تو نبی ان سے بھی افضل ہونے چاہئیں، کیونکہ یہ الفاظ خلق ہیں مگر انکا مضمون یعنی رب کی وحدانیت خلق نہیں رب کی صفت ہے جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے الفاظ سے افضل ہیں مگر قرآن کلام الٰہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے کہ وہ صفت الٰہی ہے اسی طرح الفاظ قرآن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم عربی ہیں تو قرآن بھی عربی، جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مکی تھے تو آیات بھی مکیہ ہوئیں، جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مدنی ہوگئے تو آیات قرآنیہ بھی مدنیہ ہوگئیں، مگر مضمون قرآن کی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ وَاِذَا قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِيْ وَكَانَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَهَا فِيْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى اَوْ حَصًى تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میرا ہی ملک ہے میری ہی تعریف ہےٹ جب بندہ کہتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے بغیر نہ قوت ہے نہ طاقتٹ حضور فرماتے تھے کہ جو یہ کلمات اپنے مرض میں کہے پھر مرجائے تو اسے آگ نہ جلائے گیٹ (ترمذی، ابن ماجہ) روایتل ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بی بی کے پاس گئےٹ جن کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیںٹ تب حضور نے فرمایا

اتباع کرتے ہیں ؎ یعنی رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ یہ پڑھ رہا ہے اور وہ سچا ہے سچ کہہ رہا ہے سبحان اللہ بندے کی خوش نصیبی ہے کہ اسی کی تھوڑی سی لب کی حرکت سے اس کا ذکر بارگاہ رب العالمین میں فرشتوں کے سامنے آجائے اور ساتھ میں خود رب تعالیٰ تصدیق بھی فرمائے ؎ یعنی یہ بندہ وہ گواہی دے رہا ہے جس کی میں اور میرے فرشتے اور میری تمام خلق گواہی دیتے ہیں، خیال رہے کہ ساری نیکیاں صرف بندے کرتے ہیں مگر گواہی توحید حضور پر درود صلی اللہ علیہ وسلم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد خوانی وہ اعمال ہیں جو رب تعالیٰ فرشتوں اور تمام مخلوق کے عمل ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، اللہ تعالیٰ نے کسی نیکی کے حکم میں اپنا اور اپنے فرشتوں کا ذکر نہ فرمایا سوا درود شریف کے سبحان اللہ کلمہ توحید ایسی پاکیزہ نعمت ہے کہ رب تعالیٰ بھی اس میں شرکت فرماتا ہے ؎ ملک وملکوت کا فرق پہلے بیان ہوچکا ہے، ملک تو مجازاً بادشاہ کا بھی ہوجاتا ہے، مگر ملکوت وہ چیز ہے جو رب تعالیٰ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں، یہاں لِیَ الْمُلْکُ میں حصر حقیقت کے لحاظ سے ہے یعنی حقیقۃً ملک میرا ہی ہے عارضی طور پر مجازاً جیسے ملک طاؤ میری عطار سے ملا شعر:

در حقیقت مالک ہر شئے خداست
ایں امانت چند روزہ نزد ما است

؎ حول وقوت کے نفیس فرق ابھی کچھ پہلے بیان ہوچکے، اور لاحول شریف کے فوائد عرض کئے جاچکے بندہ رب سے کٹ کر کچھ نہیں نہ اس میں حول رہتی ہے نہ قوت مگر رب سے واصل ہوکر سب کچھ بن جاتا ہے کہ اس میں حول بھی آجاتی ہے اور قوت بھی، قطرہ دریا سے الگ ہو تو کچھ نہیں مگر دریا میں جاتے ہی اس میں روانی طغیانی، فراوانی سب کچھ آجاتی ہے، شیشہ سایہ میں رہے تو کچھ نہیں مگر آفتاب کے مقابل ہوکر اس میں شعاعیں، روشنی، تیزی، دھوپ سب کچھ آجاتی ہے: اِلَّا بِاللّٰهِ میں ب الصاق کی ہے یعنی اللہ سے مل کر بندے میں حول وقوت سب کچھ آجاتی ہے۔ ؎ یعنی اسے قبر حشر اور حشر سے فارغ ہونے کے بعد کبھی آگ کا عذاب نہ ہوگا، اور جب وہ پل صراط سے گذر گیا تو آگ کا اس پر اثر نہ ہوگا، سبحان اللہ یہ کلمات ایسا روحانی مصالحہ ہیں جس کے لگ جانے سے جہنم کی آگ اثر نہیں کرتی۔ ؎ یہ بی بی صاحبہ یا تو حضرت سعد کی محرمات میں سے ہیں یا یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا جانے سے مراد صرف ان کے پاس پہنچنا ہے نہ کہ انہیں بے پردہ دیکھنا، شیخ نے لمعات اور اشعہ میں فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ جناب ام المؤمنین جویریہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ؎ یعنی تسبیحیں ان دانوں پر شمار کر رہی تھیں، یہ حدیث مروجہ دھاگہ والی تسبیح کی اصل ہے کہ بکھرے دانوں اور دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں میں کوئی فرق نہیں

أَلَا أُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا أَوْ أَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ
اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَ
اللّٰهُ أَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۝ وَ
عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ
مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ حَجَّةٍ وَمَنْ حَمِدَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَ

کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تم پر اس سے آسان بھی ہو اور بہتر بھی اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جسے آسمان میں پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جسے زمین میں پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اسکی برابر جو انکے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اسکی برابر جسے وہ پیدا فرمانے والا ہے اور اللہ بہت بڑا ہے (اسی قدر) تمام تعریفیں اللہ کی ہیں (اسی قدر) اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اسی قدر) اور اللہ کے بغیر نہ قوت (اسی قدر)[۴] (ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۝ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لئے صبح کو سو بار سبحان اللہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اس کی طرح ہوگا جو سو حج کرے[۵] اور جو صبح کو سو بار الحمد للہ پڑھے اور

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تسبیح کبھی استعمال نہ کی، آپ ہمیشہ بطریق عقد انامل انگلیوں پر شمار فرماتے تھے مگر ایک صحابیہ کو یہ کرتے دیکھا منع نہ فرمایا لہذا تسبیح صحابی کی سنت عملی ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سکوتی۔ مرقات نے فرمایا جن لوگوں نے اس تسبیح کو بدعت کہا غلط کہا۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ تسبیح شیطان پر کوڑا ہے حضرت جنید ولایت کی انتہا پر پہنچکر بھی تسبیح پڑھا کرتے تھے کسی نے اس کی وجہ پوچھی جواب دیا کہ اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچے ہیں اسے ہم کیسے چھوڑیں (مرقات) بعض بزرگ ختم آیت کریمہ کے لئے تھیلیوں میں روڑیاں یا بادام یا گٹھلیاں جمع کر رکھتے ہیں ان کی اصل بھی یہ حدیث ہے ۲؎ یہ اَوْ بمعنی واؤ ہے، مطلب یہ ہے کہ اس دعا میں تمہارا وقت بھی کم خرچ ہوگا اور تمہیں ان تکلفات کی ضرورت بھی نہ پڑے گی اور ان کلمات کا ثواب تمہاری ان سے زیادہ ہوگا یا اَوْ بمعنی بَلْ ہے، تب تو مطلب ظاہر ہے۔

۳؎ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رب کی تسبیح میری گنتی شمار سے وراء ہے، کیونکہ آسمان و زمین کی یہ چیزیں میرے علم و ادراک سے خارج ہیں، رب کی عطائیں ہمارے شمار سے باہر ہیں، تو اس کی تسبیح بھی ہماری شمار سے باہر ہونا چاہیئے ۴؎ یعنی گذشتہ اور آئندہ مخلوقات کی بقدر اللہ اکبر بھی کہتا ہوں اور اسی قدر الحمد للہ بھی اور اسی قدر لا الہ الا اللہ بھی، اور اسی قدر لا حول بھی، اس طرح یہ کلمات میرے پڑھنے میں تو ایک ہیں لیکن رب کے فضل سے ثواب میں ان چیزوں کی تعداد کے برابر۔

۵؎ یعنی تہجد یا دن میں سو بار سبحان اللہ کہے اور شروع رات میں بھی سو بار تو اسے نفل سو حجوں کی برابر ثواب ملیگا، یہاں مرقات نے فرمایا کہ تسبیح سے مراد حضور دل کے ساتھ تسبیح پڑھنا ہے اور حج سے مراد وہ حج ہیں جو غفلت سے کئے جائیں، مطلب یہ ہے کہ حضور قلبی کے ساتھ آسان نیکی غفلت کے مشکل اعمال سے افضل ہوتی ہے: خیال رہے کہ حج کا ثواب ملنا اور ہے حج کی ادائیگی اور، یہاں ثواب کا ذکر ہے نہ کہ ادائے حج کا، جیسے طبیب کہتے ہیں کہ ایک گرم کئے ہوئے منقہ میں ایک روٹی کی طاقت ہے، مگر پیٹ روٹی ہی سے بھرتا ہے کوئی شخص دو وقتہ تین تین منقے کھا کر زندگی نہیں گذار سکتا، واقعی ان تسبیحوں میں اتنا ہی ثواب ہے، مگر حج ادا کرنے ہی سے ہونگے جدا۔

مِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَمَلَ عَلٰى مِائَةِ فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنْ هَلَّلَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ
وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ اَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِيْلَ وَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ
وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ لَمْ يَاْتِ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اَحَدٌ بِاَكْثَرَ مِمَّا اَتٰى بِهٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ اَوْ
زَادَ عَلٰى مَا قَالَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَاُهٗ
وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا

سو بار شام کو تو اس جیسا ہوگا جو اللہ کی راہ میں سو گھوڑے خیرات کرے؎۱ اور جو صبح کو سو بار لا الہ الا اللہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اسکی طرح ہوگا جو اولاد حضرت اسماعیل سے سو غلام آزاد کرے؎۲ اور جو صبح کو سو بار اللہ اکبر پڑھے اور سو بار شام کو تو کوئی اس سے زیادہ نیکیاں اس دن نہ کرسکے گا بجز اس کے جو اتنی ہی بار یہ کلمات کہے یا اس سے زیادہ؎۳ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سبحان اللہ آدھی میزان ہے اور الحمد للہ اسے بھر دے گی؎۴ اور لا الہ الا اللہ کیلئے رب سے کوئی آڑ نہیں سیدھا اس تک پہنچتا ہے؎۵ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ

یا جو کے ایک دانے سے پانچ سات بالیاں نکل سکتی ہیں جن کے دانے ہماری شمار میں نہیں ہوتے، وہ رب تسبیحوں پر اتنا ثواب بھی دے سکتا ہے، اس قسم کے ثوابوں کا وعدہ قرآن کریم میں بھی کیا گیا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ یعنی جو لوگ راہ خدا میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں ہر بالی سے سو دانے اور اللہ جسے چاہے اس سے بھی کہیں زیادہ عطا فرمائیگا: اس قسم کی احادیث اور آیتوں کو مبالغہ یا جھوٹ سمجھنا بے دینی ہے، رب تعالٰی کا دین ہمارے خیال سے وراء ہے، اسے روکنے والا کون ہے۔ ؎۱ یعنی سو غازیوں کو جہاد کرنے کے لئے سو گھوڑے جوان پر سوار ہو کر جہاد کریں: خیال رہے کہ جہاد وغیرہ کا اصلی مقصود ذکر اللہ کی اشاعت ہے مومن ملک گیری کے لئے نہیں لڑتا بلکہ ذکر سے رکاوٹیں دور کرنے کے لئے لڑتا ہے اور حمد الٰہی یقینًا سو جہادوں سے افضل ہے کہ جہاد مقصود لغیرہ ہے اور یہ مقصود لعینہ۔ ؎۲ کہ دیگر غلاموں سے اولاد اسماعیل علیہ السلام کا آزاد کرنا افضل ہے: مرقات نے فرمایا کہ اولاد اسماعیل سے مراد اہل عرب ہیں کہ وہ سب ان کی اولاد ہیں، چونکہ عرب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے قرب رکھتے ہیں اس لئے ان پر احسان کرنا افضل، اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد خصوصًا سادات کرام سے سلوک کرنا بہتر ہے۔ ؎۳ یہ حدیث تسبیح قادری کی اصل ہے، سلسلہ قادریہ میں روزانہ صبح شام سبحان اللہ سو بار، الحمد للہ سو بار، لا الہ الا اللہ سو بار، اللہ اکبر سو بار پڑھا جاتا ہے: یہ وظیفہ اس حدیث سے لیا گیا: ؎۴ یعنی میزان کی نیکی کا پلہ آدھا سبحان اللہ سے بھر جائے گا اور آدھا الحمد للہ سے، یہ دونوں کلمے ملکر اسے پورا بھر دیں گے، کیونکہ اللہ کے ذکر دو قسم کے ہیں تنزیہہ اور تحمید: سبحان اللہ میں تنزیہہ ہے یعنی رب تعالٰی کو سارے عیوب سے پاک جاننا: اور الحمد للہ میں تحمید یعنی اسے تمام کمالات سے موصوف ماننا: میزان تو ان دو کلموں سے ہی بھر گئی، باقی نیکیاں زیادہ بچیں جن کا ثواب علاوہ ہوگا: خلاصہ یہ ہے کہ ان دو کلموں نے سارے گناہوں کو تو ختم کردیا کہ سب گناہوں کے مقابلہ میں تو یہ دو کلمے ہی کافی ہوگئے باقی نیکیاں نفع میں بچیں۔ ؎۵ اس میں اشارۃً فرمایا کہ لا الہ الا اللہ ان دو

WWW.NAFSEISLAM.COM

حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا قَطُّ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰى يُفْضِيَ اِلَى
الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَآئِرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَقْرِئْ
اُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَآءِ وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ وَّاَنَّ

حدیث غریب ہے اس کی اسناد قوی نہیں ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بندہ کبھی خلوص دل سے لاالٰہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتی کہ وہ کلمہ عرش تک پہنچ جاتا ہے جب تک کہ بندہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ؛ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں ہماری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ اپنی امت کو میرا سلام فرمادیں اور انہیں بتادیں کہ جنت کی زمین بہت زرخیز ہے وہاں کا پانی بہت شیریں جنت میں سفید زمین بہت ہے وہاں کے

کلموں سے بھی افضل ہے ، کیوں نہ ہو کہ یہ ساری تنزیہ تحمید کو شامل ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ کلمہ طیبہ بہت جلد قبول ہوتا ہے ؛ براہ راست رب تعالٰی تک پہنچتا ہے جسقدر ہمارا اخلاص زیادہ اسی قدر کلمے کی قبولیت اعلٰے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کلمہ تو منافقین بھی پڑھتے تھے تو کیا وہ مقبول بارگاہ تھے ؛ ا مرقات نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد واقعی ضعیف ہے مگر چونکہ اس میں حرام و حلال کے احکام مذکور نہیں ، صرف کلمہ طیبہ کے فضائل کا بیان ہے ، اس لئے مقبول ہے ؛ ۲ گناہ کبیرہ سے بچنے کی شرط کمال ثواب اور کمال قبولیت کے لئے ہے یعنی متقی مسلمان کا کلمہ اعلٰے درجہ کا مقبول ہوتا ہے ، اور فاسق و فاجر کا کلمہ قبول تو ہوتا ہے لیکن اس درجہ کا نہیں ، تمام ذکر مثل کارتوس ہیں ، اور ذاکر کی زبان مثل رائفل کے کہ شکار واقعی کارتوس کرتا ہے ، مگر رائفل کی طاقت سے قلب کا اخلاص گویا بارود ہے کہ شکار گولی سے ہوگا مگر بارود کی امداد سے ، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ گناہ نیکی کو نہیں مٹاتا بلکہ نیکی گناہوں کو مٹا دیتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ، متقی کی نیکی فساق کی نیکی سے افضل ہے بلکہ جیسا عامل کا درجہ ویسا ہی اسکے عمل کا ثواب ، صحابہ کا ساڑھے چار سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ، کیوں ؟ اس لئے کہ وہ عامل افضل ہیں ؛ ۳ خصوصی ملاقات چھٹے آسمان پر وہاں ہی گفتگو ہوئی ، عمومی ملاقات کو سارے انبیاء سے بیت المقدس میں ہو چکی تھی ، مگر وہاں یہ گفتگو نہ ہوئی ، وہاں کی گفتگو کچھ اور تھی جو ان شاء اللہ حدیث معراج کی شرح میں عرض کی جائے گی ؛ ۴ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات میں ایک دوسرے سے بھی ملتے ہیں اور زندہ مقبول بندوں سے بھی ؛ دوسرے یہ کہ وہ حضرات بندوں کا سلام سنتے بھی ہیں اور انہیں سلام کہلواتے بھی ہیں ؛ تیسرے یہ کہ وفات یافتہ بندوں کو اور جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں ان کو بھی سلام کہلوانا جائز ہے جبکہ ان کو پہنچ سکے ؛ ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سلام کہلوایا جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچ گیا ، سلطان العارفین بایزید بسطامی خرقان پہنچے تو لوگوں کو خبر دی کہ اس سرزمین میں سو برس کے بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی پیدا ہونگے جو انہیں پائے میرا سلام پہنچائے ؛ مولانا فرماتے ہیں شعر

آں شنیدی داستان بایزید　　　　کہ ز حال بوالحسن از پیش دید

غِرَاسُهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا ؁ وَعَنْ يُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفَلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؁ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

درخت یہ کلمات ہیں اللہ پاک ہے اسی کی تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ بہت بڑا ہے؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد سے حسن و غریب ہے؛ روایت ہے حضرت یسیرہ سے آپ مہاجر بیویوں میں سے ہیں؎ فرماتی ہیں ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بیبیو تسبیح و تہلیل اور رب کی پاکی بولنے کو لازم کرلو؎ انگلیوں پر گنا کرو؎ (عقد انامل) کہ انگلیوں سے سوال ہوگا انہیں گویائی بخشی جائے گی؎ اور کبھی غافل نہ ہونا ورنہ تم رحمت سے بھلادی جاؤگی؎ (ترمذی و ابوداؤد) ؛ تیسری فصل ؛ روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی

آخر میں مولانا فرماتے ہیں: شعر
بلکہ قبل از زادن تو سالہا ٭ مرترا داند بجملہ حالہا

صحابہ کرام قریب الوفات صحابہ سے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام عرض کرنا۔ جس سے پتہ لگا کہ ہم کو بھی چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی سلام کیا کریں کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے؛ ۱ یعنی جنت کی بعض زمین درختوں سے بھری ہوئی ہے، اور وہ درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں، اسی حصہ میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکھا گیا تھا اور بعض زمین سفید ہے جس میں تمہارے وظیفوں و اعمال سے درخت لگیں گے، جب تم یہاں آؤگے تو دونوں قسم کے باغ پاؤگے: لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر وہاں کی زمین سفید ہے تو اسے جنت کیوں کہتے ہیں، جنت کے معنی تو ہیں باغ: اور نہ یہ اعتراض ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں وہاں باغ اور پھل سب کچھ ملاحظہ فرمائے؛ ۲ آپ کا نام یسیرہ بنت یاسر مشہور صحابیہ ہیں؛ ۳ اس طرح کہ کسی حال میں سبوح قدوس ربنا ورب الملئکۃ والروح یا سبحان الملک القدوس یا دیگر تسبیحیں اسی قسم کی کبھی نہ چھوڑو، اپنا منہ ان ذکروں سے تر رکھو؛ ۴ اس طرح کہ ان کی شمار انگلیوں کے پوروں پر کیا کرو، یا عقد انامل کے ذریعہ پوری انگلیوں پر کیا کرو؛ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیبیاں عقد انامل جانتی ہوں گی، اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقد انامل کا حکم تو دیا مگر اس کا طریقہ نہ بتایا؛ ۵ اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ الخ اور اس آیت سے ہے وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ: اس سے معلوم ہوا کہ بمقابلہ دانوں پر شمار کرنے کے انگلیوں پر شمار کرنا افضل ہے، اور یہ کہ اعضاء کو اچھے کاموں میں لگانا چاہیے، ورنہ یہ ہمارے خلاف گواہی دیں گے؛ ۶ یعنی اگر تم خدا کو بھول گئیں، تو رب تعالٰی تمہیں اپنی رحمت سے دور کردے گا، اگر اس کی رحمت چاہتی ہو تو اسے یاد رکھو، رب تعالٰی بھول چوک سے پاک ہے، اس لئے بھلائی جاؤگی، وہ ہی معنی ہیں جو عرض کئے گئے یعنی رحمت سے دوری: رب تعالٰی فرماتا ہے فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میرے ذکر سے میں تمہیں یاد کروں گا اپنی رحمت سے: مولانا فرماتے ہیں شعر
گر تو خواہی زیستن با آبرو ٭ ذکر او کن ذکر او کن ذکر او ؛

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ کَلَامًا اَقُوْلُہٗ قَالَ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ فَقَالَ فَھٰٓؤُلَآءِ لِرَبِّیْ فَمَا لِیْ فَقَالَ قُلْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ شَکَّ الرَّاوِیْ فِیْ عَافِنِیْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی شَجَرَۃٍ یَابِسَۃِ الْوَرَقِ فَضَرَبَھَا بِعَصَاہُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ فَقَالَ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تُسَاقِطُ ذُنُوْبَ الْعَبْدِ کَمَا یَتَسَاقَطُ وَرَقُ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

حاضر ہوئے بولے مجھے کوئی وظیفہ سکھا دیجئے جو میں پڑھ لیا کروں[1] فرمایا کہو اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اللہ بہت ہی بڑا ہے اللہ کی بہت حمد ہے اللہ پاک ہے جہانوں کا پالنے والا اللہ غالب حکمت والے کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت وہ بولے یہ تو رب کے لئے ہوئے میرے لئے کیا ہے[2] فرمایا یوں کہو الٰہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما مجھے ہدایت دے مجھے روزی دے[3] مجھے امن نصیب کر[4] راوی کو عافنی میں کچھ شک ہے[5] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک خشک پتوں والے درخت سے گذرے تو اس میں اپنی لاٹھی شریف ماری پتے جھڑ گئے[6] فرمایا الحمد للہ سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر بندے کے گناہ یوں جھاڑ دیتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ گئے[7] (ترمذی)

1 بطور وظیفہ نمازوں کے بعد یا ویسے ہی اوقات مقرر میں۔ معلوم ہوا کہ مشائخ سے وظیفے پوچھنا اور ان کی اجازت حاصل کرنا سنت ہے کہ اجازت سے خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ثواب حاصل کرنے کیلئے کسی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علاوہ نماز و تلاوت قرآن کے اور ورد وظیفے بھی کرنے چاہئیں۔ نماز و تلاوت تو روحانی غذائیں ہیں اور یہ وظیفے روحانی میوے۔ غذا اور میوے دونوں ہی فائدہ مند ہیں۔ 2 سبحان اللہ کیسے مزے کا سوال ہے یعنی یا حبیب اللہ ان الفاظ میں رب تعالٰی کی حمد تو ہو گئی، کچھ دعائیں کیلئے آئے ہیں اس کی حمد بھی کرنی چاہتا ہوں اور اس سے بھیک مانگنی بھی۔ 3 یعنی میرے گناہ بخش دے مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر کے مجھے اطاعتوں کی توفیق دے اچھی زندگی گذارنے کی توفیق دے، ہدایت دے، مجھے حلال روزی عطا فرما۔ 4 یعنی مجھے ایسی مصیبت میں گرفتار نہ کر جس کا انجام میرے لئے برا ہو (مرقاۃ) عافیت کے یہ معنی نہایت نفیس ہیں اصل عافیت معصیت سے امن ہے۔ 5 غالبًا راوی سے مراد صحابی ہیں یعنی اسناد کے آخری راوی، ہو سکتا ہے کہ کوئی اور راوی مراد ہوں انہیں یہ شک ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عافنی فرمایا یا نہیں، بہتر یہ ہے کہ عافنی بھی پڑھا جائے، ممکن ہے کہ یہ بھی دعا کا جزء ہو، عافیت میں دین و دنیا کی ساری امنیں داخل ہیں یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابل مصیبت اختیار فرمائی کہ عرض کیا رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ کیونکہ معصیت کے مقابلے میں مصیبت عافیت ہے۔ 6 ظاہر ہے کہ وہ درخت جنگلی تھا جس کا کوئی مالک نہیں، اس کے پھل پھول پتے ہر شخص لے سکتا ہے اور ممکن ہے کسی کے گھر یا باغ کا درخت ہو، چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی جان و مال کے مالک ہیں اسلئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر اجازت درخت کے پتے جھاڑ دیئے، ورنہ کسی کے مملوک درخت پر پتھر پھینکنا، لاٹھی سے اس کے پتے جھاڑنا ہمارے واسطے ممنوع ہے کہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف ہے۔ 7 سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی گناہوں میں گرفتار انسان سوکھے ہوئے درخت کی طرح ہے اور اس کے گناہ مثل پتوں کے، اور یہ کلمات گویا

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُوْلٌ فَمَنْ قَالَ لَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الضُّرِّ اَدْنَاهَا
اَلْفَقْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ وَمَكْحُوْلٌ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ
اَبِيْ هُرَيْرَةَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا
بِاللّٰهِ دَوَاءٌ مِنْ تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ دَاءً اَيْسَرُهَا الْهَمُّ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت مکحول سے[1] وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ زیادہ پڑھا کرو کہ یہ جنت کے خزانہ سے ہے[2] مکحول فرماتے ہیں کہ جو کوئی پڑھا کرے لاحول ولا
قوۃ الا باللہ اور لامنجا من اللہ الا الیہ تو اللہ تعالٰی اس سے ستر مصیبتوں کے دروازے بند کردیگا جن میں سے ادنٰی مصیبت فقیری ہے[3] (ترمذی)
اور ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد متصل نہیں مکحول نے حضرت ابوہریرہ سے سنا نہیں[4] ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے[5] جن میں ادنٰی بیماری غم ہے[6] روایت ہے انہی سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

عصائے محبوبی ہیں جس سے وہ گناہ جھڑتے سمجھتے ہیں: اس میں صوفیانہ اشارہ اس جانب بھی ہے کہ یہ کلمات گناہوں سے اس وقت پاک کرینگے جب یہ کسی کامل کے ذریعہ
کے جائیں گے، کیونکہ اگرچہ درخت میں لگی لاٹھی ہی تھی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے۔ [1] آپ جلیل القدر تابعی ہیں، حبشی النسل ہیں، شام کے مفتی ہیں:
امام زہری فرماتے ہیں کہ چار علماء بڑے کامل ہیں مدینہ منورہ میں ابن مسیب اور کوفہ میں امام شعبی، بصرہ میں خواجہ حسن بصری، شام میں مکحول۔ [2] اس کی شرح پہلے
گذر چکی یعنی یہ جنت کی نفیس نعمتوں میں سے ہے جو اس دن کام آئیں گی جب مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں، کہ محفوظ خزانے خاص ضرورت کے وقت ہی کھولے
جاتے ہیں۔ [3] مرقات نے فرمایا کہ یہاں فقیری سے مراد دل اور مال دونوں کی فقیری ہے، یعنی اس کا عامل مال کا بھی غنی ہوگا اور دل کا بھی، کیونکہ جو اپنے کو
رب کے سپرد کردے وہ یقینًا غیر سے مستغنی ہوجاتا ہے اس شخص پر اگر کبھی مال کی غریبی آبھی گئی، تو وہ دل کا فقیر نہ بنے گا۔ [4] کیونکہ جناب مکحول نے حضرت انس ابن مالک واثلہ
ابن اسقع اور چند دیگران صحابہ سے ملاقات کی ہے لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مکحول جیسے جلیل القدر تابعی کا ایک راوی کا چھوڑ دینا کوئی مضر نہیں، جب امام بخاری کی
تعلیق معتبر ہے جس میں ایک راوی کا ذکر بھی نہیں ہوتا، تو ایک حضرت مکحول کا ایک راوی چھوڑ دینا کیوں مضر ہوگا۔ [5] بیماریوں سے مراد جسمانی، روحانی، دنیاوی،
اخروی بیماریاں ہیں کہ لاحول شریف ان سب کا مکمل علاج ہے۔ [6] غم دنیاوی ہو یا دینی و اخروی لاحول شریف کی برکت سے ہر طرح کا غم دور ہوتا
ہے، معاش و معاد کی فکر سے بندہ آزاد ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ غم سے آزادی حق تعالٰی کی بڑی نعمت ہے کہ حق تعالٰی نے یونس علیہ السلام پر
بڑا کرم یہ فرمایا کہ مچھلی کے شکم سے انہیں غم سے نجات دی، فرماتا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ خیال رہے کہ غم آخرت رحمت بھی اور عذاب
بھی یہاں غم سے مراد دوسری قسم کا غم ہے شیطان کو بھی رب سے خوف ہے وہ کہتا ہے اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اور مومن کو بھی مگر شیطان

اللّٰہُ علیہِ وسلّم اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَلِمَۃٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ کَنْزِ الْجَنَّۃِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ رَوَاھُمَا الْبَیْھَقِیُّ فِیْ دَعْوَاتِ الْکَبِیْرِ. وَعَنْ ابْنِ
عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ ھِیَ صَلٰوۃُ الْخَلَائِقِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَلِمَۃُ الشُّکْرِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کَلِمَۃُ
الْاِخْلَاصِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْلَمَ وَاسْتَسْلَمَ رَوَاہُ رَزِیْنٌ. بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ. اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.

اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں وہ کلمہ نہ بتادوں جو عرش کے نیچے سے آیا[1] جنت کے خزانوں سے ہے[2] وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ فرمانبردار ہوگیا اور اس نے اپنے کو میرے سپرد کردیا[3] یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیں. روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ساری مخلوق کی عبادت ہے[4] اور الحمد للہ کلمہ شکر ہے[5] اور لا الہ الا اللہ اخلاص کا کلمہ ہے[6] اور اللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کی فضا بھر دیتا ہے[7] اور جب بندہ کہتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ تو رب تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوگیا اور اپنے کو میرے سپرد کردیا (رزین) . بخشش مانگنے اور توبہ کرنے کا باب[8] پہلی فصل.

کا خوف عذاب ہے جیسے مجرم کو حاکم سے ڈر لگتا ہے اور مومن کا یہ غم رحمت، جیسے مطیع غلام کو آقا سے ہیبت ہوتی ہے. [1] یہ ترجمہ بہت بہتر ہے کیونکہ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ میں لفظ مِنْ ابتدائیہ ہے، روزی کے خزانے آسمان میں ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ، مگر خاص رحمت کا خزانہ عرش اعظم کے نیچے ہے، اسی خزانہ سے سورۂ بقر کی آخری آیات آئیں اور اسی خزانہ سے لاحول شریف آئی، معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ کے تمام خزانوں کی خبر ہے تب ہی تو فرماتے ہیں کہ یہ فلاں خزانہ کا موتی ہے. [2] یعنی لاحول شریف بنی عرش کے نیچے رہی، جنت کے خزانہ میں اس کا خزانہ تکوینی و تخلیقی زیر عرش ہے خزانہ امانت جنت ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیل و فرات جنت کی نہریں ہیں. [3] یعنی جو بندہ لاحول شریف کی کثرت کرے تو رب تعالیٰ اس کے متعلق فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس غلام نے اپنے کو بالکل میرے سپرد کردیا، اب میں اس کی ہر بات کا والی وارث ہوگیا، بلاتشبیہ جیسے بچہ اپنے کو ماں کے حوالے کردیتا ہے، تو اس کی ساری فکریں ماں اٹھالیتی ہے اور بچہ ہر فکر سے آزاد ہوجاتا ہے یہ رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کسی کسی کو میسر ہوتی ہے. [4] یعنی ہر مخلوق رب تعالیٰ کی تسبیح بزبان قال کرتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ، دوسری جگہ فرماتا ہے کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ، حق یہ ہے کہ ہر چیز کو رب تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے اور وہ بزبان قال نہ کہ فقط حال سے تسبیح کرتی ہیں اولیاء اللہ ان کی تسبیح سنتے ہیں صحابہ کرام کھانے وقت لقمے کی تسبیح سنتے تھے، حتی کہ سبزہ کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے. [5] یعنی شکر کا ستون ہے یا شکر کی چوٹی ہے جس کے بغیر شکر مکمل نہیں ہوتا (از مرقات). [6] لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ ہے، اخلاص سے مراد ہے چھٹکارا اور رہائی یعنی اس کلمہ طیبہ کی برکت سے بندہ دنیا میں کفر سے اور آخرت میں دوزخ سے رہائی پاتا ہے، یا اخلاص ریاء کا مقابل ہے بمعنی خلوص نیت یعنی یہ کلمہ اگر خلوص نیت سے پڑھا جائے تو مفید ہے. [7] کہ اس کا ثواب اور اس کی عظمت ان تمام چیزوں کو بھر دیتی ہے یہ ہمیں سمجھانے کے لئے ہے کہ ہماری کوتاہ نظریں ان آسمان زمین تک ہی محدود ہیں ورنہ رب تعالیٰ کی کبریائی کے مقابل آسمان و زمین کی کیا حقیقت ہے، یہ ایسے ہے جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ حالانکہ اس کی ملکیت آسمان زمین میں محدود نہیں. [8] استغفار کے معنی ہیں گزشتہ گناہوں کی معافی مانگنا، اور توبہ کی حقیقت ہے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرلینا یا زبان سے گر

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رب کی قسم میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ رب سے مغفرت مانگتا ہوں اور اسکی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں[1] (بخاری) روایت ہے حضرت اغر مزنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے دل پر پردہ آتا رہتا ہے حالانکہ میں دن میں سو بار استغفار پڑھتا ہوں[2] (مسلم) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو دیکھو میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ

نہ کرنے کا عہد استغفار ہے۔ اور دل سے عہد توبہ۔ استغفار غفر سے بنا بمعنے چھپانا یا چھلکا و پوست، چونکہ استغفار کی برکت سے گناہ ڈھک جاتے ہیں اس لئے اسے استغفار کہتے ہیں: توبہ کے معنے رجوع کرنا، اگر یہ حق تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ارادۂ عذاب سے رجوع فرمالینا، اور اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوئے ہیں گناہ سے اطاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف لوٹ جانا: توبہ صحیح یہ ہے کہ بندہ گذشتہ گناہوں پر نادم ہو، آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے، اور جس قدر ہو سکے اسی قدر گذشتہ گناہوں کا عوض اور بدلہ کرے، نمازیں ہوں تو قضا کرے، کسی کا قرض رہ گیا ہے تو ادا کرے: حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ توبہ کا کمال یہ ہے کہ دل لذتِ گناہ بلکہ گناہ بھول جائے۔

[1] توبہ و استغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے، اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں گناہ آپکے قریب بھی نہیں آتا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کرکے توبہ کرتے ہیں: شعر

زاہداں از گناہ توبہ کنند عارفاں از عبادت استغفار

سیدنا علی مرتضےٰ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لئے دنیا میں دو امان ہیں، ایک نے پردہ فرمایا اور دوسری قیامت تک ہمارے پاس ہے یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور استغفار۔ [2] يُغَانُ غین سے بنا بمعنی پردہ، اسی لئے سفید بادل کو غین کہا جاتا ہے: اس پردے کے متعلق شارحین نے بہت خامہ فرسائی کی ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد حضور کی دنیا میں مشغولیت ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے سونا مراد ہے۔ بعض کے خیال میں اس سے مراد اجتہادی خطائیں ہیں، مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر غم فرمانا ہے: اور استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لئے استغفار کرنا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تا قیامت اپنی امت کے سارے حالات پر مطلع ہیں، ان گناہوں کو دیکھتے ہیں، دل کو صدمہ ہوتا ہے، اس صدمہ کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں (لمعات مرقات، اشعہ وغیرہ) اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ اے مسلمانو تمہاری تکلیفیں ان پر گراں ہیں: شعر

آنچہ تو کردی کسے باخود نہ کرد ٭ روح پاک مصطفےٰ آمد بدرد

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِي عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ يَا عِبَادِي اِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِي وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِيْ اَهْدِكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ اُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ يَا عِبَادِي اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

وسلم نے ان روایتوں میں جو حضور اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ رب نے فرمایا اے میرے بندو میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام فرمالیا ہے اور تمہارے آپس میں بھی ظلم کو حرام فرمادیا لہذا ظلم نہ کرو اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو بجز اس کے جسے میں ہدایت دے دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو ہدایت دونگا اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو بجز اسکے جسے میں روزی دوں لہذا مجھ سے کھانا مانگو تمہیں دونگا اے میرے بندو تم سب ننگے ہو بجز اسکے جسے میں پہناؤں لہذا مجھ سے لباس مانگو میں دونگا اے میرے بندو تم دن رات کے خطاکار ہو اور میں سارے گناہ بخشتا رہتا ہوں۔

بد ہنسیں تم ان کی خاطر ؎ رات بھر رو رو کرا ہو
بد کریں ہر دم برائی ؎ تم کہو ان کا بھلا ہو

۳ ظاہر یہ ہے کہ لوگ سے مراد مسلمان ہیں: رب تعالیٰ فرماتا ہے تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ اور ہوسکتا ہے کہ سارے انسانوں سے خطاب ہو یعنی اے کافرو کفر سے توبہ کرو اے گنہگارو گناہوں سے باز آجاؤ، اے نیک کارو اپنی نیکی کو کم جانو اور توبہ کرو: معلوم ہوا کہ ہر شخص توبہ کا حاجتمند ہے ۴ جو پہلے عرض کیا گیا تھا اس کی تائید اس جملے سے ہوگئی، یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری تعلیم کے لئے توبہ کرتے تھے، مطلب یہ ہے کہ جب ہم معصوم ہوکر روزانہ سو بار توبہ کرتے ہیں تو تم کو چاہیئے کہ تم ہزاروں بار توبہ کیا کرو ۵ یہاں حرمت سے مراد شرعی حرمت نہیں: کیونکہ حق تعالیٰ پر نہ کوئی حاکم ہے اور نہ اس پر شرعی احکام جاری ہیں بلکہ اس سے مراد ہے برتر ہونا، منزہ ہونا، پاک ہونا، رب تعالیٰ کے لئے کوئی شے ظلم ہوسکتی ہی نہیں، کیونکہ ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں زیادتی کرنا، یا کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا ان دونوں سے پروردگار پاک ہے، کیونکہ ہر چیز اس کی ملک ہے اور جس کے استعمال کے لئے جو جگہ مقرر فرمائے وہی اس کا صحیح مصرف ہے اس کے افعال یا عدل ہیں یا فضل، اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ظلم سے منزہ اور پاک ہوں میرا کوئی کام ظلم نہیں ہوسکتا، بعض نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد ہے بے قصور کو سزا دینا ہے واللہ اعلم؛ ۶ لہذا تم کسی پر جانی، مالی یا آبروریزی کا ظلم نہ کرو یہ تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ یہ حق العباد ہے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا؛ ۷ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری پیدائش تاریکی میں ہوئی، پھر ہم پر نور کا چھینٹا دیا گیا، اگر ہم کو ہمارے نفس پر چھوڑ دیا جائے تو ہم عقیدۃً عملاً بدی ہی کریں گے اگر وہ اپنا فضل کرے تو ہم نیکی کریں، ہم ببول کا درخت ہیں، ہمارے پاس سوا گناہ ہوں کے کانٹوں کے اور کیا ہے، ہماری صفت ہے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ بچہ فطرت یعنی توحید پر پیدا ہوتا ہے کہ وہاں دنیا میں آنے کا ذکر ہے اور یہاں ہماری اصل پیدائش کا، خیال رہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء بھی رب تعالیٰ ہی کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہیں، مگر وہ ہمارے لئے ہدایت کا مرکز ہیں کہ ہم ان سے ہی ہدایت لے سکتے ہیں، جیسے سورج کو نور رب تعالیٰ نے دیا ہے، مگر چاند تارے اور زمین اس سے ہی نور لیتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ؛ ۸ یعنی تم روحانی و جسمانی غذاؤں میں میرے محتاج ہو اسی طرح قلب قالب، روح کے لباس میں میرے حاجتمند ہو، غذا کا ہر حیوان حاجتمند ہے اور لباس کا صرف انسان: خیال

جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْلَکُمْ یَا عِبَادِیْ اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضُرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ مَا زَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُّلْکِیْ شَیْئًا یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ مَّسْاَلَتَہٗ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ یَا عِبَادِیْ

مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اے میرے بندو تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچا دو اور نہ میرے نفع تک تمہاری رسائی ہے کہ مجھے نفع دو[۲] اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے کسی بڑے پرہیزگار کے دل پر متفق ہو جائیں[۳] تو تمہارا یہ تقویٰ میرے ملک میں کچھ بڑھا نہیں دیگا[۴] اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی بڑے بدکار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہاری یہ بدکاری میرے ملک میں کچھ کمی نہ کرے گی[۵] اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے بھیک مانگیں پھر میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو یہ میرے خزانوں کے مقابلہ ایسا حقیر ہوگا جیسے سوئی کی تری جب دریا میں ڈبوئی جائے[۶] اے میرے بندو

ہے کہ تمام انبیاء اولیاء اور بادشاہ رب تعالٰی کے حاجتمند ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اللہ غنی وانتم الفقراء، مگر اس کے محبوب بندے مخلوق کے حاجت روا ہیں باذن پروردگار: رب تعالٰی فرماتا ہے اَغْنٰھُمُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ: بادل بھی رب کا محتاج اور زمین بھی، مگر بادل زمین کا محتاج الیہ ہے کہ ہر وقت زمین کو بادل کی ضرورت ہے۔ ۱؎ خطا کے معنی ہیں غلط راستہ پر چلنا بھول کر ہو یا جان بوجھ کر لہذا اس میں خطائیں، بھول چوک، عمدًا گناہ سب داخل ہیں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں روئے سخن عام بندوں سے ہے معصومین حضرات جیسے فرشتے، انبیاء اس حکم سے خارج ہیں کہ اگرچہ بعض انبیاء سے خطائیں سرزد ہوئیں مگر عمر بھر میں ایک دو نہ کہ دن رات اور ہر وقت: نیز ان کی وہ خطائیں بھی ان کی شان کے لائق ہیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں، سارے عالم کا ظہور حضرت آدم کی ایک خطا کی برکت سے ہے، لہذا اس سے عصمتِ انبیاء پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ۲؎ اس کی شرح اگلے جملے سے ہو رہی ہے کہ تمہاری عبادتوں سے میرا نفع نہیں اور تمہارے گناہوں سے میرا نقصان نہیں بلکہ ان میں نفع نقصان خود تمہارا ہے۔ ۳؎ یعنی دنیا کے کسی بڑے پرہیزگار کے سے ہو جائیں یعنی سوچو کہ اگر تمام جہان کا دل اس پرہیزگار کا سا ہو جائے اور ساری دنیا اس نیک صالح کی طرح نیکیاں ہمیشہ کیا کرے۔ اس ترجمہ سے یہ جملہ بالکل واضح ہوگیا، اس پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ ۴؎ لہذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب تعالٰی کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اس کا احسان مانے کہ اس نے اپنے آستانہ پر بلالیا۔ ۵؎ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے جملہ میں عرض کیا گیا کہ دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے، آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے خزانہ خالی رہ جاتا ہے۔ مگر رب تعالٰی وہ بے نیاز ہے کہ ساری خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ خیال رہے کہ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے کہ اگر رب کے اولاد ہوتی، تو پہلے میں ہی اسے پوجتا، نہ رب کے اولاد ممکن ہے نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے پوجنا ممکن، ایسے ہی تمام بندوں کا گنہگار ہو جانا غیر ممکن ہے فرشتے انبیاء معصومین اور اولیاء محفوظین بفضلہ تعالٰی گناہ کرتے ہی نہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ

إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا عَلَيْكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ أَلَهُ تَوْبَةٌ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ وَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ

میں تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا ہوں پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دونگا لہذا جو نیکی پائے تو وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملامت کرے (مسلم)؛ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمی مار ڈالے تھے پھر مسئلہ پوچھنے نکلا تو ایک پادری کے پاس پہنچا اس سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ ہوسکتی ہے وہ بولا نہیں اس نے اسے بھی مار دیا اور مسئلہ پوچھتا پھرا اسے کسی نے ....

غرضکہ اس جملے سے عصمتِ انبیاء کے خلاف دلیل نہیں پکڑی جاسکتی؛ ۸ اس جملے کا یہی ترجمہ درست ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میری یہ عطائیں خزانوں کو سوئی کی تری کی بقدر کم کردیں گی. وہاں کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا: سورج ہزار ہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے، مگر اس کی روشنی میں مطلقًا کمی نہ ہوئی: جب رب تعالیٰ کی تجلیوں کا یہ حال ہے، تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہوگا: اور یہ نسبت بھی فقط سمجھانے کے لئے ہے، ورنہ رب تعالےٰ کے خزانے غیر محدود ہیں، اور اس کی عطائیں محدود، کیونکہ لینے والے محدود، اور محدود کی غیر محدود سے نسبت کیسی ؟؛

۱ اس طرح کہ نیک کار کی جزا میں کمی نہ کرونگا، اور بدکار کی سزا میں زیادتی نہ کرونگا: اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک کار کو زیادہ نہ دوں اور گنہگار کو معاف نہ کروں: یہاں عدل کا ذکر ہے، عدل فضل کے خلاف نہیں، لہذا حدیث واضح ہے، نہ آیاتِ قرآنی کے خلاف ہے اور نہ دیگر احادیث کے مخالف؛ ۲ خلاصہ یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کو رب تعالیٰ کی توفیق سے سمجھے، اور گناہوں کو اپنی شامتِ نفس سے جانے، بلکہ ہر نقص کو اپنی طرف منسوب کرے، اور کمال کو رب تعالیٰ کی طرف، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ، بیمار میں ہوتا ہوں، شفا رب دیتا ہے؛ ورنہ ہر خیر و شر کا خالق و مالک رب تعالیٰ ہی ہے، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں وَالْقَدَرُ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى؛ ۳ قلما کشتی سے یا کسی اور طرح؛ ۴ یعنی جب اس کی موت قریب آئی، تو رحمتِ خداوندی نے دستگیری کی، اپنے کئے پر پشیمان ہوا، اور اس گناہوں کے شہر سے نکل کھڑا ہوا، مسئلہ پوچھنے عالمِ وقت کے پاس گیا راہب رہبٌ بمعنی خوف اصطلاح میں راہب وہ پادری جوگی کہلاتے تھے، جو خوفِ خدا میں تارک الدنیا ہو جاتے تھے، گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ ہی کرتے تھے ان میں سے اکثر عالم بھی ہوتے تھے، یہود و نصاریٰ کے ہاں ترک دنیا بہترین عبادت تھی، ہمارے اسلام میں ممنوع ہے؛ ۵ یا تو وہ راہب توبہ کے مسئلے سے جاہل تھا، اور یا اس کا مطلب یہ تھا، کہ قتل حق العباد ہے، مقتول کے ورثاء سے اس میں معافی مانگنا ضروری ہے؛ اتنے بہت سے مقتولوں کے وارثوں کے پاس یہ کیسے پہنچے گا اور انہیں کیسے راضی کرے گا: بہرحال اس راہب نے مسئلہ غلط بتایا؛

۶ بخشش سے مایوسی کی وجہ سے وہ گناہ پر دلیر ہوگیا: مایوس بلی کتے پر حملہ کردیتی ہے: اسی لئے اسلام نے بڑے سے بڑے مجرم کو بھی بخشش سے مایوس نہ کیا پھانسی والے ملزم کو تمام قیدیوں سے الگ کال کوٹھری میں رکھتے ہیں کیونکہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوکر اور دو چار کو قتل نہ کردے: آریوں کے ہاں توبہ کوئی چیز نہیں، ان کے مذہب نے گناہ پر دلیر کیا ہے؛

رَجُلٌ اِيْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَاَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِيْ وَاِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِيْ فَقَالَ قِيْسُوْا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ اِلٰى هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ

بتایا کہ فلاں بستی میں جا[۱] اسی حال میں اسے موت آگئی تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف کردیا[۲] اس کے متعلق رحمت و عذاب کے فرشتوں نے جھگڑا کیا[۳] رب نے اس بستی کی طرف حکم بھیجا کہ قریب ہوجا اور اس بستی کی طرف کہ دور ہوجا پھر فرمایا ان دونوں بستیوں کے درمیان ناپو پھر وہ اس بستی کی طرف ایک بالشت قریب پایا گیا چنانچہ اس کی مغفرت کردی گئی[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے اور ایسی قوم لائے جو گناہ کریں پھر معافی مانگیں تو اللہ انہیں بخش دے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا

۱ پہلا کذا نام بتانے کے لئے ہے، اور دوسرا کذا بیان اوصاف کے لئے یعنی فلاں نام کی بستی جو فلاں طرف ہے جس میں اللہ کے بہت نیک بندے رہتے ہیں تو وہاں جا اور فلاں سے مسئلہ پوچھ۔ ۲ یعنی اس طرح گر کر مرا کہ اس کا چہرہ اور سینہ تو اس عالم کی بستی کی طرف تھا، جہاں جارہا تھا اور پیٹھ اس گناہوں کی بستی کی طرف جہاں سے آرہا تھا اللہ تعالٰی کو اس کی یہ ادا پسند آگئی: اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنے کے لئے عالموں کے پاس جانا عبادت ہے: نیز عالم کے شہر کی تعظیم اور اس طرف منہ کرکے سونا یا مرنا بھی رب تعالٰی کو پسند ہے، سنت یہ ہے کہ مومن کعبہ کو منہ اور سینہ کرکے سوئے: میت کو کعبہ کے رخ دفن کرو: بعض عشاق مدینہ منورہ یا بغداد شریف کی طرف منہ کرکے دعائیں مانگتے ہیں، نماز غوثیہ میں بعد نماز گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف منہ کرکے چلتے ہیں اور ادھر ہی منہ کرکے دعا مانگتے ہیں، ان سب کی اصل یہ حدیث ہے: دیکھو اس شہر میں کعبہ یا بیت المقدس نہ تھا۔ صرف ایک عالم کی بستی تھی جس کے ادب کی برکت سے بخشا گیا: رب تعالٰی نے توبہ کرنے والے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ اس نبیوں کے شہر میں سجدہ کرتے جاؤ اور وہاں ہم سے معافی مانگو۔ ۳ یعنی یہ شخص بالکل بیچ میں تھا کہ اسے موت آگئی، اس کی روح کو لینے کے لئے رحمت کے فرشتے بھی آگئے اور عذاب کے بھی: عذاب والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے۔ بڑے گناہ کرکے آیا تھا: رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے توبہ کرنے جارہا تھا: اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے لئے رب تعالٰی کی طرف سے قانون مقرر کردیا گیا ہے: کس قسم کی میت کو عذاب کے فرشتے لیں اور کس کو رحمت کے: وہ اسی قانون کے تحت ہر میت تک پہنچ جاتے ہیں: لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو خدا کے حکم سے آتے ہیں: یہاں رب تعالٰی نے دونوں قسم کے فرشتے بھیجے ہی کیوں، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ کیونکہ وہاں امر سے مراد کلی امر ہے جیسے رب تعالٰی نے ہم کو نماز روزہ وغیرہ کا کلی امر دے رکھا ہے۔ ۴ یعنی اس کی موت بالکل درمیان میں واقع ہوئی تھی، رب تعالٰی نے ارادہ توبہ کی وجہ سے اس کا اتنا احترام فرمایا کہ اس کی لاش کو اس بستی کی طرف نہ سرکایا بلکہ دونوں بستیوں کو حرکت دی کہ اس کو پیچھے ہٹایا اس کو آگے بڑھایا: خیال رہے کہ رب تعالٰی جب بندے سے راضی ہوجائے تو اپنے حقوق تو خود معاف کردیتا ہے اور بندوں کے حقوق حق والوں سے معاف کرادیتا ہے: اس موقعہ پر بھی رب تعالٰی نے مقتولوں کو کچھ دے کر معاف کرادیا لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ ظلماً قتل حق العباد

WWW.NAFSEISLAM.COM

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْٓءُ النَّھَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْٓءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالٰی اپنا دستِ کرم رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے اور دن کو پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرے؎ یہ کرم نوازی اس وقت تک ہوگی جبکہ سورج پچھم سے نکلے؎ (مسلم)؛ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب اقرارِ گناہ کرلیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالٰی اس کی توبہ قبول کرے گا؎ (مسلم)؛ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

تھے بغیر بندوں کے معاف کئے، اس کی بخشش کیسے ہوگئی، اور نہ یہ کہ دو بستیوں کو کیوں ہٹایا، لاش کو ہی کیوں نہ سرکا دیا؛ ۵ اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم گناہ ہوتے، تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی وخطا سے گناہ کرلیا کرتی پھر توبہ کرتی اسے رب تعالٰی معاف کرتا کیونکہ خلقت رب تعالٰی کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے، رزاقیت کا ظہور رزق و مرزوق سے ہوتا ہے غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گنہگار سے ہوتی ہے، جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرے تو کافر ہوا؛ اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا؛ خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگار رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کرلے وہ غفور رحیم تجھ سے گناہ کا صدور تقاضائے حکمتِ الٰہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے یہاں لے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں آسمانوں پر پہنچا دینا، فرشتوں کیساتھ رکھنا اور زمین پر دوسری قوم قابل گناہ کو بسانا مراد ہے۔ ۱؎ ہاتھ پھیلانے سے مراد عفو و کرم کا وسیع کرنا، پھیلا دینا ہے مقصد یہ ہے کہ رب کا کرم بہت وسیع ہے گنہگار کو برکت کرم میں لینے کو طیار ہے کوئی آنے والا ہو ۲؎ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائیگا، رب تعالٰی فرماتا ہے یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا الخ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس وقت سے ان لوگوں کی توبہ قبول نہ ہوگی جو سورج کو پچھم سے نکلتے دیکھیں، لیکن جو لوگ اس واقعہ کے بعد پیدا ہوں ان کی توبہ کفر بھی قبول ہوگی اور توبہ گناہ بھی، کہ انہوں نے یہ علاماتِ قیامت دیکھی ہی نہیں، حضرت استاذ و مرشد صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ اس وقت کے بعد انسان کی پیدائش ہی بند ہو جائیگی، غرضکہ آیت وحدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو پہلے گناہ کرتے رہے توبہ نہ کی، یہ علامت دیکھ کر توبہ کرنے لگے، ان کی توبہ قبول نہیں کہ غیب کھل جانے کے بعد توبہ کیسی؛ ۳؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبول توبہ کی دو شرطیں ہیں، ایک اپنے گناہ کا اقرار، دوسرے توبہ یعنی آئندہ نہ کرنے کا عہد اور کئے ہوئے گناہ کے بدلہ کی کوشش؛ اعتراف اور توبہ میں یہ فرق ہے؛ ۴؎ شاید یہاں توبہ سے مراد کفر سے توبہ ہے یعنی آفتاب کے پچھم سے نکلنے پر سارے کفار ایمان قبول کریں گے مگر اس وقت کا ایمان قبول نہ ہوگا، کیونکہ ایمان بالغیب نہ رہا، گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہوگی، جیسے غرغرہ کی حالت میں کفر سے توبہ قبول نہیں،

اللہ علیہ وسلم للہ اشد فرحا بتوبۃ عبدہ حین یتوب الیہ من احدکم کان راحلتہ بارض فلاۃ فانفلتت منہ وعلیہا طعامہ وشرابہ فایس منہا فاتی شجرۃ فاضطجع فی ظلہا قد ایس من راحلتہ فبینما ہو کذلک اذ ہو بہا قائمۃ عندہ فاخذ بخطامہا ثم قال من شدۃ الفرح اللہم انت عبدی وانا ربک اخطأ من شدۃ الفرح رواہ مسلم وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عبدا اذنب ذنبا فقال رب

اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری چٹیل زمین میں ہو وہ سواری بھاگ جائے اس پر اس کا کھانا پانی ہو یہ اس سواری سے مایوس ہو کر کسی درخت تک پہنچے اپنی سواری سے مایوس ہو کر درخت کے سایہ میں لیٹ رہے وہ اس حال میں ہو کہ ناگاہ اس کی سواری اس کے پاس آ کھڑی ہو وہ اس کی مہار پکڑ لے پھر انتہائی خوشی میں یوں کہہ بیٹھے الٰہی تو میرا بندہ اور میں تیرا رب بہت خوشی سے بندہ خطا کر گیا (مسلم)؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے پھر کہتا ہے مولیٰ

گناہوں سے توبہ قبول ہے: بعض کے ہاں حدیث اپنے اطلاق پر ہے کہ اس وقت نہ کفر سے توبہ قبول ہے نہ گناہوں سے، وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا ایمان قبول نہ ہونا تو قرآن کریم سے ثابت ہے، اور توبہ قبول نہ ہونا حدیث سے ثابت، دونوں برحق ہیں واللہ ورسولہ اعلم (لمعات ومرقات)؛ ۱؎ ایسے مقامات پر خوشی سے مراد رضا ہوتی ہے، کیونکہ اصطلاحی فرحت وخوشی سے رب تعالیٰ پاک ہے: خیال رہے کہ رضا اور ہے ارادہ اور، مگر ارادہ کچھ اور، اللہ تعالیٰ ہر بندے کے ایمان وشکر سے راضی ہے، فرماتا ہے اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ؛ اور ہر شخص کو اس نے ایمان کا حکم بھی دیا ہے، کہ فرمایا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، لیکن ہر شخص کے ایمان کا ارادہ نہیں کیا، ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہ ہوتا، بعض کے کفر کا ارادہ کیا ہے اور بعض کے ایمان کا، ان ارادوں میں صدہا حکمتیں ہیں جو علم کلام میں مذکور ہیں، دیکھو ذبح اسمٰعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا حکم تھا ارادہ نہ تھا، یہاں اس کی رضاء کا ذکر ہے نہ کہ ارادے کا؛ ۲؎ یعنی جیسے اس شخص کو یاس کے بعد اس سے انتہائی خوشی ہوتی ہے جو بیان میں نہیں آ سکتی: کیونکہ اس بندے کو یاس بھی انتہائی (ناامیدی) جان سے ہو چکی تھی، ایسے ہی رب تعالیٰ کی یہ رضا ہم بیان نہیں کر سکتے، یہ تشبیہ مرکب ہے: جس میں پورے واقعہ کو پورے واقعہ سے تشبیہ دی جاتی ہے نہ کہ ہر حال کو ہر حال سے: لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا، کہ رب تعالیٰ مایوس بھی ہوا ہو، اور بعد میں اس کی آس بندھی ہو: مقصد یہ ہے کہ رب تعالیٰ ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہے: جتنی خوشی ہم کو اپنی جان بچنے سے ہوتی ہے، اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو بندے کے ایمان بچنے سے ہوتی ہے؛ ۳؎ یہ کلام بھی انتہائی خوشی بیان فرمانے کے لئے ہے، نہ کہ تشبیہ کے لئے؛ کیونکہ رب تعالیٰ غلطیوں اور خطا سے پاک ہے، یعنی بندہ کی خوشی سے مت کٹ گئی، وہ کہنا چاہتا تھا یا رب میں تیرا بندہ، تو میرا رب، لیکن الٹا کہہ گیا: اس سے معلوم ہوا کہ خطاءً منہ سے کفر نکل جانے پر بندہ کافر نہیں ہوتا نہ اس سے اس خطاکار کی بیوی نکاح سے خارج ہو، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر حکم کفر نہ فرمایا، مگر یہ جب ہے، جبکہ بندے کو اس خطا پر اطلاع نہ ہو اطلاع ہونے پر فوراً توبہ کرے، طلاق کا یہ حکم نہیں: لہٰذا اس حدیث سے وہ حضرات دلیل نہیں پکڑ سکتے، جو کلمہ یوں پڑھ لیتے ہیں لا الٰہ الا اللہ علی رسول اللہ: اور پھر بے اختیاری زبان کا بہانہ کر دیتے ہیں؛

أَذْنَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِي
ثُمَّ مَكَثَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ أَعَلِمَ عَبْدِي
أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثُمَّ مَكَثَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا
قَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ لِي فَقَالَ أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ
بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَآءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جُنْدُبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ ذَا الَّذِي

میں نے گناہ کرلیا مجھے معافی دیدے ۱ تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ۲ پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے کہتا ہے یا رب میں نے گناہ کرلیا بخش دے ۳ رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے جتنا رب چاہے پھر گناہ کر بیٹھتا ہے عرض کرتا ہے یا رب میں نے گناہ کرلیا مجھے معافی دے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کرے ۴ (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت جندب سے ۵ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا رب کی قسم اللہ تعالیٰ فلاں کو نہ بخشے گا ۶ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا وہ کون ہے

۱ یعنی زبان سے بھی کہتا ہے اور دل سے بھی، کہ گذشتہ پر نادم ہوتا ہے اور آئندہ کے لئے بچنے کا عہد کرتا ہے اور بقدر طاقت گذشتہ گناہ کا کفارہ بھی ادا کردیتا ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ تو گویا کہ ال مار کر فقط کہہ دو معافی ہوگئی۔ ۲ یہ کلام فرشتوں سے ہوتا ہے اظہار کرم کے لئے، مقصد یہ ہے کہ چونکہ بندے نے اپنے کو گنہگار اور مجھے غفار سمجھا ہے میرے در وازہ پر معافی مانگتا ہوا آیا، میں نے اسے معاف کردیا۔ ۳ یعنی توبہ کے وقت تو اس کا ارادہ یہی تھا کہ کبھی گناہ نہ کرونگا، مگر پھر کر بیٹھا، لہٰذا حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا، گناہ پر اصرار اور ہے اور بار بار گناہ ہو جانا اور توبہ کرتے رہنا کچھ اور۔ ۴ یعنی گناہ کرنے کا عادی اور میں بخشنے کا عادی جب تو گناہ سے باز نہیں آتا۔ تو میں اپنے بخشنے کی عادت کیوں چھوڑوں، تو کرتا جا میں بخشتا جاؤں، یہ فرمان گناہ کی اجازت دینے کیلئے نہیں بلکہ وسعت مغفرت کے اظہار کے لئے ہے، یعنی اس طرح بندہ اگر لاکھوں بار گناہ کریگا میں بخش دونگا کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنیکا ہی عہد ہو، مگر پھر کر بیٹھے، لہٰذا حدیث بالکل ظاہر ہے "توبہ کے زور سے گناہ کرنا کفر ہے کہ چلو گناہ میں حرج ہی کیا ہے، کل توبہ کرلیں گے، یہ توبہ نہیں، بلکہ شریعت کا مذاق اڑانا ہے اور خدائے تعالیٰ پر امن، یہ دونوں باتیں کفر ہیں، یا یہ مطلب ہے کہ ایسے توبہ کرنے والے کو رب تعالیٰ اپنی امن میں لیتا ہے کہ پھر اس سے گناہ ہوتے ہی نہیں، پھر فرمایا جاتا ہے کہ جو چاہے کر جیسے پرندے کے پر کاٹ کر اس سے کہو کہ جا اڑتا پھر۔ ۵ جندب حضرت ابوذر غفاری کا نام بھی ہے جو مشہور صحابی ہیں، اور دوسرے صحابہ کا بھی، یہاں غالباً دوسرے کوئی صحابی مراد ہیں، کیونکہ محدثین حضرت ابوذر کو جندب کے نام سے بیان نہیں کیا کرتے اور ہوسکتا ہے کہ ابوذر غفاری ہی مراد ہوں مرقات نے دوسری توجیہ کو ترجیح دی۔ ۶ یا اس لئے نہ بخشے گا کہ اس کے گناہ بہت ہی بڑا گیا یا اسلئے کہ اس نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور میں بڑا مقبول خدا ہوں، مجھ پر ظلم کرنا لائق بخشش نہیں پہلی صورت میں یہ کلام صرف غیبت ہے دوسری صورت میں غیبت بھی ہے اور اپنی شیخی بھی۔

يَتَأَلّٰى عَلَيَّ اَنِّيْ لَا اَغْفِرُ لِفُلَانٍ فَاِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ اَوْ كَمَا قَالَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ

جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشونگا۱ میں نے فلاں کو تو بخش دیا اور تیرے عمل ضبط کرلئے۲ یا جیسے حضور انور نے فرمایا۳ (مسلم) اور روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کا سردار یہ ہے۴ کہ تم کہو الٰہی تو میرا رب ہے۵ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں۶ اور بقدر طاقت تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں۷ میں اپنے کئے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۸ تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقراری ہوں۹ مجھے بخش دے تیرے سوا

۱؎ یتالّی تالّی سے بنا بمعنے قسم کھانا، اسی سے ایلاء ہے، یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے، پہلا فاسق تھا اور دوسرا متقی، مگر اپنے کو گنہگار جانتا تھا اور یہ عابد اپنے زہد و تقوے پر نازاں تھا (اشعہ) اس بارگاہ بے نیاز میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں، وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ شعر

او گنہاریاں عجز دکھا کماون قرب حضوری پاون ۔ عملاں والیاں ناز دکھاون دور نکالیاں جاون

۲؎ یعنی اس شخص کی شیخی کی وجہ سے میری غیرت کا دریا جوش میں آگیا، اس فاسق کو میں نے نیک بننے کی توفیق دے دی جس سے اسکے سارے گناہ بخشے گئے اور اس متکبر زاہد کی توفیق سلب کرلی جس سے یہ کافر ہوکر مرا اور اس کی تمام نیکیاں ضبط ہوگئیں، اس شرح کی بنا پر حدیث بالکل واضح ہوگئی، نہ آیات قرآنیہ کے خلاف ہی نہ دیگر احادیث کے، ضبطی عمل کفر سے ہوتی ہے نہ کہ معمولی گناہ سے، مرقات نے فرمایا کہ یہاں زاہد کے عمل ضبط ہونے سے مراد اس کی اس قسم کا جھوٹا کردینا ہے کہ فاسق کو بخش دیا اور زاہد کی قسم کو جھوٹا کردیا، اس صورت میں بھی یہ حدیث مذہب اہلسنت کے خلاف نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی طرف سے فیصلہ نہیں کرسکتا کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی، اللہ تعالٰی انجام بخیر کرے، آمین، ہر شخص ڈرتا رہے۔ شعر

پانی بھریں پنہاریاں رنگ برنگے گھڑے ۔ بھریا اس کا جانیئے جس کا توڑ چڑھے

۳؎ یہ شک راوی کی طرف سے ہے یعنی الفاظ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی تھے یا کچھ اور، مگر مضمون یہ ہی تھا، معلوم ہوا روایت بالمعنی جائز ہے۔ ۴؎ عربی میں سید وہ ہے جسکی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں رجوع کریں یعنی استغفار کے الفاظ بہت ہیں مگر یہ استغفار ان تمام کی جامع ہے، کیونکہ اس میں گذشتہ پر ندامت آئندہ کے لئے عہد، رب تعالٰی کے انعامات اپنی احسان فراموشی، بے وفائی سب کچھ ہی ہے۔ ۵؎ معلوم ہوا کہ استغفار توبہ بلکہ تمام دعاؤں میں اللہ تعالٰی کی حمد، اپنی بے کسی بیان کرنا بہتر ہے پھر جیسی عاجزی ویسی ہی حمد چاہیئے، دیکھو یہاں توبہ کرنا ہے تو پہلے اللہ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا یعنی تو پالنے والا ہم پلنے والے، پلنے والے قصور کیا ہی کرتے ہیں، پالنے والے بخشا ہی کرتے ہیں، بچے کپڑے اور بستر گندے کیا ہی کرتے ہیں ماں انہیں پاک صاف کیا ہی کرتی ہے حالانکہ وہ رب نہیں بلکہ مربی ہے۔ ۶؎ یعنی جہاں تک مجھ سے بن پڑیگا میں وہ عہد پورا کرونگا جو میثاق کے دن تجھ سے کیا ہے یا اسلام لاتے وقت تیرے پیارے حبیب سے کیا یا بالغ ہوتے وقت تیرے کسی ولی سے کیا، کیونکہ یہ سارے عہد تجھ سے ہی ہیں بقدر طاقت کی اسلئے قید لگائی کہ طاقت سے زیادہ کی پروردگار بھی تکلیف نہیں دیتا۔ ۷؎ شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ کئے سے مراد گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی، گناہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق نہ ملے

WWW.NAFSEISLAM.COM

الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّمْسِيَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ: عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ فِيْكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ لَقِيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ

گناہ کوئی نہیں بخش سکتا ۔ حضور نے فرمایا کہ جو یقین قلبی کے ساتھ دن میں یہ کہہ لے پھر اسی دن شام سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہوگا اور جو یقین دل کے ساتھ رات میں یہ کہہ لے پھر صبح سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہوگا (بخاری) دوسری فصل: روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے اے اولادِ آدم جب تک تو مجھ سے دعا مانگے اور مجھ سے آس لگائے تو میں تجھے تیرے عیوب کے باوجود بخشتا رہوں گا میں بے پرواہ ہوں اے ابن آدم اگر تیرے گناہ کنارہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا مجھے پرواہ نہ کروں گا اے اولادِ آدم اگر تو زمین بھر کر خطاؤں کے ساتھ ملے مگر ایسے ملے کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین بھر

اور نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبر و غرور ہو جائے۔ خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ و زاری، عجز و نیاز و توبہ نصیب ہو اس نیکی سے بہتر ہے جس کے بعد تکبر و غرور ہو، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خطاءً گندم کھالینا شیطان کے سجدوں سے افضل تھا۔ ۱؎ سبحان اللہ کیسی پیاری عرض و معروض ہے یعنی میں اقراری ہوں کہ کانٹے میرے پاس ہیں پھول تیرے پاس، خطائیں میری طرف سے عطائیں تیری طرف سے، بحکم قرآن پاک ظلوم و جہول میں ہوں، غفور رحیم تو ہے جس لائق میں تھا وہ میں نے کرلیا، جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر، بدکاری میں نے کرلی، ستاری تو کر، گنہگاری میں نے کرلی غفاری تو کر، تیرا ایک چھینٹا ہمارا بیڑا پار ہے۔ شعر

ما ایم پر گناہ تو دریائے رحمتی ۔ آنجا کہ فضل تست چہ باشد گناہ ما

۲؎ یقین کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ بندہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل کا یقین رکھے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالٰی نے اپنے دروازے پر بلایا ہے تو آیا ہوں اپنے آپ نہیں آیا اور کریم بھکاری کو بلا کر دیا ہی کرتے ہیں، خالی نہیں پھیرتے، جسے یہ یقین ہوگا ان شاء اللہ بخشا ہی جائے گا۔ ۳؎ علمائے کرام علٰی ما کے معنی (باوجود) کرتے ہیں یعنی تیرے کیسے ہی گناہ ہوں میں بخش دوں گا، میں آنے والے کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے دروازے کو دیکھتا ہوں کہ کس دروازے پر آیا۔ صوفیائے کرام اس کے معنی کرتے ہیں مطابق یعنی تجھے تیرے گناہ کے مطابق بخشوں گا، چھوٹے گناہ کی چھوٹی بخشش، بڑے گناہ کی بڑی بخشش، لاکھوں گناہوں کی لاکھوں بخششیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ شعر

گنہ رضا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا ۔ مگر اے کریم تیرے عفو کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے

۴؎ عنان عین کے فتحہ سے بمعنے بادل: اور عین کے زیر سے بمعنے ظاہر؛ اور اعنان عین کی جمع بمعنے کنارہ، بعض نسخوں میں اعنان بھی ہے، مطلب یہ

بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ عَلِمَ اَنِّيْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلٰى مَغْفِرَةِ الذُّنُوْبِ غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا اُبَالِيْ مَا لَمْ يُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ رَوَاهُ

بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤنگا[1] (ترمذی احمد دارمی عن ابی ذر) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو جانتے کہ میں گناہ بخش دینے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دونگا کچھ پرواہ نہ کرونگا جب تک کہ وہ میرا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے[2] (شرح سنہ) ۞ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو استغفار کو اپنے پر لازم کرلے تو اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے چھٹکارا اور ہر غم سے نجات دیگا اور وہاں سے اُسے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو سکے

ہے کہ اگر تو گناہوں میں ایسا گھر جائے جیسے زمین آسمان سے گھری ہوئی ہے کہ ہر طرف تیرے گناہ ہوں، بیچ میں تو ہو، پھر مجھ سے معافی مانگے، تو میں تیرے سارے گناہ بخش دونگا، بلکہ آسمان زمین کی چکی سب کو پیس دیتی ہے، اس کے سوا جو رب سے لگ جائے، کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا. شعر

چکیا چکیا سب کہیں اور کلیا کہے نہ کوئے جو کلیا سے لاگا اس کا بال نہ بیکا ہوئے

ل؎ قراب قاف کے زیر یا پیش سے بمعنے قریب المقدار مشارق میں فرمایا کہ قراب کسرہ سے تلوار کی میان اور سوار کا بڑا توشہ، اور ضمہ سے بمعنی قرب، مطلب یہ ہے کہ جیسے رازق ہر مرزوق کو بقدر حاجت روٹی دیتا ہے، ہاتھی کو من اور چیونٹی کو کن دیتا ہے، ایسے ہی وہ غفار بقدر گناہ مغفرت عطا فرمائیگا، مگر شرط یہ ہے کہ گنہگار موحد ہو، اسی لئے شرط لگائی گئی کہ میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو، خیال رہے کہ جیسے مقامات پر شرک یعنی کفر ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ اور نبی یا کتاب یا اسلامی احکام میں سے کسی کا انکار درحقیقت رب تعالیٰ کا ہی انکار ہے، لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔ اور اس میں کفار کی مغفرت کا وعدہ نہیں، کفر و مغفرت میں تضاد ہے۔ ۲؎ سبحان اللہ بہت امید افزا حدیث ہے یعنی جو مومن رب تعالیٰ کو عذاب و مغفرت پر قادر مانے، پھر اس سے گناہ سرزد ہو جائے، رب تعالیٰ اپنے فضل سے اُسے بخش دے گا، مالم یشرك پہلے جملہ کی تاکید ہے، کیونکہ جو رب تعالیٰ کو نبی کے بتانے سے ہر چیز پر قادر مانے وہ مومن ہی ہوگا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کی بخشش توبہ پر موقوف نہیں، یوں ہی حقوق العباد کی معافی خود حق والے سے معاف کرانے پر موقوف نہیں، کہ رب تعالیٰ اسکے بغیر بخش ہی نہ سکے قانون اور ہے قدرت کچھ اور، قانون کے ہم پابند ہیں رب تعالیٰ پابند نہیں، اس حدیث میں رب تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے اور حقوق العباد والی حدیث میں قانون کا ذکر۔ لہذا احادیث آپس میں متعارض نہیں اور نہ اس میں بندوں کو گناہ پر دلیر کرنا ہے ۳؎ اس طرح کہ روزانہ استغفار کے کلمے زبان سے ادا کیا کرے گناہ کرے یا نہ کرے، بہتر یہ ہے کہ نماز فجر کے وقت سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے ستر بار پڑھا کرے کہ یہ وقت استغفار کیلئے بہت ہی موزوں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۴؎ یہ عمل بہت ہی مجرب ہے، روزی سے مراد مال، اولاد، عزت سب ہی ہے، استغفار کرنے والے کو رب تعالیٰ یہ تمام نعمتیں غیبی خزانہ سے بخشتا ہے۔

أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ ۞
وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ
التَّوَّابُونَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ
صُقِلَ قَلْبُهُ وَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهُ فَذٰلِكُمُ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَلَّا بَلْ

(احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ معافی مانگ لینے والا گناہ پر اڑیل نہیں اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے[1] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر انسان خطا کار ہے[2] بہترین خطا کار رجوع کرلینے والے ہیں[3] (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ داغ لگ جاتا ہے[4] اگر توبہ کرے اور معافی مانگے تو اس کا دل صیقل ہوجاتا ہے اور اگر گناہ زیادہ کرے تو سیاہی زیادہ ہوتی ہے حتی کہ دل پر چھا جاتی ہے یہ ہی وہ زنگ ہے[5] جس کا رب تعالٰی نے ذکر فرمایا ہے کہ ان کے

قرآن کریم فرماتا ہے فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا: قرآن کریم میں استغفار پر پانچ نعمتوں کا ذکر فرمایا، اور اس حدیث نے تین نعمتوں کا، مگر ہماری اس شرح سے وہ پانچوں نعمتیں ان میں آگئیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ: یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔ ۱؎ یعنی وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا: کہ وہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے اڑتے نہیں، وہاں اڑنے سے مراد یہ ہے کہ گناہ بار بار کرے اور توبہ کبھی نہ کرے، جو توبہ کرتا ہے وہ اڑیل نہیں: توبہ کے معنی پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ بوقت توبہ گناہ سے باز رہنے کا پورا ارادہ ہو اور اگر توبہ کے وقت ہی یہ خیال ہے کہ گناہ کرتا ہی رہونگا، تو یہ توبہ نہیں بلکہ اسلام کا مذاق ہے۔ ۲؎ یہاں کل مجموعی ہے نہ کہ کل افرادی یعنی تمام انسان گنہگار رہیں نہ کہ ہر انسان، کیونکہ حضرات انبیاء گناہوں سے معصوم ہیں کہ گناہ کر سکتے ہی نہیں: اور بعض اولیاء محفوظ کہ گناہ کرتے نہیں اور اگر یہ کل افرادی ہو تو خطا میں لغزشیں بھی داخل ہوں گی یا یہ عام مخصوص البعض ہے جس سے وہ پاک حضرات مستثنٰی ہیں لہذا یہ حدیث نہ تو قرآنی آیات کے خلاف ہے نہ ان احادیث کے جن میں ان مقبولوں کی عصمت کا ذکر ہے اور نہ اس حدیث کی بنا پر حضرات انبیاء کو گنہگار کہا جاسکتا ہے۔ عصمت انبیاء کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق کے تتمہ میں ملاحظہ کیجئے۔ ۳؎ یعنی لوٹنے والے گناہ سے نیکی کی طرف، خطاؤں سے معافی کی طرف غفلت سے بیداری کی طرف، خلق سے خالق کی طرف، غیبوبت سے حضور کی طرف، نفس سے رب غفور کی طرف غرضکہ جیسی خطا ویسی توبہ: یہ حدیث توبہ کی تمام اقسام کو جامع ہے: رب تعالٰی توبہ کی توفیق دے۔ ۴؎ خیال رہے کہ انسان کا دل صاف شفاف آئینہ کی طرح ہے، ذرا سے غبار سے دھندلا ہو جاتا ہے: گناہ دل کے غبار ہیں اور کفر دل کا زنگ، قلب کا قالب سے گہرا تعلق ہے جیسے جڑ کا شاخوں سے، اس لئے گناہ جسم کرتا ہے اور سیاہ دل ہوتا، دیکھو غم و فکر دل کو ہوتا ہے اور جسم دبلا پتلا پڑ جاتا ہے، جسم کو صاف ستھرے غسل کرانے، اچھی ہوا لینے سے دل کو شفا ہوتی ہے: یہ بھی خیال رہے کہ جیسے گناہ بہت آہستگی سے

رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ؛ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا اَبْرَحُ اُغْوِيْ عِبَادَكَ مَا دَامَتْ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ اَجْسَادِهِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ

اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ لگا دی^۱ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے؛ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے غرغرے سے پہلے^۲ (ترمذی، ابن ماجہ)؛ روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان نے عرض کیا یا رب تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اس وقت تک بہکاؤں گا^۳ جب تک ان کی جانیں ان کے جسموں میں رہیں^۴ رب عزوجل نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلالت اور بلندی درجات کی قسم

دل کو میلا کرتے ہیں، ایسے ہی توبہ اور نیک اعمال بہت آہستگی سے پہلے دل کو صاف کرتے ہیں مگر نبی کی عداوت یکدم شفاف دل کو میلا نہیں بلکہ زنگ آلود کر دیتی ہے جیسے شیطان کا حال ہوا کہ لاکھوں سال کی عبادت ایک سیکنڈ میں برباد ہوکر اس کا دل ناقابل علاج زنگ آلود ہو گیا، اور مقبول بندے کی نگاہِ کرم ایک آن میں زنگ آلود دل کو صاف کرکے اس پر پالش کر دیتی ہے، موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے برسوں کے مجرم جادوگر، مومن، صحابی، صابر اور شہید ہو گئے، حضور غوث پاک کی ایک نظر سے چور قطب ہو گئے، اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں شعر

یک زمانہ صحبتے با اولیاء: بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا؛ یک زمانہ صحبتے با انبیاء: بہتر از ہزار سالہ طاعت بے ریا؛ یک زمانہ صحبتے با مصطفٰے: بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا۔

۱؎ مسلسل گناہ بغیر توبہ کی وجہ سے دل میں زنگ بلکہ کٹھ لگ جاتی ہے جو پھر صرف نیکیوں سے صاف نہیں ہوتی بلکہ نگاہِ کامل سے صاف ہوتی ہے، اسی لئے رب تعالٰی نے عرب جیسے کٹھ لگے ہوئے ملک میں ایسے شاندار رسول کو بھیجا: اندھے شیشوں میں کوئی خاص چمک والا ہی چمکتا ہے، وہاں چمکنا ہر ایک کا کام نہیں ران رین سے بنا بمعنے کٹھ یا بہت مٹی تہ والا پردہ۔ ۲؎ نزع کی حالت کو جبکہ موت کے فرشتے نظر آجائیں غرغرہ کہتے ہیں، اس وقت کفر سے توبہ قبول نہیں کیونکہ ایمان کے لئے ایمان بالغیب ضروری ہے، اب غیب مشاہدہ میں آگیا، اسی لئے ڈوبتے وقت فرعون کی توبہ قبول نہ ہوئی، مگر گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہے، اگر توبہ کا خیال آجائے اور الفاظ توبہ بن پڑیں؛ اسی لئے مرقات نے یہاں فرمایا کہ عبد سے مراد بندۂ کافر ہے، کہ غرغرہ کے وقت اس کی توبہ قبول نہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ الخ: بعض علماء نے فرمایا کہ ملک الموت ہر مرنے والے کو نظر آتے ہیں مومن ہو یا کافر، خیال رہے کہ قبض روح پاؤں کی طرف سے شروع ہوتا ہے، تاکہ بندہ کی اس حالت میں دل و زبان چلتے رہیں گنہگار توبہ کرلیں، کہا سنا معاف کرالیں، کوئی وصیت کرنی ہو تو کرلیں، یہ بھی خیال رہے کہ غرغرہ کے وقت گناہوں سے توبہ کے معنے ہیں گذشتہ گناہوں پر شرمندہ ہو جانا: اب آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد بیکار ہے، کہ اب تو دنیا سے جا رہا ہے، گناہ کا وقت ہی نہ پاسکے گا، مگر یہ توبہ اس وقت کی قبول ہے کہ رب تعالٰی غفار ہے۔ ۳؎ شیطان سے مراد ابلیس ہے اور بہکانے سے مراد اچھے عقیدوں یا اچھے اعمال سے الگ کر دینا ہے، یعنی میں بندوں کے مرتے وقت

لَا اَزَلُ اَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ؛ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُهُ مَسِيْرَةُ سَبْعِيْنَ عَامًا لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ مِنْ قِبَلِهٖ وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ؛

میں انہیں بخشتا ہی رہونگا جب تک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں[۱] (احمد)؛ روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال سے[۲] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے توبہ کیلئے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے[۳] وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو[۴] یہ ہی عزوجل کا فرمان عالی شان ہے جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی ایسے نفس کو ایمان مفید نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو[۵] (ترمذی، ابن ماجہ)

تک کوشش کرونگا کہ وہ بدعقیدہ ہوجائیں، اگر یہ نہ کرسکا تو کم از کم ان سے گناہ ہی کرادونگا، اگر یہ بھی نہ ہوسکا تو انہیں نیکی سے روک دونگا، اگر یہ بھی نہ ہوسکا تو بڑی نیکی سے روک کر چھوٹی نیکی میں مشغول کردونگا: ابلیس کی یہ کوشش بندے کے مرتے وقت تک رہتی ہے: بعد موت یہ کوشش تو ختم ہوجاتی ہے اب قبر کے سوالات کے جوابات میں بہکاتا ہے: اسی لئے بعد دفن میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے: لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد دفن میت کے لئے شیطان سے حفاظت کی دعا فرمائی: اور نہ اس آیت کے خلاف ہے کہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ: بہرحال کوئی شخص کسی حال میں اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ جانے اللہ کی پناہ مانگے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم تھے، اور جنت میں تھے، جو جگہ محفوظ تھی، مگر پھر بھی شیطان نے وہاں اپنا داؤ چلا دیا تو ہم نہ معصوم ہیں نہ دنیا جگہ محفوظ، پھر ہم کس چیز پر شیخی ماریں، یا اللہ تیری پناہ؛ ۱ یعنی اگر جان نکلتے نکلتے بندہ توبہ کرے تو معافی ہوجائے گی: معلوم ہوا کہ غرغرہ کی توبہ گناہ قبول ہے جیسا پہلے عرض کیا گیا؛ ۲ آپ مشہور صحابی ہیں کوفہ میں قیام رہا، دس غزوات میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود نے آپ سے احادیث روایت کیں؛ ۳ یعنی آسمانوں میں بہت دروازے ہیں۔ بعض دروازے فرشتوں کے اترنے کیلئے، بعض رزق عباد نازل ہونے کے لئے، بعض اعمال عباد چڑھنے کے لئے، ایک دروازہ وہ ہے جس سے بندوں کی توبہ جاتی ہے اور بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتی ہے، یہ دروازہ مدینہ منورہ سے جانب مغرب آسمان میں واقع ہے، اس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے، تو اس کی لمبائی اور اونچائی کتنی ہوگی یہ رب ہی جانے: حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے کسی قسم کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں، آسمان کے دروازے قرآن کریم سے ثابت ہیں وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا الخ؛ ۴ یعنے آسمان کے اور دروازے تو مخصوص اوقات میں بند ہوجاتے ہیں جیسے بندہ کے مرجانے پر اس کی روزی، اعمال کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، مگر توبہ کا دروازہ قریب قیامت ہی بند ہوگا؛ ۵ اس کی تحقیق پہلے ہوچکی کہ جو شخص پہلے دنیا میں موجود ہو اور کافر ہو اور اب سورج کو پچھم سے نکلتے دیکھ کر ایمان لائے، تو اس کا یہ ایمان قبول نہ ہوگا کیونکہ ایمان بالغیب ایمان معتبر ہے، اور آج ایمان بالشہادۃ ہوگیا جیسے کہ غرغرہ کی حالت میں یا رب کا ظاہری عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں، جو اس کے بعد پیدا ہوا اس کا ایمان معتبر ہوگا، یوں ہی گنہگار مسلمان کی توبہ قبول ہوگی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں بعض آیات سے مراد آفتاب کا پچھم سے نکلنا ہے: بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کے بعد گناہوں سے توبہ بھی قبول نہ ہوگی، کیونکہ یہاں فرمایا اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ لَا تَنْقَطِعُ الْھِجْرَۃُ حَتّٰی تَنْقَطِعَ التَّوْبَۃُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَۃُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَيْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلَيْنِ كَانَا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ مُتَحَابَّيْنِ اَحَدُھُمَا مُجْتَھِدٌ فِی الْعِبَادَۃِ وَالْاٰخَرُ يَقُوْلُ مُذْنِبٌ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَقْصِرْ عَمَّا اَنْتَ فِيْہِ فَيَقُوْلُ خَلِّنِیْ وَرَبِّیْ حَتّٰی وَجَدَہٗ يَوْمًا عَلٰی ذَنْبٍ اِسْتَعْظَمَہٗ فَقَالَ اَقْصِرْ فَقَالَ خَلِّنِیْ وَرَبِّیْ اَبُعِثْتَ عَلَیَّ رَقِيْبًا فَقَالَ وَاللّٰہِ لَا يَغْفِرُ اللّٰہُ لَكَ اَبَدًا اَوْ لَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّۃَ

روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت بند نہ ہوگی[۱] حتی کہ توبہ بند ہو اور توبہ بند نہ ہوگی حتی کہ سورج اپنے مغرب کی طرف سے نکلے[۲] (احمد، ابوداؤد، دارمی)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں دو محبت والے دوست تھے[۳] جن میں سے ایک تو عبادت میں کوشاں تھا اور دوسرا کہتے ہیں گنہگار تھا[۴] عابد کہنے لگا کہ ان کاموں سے باز آ جن میں تو پھنسا ہے وہ کہنے لگا مجھے میرے رب پر چھوڑ دے[۵] ایک دن عابد نے اسے ایسے گناہ پر پایا جسے اس نے بہت ہی بڑا جانا تو بولا باز آجا وہ بولا مجھے میرے رب پر چھوڑ کیا تو میرا داروغہ مقرر ہوا ہے[۶] یہ بولا اللہ کی قسم تجھے رب تو کبھی بخشے گا اور نہ جنت میں داخل کرے گا[۷]

خیرًا، مگر یہ قول کچھ کمزور سا ہے: خَیْرٌ فِی الْاِیْمَانِ کچھ اور ہی ہے۔ ۱؎ ہجرت کے معنے ہیں چھوڑنا یا منتقل ہونا: یہاں اس سے مراد کفر سے ایمان کی طرف، دارِ شرک سے دارِ اسلام کی طرف، گناہوں سے توبہ کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، کفران سے غفران کی طرف منتقل ہونا ہے: یہ ہجرتیں قرب قیامت تک جاری رہیں گی، مکہ معظمہ سے ہجرت غلبۂ کفر کی بنا پر ختم ہوچکی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا لَاھِجْرَۃَ بَعْدَ الْیَوْمِ اور حضرت عباس کو خاتم المہاجرین قرار دیا گیا یعنے مکہ معظمہ سے آخری مہاجر، لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ توبہ اور ہجرتوں کا سلسلہ قرب قیامت تک قائم رہے گا: خیال رہے کہ اسلام میں نہ زمین گھومتی ہے نہ آسمان بلکہ چاند سورج اور تارے آسمان پر تیر رہے ہیں جیسے سمندر میں کشتیاں، رب تعالٰی فرماتا ہے کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ، تو جو رب انہیں ہمیشہ مشرق سے مغرب کی طرف تیرانے پر قادر ہے وہ اس کے برعکس بھی تیرا سکتا ہے۔ ۳؎ جن کی محبت رشتہ داری یا شرکت کاروباری کی وجہ سے تھی نہ کہ دین و تقوی کی بنا پر، کیونکہ مومن کافر فاسق فاجر سے یہ محبت نہیں ہوسکتی، رب تعالٰی فرماتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ الخ۔ ۴؎ حق یہ ہے کہ یَقُوْلُ کا فاعل یا تو خود وہ بندہ ہے یعنے وہ بندہ کہتا تھا میں گنہگار ہوں یا اس زمانہ کے لوگ ہیں یعنی کہنے والے کہتے تھے کہ وہ گنہگار ہے، اس کے فاعل حضور نہیں کیونکہ حضور کو تو ان دونوں کے انجام کی خبر تھی کہ گنہگار سعید ہے اور وہ عابد شقی اسی لیے حضور انور نے اس عابد کو صالح نہ فرمایا بلکہ مجتہد فی العبادت فرمایا یعنی عبادت میں کوشاں (مرقات) بعض کے خیال میں یَقُوْلُ کا فاعل حضور ہی ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ حضور فرماتے ہیں اس وقت وہ گنہگار تھا۔ ۵؎ یعنی تو میری فکر نہ کر، اپنی کر، میرا معاملہ میرے رب کے ساتھ ہے، اس کا یہ کلام رب تعالٰی سے امید کی بنا پر ہے نہ کہ بے خوفی سے، ورنہ کفر ہوجاتا۔ ۶؎ غالبًا عابد نے اسے بہت جھڑکا ہوگا اور ذلیل و خوار اور لوگوں میں بدنام کیا ہوگا: اس لئے نے جل کر یہ کہا: خیال رہے کہ تبلیغ بہت اچھی چیز ہے مگر دوسرے میں ضد پیدا کردینا اور اسے بدنام کرنا برا کہ اس سے سامنے والا گناہ چھوڑیگا نہیں بلکہ

فَبَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْهِمَا مَلَكًا فَقَبَضَ اَرْوَاحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهٗ فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِيْ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ اَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تَحْظُرَ عَلٰى عَبْدِيْ رَحْمَتِيْ فَقَالَ لَا يَا رَبِّ قَالَ اذْهَبُوْا بِهٖ اِلَى النَّارِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَّلَا يُبَالِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ

اللہ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیجا جس نے ان دونوں کی روحیں قبض کیں۱۰؎ یہ دونوں رب کے پاس جمع ہوئے۱۱؎ تو رب نے گنہگار سے فرمایا تو میری جنت میں داخل ہو جا اور دوسرے سے فرمایا۱۲؎ کیا تو میرے بندے پر میری رحمت روک سکتا ہے عرض کیا نہیں یا رب۱۳؎ فرمایا اسے لے جاؤ اسے آگ میں۱۴؎ (احمد) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے۱؎ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سنا کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ تمہارے گناہ بخش دیگا اور بے پرواہ بھی ہے کریگا۲؎ (احمد ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور

ضد میں اگر زیادہ گناہ کر لیگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ لہذا اس کا یہ جواب بھی کفر نہ ہوگا۹؎ یہ وہ کلام ہے جو اس عابد پر عتاب کا باعث ہوا یعنی کسی گنہگار کے متعلق دائمی جہنمی ہونے کا فیصلہ، کیونکہ مغفرت یا عذاب اللہ کے قبضہ میں ہے: نیز کوئی گنہگار دائمی جہنمی نہیں، اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تجھے خدا نہ بخشے گا مجھے ضرور بخشے گا، کہ میں نیک کار ہوں، غرضکہ اس کلام میں دو جرم ہوئے۱۰؎ یہ فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جو ہر مرنے والے کے پاس مع اپنے خدام کے پہنچتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں کی بیک وقت روحیں قبض کی گئیں، گنہگار اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر مرا اور عابد اس پرانے تکبر پر، کہ میں بڑا عابد ہوں، میری ضرور بخشش ہو گی۱۱؎ عرش اعظم کے نیچے (مرقات) رب تعالیٰ بعض بندوں سے مرتے ہی کلام فرماتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا۱۲؎ اس طرح کہ میں نے اپنے فضل سے تجھے زندگی میں توبہ کی توفیق بخشی اور تیری توبہ قبول کی اور اگر بغیر توبہ بھی مر گیا تھا، تو تیرے گناہ محض اپنے فضل سے معاف کر دیئے: خیال رہے کہ جنت میں داخلہ بغیر نیک اعمال ہو سکتا ہے، مسلمانوں کے بچے، دیوانے جنتی ہیں بغیر عمل مگر دوزخ میں داخلہ بغیر جرم نہ ہوگا: اسی لئے دیوانہ کفار اور کفار کی ناسمجھ اولاد جہنمی نہیں۱۳؎ یہ اقرار اس وقت کر رہا ہے جب اقرار کرنا مفید نہیں ہوتا، اس کی جگہ دنیا تھی اس لئے قبول نہ ہوا اور سزا دی گئی۱۴؎ یعنی اسے کچھ روز کے لئے دوزخ میں لے جاؤ، تاکہ یہ اپنے غرور و تکبر کی سزا بھگتے، یہ شخص کافر نہ تھا متکبر تھا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ وہ گناہ جو انسان میں ندامت عجز و انکسار پیدا کر دے، اس عبادت سے بہتر ہے جو عابد میں تکبر و غرور پیدا کر دے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے (مرقات) دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کا خطاء گندم کھانا شیطان کی ہزارہا سال کی عبادت سے افضل ہوا کہ اس خطا سے آپ بہت عرصہ تک توبہ کرتے رہے اور شیطان اس عبادت سے مغرور ہو گیا، اسی لئے حضرت آدم کے سر پر خلافت کا تاج رکھا گیا اور شیطان کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا۔

۱؎ آپ مشہور صحابیہ انصاریہ ہیں، یزید ابن سکن کی بیٹی ہیں، بڑی عاقلہ بہادر تھیں غزوہ تبوک میں حاضر تھیں، چوب خیمہ سے نو کفار کو قتل کیا، آپ کے حالات زندگی پہلی جلد میں بیان ہوئے (اشعہ) ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہے اور عباد سے مراد غلام، مسلمان ہیں (اشعہ) یعنی اے میرے غلام اب تو جنہوں نے گناہ کر لئے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو رب تمام گناہ بخش دے گا کیونکہ تم مسلمان ہو: یہاں يَقْرَأُ بمعنے يَقُوْلُ ہے جیسا کہ شرح

شرح السنۃ یقول بدل یقدر، وعن ابن عباس فی قول اللہ تعالی الا اللمم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تغفر اللہم تغفر جما وای عبد لک لا الما رواہ الترمذی و قال ھذا حدیث حسن صحیح غریب، وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالی یا عبادی کلکم ضال الا من ھدیت فاسئلونی الھدی اھدکم وکلکم فقراء الا من اغنیت فاسئلونی ارزقکم وکلکم مذنب الا من عافیت

شرح سنہ میں پڑھتے تھے کی بجا فرماتے تھے ۱ روایت ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالٰے کے اس قول کے متعلق کہ الا اللمم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی اگر تو بخشے تو بڑے گناہ بخش دے گا وہ صغیرہ کس بندے سے نہیں کئے ۲ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح، غریب ہے ۳ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو سوا اسکے جسے میں ہدایت دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو تمہیں ہدایت دونگا اور تم سب فقیر ہو سوا اس کے جسے میں غنی کردوں لہذا مجھ سے مانگو میں تمہیں روزی دوں گا ۵ اور تم سب مجرم ہو سوا اسکے جسے میں سلامت

سنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ وہاں یقول ہے۔ آیت کریمہ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الخ میں بھی محققین علماء کا یہی قول ہے کہ وہاں بھی عبادی سے حضور کے بندے و غلام مراد ہیں، کیونکہ کفار کے گناہ ناقابل معافی ہیں اور وہ رحمت الٰہی سے ناامید کردیئے گئے ہیں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

بندہ خود خواند احمد در رشاد جملہ عالم را بخواں قل یا عباد

اس سے معلوم ہوا کہ عبدالرسول، عبدالنبی کہہ سکتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ ۲ لا ابالی سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ یہ کلام حدیث ہے قرآنی آیت نہیں، قرآن کریم میں لا ابالی نہیں ہے (مرقات) یعنی تمام گنہگار مسلمانوں کو بخش دینے میں رب کو پرواہ بھی نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ و حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں، بجز کفر ہر گناہ کی مغفرت ہوسکتی ہے۔

۱ آیت کریمہ یہ ہے وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ یعنی جو لوگ گناہ کبیرہ اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں بجز چھوٹے گناہوں کے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جن گناہوں پر حد شرعی مقرر ہے وہ کبیرہ ہیں اور جن پر کوئی وعید نازل ہوئی وہ فاحشہ ہے، اور جن پر ان دونوں میں سے کچھ نہیں وارد ہوا صرف ممانعت ہے وہ لمم یعنی گناہ صغیرہ ہے۔ ۲ یہ شعر امیہ ابن ابی الصلت کا ہے اگرچہ امیہ زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہے، مگر اس کے اشعار بہت حکمت و معرفت کے ہیں، اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کے اشعار سنتے بھی تھے اور خود پڑھتے بھی تھے چنانچہ یہ شعر حضور انور نے بطور دعا پڑھا، مطلب یہ ہے کہ اے مولٰی تو تو کریم ہے، اپنی بخشش میں گناہ صغیرہ کی قید نہ لگا، تو چاہے تو بڑے بڑے گناہ بھی بخش دے۔ گناہ صغیرہ تو سارے ہی لوگ کرتے رہتے ہیں مولٰی صغیرہ بھی بخش اور کبیرہ بھی، بتا کہ گناہ کبیرہ والے کس دروازہ پر جائیں، ان کا ٹھکانہ بھی تیرا ہی دروازہ ہے۔

۳ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جن میں سے بعض اسنادیں صحیح ہیں، بعض غریب، لہذا متن حدیث صحیح بھی ہے حسن بھی اور غریب بھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شعر سنتے اور پسند کرتے بھی تھے اور خود بھی پڑھتے تھے۔ رب جو فرماتا ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وہاں شعر بنانا اور شعر گا کر پڑھنا مراد ہے (مرقات) یا شعر سے مراد جھوٹا کلام ہے اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں ملاحظہ فرمایئے۔

فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلَی الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِیْ غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا اُبَالِیْ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ
وَاٰخِرَكُمْ وَحَیَّكُمْ وَمَیِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَیَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِیْ
مَا زَادَ ذٰلِكَ فِیْ مُلْكِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَحَیَّكُمْ وَمَیِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ
وَیَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَشْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِیْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِیْ جَنَاحَ
بَعُوْضَةٍ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَحَیَّكُمْ وَمَیِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَیَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا فِیْ صَعِیْدٍ
وَّاحِدٍ فَسَاَلَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْكُمْ مَا بَلَغَتْ اُمْنِیَّتُهٗ فَاَعْطَیْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ

رکھوں تو تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخشش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخشش دونگا اور پرواہ بھی نہ کرونگا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مرے تر و خشک میرے بندوں میں نیک ترین بندے کے دل پر ہو جائیں تو یہ ان کی نیکی میرے ملک میں مچھر کے پر برابر بڑھائے گی نہیں اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مرے تر و خشک میرے بندوں میں سے بدبخت ترین دل پر متفق ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے مچھر کے پر برابر کم نہ کریں گے اور اگر تمہارے پچھلے زندے مرے تر و خشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمنا و آرزو مجھ سے مانگے پھر میں ہر منگتے کو دے دوں تو یہ میرے ملک سے ......

۵ یہ حدیث قدسی اس آیت کی شرح ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ اس حدیث میں بتایا گیا رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہدایت ہے جسے میسر ہو، انسان کو چاہیے کہ ہدایت کی دعا ضرور مانگے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انبیاء و اولیاء نے بھی رب تعالیٰ ہی سے ہدایت لی ہے مگر وہ حضرات بحکم الٰہی ہمیں ہدایت دیتے ہیں، سورج نے رب ہی سے نور لیا، مگر زمین کو نور دیتا ہے، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّكَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اے محبوب تم سیدھے راہ کی ہدایت دیتے ہو۔ ۵ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے بعض بندوں کو غنی فرمایا، ایسا غنی کہ وہ دوسروں کو بھی بحکم پروردگار غنی کر دیتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔

۱ سبحان اللہ کیا ہمت افروز امید افزا کلام ہے، بندہ اپنے گناہ سے رب کی رحمت کو زیادہ جانے اور اپنے آپ کو، اپنے اعمال کو رب کی قدرت میں مانے انشاء اللہ بخشا جائیگا۔ ۲ کسی نہایت نیک پرہیزگار متقی بندے کو چن لو پھر غور کرو کہ اگر سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح ہو جائیں کہ کوئی شخص کوئی گناہ ہی نہ کرے، تو اس سے میرے خزانے بڑھتے نہیں۔ ۳ یعنی دنیاوی بادشاہوں کے خزانے رعایا کی نیکی سے بھرتے ہیں، اگر رعایا باغی ہو کر ٹیکس دینے سے انکاری ہو جائے، تو بادشاہ کے خزانے خالی رہ جائیں۔ ہمارے خزانوں کا یہ حال نہیں، تمام جہان کی نیکیوں سے ہمارے خزانے میں مچھر کے پر برابر زیادتی نہیں ہوتی۔ مخلوق کی نیکی سے خود ان کا اپنا بھلا ہے، ہم بے پرواہ ہیں۔ ۴ یعنی تم کسی بدترین شخص کو سوچو جیسے ابلیس، اور غور کرو کہ اگر تمام مخلوق اس فاسق ابلیس کی طرح فاسق و فاجر و گنہگار ہو جائے، تو ان کے گناہوں سے میرا کچھ بگڑتا نہیں خود ان کا اپنا بگڑتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ تمام فرضی صورتیں ہیں جو سمجھانے کے لیے پیش کی گئی ہیں، ورنہ فرشتے انبیاء اور بعض اولیاء وہ ہیں جن سے گناہ سرزد ہو سکتے ہی نہیں، لہٰذا حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محبوب فرما دو اگر خدا کے بیٹا ہوتا تو پہلے اسے میں پوجتا، نہ خدا کے بیٹا ہو سکتا

ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِيْ اِلَّا كَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيْهِ اِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا ذٰلِكَ بِاَنِّيْ جَوَادٌ مَاجِدٌ اَفْعَلُ مَا اُرِيْدُ عَطَائِيْ كَلَامٌ وَعَذَابِيْ كَلَامٌ اِنَّمَا اَمْرِيْ لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْتُ اَنْ اَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ‏؛ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ اَنَا اَهْلٌ اَنْ اُتَّقٰى فَمَنِ اتَّقَانِيْ فَاَنَا اَهْلٌ اَنْ اَغْفِرَ لَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ

مقابل ایسا ہی کم دتھوڑا) ہوگا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گذرے اس میں سوئی ڈبوئے پھر اسے اٹھائے[۶] یہ اس لئے ہے کہ میں داتا ہوں[۷] بہت دینے والا جو چاہتا ہوں کرتا ہوں[۸] میری عطا صرف فرمادینا ہے اور میرا عذاب صرف فرمادینا ہے میرا حکم کسی شئے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ چاہتا ہوں فرمادیتا ہوں ہوجا وہ ہوجاتی ہے[۹] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے تلاوت فرمایا وہ تقوے اور بخشش والا ہے حضور نے فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے تو جو مجھ سے ڈرے گا تو میں اس لائق ہوں کہ اسے بخش دوں[۱۰] (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے

ہے نہ حضور اس کی پوجا کرسکتے ہیں[۵] اُمْنِيَّتَهٗ ہمزہ کے پیش اور ی کے شد سے ہے بمعنی خواہش و آرزو، اس کی جمع منی یا امانی ہے، یہاں ممکن و جائز آرزو مراد ہے، کبھی ناجائز و نفسانی خواہش کو امنیہ کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ الخ[۶] یہاں نقص بمعنی کم ہونا ہے نہ کہ بمعنی کم کرنا، یہ ترجمہ نہایت صحیح ہے، یعنی اگر تمام مخلوق کی خواہشات پوری کردی جائیں اور ان کی تمنائیں دے دی جائیں تو یہ عطیہ ہمارے خزانوں کے سامنے ایسا ہوگا جیسے بھیگی سوئی کی تری سمندر کے مقابل، رب تعالٰی فرماتا ہے کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں ہم اندازے سے ہی اتارتے ہیں، یہ نسبت بھی سمجھانے کیلئے ورنہ محدود دتناہی کو غیر محدود ولا تناہی سے نسبت ہی کیسی۔[۷] خیال رہے کہ سخی وہ جو خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے مگر جواد وہ ہے جو دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے، سخی کا مقابل بخیل ہے اور جواد کا مقابل ممسک: ماجد مجد سے بنا بمعنی وسیع العطاء جس کی عطا مخلوق کی وہم وگمان سے وراء ہو۔[۸] یعنی جو میں چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں جو مخلوق چاہتی ہے وہ نہیں کرتا، کیونکہ مخلوق میرے تابع ہے نہ میں مخلوق کے تابع (مرقات) خیال رہے کہ جن بندوں نے اپنی مرضی رب کی مرضی میں گم کردی پھر جو وہ چاہتے ہیں وہ رب کرتا ہے، کیونکہ وہ چاہتے ہی وہ ہیں جو رب چاہے اور رب چاہتا وہ ہے جو یہ بندہ چاہے، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى، رب تعالٰی حدیث کی فہم صحیح نصیب کرے۔[۹] یہاں ہوجا فرمانے سے مراد ہے اس کا ارادہ کرلینا یعنی جس چیز کا ارادہ فرمالیتا ہوں وہ ہوجاتی ہے، ارادہ کے سوا کسی اور عمل کی مجھے ضرورت نہیں، لہذا اس پر آریوں کا یہ اعتراض نہیں کہ معدوم چیز سے کہنا کہ ہوجا عقل کے خلاف ہے معدوم چیز سننے کے قابل نہیں پھر ہوجا کس سے فرمایا جاتا ہے۔[۱۰] یعنی تقوٰی مصدر مجہول ہے اور اپنے مفعول کی طرف منسوب، معنی یہ ہیں کہ میں اس لائق ہوں کہ ساری خلق مجھ سے ڈرے، خیال رہے کہ ڈر یعنی ہیبت ساری مخلوق کو ہے، انبیائے کرام اولیاء اللہ عام مؤمنین خاص صالحین کے دل میں رب تعالٰی کی ہیبت بقدر قرب ہے جس قدر رب سے قرب زیادہ اسی قدر اس کی ہیبت زیادہ مگر خوفِ عذاب صرف گنہگاروں کو ہے۔ اور خوف عذاب کفار کو، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کہ وہاں خوف عذاب کی نفی ہے اور یہاں ہیبت الٰہی

قَالَ اِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ مِائَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ غُفِرَ لَهٗ وَاِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ لٰكِنَّهٗ

فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو ایک مجلس میں سو بار شمار کر لیتے تھے کہ عرض کرتے تھے یا رب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما یقینا تو توبہ قبول فرمانے والا بخشنے والا ہے (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت بلال ابن یسار ابن زید سے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو یہ پڑھا کرے میں معافی مانگتا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو اس کی بخشش کر دی جائے گی اگرچہ وہ جہاد سے بھاگا ہو (ترمذی، ابوداؤد) لیکن

کا ثبوت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خوف خدا بہت بڑی نیکی ہے جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں ان الحسنات یذھبن السیئات لہذا بڑے سے بڑا مجرم بھی میرے خوف کی وجہ سے بخش دیا جائے گا۔ ۲؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ کام کے لئے تشریف فرما ہوتے تو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ کلمات پڑھتے تھے اور اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اٹھنے سے پہلے سو بار تک فرما لیتے تھے، یہ تو عام مجالس پاک کا ذکر ہے، خصوصی عبادات کی مجلسوں کا کیا پوچھنا! مغفرت و توبہ کا فرق پہلے عرض کیا گیا، نیز یہ بھی کہ یہ کلمات ہماری تعلیم کے لئے ہیں، نیز ان کا پڑھنا عبادت، اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے عابد ہیں لہذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔ ۳؎ غلامِ رسول اللہ ہونا حضرت زید کی صفت ہے نہ کہ بلال کی، اور یہ زید ابن حارث نہیں ہیں بلکہ یہ زید ابن بولی نوبی ہیں جن کی کنیت ابویسار ہے، زید تو صحابی ہیں مگر ان کے بیٹے یسار اور پوتے بلال وغیرہ تابعی ہیں: ان بلال سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا۔

۴؎ یعنی جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے بزدلی کی بنا پر بھاگ جانا بدترین گناہ ہے مگر اس استغفار کی برکت سے ان شاء اللہ وہ بھی معاف ہو جائیگا جیسے دواؤں کی جڑی بوٹیاں مختلف تاثیریں رکھتی ہیں، کوئی معمولی بیماری میں مفید ہوتی ہے کوئی سخت خطرناک بیماری میں ایسے روحانی بیماریوں کے لئے دعاؤں کے الفاظ مختلف تاثیر رکھتے ہیں، یہ استغفار بدترین گناہوں کی بخشش کے لئے مفید ہے، مگر وہ تاثیریں طبیب کو معلوم ہوتی ہیں، اور یہ تاثیریں حبیب کو معلوم ہیں ہم ان سے بے خبر ہیں مگر علماء فرماتے ہیں کہ توبہ سچے دل سے ہو تب اس کی یہ تاثیریں ہیں، کہ توبہ کے وقت آئندہ گناہ سے بچنے کا پورا ارادہ ہو گناہ پر قائم رہتے ہوئے منہ سے توبہ توبہ بولی دینا ایک طرح کا مذاق ہے (مرقات) خیال رہے کہ بعض وقت جہاد سے بھاگ جانا جائز بھی ہوتا ہے جبکہ کفار کی یلغار بہت ہی زیادہ ہو جائے اور اب ٹھہرنا ہلاکت ہی ہو، اس صورت میں ڈٹا رہنا جان دے دینا بہت ثواب ہے مگر بھاگ جانا بھی گناہ نہیں، اور کبھی بھاگنا جنگی چال ہوتی ہے، کہ یہاں سے ہٹ کر مضبوط مرکز پر پہنچیں، پھر وہاں جم کر جنگ کریں: رب تعالیٰ فرماتا ہے الا متحرفا لقتال: یہ بھاگنا ثواب ہے نہ بھاگنا گناہ اور

عِنْدَ اَبِیْ دَاؤُدَ هِلَالُ بْنُ يَسَارٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَنّٰى لِيْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ

ابو داؤد کے نزدیک راوی ہلال ابن یسار ہیں اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے ٭ فصل تیسری ٭ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نیک بندے کے جنت میں درجے بلند فرماتا ہے[1] تو بندہ عرض کرتا ہے الٰہی مجھے یہ بلندی درجہ کہاں سے ملی[2] رب فرماتا ہے تیرے بچے کے تیرے لئے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے[3] (احمد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہی ہوتی ہے کہ ماں باپ بھائی یا دوست کی دعائے خیر کے پہنچنے کی منتظر رہتی ہے[4]

بلا وجہ بزدلی سے چھوڑ کر بھاگ جانا سخت گناہ، وہ ہی یہاں مراد ہے، لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا یعنی ہلال کے نام میں اختلاف ہو گیا بعض محدثین ہلال وسے فرماتے ہیں بعض ہلال ب سے، مگر ب سے ہی زیادہ مشہور ہے ٭ حافظ منذری نے فرمایا کہ یہ حدیث بہت جید ہے اس کی اسناد متصل ہے اور اس میں کوئی راوی ضعیف نہیں اور بہت طرق سے مروی ہے واللہ اعلم ٭ ١؎ اس طرح کہ پہلے تو اس کی قبر میں معمولی درجے کی جنت کی کھڑکی کھلتی ہے پھر اعلےٰ درجہ کی، پھر اس سے اعلیٰ کی یا اس طرح کہ اسے خبر دی جاتی ہے کہ تیرا درجہ بلند ہو رہا ہے ٭ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جنت تو قیامت کے بعد ملے گی، درجے قبر میں کیسے بلند ہو رہے ہیں ٭ مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبد صالح سے مراد گنہگار مسلمان ہے جو بخشش کی صلاحیت و قابلیت رکھتا ہے پہلے وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوتا ہے کہ اچانک عذاب موقوف ہو کر جنت کی کھڑکی قبر میں کھل جاتی ہے، لہذا یہ حدیث صرف نیکوں سے مخصوص نہیں ٭ ٢؎ میں تو قبر میں سو رہا ہوں اعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، پھر یہ تبدیلی حال بغیر اعمال کیسے ہو رہی ہے، سبحان اللہ رب کی عطائیں بندے کے وہم سے وراء ہیں ٭ ٣؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک اولاد جو ماں باپ کو ان کے مرنے کے بعد دعائے ایصال ثواب استغفار وغیرہ سے یاد رکھے صدقہ جاریہ ہے اور رب تعالٰی کی رحمت ہے جس کے ذریعہ مردہ کو قبر میں فائدہ پہنچتا رہتا ہے دوسرے یہ کہ شفاعت مومنین برحق ہے جس کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا تو کہنا ہی کیا، تیسرے یہ کہ اولاد کو چاہئیے کہ ماں باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے، حتی کہ نماز میں سلام پھیرتے وقت رب اغفرلی ولوالدی پڑھے، ایسا بچہ نیکو کاروں میں شمار ہوگا، خیال رہے کہ ولد یعنی بچہ میں بیٹا بیٹی اور ان کی اولاد در اولاد سب شامل ہے کبھی ساتویں پشت کی اولاد ساتویں دادا کو کام آجاتی ہے ٭ ٤؎ عام گنہگار مسلمان تو اپنے گناہوں کی وجہ سے خاص نیک مسلمان اپنی پشیمانی کی وجہ سے کہ ہم نے اور زیادہ نیکیاں کیوں نہ کرلیں مخصوص محبوبین اپنے چھوٹے ہوئے پیاروں کی وجہ سے ایسے رہتے ہیں، تازہ میت برزخ میں ایسی ہوتی ہے جیسے نئی دلہن سسرال میں کہ اگرچہ وہاں اسے ہر طرح کا عیش و آرام ہوتا ہے مگر اس کا دل میکہ میں پڑا رہتا ہے جب کوئی سوغات یا کوئی آدمی میکے سے پہنچتا ہے تو اس کی خوشی کی حد نہیں رہتی، پھر دل لگنے

صَدِيْقٍ فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ عَلٰى أَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيْفَتِهِ اِسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ فِي عَمَلِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے[3] اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے[4] اور یقیناً زندہ کا مردوں کے لئے تحفہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے[5] (بیہقی شعب الایمان) ۞ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بہت خوبیاں ہیں جو اپنے نامہ اعمال میں بہت استغفار پائے[6] (ابن ماجہ) اور نسائی نے یہ حدیث دن رات کے عمل میں روایت کیا ۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں

لگتے لگ جاتا ہے: ظاہر یہ ہے کہ یہاں میت سے تازہ میت مراد ہے کہ اسے زندوں کے تحفے کا بہت انتظار رہتا ہے، اسی لئے نئی میت کو جلد از جلد تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ سے یاد کرتے ہیں، فقیر کی اس شرح سے معلوم ہوگیا کہ یہ فقط گنہگار کا ہی حال نہیں۔ [2] دوست سے مراد خاص دوست بھی ہے اور عام دوست یعنی ہر مسلمان بھی، زندوں کو چاہئے کہ مردوں کو اپنی دعاؤں وغیرہ میں یاد رکھیں تاکہ کل انہیں دوسرے مسلمان یاد کریں: اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو نیاز فاتحہ ایصال ثواب سے لوگوں کو طرح طرح کے بہانوں سے روکتے ہیں کل انہیں بھی مرنا ہے شعر

نام نیک رفتگاں ضائع مکن ؛ تا بماند نام نیکت برقرار

[3] اس لئے کہ یہ مدد بہت سخت حاجت کے وقت پہنچتی ہے: نیز یہ پرانے وطن کا تحفہ و ہدیہ ہوتا ہے؛ پردیس میں دیس کا خط بھی پیارا معلوم ہوتا ہے؛ [4] صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر نیک عمل کا ثواب اسی شکل میں پہاڑ بن کر میت کو پہنچتا ہے؛ اگر روٹی خیرات کی گئی، تو وہ روٹی کی شکل میں اس کا ثواب میت کو ملے گا، اور کپڑے کی خیرات کا ثواب کپڑے کی شکل میں، مگر اس میں رب کی طرف سے بہت برکت ہوتی ہے؛ [5] خواہ دعائے مغفرت صراحۃً ہو جیسے رب اغفرلی ولوالدی ولجمیع المسلمین؛ خواہ ضمناً جیسے ان کی طرف سے صدقہ و خیرات، کہ یہ چیزیں میت کی بخشش کا ذریعہ ہیں، غرضکہ یہ حدیث قولی و عملی دونوں استغفاروں کو شامل ہے: خیال رہے کہ یہ احادیث ان آیات کے خلاف نہیں لیس للانسان الا ما سعٰی اور لھا ما کسبت وغیرہ کہ ان آیتوں میں بدنی عمل مراد ہیں یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز روزہ نہیں رکھ سکتا، اپنا فرض اپنے ہی کرنے سے ادا ہوگا، اور یہ احادیث ثواب پہنچانے کے متعلق ہیں، ثواب پہنچانا اور ہے ادائے فرض اور؛ یا آیتیں ملکیت کی نفی ہے اور حدیث میں بخشش کا ثبوت یعنی انسان کی ملک صرف اپنے ہی اعمال ہیں دوسروں کا کیا بھروسہ کوئی دے یا نہ دے، بغل میں توشہ منزل کا بھروسہ

شعر:

توشۂ اعمال اپنا ساتھ لے جا ذرا ہی ؛ کون تیجے قبر میں بھیجے گا سو جو تو بھی
بعد مرنے کے نہیں اپنا پرایا بھول جائے ؛ فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ ۔ وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ عَنْ نَفْسِهٖ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰى اَنْفِهٖ فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا اَيْ بِيَدِهٖ فَذَبَّهٗ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِيْ اَرْضٍ

عرض کرتے تھے الٰہی مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکیاں کریں اور خوش ہو جائیں اور گناہ کریں تو معافی مانگ لیں [۱] (ابن ماجہ) اور بیہقی نے دعوات کبیر میں۔ روایت ہے حضرت حارث ابن سوید سے فرماتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ ابن مسعود نے دو حدیثیں سنائیں ایک تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے [۲] فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے گویا کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا [۳] ڈر رہا ہے کہ اس پر گر جائے [۴] اور بدکار اپنے گناہوں کو اس مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر گذرے تو یوں کردے یعنی اپنے ہاتھ سے اسے اڑا دے [۵] پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے [۶] جو کسی

[۱] یعنی اس نے مقبول استغفار بہت کئے ہوں جو اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاچکے ہوں، اسی لئے یہاں بہت استغفار کرنے کا ذکر نہ فرمایا بلکہ نامۂ اعمال میں پانے کا ذکر کیا، مقبول استغفار وہ ہے جو دل کے درد آنکھوں کے آنسو اور اخلاص سے کی جائے، صرف اخلاص بھی کافی ہے۔ [۲] سبحان اللہ کیسی پیاری دعا ہے یعنی مجھے اس جماعت سے بنا جو اپنی نیکی پر فخر نہیں کرتے بلکہ توفیق خیر ملنے پر تیرا شکر کرتے ہیں اور گناہوں پر لاپرواہی نہیں کرتے بلکہ اس جرم کو فورًا توبہ کے پانی سے دھو ڈالتے ہیں رب تعالےٰ حضور کے صدقہ سے یہ صفتیں ہم کو بھی نصیب کرے آمین۔ فخر کی خوشی گناہ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ، اور شکر کی خوشی عبادت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا، یہاں شکر کی خوشی مراد ہے۔ [۳] آپ جلیل القدر تابعی ہیں اعلیٰ کوفہ سے ہیں کسی نے حضرت امام احمد ابن حنبل سے آپ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ان کی خوبیاں بیان سے بالا ہیں، حضرت عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ [۴] یعنی ایک حدیث مرفوع اور دوسری حدیث موقوف بیان فرمائی جو خود ان کا اپنا قول ہے۔ [۵] یعنی مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ گناہ صغیرہ کو بھی ہلکا نہیں جانتا وہ سمجھتا ہے کہ چھوٹی چنگاری بھی گھر جلا سکتی ہے اس لئے وہ ان کے کرلینے پر بھی جرأت نہیں کرتا، اور اگر ہو جائیں تو فورًا توبہ کر لیتا ہے، گناہوں سے خوف کمال ایمان کی علامت ہے۔ [۶] یعنی چھوٹے کیا بڑے گناہوں کو بھی ہلکا جانتا ہے، کہتا ہے کہ میں نے گناہ کر لیا تو کیا ہوا رب غفور رحیم ہے بخش دے گا، یہ خیال امید نہیں بلکہ خدا تعالےٰ سے بے خوفی ہے جو کفر تک پہنچا دیتی ہے، انسان پہلے چھوٹے گناہ کو ہلکا جانتا ہے پھر بڑے گناہوں کو، پھر کفر و شرک کو بھی معمولی چیز سمجھنے لگتا ہے [۷] یہاں خوشی سے مراد رضا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا حضرت ابن مسعود نے پہلے تو گناہ کو ہلکا جاننے کی برائی بیان فرمائی پھر یہ حدیث سنائی تاکہ بندہ ہر چھوٹے گناہ پر بھی توبہ کرے اسے حقیر نہ جانے، رب تعالیٰ بندے کی ہر توبہ، خواہ گناہ صغیرہ سے ہو یا کبیرہ بہت ہی راضی و خوش ہوتا ہے رب تعالیٰ

وَدَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ فَطَلَبَهَا حَتّٰى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ أَرْجِعُ إِلٰى مَكَانِي الَّذِي كُنْتُ فِيهِ فَأَنَامُ حَتّٰى أَمُوتَ فَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلٰى سَاعِدِهِ لِيَمُوتَ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَشَرَابُهُ فَاللّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهِ وَزَادِهِ رَوَى مُسْلِمٌ الْمَرْفُوعَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ

جانوروں والی ہلاکت کی زمین میں اترے اس کے ساتھ سواری ہے جس پر اس کا کھانا پانی ہے اس نے سر رکھا کچھ سو گیا[۱] جاگا تو اس کی سواری جاچکی تھی اسے بہت ڈھونڈ رہا تھا حتے کہ جب اس پر دھوپ یا پیاس یا جو اللہ نے چاہا غالب آگئی[۲] تو بولا کہ میں اپنی اسی ہی جگہ لوٹ جاؤں جہاں تھا[۳] وہاں سو جاؤں حتی کہ مر جاؤں اپنے بازوؤں پر مرنے کے لیئے سر رکھ دیا[۴] پھر جو گا[۵] تو اس کی سواری اس کے پاس تھی جس پر اس کا توشہ پانی تھا اللہ تعالٰی مومن بندے کی توبہ سے[۶] اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو یہ سواری سے خوش ہوا مسلم نے صرف وہ ہی روایت نقل کی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک ابن مسعود سے مرفوع ہے اور

کو راضی کرنا عبادت ہے، تو ہر گناہ سے توبہ کرنا بھی اعلےٰ درجہ کی عبادت ہے۔ ۱؎ یعنی بہت معمولی سا سو یا، سواری کی بھی فکر تھی اور جنگلی درندوں کا بھی اندیشہ۔ دنیا درندوں والا جنگل ہے نفس سواری جس پر ہمارا ہر طرح کا روحانی سامان ہے، یہاں غافل ہو کر سونا خطرناک ہے یہ محض تمثیل ہے۔ ۲؎ او ماشاء اللہ یا تو راوی کا قول ورادی تردد و شک کے لئے ہے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یا تو گرمی و پیاس کا ذکر فرمایا اور یا ماشاء اللہ فرمایا اور یا خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے او بمعنی بلکہ یعنی صرف بھوک و پیاس ہی غالب نہ آئی بلکہ تمام وہ مصیبتیں، فکریں، خوف و غم بھی غالب آ گئے جو رب نے چاہے۔ ۳؎ شاید وہاں سواری لوٹ آئی ہو یا لوٹ آئے، کیونکہ وہ جگہ اس نے جانی پہچانی ہے، اگر نہ آئی تو موت تو آہی جائے گی خلاصہ یہ کہ یا سواری پاؤنگا یا مر جاؤنگا۔ ۴؎ اب بھی اہل عرب جب ریگستان میں پھنس جائیں، تو زندگی سے ناامید ہو کر اس طرح موت کی انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں اور وہاں ہی جان نکل جاتی ہے، یہاں وہ ہی نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ ۵؎ یہاں جاگنے سے مراد سر اٹھا کر دیکھنا ہے ورنہ ایسی حالت میں نیند کہاں آتی ہے، اور ممکن ہے کہ جاگنے سے حقیقۃً جاگنا ہی مراد ہو اور اتفاقًا اونگھ آگئی ہو، بہرحال یہ ایک تمثیل ہے جس میں یاس کے بعد آس کا نہایت بہترین نقشہ کھینچ کر پیش کیا گیا ہے۔ ۶؎ یعنے جیسی خوشی اس مایوس بندے کو اس آس پوری ہونے پر ہو سکتی ہے جس نے جان و مال سب کچھ کھو کر سب کچھ پالیا، اس سے زیادہ خوشی رب تعالٰی کو اپنے کھوئے ہوئے بندے کے واپس آنے پر ہوتی ہے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روح انسانی مسافر ہے بدن اس کی سواری جس پر اس کے اعمال کا سامان ہے، دنیا خطرناک جنگل ہے، یہاں کی غفلت اس مسافر کا سو جانا ہے جب روح غافل ہو کر جاگی تو دیکھا کہ بدن نفسانی خواہشات میں گم ہو چکا تھا، روح کے قبضہ سے نکل چکا تھا روح نے بہت مشقت سے اسے واپس کرنا چاہا مگر وہ نہ لوٹا مایوس ہو کر روح کو اپنی موت کا یقین ہو گیا، اور اس نے سمجھ لیا کہ اب میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتی ہوں کہ اچانک رحمت الٰہی نے دستگیری کی اور گم شدہ نفس کی توفیق خداوندی نے دستگیری کی اس روح نے اپنا مقصد پالیا، یاس کے بعد اس کی آس پوری ہو گئی، ایسی روح بہت مبارک ہے (مرقات)

مُحْسِبٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ الْمَوْقُوْفَ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَيْضًا، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ؛ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا الْاٰيَةَ فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ؛ وَعَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اور بخاری نے ابن مسعود پر موقوف حدیث بھی روایت کی۱ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالے اس مومن کو پسند فرماتا ہے جو فتنوں میں گھرا ہو۲ توبہ کرتا ہو۳ روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے اس آیت کے عوض ساری دنیا مل جاتی۴ کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ناامید نہ ہو۵ الخ ایک شخص بولا تو جو شرک کرے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر فرمایا یقینًا جو شرک کرے تین بار فرمایا۶ یعنی اس کی توبہ بھی قبول ہو گی۷ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

۱ غرضکہ اس حدیث کا جزو مرفوع تو متفق علیہ ہے اور جزو موقوف مفردات بخاری سے ہے، پوری حدیث صحیح ہے۔ ۲ گناہ و غفلتیں اس پر طاری ہوتی رہتی ہیں، ہمیشہ نیکیاں ہی نہ کرتا ہو کیونکہ ہمیشہ نیکیاں کرنے والا کبھی تکبر و شیخی میں پھنس جاتا ہے اور گناہ میں پھنسا ہوا اکثر شرمندہ رہتا ہے۔ اس شرح سے معلوم ہوا کہ اس قاعدے سے زیادہ حضرات انبیاء و خاص اولیاء علیحدہ ہیں کیونکہ ان میں کبھی غرور پیدا ہوتا ہی نہیں؛ لہذا حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ گنہگار بندے انبیاء اولیاء سے زیادہ پیارے ہوں، یہاں ان سے مقابلہ ہے جو نیکیوں پر اتراجائیں؛ عجز پیدا کرنے والا گناہ، فخر پیدا کرنے والی نیکی سے افضل ہے۔ ۳ ہر طرح کی توبہ گناہ سے اطاعت کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف اور معصیت سے معیت کی طرف لوٹتا ہے؛ صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالٰی گناہوں سے ناراض ہے نہ کہ گنہگار سے، گنہگار سے تو توبہ کرنے پر بہت راضی ہو جاتا ہے۔ عشاق کہتے ہیں کہ مقابلۃً نیکوں کے بروں پر زیادہ کرم ہے، ماں بیمار لاچار بچہ پر زیادہ مہربان ہوتی ہے نکمے بیٹے کے لئے کماؤ بیٹے سے لیتی رہتی ہے اور کماؤ سے نکمے کو دلواتی رہتی ہے، ہم نکمے بندے ہیں ہمارے لئے اپنے حبیب سے فرماتا ہے وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ اے محبوب اپنی کمائی سے ان نکموں کو کچھ دیتے رہو، انہیں جھڑکو نہیں۔ ۴ پھر میں اس دنیا سے لذات و خیرات سب کچھ حاصل کرتا۔ ۵ اس آیت میں عبادی سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بندے غلام ہیں اور زیادتی سے مراد گناہ کرتے رہنا ہے، انہیں سے مغفرت کا وعدہ ہے کہ شرک و کفر کی معافی نہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔ ۶ یعنی شرک و کفر بھی بخش دیا جائیگا بشرطیکہ بندہ اس سے توبہ کرکے مسلمان ہو جائے، جو کفر پر مر گیا اس کی مغفرت نہیں، مگر مومن گنہگار اگر بغیر توبہ بھی مر جائے، تب بھی بخشا جا سکتا ہے، لہذا یہ حدیث مذکورہ آیت کے خلاف نہیں۔

حکایت: حضرت وحشی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ اسلام میں شرک، قتل، زنا بہت بڑے بڑے گناہ ہیں اور میں نے یہ تینوں کئے ہیں، میری بخشش کیسے ہوگی، تب یہ آیت کریمہ آئی اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا، وحشی بولے کہ مغفرت کی یہ شرطیں بہت سخت ہیں، توبہ نیک اعمال وغیرہ مجھ سے کیسے ہوں گے تب یہ آیت سنائی گئی وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ، وحشی بولے اب بھی میری تسلی نہیں ہوئی، نہ معلوم

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَغْفِرُ لِعَبْدِہٖ مَالَمْ یَقَعِ الْحِجَابُ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْحِجَابُ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ النَّفْسُ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ رَوَی الْاَحَادِیْثَ الثَّلٰثَۃَ اَحْمَدُ وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ الْاَخِیْرَ فِیْ کِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ لَا یَعْدِلُ بِہٖ شَیْئًا فِی الدُّنْیَا ثُمَّ کَانَ عَلَیْہِ مِثْلُ جِبَالٍ ذُنُوْبٌ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ کِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے اپنے بندے کو بخشتا ہے جب تک کہ آڑ نہ واقع ہو[1] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آڑ کیا ہے فرمایا یہ کہ کوئی شخص شرک کرتے ہوئے مرجائے[2] ان تینوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا اور بیہقی نے آخری حدیث کتاب البعث والنشور میں روایت کی۔ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالٰی سے اس طرح ملے[3] کہ دنیا میں کسی چیز کو اس کے برابر نہ جانتا ہو[4] پھر اس پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اللہ اسے بخش دے گا[5] (بیہقی کتاب البعث والنشور) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسے اس کا گناہ تھا ہی نہیں[6] (ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان)

میری بخشش ہوگی یا نہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الخ تب وحشی بولے بس بس مجھے کافی ہے کافی ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بشارتیں صرف وحشی کے لئے ہیں، فرمایا نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے (تفسیر معالم التنزیل ومرقات) غرضکہ یہ آیت بہت ہی امید افزا ہے۔ [1] یعنی وہ واقعہ ہوجائے جو بندہ اور رب تعالٰی کی رحمت کے درمیان آڑ ہے وہ ٹی کی آڑ، رب تعالٰی فرماتا ہے لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔ [2] شرک سے مراد کفر ہے کہ کفر پر موت واقع ہوجانا رحمت الٰہی سے بڑی مضبوط آڑ ہے: اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی ہر توبہ موقوف رہتی ہے، اگر ایمان لاکر مرا تمام گذشتہ توبہ قبول ہوگئیں، اگر کفر پر ہی مرگیا تو ساری توبہ بیکار گئیں، حق یہ ہے کہ کفار کی بعض دعائیں قبول ہوجاتی ہیں، شیطان نے درازی عمر کی دعا مانگی جو کچھ ترمیم سے قبول ہوگئی۔ [3] یعنی اس حال میں مرے، یہاں اللہ سے ملنے سے مراد دنیا سے جانا ہے نہ کہ قیامت میں اٹھنا کہ مرتے ہی سب ایمان لے آتے ہیں، پھر قیامت میں مشرک کون ہوگا، چونکہ بعد موت دنیا کے سارے تعلقات ختم ہوجاتے ہیں بندہ کا تعلق صرف رب تعالٰی سے رہ جاتا ہے، اسی لئے موت کو اللہ سے ملنا فرمایا گیا۔ [4] اس طرح کہ کسی کو خدا کا شریک نہ مانتا ہو، چونکہ عرب میں عام طور پر کفار مشرکین ہی تھے، اس لئے شرک کا ذکر فرمایا ورنہ موحد کافر کا بھی یہ ہی حال ہے: خیال رہے کہ مشرک اپنے معبودوں کو خدا کے برابر ضرور مانتے ہیں کسی کو خدا کی اولاد کسی کو خدا کا مددگار کسی کو خدا کے مقابل اپنا کارساز مانتے ہیں، اسی لئے وہ قیامت میں اپنے شرکا سے کہیں گے اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ: اس کی تحقیق ہماری کتاب علم القرآن میں ملاحظہ فرمائیے، رب تعالٰی فرماتا ہے بِدُوْنِھِمْ یَعْدِلُوْنَ۔ [5] اگر چاہے تو بخش دے یا تو بالکل ہی بخش دے یا کچھ تنبیہ فرما کر یا کچھ سزا دے کر، رب تعالٰی فرماتا ہے وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ لہذا یہ حدیث نہ تو قرآنی آیات کے مخالف ہے نہ عذاب کی حدیثوں کے ورنہ اس میں مومنوں کو گناہ پر دلیر کیا گیا ہے۔ [6] توبہ سے مراد سچی اور مقبول توبہ ہے جس میں تمام شرائط جواز و شرائط قبول جمع ہوں کہ حقوق العباد اور حقوق

وَقَالَ تَفَرَّدَ بِهِ النَّهْرَانِيُّ[1] وَهُوَ مَجْهُوْلٌ وَفِي شَرْحِ السُّنَّةِ رُوِيَ عَنْهُ مَوْقُوْفًا قَالَ اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ[2] وَالتَّائِبُ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ: بَابٌ[3] اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ[4] كَتَبَ كِتَابًا فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ عَرْشِهٖ[5] اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ فِيْ رِوَايَةٍ غَلَبَتْ[6] مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث میں نہرانی اکیلا ہے اور وہ مجہول الحال ہے[1] اور شرح سنہ میں ابن مسعود سے موقوفاً روایت کی آپ نے فرمایا نادم ہونا توبہ ہے اور توبہ والا ایسا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں[2] باب[3] پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رب نے مخلوق پیدا فرمانے کا فیصلہ کیا[4] تو ایک تحریر لکھی جو رب کے پاس عرش کے اوپر ہے[5] کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور ایک روایت میں غلبت ہے[6] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

شریعت ادا کر دیئے جائیں، پھر گذشتہ کوتاہی پر ندامت ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عہد، اس توبہ سے گناہ بے مطلقاً پکڑ نہ ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں تو گناہ نیکیوں سے بدل جائیں گے: حضرت رابعہ بصریہ، سفیان ثوری اور فضیل ابن عیاض سے فرمایا کرتی تھیں کہ میرے گناہ تمہاری نیکیوں سے کہیں زیادہ ہیں، اگر میری توبہ سے یہ گناہ نیکیاں بن گئے، تو پھر میری نیکیاں تمہاری نیکیوں سے بہت بڑھ جائیں گی (مرقات) خیال رہے کہ یہاں کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ سے انبیاء اولیاء، ملائکہ مراد نہیں ہیں، کیونکہ گنہگار توبہ کر کے ان جیسا نہیں ہو جاتا، اگر اسے عذاب بھی نہ ہو مگر خجالت و شرمندگی تو ہو گی وہ حضرات ان سے بھی پاک ہیں: یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نہ معصوم ہوں نہ محفوظ مگر گناہ نہ کریں، جیسے چھوٹے بچے اور دیوانہ مسلمان، کہ تائب گنہگار توبہ کی برکت سے ان بے گناہوں کی طرح ہو جاتا ہے بے گناہ ہی ہیں:

[1] یعنی نہرانی کا پتہ نہ لگا کہ ثقہ تھا یا ضعیف، لہٰذا یہ حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی، امام ابن حجر اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ چونکہ یہ حدیث فضائل دعا و توبہ میں ہے، لہٰذا اگر ضعیف بھی ہو تب بھی قبول ہے (مرقات): [2] چونکہ گذشتہ پر ندامت توبہ کا رکن اعلےٰ ہے کہ اس پر باقی سارے ارکان بنی ہیں اس لئے صرف ندامت کا ذکر فرمایا جو کسی کا حق مارنے پر نادم ہوگا تو حق ادا بھی کرے گا جو بے نمازی ہونے پر شرمندہ ہوگا وہ گذشتہ چھوٹی نمازیں قضا بھی کرے گا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں، اگرچہ یہ حدیث موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کہ یہ بات محض قیاس سے نہیں کہی جا سکتی: [3] یعنی گذشتہ بابوں کے تمات و لواحق کا باب جس میں مختلف مضامین کی احادیث ہیں اکثر حدیثیں اللہ کی رحمت اور بندے کے مایوس نہ ہونے سے متعلق ہیں: [4] اس طرح کہ مخلوق کو پیدا فرما دیا یا پیدا فرمانے کی ابتداء کی یا موجودات کے ظہور کا ارادہ قریب کیا یا جب میثاق کے دن تمام روحوں کو پیدا کیا: [5] کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور لکھنے سے مراد لکھنے کا حکم دینا ہے فرشتوں کو یا قلم کو، عرش کے اوپر سے مراد درجہ و مرتبہ میں اوپر ہے نہ کہ جگہ میں، کیونکہ لوح محفوظ عرش کے نیچے ہے نہ کہ اس کے اوپر، بعض علماء نے فرمایا کہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی ہے کہ اس میں سارے حالات درج ہیں، اور حضرت اسرافیل حاملین عرش فرشتوں کے سردار ہیں اس کے متعلق اور بہت سے قول ہیں (مرقات وغیرہ)

[6] اس طرح کہ آثار غضب پر آثار رحمت غالب بھی ہیں اور زیادہ بھی، ورنہ خود رحمت و غضب رب تعالیٰ کی صفتیں ہیں، وہاں زیادتی کمی اور غالبیت مغلوبیت ناممکن ہے، مطلب یہ ہے کہ میری رحمت کا ظہور بمقابلہ غضب بہت زیادہ ہوگا، چنانچہ رب تعالیٰ کی رحمت تمام مخلوق کو پہنچتی

صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِلّٰہِ مِائَۃَ رَحْمَۃٍ اَنْزَلَ مِنْہَا رَحْمَۃً وَّاحِدَۃً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَہَائِمِ
وَالْہَوَامِّ فَبِہَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَبِہَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَبِہَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِہَا وَاَخَّرَ اللّٰہُ
تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَۃً یَّرْحَمُ بِہَا عِبَادَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ
سَلْمَانَ نَحْوُہٗ وَفِیْ اٰخِرِہٖ قَالَ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ اَکْمَلَہَا بِہٰذِہِ الرَّحْمَۃِ وَعَنْہُ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْعُقُوْبَۃِ مَا طَمِعَ
بِجَنَّتِہٖ اَحَدٌ وَّلَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الرَّحْمَۃِ مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِہٖ اَحَدٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت جن، انسان، جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتاری جس سے یہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں اس رحمت سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربان ہوتے ہیں اور ننانوے رحمتیں محفوظ رکھ چھوڑی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائیگا (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت سلمان سے اسی کی مثل ہے اس کے آخر میں ہے کہ فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ اس رحمت کو اس سے کامل فرمادیگا روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر مومن جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنا عذاب ہے، تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی نا امید نہ ہوتا (مسلم بخاری)

ہے اور غضب کسی کسی کو، کفار بھی رب کی رحمت ہی سے روزی پاتے ہیں، بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں، چنانچہ رحمت کے بارے میں خود فرماتا ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اور عذاب کے بارے میں فرماتا ہے عَذَابِیْ اُصِیْبُ بِہٖ مَنْ اَشَآءُ (از لمعات مع زیادت) ۱؎ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سو قسم کی ہے یا سینکڑوں قسم کی جن میں سے ہر قسم کے ماتحت ہزارہا انواع ہیں ہر نوع کے نیچے ہزاروں صنفیں ہیں اور ہر صنف کے تحت ہزارہا افراد، غرضکہ یہ حدیث حد بندی (تحدید) کے لئے نہیں بلکہ تکثیر و زیادت کے لئے ہے ۲؎ یعنی ان سینکڑوں اقسام میں سے ایک قسم یا کروڑوں افراد میں سے ایک فرد دنیا میں بندوں میں بانٹ دی گئی ہے جس کے حصے ہو کر ماں باپ بہن بھائی قرابت داروں دوستوں کو ملے ۳؎ وحشی جانوروں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ ان میں الفت و محبت کم ہے، نفرت و غضب زیادہ یعنی وحشی درندے بھی اس رحمت کے حصے سے اپنے بچوں پر مہربان ہیں اگر رب تعالیٰ ماں کے دل میں محبت پیدا نہ کرے تو وہ اپنے بچوں پر ہرگز مہربان نہ ہو جیسے ناگن اور مچھلی، کہ ناگن تو اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے مچھلی اپنے بچوں کو پہچانتی بھی نہیں، اور اگر رب محبت پیدا فرمائے تو پتھر اور درخت محبت کرنے لگیں، دیکھو احد پہاڑ حضور سے محبت کرتا ہے درخت گھاس پوس حضور پر نثار ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) ۴؎ بندوں سے مراد مومن بندے ہیں اور ننانوے کا عدد تحدید کے لئے نہیں بلکہ زیادتی کیلئے ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایک قسم کی رحمت کا ظہور تو دنیا میں ہو رہا ہے اور ننانوے قسم کی رحمت کی جلوہ گری آخرت میں ہوگی، لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ روزانہ کعبہ معظمہ پر ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں جن سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر، اور بیس رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں پر (از مرقات) ۵؎ یعنی قیامت کے دن ان ننانوے رحمتوں کو اس دنیا کی ایک رحمت سے ملا کر پورے سو فرمائیگا معلوم ہوا کہ وہاں دنیوی رحمت بھی ہوگی مگر صرف مسلمانوں پر کفار تو عذاب دیکھ کر اپنی اولاد ماں باپ سے بھی بیزار ہوں گے ۶؎ اہمیں رب تعالیٰ کی انتہا؟

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۱ اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۞ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ لِاَهْلِهٖ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَسْرَفَ رَجُلٌ عَلٰى نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ اَوْصٰى بَنِيْهِ اِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْهُ ثُمَّ اذْرُوْا نِصْفَهٗ فِی الْبَرِّ وَنِصْفَهٗ فِی الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا لَا يُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا مَا اَمَرَهُمْ

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت تم سے تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۱ اور آگ بھی ایسی ہی ہے۲ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی تھی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جان پر زیادتی کی تھی۳ جب اسے موت آئی تو اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اسے جلادو پھر اس کو آدھا جنگل میں اور آدھا دریا میں اڑا دو۴ کہ رب کی قسم اگر اللہ نے اس پر تنگی کی تو اسے وہ عذاب دیگا جو جہانوں میں کسی کو نہ دے گا۵ پھر جب وہ مر گیا جو اس نے کہا تھا وہ ان لوگوں نے کیا

۱ رحمت و عذاب کا ذکر ہے یعنی اس قدر بیان کرنے کے باوجود اللہ تعالٰی کی وسعت رحمت و عذاب کسی کے خیال میں نہیں آسکتی، اگر ان کی حقیقت معلوم ہو جائے تو عذاب دیکھ کر مومن کی آس ٹوٹ جائے اور اس کی رحمت میں غور کرکے کافر کے پاس جاتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ نیک کار کو بھولنا نہ چاہیے، کیونکہ اللہ جبار و قہار ہے اور گنہگار کو مایوس نہ ہونا چاہیے کیونکہ اللہ ستار و غفار ہے، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اگر قیامت میں رب اعلان فرمائے کہ صرف ایک ہی بندہ جنتی ہے تو مجھے امید ہو کہ شائد میں ہی ہونگا اور اگر اعلان ہو جائے کہ صرف ایک ہی بندہ دوزخی ہے تو مجھے خطرہ ہوگا کہ وہ میں ہی ہوں، صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندہ پر زندگی میں خوف غالب چاہیے اور مرتے وقت امید۔ ۲ اس طرح کہ کبھی منہ سے ایک بری بات نکل جاتی ہے تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے اور کبھی منہ سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو رب کو پسند ہو اس سے بندے کے عمر بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ جنتی ہو جاتا ہے، غرضکہ ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے، چونکہ جنت و دوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور ان کے راستے عمل کے قدموں سے طے ہوتے ہیں، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ۔ ۳ غالب یہ ہے کہ یہ شخص کوئی اسرائیلی تھا کیونکہ بنی اسرائیل نے بارہا خوف الٰہی میں بڑی بڑی مشقتیں جھیلی ہیں، اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب انبیاء کرام کی تعلیم دنیا سے کم ہو چکی تھی لوگ رب تعالٰی کی صفات سے بے خبر ہو گئے تھے، لہذا اگلے واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۴ اگرچہ اس زمانہ میں دفن کا رواج تھا مگر اس نا سمجھ نے خیال نہ کیا کہ دفن ہونے کی صورت میں میری لاش ایک ہی جگہ ہوگی جسے رب دوبارہ زندگی بخش دے گا اور اگر میری مٹی کے ذرے دریا اور خشکی میں بکھر گئے تو رب اسے جمع نہ کریگا یا جمع نہ کر سکیگا، اس کا یہ خیال قدرت الٰہی سے بے خبری کی بنا پر تھا، اور یہ بے خبری نور نبوت نہ پہنچنے کی وجہ سے تھی، لہذا یہ بندہ معذور تھا اور اسے اس بنا پر کافر نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ایسے زمانہ میں نجات کے لئے صرف عقیدۂ توحید کافی ہوتا ہے۔ ۵ یہ معنی بہت نفیس ہیں کہ قَدَرَ قَدْرٌ سے بنا نہ کہ قُدْرَةٌ سے: رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَمَّا مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ اور یونس علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ: اگر یہ قُدْرَةٌ سے بنتا تو اس میں خدا کی قدرت کا انکار ہوتا جو کفر ہے، یہی معنی مرقات نے کئے ہیں

فَاَمَرَ اللّٰهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ وَاَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهٗ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ
يَا رَبِّ وَاَنْتَ اَعْلَمُ فَغَفَرَ لَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِّنَ السَّبْيِ قَدْ تَحْلُبُ ثَدْيُهَا تَسْعٰى اِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا
فِي السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَاَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَاَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَتَرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَقُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ لَّا تَطْرَحَهٗ فَقَالَ اللّٰهُ
اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ نے دریا کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا سب جمع کردیا اور جنگل کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا جمع کردیا پھر اس سے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی وہ بولا یارب تیرے ڈر سے تجھے تو خود خبر ہے اسے رب نے بخش دیا ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ قیدی آئے تو قیدیوں میں ایک عورت کی چھاتیاں دودھ سے چھلک رہی تھیں ۲؎ وہ دوڑ رہی تھی جب قیدیوں میں کوئی بچہ پاتی اسے پکڑتی اپنے پیٹ سے چمٹا لیتی اور اسے دودھ پلا دیتی ۳؎ تب ہم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ خیال کرسکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں پھینک دے ہم نے عرض کیا اگر وہ پھینکنے پر قادر ہو تو بھی نہ پھینکے فرمایا اللہ تعالٰی اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ اپنے بچے پر ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

اگر رب نے مجھ پر تنگی کی اور میرا حساب لیا تو مجھے عذاب دیگا، خلاصہ یہ ہے کہ تم میری میت کو خود یہ عذاب دے دینا جلا کر اڑا دینا، تاکہ رب تعالٰی مجھ پر عذاب نہ کرے، اور اگر قدرۃ سے ہو جیسا کہ بعض شارحین نے فرمایا تو یہی کہا جائیگا کہ یہ بندہ صفات الٰہی سے خبردار نہ تھا۔ ۱؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردہ کو جلا ڈالنے اور اس کی مٹی کو اڑا دینے سے مردہ حساب و عذاب سے نہیں بچ سکتا، رب تعالٰی ایک آن میں اس کے تمام ذرے جمع فرما کر حساب بھی لے لیتا ہے اور عذاب و ثواب بھی دے دیتا ہے، جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں عرض کرچکے ہیں، دوسرے یہ کہ زمانہ فترت کے لوگ صرف عقیدۂ توحید پر بخشے جائیں گے، صفات الٰہی سے غفلت اور گناہوں پر ان کی پکڑ نہ ہوگی سوائے حقوق العباد اور ظلم کے، کہ ظلم کی سزا تو جانوروں کو بھی ملے گی، تیسرے یہ کہ خوفِ خدا رب تعالٰی کی بڑی ہی نعمت ہے جس سے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، دیکھو یہ بندہ عمر بھر کا گنہگار رہا محض غلبہ خوف الٰہی سے بخشا گیا، چوتھے یہ کہ عذاب و ثواب کا حکم تو مرتے ہی ہو جاتا ہے، اس کا ظہور قیامت میں ہوگا۔ ۲؎ کیونکہ اس کا بچہ اس سے جدا ہوچکا تھا اور یہ نئی والدہ تھی: تحلب حلب سے بنا جس کے معنے ہیں دودھ دوہنا: یہاں دودھ کی وہ کثرت مراد ہے جسے پستان نہ سنبھال سکیں اور دودھ ٹپکنے لگے۔ ۳؎ تاکہ دودھ کا جوش کچھ کم ہو جائے، نیز وہ اپنے بچہ کو یاد کرکے دوسرے بچوں پر مہربانی کرتی تھی (مرقات)۔ ۴؎ جیسے ماں نہیں چاہتی کہ میرا بچہ آگ میں جلے، ایسے ہی رب تعالٰی نہیں چاہتا کہ میرا بندہ آگ میں جلے، وہ تو ماں سے زیادہ مہربان ہے: خیال رہے کہ یہاں چاہنا بمعنی راضی ہونا ہے نہ کہ بمعنی ارادہ کرنا: رب تعالٰی نہ کفر سے راضی ہے نہ فسق سے، دنیا کا ہر کام رب تعالٰی کے ارادے سے ہے نہ کہ اس کی رضا سے لوگ اپنی حرکتوں سے دوزخ میں جاتے ہیں تعالٰی انکے اس جانے سے راضی نہیں لہذا حدیث صاف ہے اس پر مسئلہ تقدیر کے اعتراضات نہیں پڑ سکتے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُّنْجِيَ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا
اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَ
الْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ لَا يُدْخِلُ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيْرُهٗ مِنَ النَّارِ وَلَا اَنَا اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اسکا عمل نجات نہیں دے سکے گا[۱] لوگوں نے عرض کیا نہ آپکو یا رسول اللہ[۲] فرمایا نہ مجھے مگر یہ کہ اللہ مجھے مہربانی سے اپنی رحمت میں چھپالے[۳] لہٰذا ٹھیک رہو میانہ رو رہو اور صبح شام اور کچھ اندھیری رات میں نیکیاں کر لیا کرو میانہ روی میانہ روی کرو پہنچ جاؤ گے[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل نہ تو جنت میں پہنچا سکے گا نہ آگ سے بچا سکیگا اور نہ مجھے مگر اللہ کی رحمت سے[۵] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ مسلمان ہو اور اس کا اسلام اچھا ہو[۶]

[۱] یعنی نیک اعمال دوزخ سے بچنے، جنت میں داخل ہونے کے اسباب تو ہیں مگر علت تامہ نہیں، بہت سے لوگ بغیر نیک عمل جنتی ہیں جیسے مسلمانوں کے ناسمجھ بچے یا دیوانے یا وہ جو مسلمان ہوتے ہی فوت ہو جائیں اور بعض لوگ نیکیوں کے باوجود دوزخی ہیں جیسے نیکیاں کرنے والے کفار یا جن کی نیکیاں مردود ہو گئیں، جنت ملنے کی علت تامہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے، محض تخم درخت کی علت تامہ نہیں، بہت بار تخم ضائع ہو جاتا ہے: اس فرمان کا مقصد لوگوں کو نیکیوں سے روکنا نہیں ہے بلکہ نیکوں کو اپنے اعمال پر ناز کرنے سے بچانا ہے کہ اے پرہیزگارو اپنے اعمال پر غرور نہ کرو، رب تعالٰی کا فضل مانگو، شیطان کے اعمال سے اس کے انجام سے سبق لو۔ [۲] یعنی آپ کی نیکیاں تو قبولیت کی انتہائی منزل پر ہیں، کیا یہ بھی حصولِ جنت کے لئے کافی وافی نہیں، کیا آپ کو بھی اللہ کی رحمت درکار ہے؛ صحابہ سمجھے یہ سمجھے کہ ایسے موقعہ پر متکلم مستثنےٰ ہوتا ہے، شاید حضور یہ ہمارے لئے فرمارہے ہیں اس لئے یہ سوال کیا، اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ عمومی احکام پر حضور کو داخل نہ مانتے تھے۔ [۳] یتغمدنی غمد سے بنا بمعنی غلاف تلوار جو ہر طرف سے تلوار کو چھپائے ہوتا ہے، یعنی میں بھی محض عمل سے بلا فضل الٰہی جنت کا حقدار نہیں، ہاں رب تعالٰی کی رحمت ہر طرف سے مجھے گھیرے تو جنت میری ہے خیال رہے کہ تمام دنیا کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ، اور رحمت الٰہی جنت ملنے کا ذریعہ ہے، تو ہماری جنت کا وسیلہ عظمٰی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر خود رب تعالٰی کا فضل باقی ہے وکان فضل اللہ علیک عظیما لہٰذا ہم اور رحمت سے جنتی ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم دوسری رحمت سے: سورج و چاند دونوں کو نور رب نے دیا مگر چاند کو سورج کے ذریعہ اور سورج کو بلا واسطہ اپنی طرف سے لہٰذا اس حدیث سے حضور کا ہماری مثل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ [۴] اس طرح کہ عقائد درست رکھو عبادات میں درمیانی روش چلو کہ بقدر طاقت نوافل شروع کرو پھر ہمیشہ نبھاؤ اور صرف فرائض پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل بھی ادا کیا کرو خصوصاً آخری رات میں عبادت کیا کرو کہ یہ چیزیں رحمت الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے: خلاصہ یہ کہ جنت کا ذریعہ رحمت الٰہی ہے اور رحمت کا ذریعہ نیک اعمال ہیں لہٰذا اعمال سے غافل نہ ہو، منزل قریب ہے، خیال رہے کہ رات میں سفر زیادہ طے ہو جاتا ہے، ایسے مسافر آخر رات کے لئے رات کی عبادت سے جلد منزل

يُكَفِّرُ اللهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ
مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا اِلَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهَا رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ كَتَبَ
الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً
فَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ
كَثِيْرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَاِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا

تو اللہ تعالیٰ اسکے سارے کیے ہوئے گناہ مٹا دیتا ہے[۱] اسکے بعد قصاص ہوتا رہتا ہے[۲] کہ نیکی تو دس گنے سے لیکر سات سو گنا بلکہ بہت زیادہ گنا تک ہے[۳] اور گناہ اسکے برابر مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معافی دیدے[۴] (بخاری) ۞ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں و گناہ تحریر فرمادیئے ہیں[۵] تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کرے نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھتا ہے[۶] پھر اگر قصد کرے اور نیکی کرے تو اسے ہاں دس سے سات سو گنا تک بلکہ بہت زیادہ گنا تک لکھ لیتا ہے[۷] اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں تو اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے[۸] پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے

۱؎ علماء فرماتے ہیں کہ دخول جنت اللہ کے فضل سے ہے اور وہاں کے درجات کا حصول اعمال کے وسیلہ سے ہے خواہ خود اپنے عمل ہوں یا اپنے ماں باپ یا اولاد کے عمل، اس حدیث کا یہ ہی مطلب ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اللہ کے فضل سے جنت کا باعث بنے تو اشما کس شمار میں ہیں۔ ۲؎ اس طرح کہ اخلاص کے ساتھ دل سے مسلمان ہو منافقت سے کلمہ نہ پڑھے۔ ۳؎ زمانہ کفر کے سارے گناہ اسلام سے ختم ہو جاتے ہیں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، لہذا زمانہ کفر کے قرض ظلماً قتل وغیرہ اس کے ذمہ رہیں گے اسی لئے سیئۃ فرمایا گیا، معلوم ہوا کہ زمانہ کفر کی نیکیاں برباد نہیں ہوتیں بلکہ اسلام کے بعد وہ قبول ہو جاتی ہیں۔ ۴؎ یعنی مسلمان ہو چکنے کے بعد بدلہ ہوا کریگا، اس بدلہ کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ ۵؎ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اور مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ الخ۔ ۶؎ یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایک نیکی پر سات سو بلکہ اس سے زیادہ تک جزاء اور ایک گناہ کی جزاء صرف ایک، مگر خیال رہے کہ جیسا گناہ ویسی جزاء بعض گناہ وہ ہیں جن سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں غرضکہ گناہ کی سزا مقدار میں نہ بڑھے گی، رہی کیفیت اس میں فرق ہوگا؛ پھر رب کی معافی کی دو صورتیں ہیں، یا تو بندوں کو توبہ کی توفیق دے دی جائے یا بغیر توبہ ویسے ہی بخش دیا جائے۔ ۷؎ اس طرح کہ رب کے حکم سے فرشتوں نے لوح محفوظ میں یا بندے کی تقدیر میں تحریر فرمادے یا نامہ اعمال لکھنے والا فرشتہ لکھتا رہتا ہے، خیال رہے کہ نیکی ہر وہ عمل ہے جو ثواب کا باعث ہوا اور گناہ ہر وہ عمل ہے جو عذاب کا سبب ہیں لہذا ممنوعہ وقتوں میں نماز پڑھنا گناہ ہے اور حضور پر نمازیں یا جان فدا کر دینا ثواب ہے کبھی قضا نیکی ہو جاتی ہے اور ادا گناہ۔ ۸؎ معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے، مگر ثواب اور چیز ہے ادا و فرض اور چیز۔ لہذا صرف ارادہ سے فرض ادا نہ ہوگا۔
۹؎ یہ ثوابوں کا فرق کہ کسی کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا کسی کو سات سو گنا کسی کو اس سے بھی زیادہ عامل کی نیت عمل کے موقع

فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ﴿۱﴾ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلَ الَّذِيْ يَعْمَلُ السَّيِّئَاتِ ثُمَّ يَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَيْهِ دِرْعٌ ضَيِّقَةٌ قَدْ خَنَقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَانْفَكَّتْ حَلْقَةٌ ثُمَّ عَمِلَ اُخْرٰى فَانْفَكَّتْ اُخْرٰى حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَى الْاَرْضِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ: وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الثَّانِيَةَ وَلِمَنْ خَافَ

پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھتا ہے (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مثال جو پہلے گناہ کرتا ہو پھر نیکیاں کرنے لگے اس کی سی ہے جس پر تنگ زرہ تھی جو اس کا گلا گھونٹ رہی تھی۲ پھر اس نے ایک نیکی کی تو ایک چھلا کھل گیا پھر دوسری نیکی کی تو دوسرا کھل گیا حتی کہ وہ زرہ زمین پر گر گئی۳ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو برسر منبر وعظ فرماتے سنا کہ حضور فرماتے تھے کہ اسے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں۴ میں نے کہا کہ اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے۵ یا رسول اللہ حضور نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس کے لئے جو

وعمل سے ہے اکیلے نماز کا اور ثواب ہے باجماعت نماز کا کچھ اور۔ ۶ خیال ہے کہ خیال گناہ اور ہے اور گناہ کا پکا ارادہ کچھ اور پختہ ارادہ کر لینے پر انسان گنہگار ہو جاتا ہے یہاں خیال گناہ کا ذکر ہے، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی کیونکہ مقتول نے بھی قتل کا ارادہ کیا تھا اگرچہ پورا نہ کر سکا کہ وہاں گناہ کا عزم بالجزم مراد ہے ایسے ہی جو چوری کرنے کا پورا ارادہ کرلے مگر موقعہ نہ پائے وہ بھی گنہگار ہو گیا، جو کفر کا ارادہ کرے وہ کافر ہو گیا، لہٰذا احادیث واضح ہے خیال گناہ گناہ نہیں بلکہ بعد میں اس خیال سے توبہ کر لینا نیکی ہے۔

۱ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بغیر ارادہ گناہ صادر ہو جانا گناہ نہیں۔ گناہ میں قصد و ارادہ عذاب کا باعث ہے اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عمل اور ارادہ دونوں کا ذکر فرمایا۔ ۲ گناہ چھوڑ کر یا گناہ کے ساتھ ساتھ بعض لوگ پہلے صرف گناہ کرتے ہیں بعد میں گناہ چھوڑ کر صرف نیکیاں کرنے لگتے ہیں یہ تو اعلےٰ درجہ کے ہیں اور بعض لوگ پھر بعد میں اگرچہ گناہ کرتے رہیں مگر نیکیاں بھی کرنے لگتے ہیں یہ بھی غنیمت ہیں، غالب یہ ہے کہ یہاں پہلی جماعت مراد ہے۔ ۳ یہ بہت نفیس مثال ہے کہ جیسے زرہ سارے جسم کو گھیر لیتی ہے، اور اگر تنگ ہو تو تمام بدن کو تکلیف دیتی ہے ایسے ہی گناہوں میں گھرا ہوا ہر طرح برا ہوتا ہے۔ اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کی نگاہ میں بھی اس کو قلبی کوفت بھی رہتی ہے، نیکی سے دل کو خوشی ہوتی ہے، گناہ سے دل کو رنج اگرچہ کبھی یہ خوشی و غم بعض اوقات محسوس نہ ہوں۔ ۴ اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ نیکیوں کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں رب فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ یہ بھی پتہ لگا اولاً انسان بتکلف نیکی کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کا عادی بن جاتا ہے اور قدرتی طور پر گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ رب تعالےٰ ایسی نیکیاں نصیب فرمائے مطلب یہ کہ نیکیوں کے ذریعے آخر کار گناہوں کی زرہ بالکل کھل کر زمین پر گر جاتی ہے ہم سے دور ہو جاتی ہے۔ ۵ یعنی جو کوئی اس خوف کے گناہ

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَقُلْتُ الثَّانِيَةَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الثَّالِثَةَ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَقُلْتُ الثَّالِثَةَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ عَامِرِ الرَّامِ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ يَعْنِيْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَفِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيْهَا اَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ فَاَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ

اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں میں نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے حضور نے پھر تیسری بار فرمایا کہ اسے جو اپنے رب کے سامنے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں تیسری بار عرض کیا گیا کہ اگرچہ زنا و چوری کرے یا رسول اللہ تو فرمایا اگرچہ ابوالدرداء کی ناک گرد آلود ہوجائے (احمد) روایت ہے حضرت عامر الرام سے فرماتے ہیں کہ ہم ان کے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ناگہاں ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا اسکے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر کمبل لپیٹا تھا عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک درخت کی جھاڑی پر گذرا تو میں نے اس جھاڑی میں چڑیا کے چوزوں کی آواز سنی میں نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ لیا

چھوڑ دے یا توبہ کرتا ہے کہ کل مجھے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اعمال کا حساب دینا ہے اسے دو جنتیں عطا ہوں گی، ایک جنت خوفِ خدا کے عوض اور دوسری گناہ چھوڑ دینے کے عوض یا ایک جنت عدل کی دوسری جنت رب کے فضل کی یا ایک جنت جسمانی، دوسری جنت جنانی و روحانی یا ایک جنت دنیا میں کہ اسے ہمیشہ قرب الٰہی میسر ہوگا جس سے وہ خوش و خرم رہے گا۔ دوسری جنت آخرت میں۔ ان دو جنتوں کی بحث تفسیروں میں ہے مگر صرف زبانی طور پر خوف الٰہی کا محض دعویٰ نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو، رب تعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف نصیب کرے جو گناہ چھڑا دے آمین۔ یہ وہ گوہر ہے جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتا۔ ۲ یعنی اس سے پہلے اگرچہ چوری و زنا کر چکا ہو اگرچہ اس خوف کے بعد زنا و چوری کر بیٹھے تب بھی دو جنتوں کا مستحق ہے۔ ۳ یعنی اے ابوالدرداء اگر تم سوال کرتے کرتے اپنی ناک بھی رگڑ دو تب بھی حکم یہی رہیگا، کہ اللہ سے ڈرنے والا دو جنتوں کا مستحق ہے، خواہ اس سے قبل کتنے ہی بڑے گناہ کیوں نہ کر چکا ہو اور اگرچہ اس کے بعد بھی غلطی سے گناہ کر بیٹھے خوف الٰہی وہ صابن ہے جو دل کے سارے میل دھو ڈالتا ہے یا وہ سورج ہے جس کی کرنیں گندی سے گندی زمین کو خشک کر دیتی ہیں حتی کہ اگر مومن کو مرتے وقت بھی خوف خدا نصیب ہوجائے اور اسی حال میں مرجائے تو ان شاء اللہ وہ بھی اس آیت کے ماتحت داخل ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ خائف سے مراد مومن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو مگر آخر کار دو جنتوں کا مستحق ہوگا، ایک اپنے ایمان کی جنت دوسرے رب کی عطایا کا فرکی میراث کی، معافی پاکر وہاں پہنچے یا سزا پاکر۔ ۴ رام اصل میں رامی تھا یعنی تیر انداز، چونکہ یہ فن تیر اندازی میں یکتا تھے اس لئے ان کا نام عامر رام پڑ گیا۔ ۵ غیضہ وہ جنگل ہے جہاں بہت گھنے درخت ہوں جسے اردو میں جھاڑی کہتے ہیں، کبھی اس درخت کو بھی غیضہ کہہ دیتے ہیں جس کی جڑ ایک ہو تنے اور شاخیں بہت ہوں اور گھنی ہوں جن سے دھوپ نہ چھن سکے۔ یہاں دوسرے معنی ظاہر ہیں۔ یہ حضرت چرواہے تھے جو جانوروں کو چرانے کے لئے دور دور نکل جاتے ہیں۔ ایسے واقعات ان کو زیادہ درپیش آتے ہیں۔ فراخ جمع فرخ کی ہے۔ فرخ چڑیا کا وہ بچہ ہے جو ابھی اڑ نہ سکے اور اس کی ماں اسے دانہ دے۔ ۶ معلوم ہوا کہ جنگل کی چڑیاں اور ان کے بچے کسی کی ملک نہیں ہر شخص انہیں پکڑ سکتا ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر انہیں تنبیہ نہ فرمائی، وہاں ایسے بچوں کو

فِي كِسَائِي فَجَاءَتْ أُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَأْسِي فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ وَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِي فَهُنَّ أُولَاءِ مَعِي قَالَ ضَعْهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ وَأَبَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لُزُومَهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَعْجَبُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا ارْجِعْ بِهِنَّ حَتّٰى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ❊ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** ❊ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَوَاتِهِ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ

اتنے میں ان کی ماں آگئی وہ میرے سر پر چکر لگانے لگی میں نے اس کے سامنے وہ بچے کھول دیئے وہ ان پر گر پڑی میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا وہ سب یہ میرے ساتھ ہیں فرمایا انہیں رکھ دو میں نے انہیں رکھ دیا ان کی ماں انہیں چمٹی رہی تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ان چوزوں کی ماں کی اپنے بچوں سے اتنی مامتا پر تعجب کرتے ہو اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالٰی اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی بچوں کی ماں چوزوں پر انہیں واپس لے جاؤ حتی کہ انہیں وہاں ہی رکھ آؤ جہاں سے پکڑا ہے اور ان کی ماں ان کے ساتھ رہی وہ انہیں واپس لے گیا (ابوداؤد) ❊ تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں ہم بعض جہادوں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور انور ایک قوم پر گذرے پوچھا

ماں سے جدا نہ کیا جائے بلکہ انہیں مع ماں کے اپنے گھر میں پال لے یا ان کی جگہ پہنچا دے، مگر کسی کا پالتو جانور اور اس کے بچے دوسرا آدمی نہیں پکڑ سکتا اگر پکڑے گا تو مجرم ہوگا۔ ۱؎ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عشق بے خوفی پیدا کرتا ہے، اسی عشق سے دل میں قوت، بدن میں طاقت، طبیعت میں ہمت و جرأت پیدا ہوتی ہے دیکھو چڑیا انسان سے ڈرتی ہے مگر بچوں کے عشق نے اس کے دل سے ڈر، نفرت سب نکال دیا، بلکہ کبھی ایسی چڑیا انسان پر حملہ کر دیتی ہے جب دنیا کے عشق کا یہ حال ہے تو جسے اللہ تعالٰی عشق مصطفٰے نصیب کرے اس میں دلیری کیوں نہ پیدا ہو جائے: کربلا میں حسینی قافلہ بہتر آدمیوں پر مشتمل تھا اور مقابلہ میں بائیس ہزار یزیدی مگر حسینی قافلہ کی ہمت، شجاعت، دلیری آج تک مشہور ہے، یہ دلیری کہاں سے آئی انہی حضرت عشق کی کرشمہ سازی تھی ۲؎ یعنی اپنا کمبل زمین پر رکھ کر انہیں کھول دو تاکہ یہ نظارہ ہم سب بھی دیکھیں، معلوم ہوا کہ جانوروں کی حرکات کا تماشہ دیکھنا اگر لہو و لعب کی نیت سے نہ ہو بلکہ عبرت حاصل کرنے کی نیت سے ہو تو جائز ہے: حرکتوں سے مراد ان کا ناچ و کود نہیں، بلکہ وہ تو محض کھیل کود ہی ہے۔ ۳؎ یعنی لوگوں کا اتنا مجمع دیکھ کر بھی اپنے بچوں سے نہ بھاگی بلکہ اپنی جان پر کھیل کر انہیں اپنے پروں میں چھپائے رہی۔ ۴؎ بندوں سے مراد سارے بندے ہیں مؤمن ہوں یا کافر متقی ہوں یا فاجر جیسے عرض کیا جا چکا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں گناہ ہوں گے نفرت ہے نہ کہ گنہگار سے اسی رحمت کی بناء پر رب تعالٰی نے بندوں میں انبیاء و اولیاء بھیجے کافر یا مجرم خود اپنے کو مستحق کر لیتے ہیں: رب تعالٰی انکے جہنم میں جانے سے راضی نہیں مولانا عطار فرماتے ہیں شعر

خلق ترسید از تو من ترسم ز خود کز تو نیکی دیدہ ام وز خویش بد

۵؎ اس عبارت کی دو قرأتیں ہیں اُمُّهُنَّ کا رفع اور زبر مرقات اور اشعۃ اللمعات نے پہلی قرأت اختیار کی اور اس جملہ کو حال قرار دیا یعنی ان چوزوں کی ماں ان چوزوں کے ساتھ رہی، دوسری قرأت کی بناء پر معنی یہ ہوں گے کہ ان بچوں کے ساتھ ان کی ماں کو بھی رکھ آؤ: اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے

مِنِ الْقَوْمُ قَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ وَامْرَأَةٌ تَحْصِبُ بِقِدْرِهَا وَمَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَاِذَا ارْتَفَعَ وَهَجٌ تَنَحَّتْ بِهٖ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ قَالَ بَلٰى قَالَتْ اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ بِعِبَادِهٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِهَا قَالَ بَلٰى قَالَتْ اِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِيْ وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَاَكَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ اِلَيْهَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِيْ يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

تم کون قوم ہو[۱] وہ بولے ہم لوگ مسلمان ہیں ایک عورت ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی جس کے ساتھ اسکا بچہ تھا جب آگ بھڑک کے اونچی ہوتی تو عورت بچہ کو دور ہٹا دیتی وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی بولی کیا آپ رسول اللہ ہیں؟[۲] فرمایا ہاں بولی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا اللہ تمام رحم والوں سے بڑھ کر رحیم نہیں؟[۳] فرمایا ہاں بولی کیا اللہ اپنے بندوں پر ماں کے اپنے بچہ سے زیادہ مہربان نہیں؟ فرمایا ہاں[۴] تو بولی کہ ماں تو اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا بہت روئے[۵] پھر سر مبارک اس کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ تعالٰی اپنے بندوں میں صرف سرکش متکبر ہی کو عذاب دیگا جو اللہ تعالٰی پر سرکشی کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکاری ہو[۶] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ثوبان سے وہ نبی کریم صلے

۱ مسلمان ہو یا کفار غالبًا ان پر کوئی علامت موجود نہ تھی، اسی لئے ان لوگوں نے جواب میں مُسْلِمُوْنَ فرمایا، یہ نہ کہا کہ ہم قریشی یا انصاری ہیں، خیال رہے کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں، اس پوچھنے میں اور بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ ۲ تَحْصِبُ حَصْبٌ سے بنا، حصب آگ روشن کرنے کو بھی کہتے ہیں اور ان تیلیوں و ایندھن کو بھی جس سے آگ سلگائی جائے: رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ تم اور تمہارے جھوٹے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں۔ ۳ یعنی اس عورت کا ایک بچہ جو گھٹنوں چلتا تھا بار بار آگ کو کھلونا سمجھ کر دیگچی کے پاس آجاتا اور آگ کو پکڑنا چاہتا مگر عورت بار بار ہٹا آتی۔ ۴ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس سے پہلے کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی تھی اور آج حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار خوشبو وغیرہ دیکھ کر آپکو پہچان گئی، اسی لئے کسی دوسرے سے اس نے یہ سوال نہ کیا۔ ۵ یعنی مخلوق میں بہت رحم کرنے والے ہیں ماں باپ، استاد، سلاطین، مگر رب تعالٰی تمام سے زیادہ مہربان ہے یہ عرض آئندہ سوال کی تمہید ہے۔ ۶ چونکہ ماں سب سے زیادہ مہربان ہے، اسی لئے اس نے ماں کے متعلق خصوصیت سے سوال کیا ورنہ یہ سوال بھی پچھلے سوال میں آگیا تھا اور راحمین میں ماں بھی شامل تھی۔ ۷ چنانچہ ملاحظہ فرمالیجئے کہ میں بچہ کی وجہ سے بار بار چولہا چھوڑتی ہوں اور بچے کو وہاں سے ہٹا آتی ہوں پھر رب تعالٰی اپنے بندوں کو دوزخ میں کیوں بھیجے گا سبحان اللہ کیسا پیارا سوال ہے۔ ۸ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا اس عورت کی ماتا دیکھ کر اور پھر رب کی رحمت یاد فرماکر تھا، رونا کبھی خوف سے ہوتا ہے کبھی شوق سے کبھی ذوق سے کبھی جوش سے یہ رونا جوش سے تھا جو اللہ کی رحمت یاد آکر پیدا ہوا اور اس بار کی وجہ عورت کے حال کا ملاحظہ فرمانا تھا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ رونا کیوں تھا۔ ۹ خلاصہ یہ ہے کہ عذاب صرف کفار کو ہوگا وہ بھی ان

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَلْتَمِسُ مَرْضَاۃَ اللّٰہِ فَلَا یَزَالُ بِذٰلِکَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لِجِبْرِیْلَ اِنَّ فُلَانًا عَبْدِیْ یَلْتَمِسُ اَنْ یُّرْضِیَنِیْ اَلَا وَاِنَّ رَحْمَتِیْ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُ جِبْرِیْلُ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی فُلَانٍ وَیَقُوْلُہَا حَمَلَۃُ الْعَرْشِ وَیَقُوْلُہَا مَنْ حَوْلَہُمْ حَتّٰی یَقُوْلُہَا اَہْلُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ ثُمَّ تَہْبِطُ لَہٗ اِلَی الْاَرْضِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَعَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَمِنْہُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْہُمْ

اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا بندہ اللہ کی رضا تلاش کرتا رہتا ہے اسی جستجو میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا بندہ راضی کرنا چاہتا ہے مطلع رہو کہ اس پر میری رحمت ہے تب حضرت جبرئیل کہتے ہیں فلاں پر اللہ کی رحمت ہے یہ ہی بات حاملین عرش فرشتے کہتے ہیں یہ ہی ان کے اردگرد کے فرشتے کہتے ہیں حتی کہ ساتوں آسمان والے یہ کہنے لگتے ہیں پھر یہ رحمت اس کیلئے زمین پر نازل ہوتی ہے (احمد) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی اللہ عزوجل کے اس فرمان کے متعلق کہ بعض لوگ اپنی جانوں پر ظالم ہیں اور بعض

کے لئے قصور و سرکشی سے جیسے مہربان ماں نالائق و سرکش بیٹے کو عاق کرکے نکال دیتی ہے ادھر ہے گنہگار مسلمان، انہیں دوزخ میں کچھ روز کے لئے ڈالنا تعذیب نہیں بلکہ تہذیب ہے یعنی ان کی صفائی کرکے انہیں جنت کے لائق بنانا، جیسے سونے کو آگ میں تپا کر زیور بنا کر محبوب کے گلے کے لائق بنایا جاتا ہے، تو یہ آگ گویا نالائق کے لئے رحمت ہوگی، ماں گندگی میں بھرے ہوئے بچے کو سخت سردی میں نہلاتی دھلاتی ہے جس سے بچے کو تکلیف ہوتی ہے مگر اس سے اسے صفائی میسر ہو جاتی ہے۔ ۱؎ اس طرح کہ اپنے ہر دینی و دنیاوی کاموں سے رب تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے کہ کھانا پینا، سونا جاگنا بھی ہے تو رضائے الٰہی کے لئے، نماز و روزہ تو بہت ہی دور رہے، خدا تعالیٰ اس کی توفیق نصیب دے۔ ۲؎ یعنی اس پر میری کامل رحمت ہے اس طرح کہ میں اس سے راضی ہوگیا، خیال رہے کہ اللہ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے، جب رب تعالیٰ بندے سے راضی ہوگیا، تو کونین بندے کے ہوگئے، رب تعالیٰ فرماتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ، پھر بندے پر وہ وقت آتا ہے کہ رب تعالیٰ بندے کو راضی کرتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتا ہے وَلَسَوْفَ یَرْضٰی، اللہ تعالیٰ صدیق کو اتنا دے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے۔ ۳؎ غرضکہ آسمانوں میں اس کے نام کی دھوم مچ جاتی شور مچ جاتا ہے کہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کلمہ دعائیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے، یہ دعا یا تو فرشتوں کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے یا خود وہ فرشتے اپنا قرب الٰہی بڑھانے کے لئے یہ دعائیں دیتے ہیں، اچھوں کی دعائیں دینا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے جیسے ہمارا درود شریف پڑھنا شعر

قلب کی حالت غنچہ بستہ، اس کو کرم سے کردو شگفتہ ٭ دے دعائیں حافظ خستہ، صلے اللہ علیہ وسلم

۴؎ اس طرح کہ قدرتی طور پر انسانوں کے منہ سے اس کے لئے نکلنے لگتا ہے رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ اور لوگوں کے دل خود بخود اس کی طرف کھنچنے لگتے ہیں، دلوں کی قدرتی کشش محبوبیت الٰہی کی دلیل ہے، دیکھئے حضور غوث پاک خواجہ اجمیری جیسے بزرگوں کو ہم لوگوں نے دیکھا نہیں مگر سب کو ان سے دلی محبت ہے، مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل سے کہتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، حضرت جبریل آسمانوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ فلاں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ قَالَ كُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُورِ

میانہ رو ہیں اور بعض بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے لے حضور نے فرمایا یہ سب جنتی ہیں ۲ (بیہقی کتاب البعث والنشور) ❖

یہ حدیث اُس کے قریب ہی قریب ہے، یہ علمی وقدرتی محبت ہے لہ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کی تین جماعتوں کا ذکر فرمایا، ظالمین، میانہ رو، سابقین ظالمین وہ جن کے گناہ نیکیوں پر غالب ہوں، میانہ رو وہ جن کے دونوں عمل برابر ہوں، سابقین وہ جن کی نیکیاں گناہوں پر غالب ہوں، یا نیکیوں نے گناہ مٹا دیئے ہوں، ان تین کلمات کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں ۲ اس طرح کہ سابقین تو بغیر حساب جنتی ہیں اور مقتصدین حساب یسیر کے بعد جنتی، اور ظالمین یا تو صرف سخت حساب کے بعد یا کچھ سزا پا کر جنتی ہیں، بیہقی اور ابن مردویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کی کہ سابق تو سابق ہیں ہی اور مقتصد ناجی ہیں اور ظالم مغفور، امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رب تعالٰی نے ان تینوں فرقوں کو عبادنا فرمایا اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالٰی اپنے سابقین بندوں کے طفیل سے ہم ظالمین پر رحم فرمائے، ہمارے گناہ معاف کرے آمین آمین یارب العٰلمین

آپ سب بھی اُس سے محبت کریں، چنانچہ تمام فرشتے اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اُس کی مقبولیت پھیلادی جاتی ہے:

بجاہ نبیہ الکریم وصلے اللہ تعالٰی علٰے خیر خلقہ سیدنا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ وسلم اٰمین یارب العٰلمین

الحمد للہ الکریم

کہ مرات شرح مشکوۃ جلد سوم ۱۶ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۵۹ء یوم دوشنبہ کو شروع ہو کر آج ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۶۰ء پنجشنبہ کو ختم ہوئی، جو اس سے فائدہ اٹھائے۔ وہ مجھ گنہگار کے لئے دعائے مغفرت وقبولیت فرمائے رب تعالٰی اُسے جزاء خیر دیگا۔

ناچیز احمد یار خان نعیمی اشرفی مقیم گجرات پاکستان

چند بہترین دینی کتابیں

جن کا آپ کے گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

تفسیر نعیمی:۔ نہایت سلیس اُردو زبان میں تفسیر ہے۔ آیات کا ربط۔ شان نزول تفسیر فوائد اور اعتراضات کے جوابات۔

پارہ اوّل ...۔ ہم دوئم ...۔ ہم سوئم ...۔ ہم چہارم ...۔ ہم پنجم ...۔ ہم ششم ...۔ ہم ہفتم ...۔ ہم ہشتم ...۔ ہم نہم ...۔ ہم دھم (زیر طبع) یازدھم (زیر طبع)

مرات جلد چہارم

احسن القصص:۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ یوسف کی جو تفسیر کی ہے اس کا اُردو ترجمہ ہے۔

ناشر: صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی بدایونی۔

ملنے کا پتہ: نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار خاں روڈ گجرات (پاکستان)

فہرست مضامین مرآت جلد سوم (۳)

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کتاب الزکوٰۃ		عامل صادق مجاہد ہے	۱۹	کان میں پانچواں حصہ دیا جائے گا	
فصل اول	۳	عامل کو اجرت وثواب دونوں ملتے ہیں	"	اور اس کے احکام	۳۳
زکوٰۃ کی تعداد وشرائط	"	زکوٰۃ گھر جاکر مال دیکھ کر وصول کی جائے سال	"	حنفیوں اور شافعیوں کا اختلاف	"
زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے	۴	گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔	۲۰	چاندی وسونے کی زکوٰۃ ونصاب کے مسائل	۳۴
زکوٰۃ میں درمیانی مال لیا جائے	"	سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دے سکتے ہیں	"	گھر کا استعمالی سامان اور جانوروں میں زکوٰۃ	
غلام اور رب کے درمیان کوئی آڑ وپردہ نہیں	"	حضرت صدیق کا زکوٰۃ نہ دینے والوں پر لشکر		نہیں۔	۳۴
غیر زکوتی مالوں کو آگ پر گرم کرکے اُن کے مالک		کشی وجنگ	۲۱	بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کا نصاب	
کی پیشانی داغی جائے گی	۵	مال گنجا سانپ بن کر مالک کی انگلیاں چبائے گا	۲۳	وزکوٰۃ	۳۵
جن اونٹوں سے زکوٰۃ ادا نہ کی، تو وہ اپنے مالکوں		مال بشکل سانپ گلے کا ہار بنے گا	"	زکوٰۃ میں مال مثل یا ناقص مال دینے والا	
کو قیامت میں روندیں گے	۶	عالم وصوفی جو علم فیض میں بخل کرے وہ مالی		نہ دینے والے کی طرح ہے۔	۳۶
بے زکوتی گائے بکری اپنے مالکوں کو سینگوں		بخیل سے زیادہ مجرم ہے	"	پیداوار گندم جو کھجور اور کشمش میں زکوٰۃ ہے	"
سے ماریں گی	۷	مال حرام حلال کو بھی برباد کردیتا ہے	۲۴	شہد کی زکوٰۃ کے مسائل	۳۸
گھوڑا باعث ثواب	"	باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ		سونے چاندی کے زیورات میں بشرط نصاب	
گھوڑے کی زکوٰۃ کا حکم	۸	کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے	۲۵	زکوٰۃ فرض ہے۔	۳۹
آلات جہاد جمع کرنا موجب ثواب ہے	۹	جانور، سونا چاندی اور تجارتی مال میں زکوٰۃ		زیورات کی زکوٰۃ نہ دینے والی کو جہنم میں آگ	"
قیامت میں برے اور بھلے کو دیکھے گا	"	ہے۔	"	کے زیور پہننے پڑیں گے۔	
بے زکوتی مال گنجے سانپ کی شکل میں ظاہر ہو		وسق، صاع، رطل کی صحیح تحقیق	"	زکوٰۃ ادا کرنے سے مال حکم کنز میں نہیں	۴۰
کر اپنے مالک کو کاٹے گا	۱۰	اختلاف ودلائل امام وشوافع دربارہ عشر	"	تجارتی مال واسباب میں زکوٰۃ لازمی ادا کرنا	
قیامت میں جن وانس کی طرح جانور بھی زندہ		اوقیہ، درہم اور مثقال کا وزن	۲۶	ہے	"
ہوں گے۔	۱۱	اپنے خدمتی غلام وجانور میں زکوٰۃ نہیں	"	زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی صورت	۴۱
عامل سے مال چھپاکر زکوٰۃ بچانا حرام ہے	"	غلام کا صدقہ فطر دیا جائیگا، زکوٰۃ نہیں	"	باب صدقہ فطر	۴۲
صحابہ صدقہ حضور علیہ السلام کے ہاتھ سے		ظالم حاکم کی اطاعت واجب نہیں	۲۷	صاع کی شرح ووزن کی تحقیق	"
دلواتے اور حضور دعائیں دیتے	۱۲	اونٹوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	"	صدقہ فطر کس پر واجب ہے	۴۳
اللہ رسول مالدار غنی کرتے ہیں	"	بکریوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	۳۰	صدقہ کس وقت اور کتنا نکالے	"
مسئلہ وقف	۱۳	زکوٰۃ میں بے عیب درمیانی حالت کا جانور		جو، جوار صاع، گندم نصف صاع، باقی اناج	
حکام کو رشوت وغیرہ لینا حرام ہے	۱۴	دیا جائے گا۔	۳۱	ان کی قیمت کے برابر	۴۵
عامل کا بطور ہدیہ سوئی لینا بھی حرام ہے	۱۶	نہ عامل زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرے		باب، کس کو صدقہ حلال نہیں	"
ذخیرہ کرنا حرام ہے	"	اور نہ مالک ادائیگی میں حجت کرے	"	صدقہ، ہدیہ، نذرانہ، عطیہ وغیرہ کا فرق	۴۶
سب سے بہتر ذخیرہ نیک اور فرمانبردار بیوی		چاندی میں چالیسواں حصہ ہے	۳۲	سادات وآل ہاشم کو زکوٰۃ وصدقہ لینا	
ہے۔	۱۷	غلوں وغیرہ میں دسویں اور بیسویں کے احکام	"	حرام ہے	۴۷
عاملوں کو راضی کرو ظلم کے وہ خود ذمہ دار		جانور کے زخمی کرنے یا کنوئیں یا کان میں گر کر		صدقہ مال کا میل ہے	"
ہوں گے	"	مرے تو مالک پر قصاص نہیں	۳۳	حضور علیہ السلام ہدیہ استعمال اور صدقہ	

تقسیم فرما دیتے ٤٧
حیلہ کا جواز صدقہ لینے والے پر ختم ہو جاتے ہدیہ ہے ٤٩
بنی ہاشم کے غلاموں کو زکوٰۃ لینا حرام ہے ٥١
آٹھ قسم کے لوگ زکوٰۃ لے سکتے ہیں ٥٣
صدقہ کے بارے میں حضرت عمر کی احتیاط ٥٤
باب، مانگنا کسے حلال نہیں 〃
صرف تین شخص سوال کرسکتے ہیں، اور دوں کو حرام ہے۔ ٥٥
بلا ضرورت شدید سوال کرنا دوزخ میں لے جائیگا۔ ٥٦
قیامت کے دن بھکاری کے منہ پر گوشت نہ ہوگا۔ ٥٦
سوال میں ضد کرنا اور جوتے لینا حرام ہے ٥٧
معمولی سے معمولی کا باعث عزت اور سوال سبب لعنت ہے۔ 〃
اوپر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔ ٥٨
قول حکیم حضور آپ کے سوا کسی سے سوال نہ کروں گا۔ ٥٩
اونچا ہاتھ دینے والا نیچا لینے والا ہے 〃
جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اُسے سوال سے بچاتا ہے، صبر سب سے بہتر ٦٠
غنا عمر رضی اللہ عنہ 〃
جو بغیر سوال وطلب ملے لے لو ٦١
مجبوراً سوال جائز ہے۔ 〃
بھکاریوں کے منہ قیامت میں کھرے اور زخمی ہوں گے۔ ٦٢
آدمی غنی کتنی رقم سے بنتا ہے 〃
غنا صبح شام کا کھانا ہے ٦٣
غریب انصاری کو طریقۂ تجارت کی تعلیم و ممانعت سوال ٦٣
اظہار عسرت سے غربت دور نہ ہوگی ٦٦
اظہار غنا سے اللہ اُسے غنی کردے گا 〃
جو بغیر مانگے ملے لو، اعمال علماء و قاضی و مدرسین کا تنخواہ لینا جائز ٦٨
حضرت علی نے عرفات میں ایک بھکاری کو کوڑے لگائے 〃
جو سوال ترک کردے حضور علیہ السلام اُس کے ضامن ہیں ٦٩
باب سخاوت اور بخل میں ٧٠
اگر اُحد سونے کا ہو تو تین دن میں صدقہ کردوں 〃
فرشتے سخی کو دعا اور بخیل کو بددعا دیتے ہیں 〃
جتنا خرچ کرو گے اللہ بھی اتنا ہی دے گا ٧١
زبان رب، خرچ کریں دونگا 〃
بچا مال خرچ کرو، روکنا بُرا ہے ٧١
سخی اور کنجوس کی بہترین تمثیل ٧٢
کنجوسی حلال کو حرام بنا دیتی ہے ٧٣
بخل و شح کا فرق و تعریف 〃
قرب قیامت زکوٰۃ لینے والا میسر نہ ہوگا 〃
جب غربت کا خوف ہو تو صدقہ زیادہ کرنا چاہیے۔ ٧٤
بے خوف آگے پیچھے ہر طرف دونوں ہاتھوں سے خیرات کرے ٧٥
سخی اللہ و جنتی لوگوں کے قریب، دوزخ سے دور، بخیل اس کے برعکس 〃
جاہل سخی، کنجوس عابد سے بہتر ہے 〃
صحت کا ایک درہم، مرض الموت کے سو درہم خیرات کرنے سے بہتر ہے ٧٦
مومن، بخیل و بدخلق نہیں ہوتا 〃
دھوکہ باز، کنجوس، احسان جتانے والا جنت میں نہیں جائے گا ٧٧
بدترین خصلت کنجوسی و بزدلی ہے 〃
حضور علیہ السلام سے اُمہات المومنین کا موت کے متعلق سوال و جواب ٧٨
ایک اسرائیلی کے صدقہ کا واقعہ ٧٩
ایک شخص کے کھیت کے لیے مخصوصیت سے بارش کا واقعہ ٨١
اندھے، گنجے اور کوڑھی کا قصہ و امتحان ٨٢
فیض ملائکہ ٨٣
اللہ کے بندے دافع البلاء ہیں ٨٣
ضرورتمند فقیر کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیے ٨٦
سائل کو گوشت نہ دینے سے گوشت پتھر بن گیا۔ ٨٨
جو اللہ کے نام پر نہ دے وہ بدترین انسان ہے ٨٨
آدمی مرتے وقت کچھ نہ چھوڑے، پہلے ہی تقسیم کردے ٨٩
جو چیز اللہ کی راہ میں حائل ہو اُس کو فوراً دور کرنا چاہیے ٩٠
خرچ کرو، جمع نہ کرو، اللہ دے گا ٩١
سخاوت جنت میں درخت ہے ٩٢
صدقے سے بلا دفع ہوتی ہے 〃
باب فضیلت صدقہ 〃
خیرات حلال کمائی سے کرنی چاہیے، وہی قبول ہوتی ہے۔ ٩٣
صدقہ کی اللہ پرورش کرتا ہے اور پہاڑ جیسا ہوجاتا ہے۔ 〃
خیرات سے مال کم نہیں ہوتا 〃
معافی دینے اور انکساری کرنے والے کو اللہ سربلند کرتا ہے ٩٤
جنتی جنت میں ان دروازوں سے داخل ہوں گے جس عمل کی کثرت کریں 〃
حضرت صدیق کو تمام دروازوں سے جنت کے دربان پکاریں گے۔ ٩٥
حضرت صدیق تمام خوبیوں کے مالک ہیں ٩٦
اپنے پڑوسی کے تھوڑے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھو 〃
ہر نیکی صدقہ ہے۔ 〃
چھوٹی نیکی حقیر سمجھ کر نہ چھوڑو ٩٧
امداد مظلوم، نیکی کی ترغیب، بدی کی تردید صدقہ ہے 〃
تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، اور ہر جوڑ کا صدقہ ایک نیکی ہے ٩٨
انصاف، گھوڑے پر سوار، اچھی بات نماز کی طرف ہر قدم، راستہ سے تکلیف دہ اشیاء کا ہٹانا وغیرہ صدقہ ہے 〃
حمد، تکبیر، تہلیل، صدقہ ہے ٩٩
صحبت حلال، ثواب و صدقہ ہے 〃
باغ، کھیت سے آدمی یا جانور یا پرندے کچھ کھالیں، صدقہ ہے ١٠٠
کتے کی جان بچانے سے ایک زانیہ کی مغفرت ١٠١

ایک عورت بلی مارنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوئی	۱۰۱
راستے کی لکڑی ہٹانے سے جنتی	۱۰۲
خدمت خلق موجب جنت ہے	"
عبداللہ ابن سلام سرکار کا چہرہ دیکھ کر ایمان لائے	۱۰۳
سلام کرو، رشتے جوڑو اور تہجد پڑھو اور جنتی بنو	"
ہر بھلائی صدقہ ہے، رب کے غضب اور بری موت سے بچاتا ہے	۱۰۴
بھائی کو دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے	۱۰۵
راستہ بتانا، پانی پلانا صدقہ ہے	"
بیر ام سعد (سعد کی ماں کا کنواں)	"
غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے سے حلال حرام نہیں ہوتا	۱۰۶
مسلمان کو کپڑا پہنانے سے جنتی لباس اور کھلانے سے کھانا ملے گا	"
مسلمان کو پانی پلانے سے جنت میں شراب ملے گی	۱۰۷
مال میں علاوہ زکوٰۃ دوسرے حقوق بھی ہیں	"
پانی و نمک کو منع کرنا سخت بے مروتی ہے	"
بنجر زمین کو آباد کرنا ثواب ہے	۱۰۸
قرض دینا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے	"
صحیح سلام کا جواب دینا واجب	۱۰۹
حضور کی دعا سے مصائب دور ہوتے ہیں	"
انسان بلکہ جانوروں کو بھی کبھی گالی نہ دی	۱۱۰
پائجامہ، تہبند ٹخنوں سے اونچا	"
عیب جوئی نہ کرو	"
صدقہ باقی رہتا ہے	۱۱۱
جو دوسرے کو کپڑا دیتا ہے، اللہ اس کی حفاظت اور عیب چھپاتا ہے	"
تین شخص اللہ کو محبوب ہیں	"
صدقہ چھپا کر دینا افضل ہے	"
تین شخص اللہ کو محبوب و مبغوض ہیں	۱۱۲
خیرات کرنے والا تمام عالم پر بھاری ہے	۱۱۴
سخاوتِ مال سے سخاوتِ حال و کمال بہتر ہے	۱۱۵

ایک قسم کی دو چیزیں یعنی جوڑا دینا بہتر ہے	۱۱۵
صدقہ قیامت کے دن دینے والے پر سایہ فگن ہوگا	۱۱۶
دسویں محرم کا صدقہ پورا سال فراخی کر دیتا ہے	"
باب افضل الصدقہ (بہترین صدقہ)	۱۱۷
بہ نیت ثواب اپنے گھر کا خرچ بھی موجب اجر ہے	"
صلہ رحمی میں دوگنا ثواب ہے	۱۱۸
حضور کی قدرتی ہیبت قلوب پر	۱۲۰
صدقہ نافلہ خاوند و اولاد کو دینے میں دوگنا ثواب ہیں	"
میاں بیوی ایک دوسرے کو آپس میں زکوٰۃ نہیں دے سکتے	۱۲۱
غلام آزاد کرنے سے صلہ رحمی افضل ہے	"
ہدیہ کا زیادہ مستحق قریب کے دروازے والا ہے	۱۲۲
پڑوس کا خیال بہت ضروری ہے	"
کن لوگوں کو دینا بہتر ہے کی تفصیل	۱۲۳
جس سے اللہ کے نام پر مانگا جائے اور نہ دے وہ بدتر ہے	۱۲۴
سائل کو کچھ دو چاہے جلا ہوا کھر ہو	"
پناہ مانگنے والے کو پناہ اور داعی کی دعوت قبول کرو	۱۲۵
بھلائی کا بدلہ بھلائی دو دعا	"
اللہ کے نام صرف جنت مانگو	۱۲۶
اللہ سے اللہ کو مانگو	"
حضرت طلحہ انصاری کے باغ کا قصہ (لن تنالوا البر)	"
وقف کا اعلان ضروری ہے	۱۲۷
وقف کو واقف و غربا اور مستحق استعمال کر سکتے ہیں	"
بہترین صدقہ بھوکے جاندار کو کھلانا ہے	"
باب خاوند کے مال سے بیوی کو خیرات	۱۲۸
بہ نیت خیر خیرات کا ثواب مرد و عورت اور خزانچی کو ہے	"
عورت کو خاوند کے مال کی خیرات کرنے سے نصف ثواب ملتا ہے	۱۲۹
مسلمان امین خزانچی بھی ثواب کا مستحق ہے	"

زندوں کی خیرات سے مردوں کو ثواب ملتا ہے	۱۲۹
بدنی عبادت کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے	۱۳۰
خیرات میں عورت کو مرد کی اجازت ضروری ہے	"
ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں	۱۳۱
غلام آقا کے مال سے خیرات کر سکتا ہے	"
باب من لا یعود فی الصدقہ	۱۳۲
صدقہ دے کر واپس لینا اپنی قے چاٹنے کے برابر ہے	۱۳۳
عبادت بدنی و مالی میں نیابت کی نفیس توجیہ	"
کتاب الصوم (رمضان کے معنے و فوائد)	۱۳۳
رمضان میں دوزخ کے دروازے بند اور شیاطین مقید ہوتے ہیں	۱۳۴
باب الریان کے معنے	"
روزہ میں عشق کا غلبہ ہے	۱۳۶
روزہ کا بدلہ خود رب ہے	"
اجزی اجزی کا فرق	"
روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے بہتر ہے	"
روزہ دار جنگ وغیرہ نہ کرے	۱۳۷
رمضان میں شیاطین کو مقید کر دیا جاتا ہے	۱۳۹
شب قدر ستائیسویں رات ہے	"
روزے اور قرآن شفیع ہوں گے	"
شب قدر سے بدنصیب ہی محروم رہتا ہے	۱۴۰
رمضان میں نفل فرض کے برابر اور فرض ستر فرضوں کے مثل	۱۴۱
ماہ رمضان کے نام	"
روزہ دار کو افطار کرانے سے آزادی نار اور روزہ کا ثواب ملتا ہے	"
اول عشرہ رحمت، دوم مغفرت، سوم آزادی دوزخ	۱۴۲
رمضان میں قیدی آزاد کرنے کا حکم	۱۴۳
حوریں روزہ داروں سے نکاح کی تمنا کرتی ہیں	۱۴۳
رمضان کی آخری رات کو بخشش ہوتی ہے	"
باب رویۃ الہلال	"
چاند کے اسماء اور کون سے ماہ کے چاند التزام سے دیکھنے چاہئیں	"

شریعت میں چاند کا اعتبار ہے، جنتری کا حساب غیر معتبر ہے	۱۴۵
چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھولو	،،
رویت ہلال کا اعلان	۱۴۶
ماہ رمضان و بقرعید دونوں انتیس تیس کے ہونے کی تحقیق	۱۴۷
انتیس شعبان کے روزے کا حکم	،،
شعبان کا چاند دیکھنا ضروری ہے	۱۴۸
شک کے دن روزہ نہ رکھے	،،
رمضان کے لئے ایک مسلمان گواہ کافی ہے	۱۴۹
مطلع صاف نہ ہو تو دو گواہ ضروری ہیں	۱۵۰
چاند کے چھوٹا بڑا ہونے کا اعتبار نہیں	۱۵۱
سحری کھانے میں برکت اور اہل کتاب سے فرق ہے	۱۵۲
افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے	،،
صوم وصال منع ہے	۱۵۳
تم میں میرا مثل کون ہے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے	۱۵۴
روزہ کی نیت کب کرنی چاہیے	،،
افطار میں جلدی کرنے والا اللہ کا محبوب ہے	۱۵۵
کھجور سے روزہ افطار کرنے میں برکت ہے	،،
افطار قبل نماز سنت ہے	۱۵۶
روزہ دار کو افطار، غازی کو سامان دینے میں ان کے مثل ثواب ہے	۱۵۷
روزہ افطار کرنے کی دعا	،،
جلدی افطار سے دین غالب رہیگا	۱۵۸
اسلام کا استحکام کفار کی مخالفت ہے	،،
سحری و افطار میں چھوہارے کھانا سنت ہے	۱۵۹
باب تنزیہ الصوم	،،
جو برائی نہ چھوڑے، تو اللہ کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی پرواہ نہیں	،،
روزہ ہر عضو کا ہوتا ہے	۱۶۰
روزہ کے بعض حصہ میں جنبی رہنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا	،،
احتلام سے روزہ فاسد نہیں	۱۶۱
غسل سے روزہ نہیں ٹوٹتا	
بھول کر کھانے پینے وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۶۱
قصداً روزہ توڑنے پر کفارہ، غلام آزاد یا دو ماہ کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا ہے	۱۶۲
حیلہ شرعی درست ہے	۱۶۳
اس کا کفارہ اسی کو جائز فرما دیا	،،
بوڑھا اور متقی جو اپنے نفس پر قادر ہو بوس وکنار کر سکتا ہے جوان کو جائز نہیں	۱۶۴
بلا ارادہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، عمداً قے سے جاتا رہتا ہے	،،
مسواک روزہ میں بلا کراہت جائز ہے	۱۶۵
بحالت روزہ آنکھ میں دوا و سرمہ ڈالنا جائز ہے	۱۶۶
سر پر تیل کی مالش یا پانی بہانا بلا کراہت درست ہے	۱۶۷
رمضان کے ایک روزہ کا بدلہ عمر بھر کے روزے نہیں ہو سکتے	۱۶۸
جو لوگ روزہ اور شب بیداری میں احتیاط نہیں کرتے وہ ثواب سے محروم رہتے ہیں	۱۶۹
تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۷۰
نمک اور مصطگی چبانے کا حکم	،،
باب صوم المسافر	،،
سفر میں روزہ رکھنا بہتر، نہ رکھنے کی اجازت ہے	
بحالت سفر بے سروسامانی کا روزہ برا ہے موجب ہلاکت ہے	۱۷۱
مسافر دودھ پلانے والی حاملہ کو روزہ رکھنے کی اجازت ہے	۱۷۲
باب القضاء	۱۷۶
حضور کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے	،،
عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لے کر روزہ رکھنا چاہیے	،،
رمضان کے روزوں کی قضا دوسرا رمضان آنے سے پہلے کرے	۱۷۷
دوران حیض کے روزہ کی قضا کرنیکا سبب	،،
میت کے روزوں کا فدیہ اس کے ولی و وارث دیں	۱۷۸
روزہ کے فدیہ کا حکم	،،
کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادت ادا نہیں کر سکتا	۱۷۸
باب صیام التطوع	۱۷۹
حضور علیہ السلام ماہ شعبان میں اکثر روزے رکھتے تھے	،،
حضور علیہ السلام ہر ماہ کچھ دنوں کے روزے رکھتے تھے	۱۸۰
عاشورہ کا روزہ اور اس کے خصوصیات	،،
نماز تہجد کے فضائل	۱۸۱
عاشورہ کے روزہ کی افضلیت	،،
بخوف مشابہت دسویں کے ساتھ نویں محرم کا روزہ بھی رکھیں	۱۸۲
بقرعید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ سال کے برابر ہے	۱۸۳
طریقۂ سوال	،،
صوم دوام وصوم داؤدی	۱۸۴
ہر ماہ میں تین دنوں کے روزے ہمیشہ کے مثل ہیں	۱۸۵
عرفہ کا روزہ سال گذشتہ و آئندہ کا کفارہ ہے	،،
پیر کے دن کا روزہ	،،
ولادت شریف و نزول قرآن	،،
رمضان و شوال کے چھ روزے پورے سال کے برابر ہیں	۱۸۶
سال میں پانچ دن روزے حرام ہیں	۱۸۷
صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے، آگے پیچھے کا دن ملائے	،،
ایک دن کا روزہ دوزخ سے ستر سال کی دوری کا موجب ہے	۱۸۸
ہمیشہ روزوں کی بجائے ہر ماہ تین روزوں کا حکم	۱۸۹
تین یادوں کا ثبوت	،،
پیشی اعمال بحالت روزہ پیر و جمعرات کو بہتر ہے	۱۹۰
ہفتہ و سال کی ابتداء کی تحقیق	،،
تیرہ، چودھ، پندرہ کا روزہ	۱۹۱
جمعہ کے دن روزے کا حکم	،،

ایک ماہ ہفتہ اتوار پیر، دوسرے ماہ منگل بدھ جمعرات کا روزہ	۱۹۱
روزہ رکھنے والے اور دوزخ کے درمیان زمین و آسمان کے بعد کے مثل خندق ہوگی	۱۹۳
سردی کے روزے غنیمت بلا مشقت ہیں	؍؍
اسلامی یادگاریں منانے کا ثبوت	۱۹۵
تین قسم کے روزے حضور ہمیشہ رکھتے تھے	۱۹۶
ایام بیض کے روزوں سے آدم علیہ السلام کا جسم نورانی ہوا	؍؍
روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے	۱۹۷
پیر و جمعرات کے روزوں کی وجہ سے اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو بخش دیتا ہے	؍؍
باب متفرقات	۱۹۸
حیس و حریسہ کی ترکیب و تحقیق	؍؍
نفلی روزہ رکھ کر توڑنے سے قضا واجب ہے۔	۱۹۹
مہمان کو نفلی روزہ نہ توڑنا افضل ہے توڑنا جائز، قضاء واجب	؍؍
تقسیم داہنی طرف سے ہونی چاہیئے	۲۰۰
اگر مہمان ناراض نہ ہو تو نفلی روزہ نہ توڑے	۲۰۲
نفلی روزہ دار کو دکھا کر کھانا، اس کا ثواب بڑھانا اور فرشتوں کی دعا کا موجب ہے	۲۰۳
کھاتے وقت کھانے کے لئے بلانا سنت ہے	؍؍
روزہ دار کی بہترین روزی جنت میں ہے	؍؍
کسی کو کھاتا دیکھ کر روزہ دار کی ہر ہڈی و جوڑ تسبیح کرتے ہیں	؍؍
باب لیلۃ القدر (شب قدر)	۲۰۴
شب قدر کی خصوصیت و معنے اور تاریخ کی تحقیق	؍؍
شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے	؍؍
صحابہ کا شب قدر کو خواب میں دیکھنا	؍؍
شب قدر کی تلاش میں سرکار کا اعتکاف کرنا	۲۰۵
سرکار کا شب قدر کو دیکھ کر بھولنے کی حکمتیں	۲۰۶
حضرت ابی ابن کعب نے قسم کھائی کہ شب قدر ستائیس رات ہے۔	۲۰۷

شب قدر کی صبح سورج بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے	۲۰۸
ستائیس کی مناسبت ابن عباس کی زبان سے	؍؍
حضور رمضان کے آخری عشرہ میں شب بیداری و عبادت زیادہ فرماتے	؍؍
شب قدر کو اگر پالے، تو اس کی دعاء	۲۰۹
جھگڑے کی وجہ سے شب قدر کی تاریخ تعین بھلادی گئی	۲۱۱
شب قدر میں جبریل امین کا نزول ذاکرین کو دعائیں	؍؍
اللہ عید کے دن فرشتوں کے سامنے اپنے نیک عابد بندوں پر فخر کرتا ہے	۲۱۲
روزہ، جہاد، اشاعت دین، شہادت صرف انسانوں کے ساتھ خاص ہے	؍؍
نماز عید کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اور گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں	؍؍
روزہ دار نماز عید پڑھ کر بخشش شدہ واپس ہوتے ہیں	؍؍
باب الاعتکاف	۲۱۳
اعتکاف کے دنوں کی تعداد اور سنت مؤکدہ کفارہ	؍؍
رمضان میں سرکار بہت سخاوت فرماتے تھے	؍؍
حضور علیہ السلام جبریل کو پورا قرآن کریم سناتے تھے	۲۱۴
وفات کے سال دو مرتبہ قرآن کریم کا دور بیس دن کا اعتکاف	؍؍
اعتکاف میں قضائے حاجت کیلئے جانا	۲۱۵
حضرت عمر کو نذر کے پورا کرنے کا حکم	؍؍
اعتکاف کو عصر کی نماز سے شروع کیا جاتا ہے	۲۱۶
معتکف نہ عورت کو چھوئے، نہ نماز جنازہ کو جائے	۲۱۷
اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	؍؍
معتکف مسجد میں چارپائی بچھا سکتا ہے	؍؍
اعتکاف گناہوں سے باز رکھتا ہے	۲۱۸

کتاب باب فضائل قرآن	[illegible]
قرآن کے معنے کی لغتی تحقیق	؍؍
قرآن سیکھنے سکھانے والا افضل ہے	؍؍
عالم قرآن فرشتوں اور نبیوں کے ساتھ ہوگا	۲۲۰
دو شخصوں پر غبطہ رشک جائز ہے	۲۲۱
قرآن پڑھنے اور نہ پڑھنے والے کا فرق و مثل	؍؍
بذریعہ قرآن قوموں کو سربلند یا ذلیل کیا جاتا ہے	۲۲۲
حضرت اسید کا قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے فرشتوں کو دیکھنا	۲۲۳
ایک صحابی پر سورۂ کہف کی تلاوت کے وقت سکینہ رحمت کا سایہ کرنا	۲۲۴
حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی	۲۲۵
سورۃ فاتحہ (الحمد) اعظم سورۃ ہے	۲۲۶
جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے، وہاں سے شیطان بھاگتا ہے	؍؍
قرآن قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریگا	۲۲۷
سورۂ بقرہ و آل عمران رب تعالےٰ سے اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی	؍؍
سورۂ بقرہ و آل عمران اپنے پڑھنے والوں پر سایہ کریں گی	۲۲۸
اعظم آیت آیۃ الکرسی ہے	؍؍
حضرت ابوہریرہ کا شیطان کو چوری کرتے پکڑنا	۲۲۹
حضور کا علم غیب سے فرمانا کہ وہ آج پھر آئے گا	۲۳۰
ابوہریرہ کو شیطان نے آیۃ الکرسی اور اس کے فوائد بتائے	۲۳۱
حدیث ابوہریرہ پر اعتراضات و جوابات	۲۳۲
الحمد و سورۂ بقرہ کی آخری آیات بہت افضل ہیں	۲۳۳
سورۂ کہف کے شروع کی دس آیتوں پر مداومت کرنا	۲۳۴
سورۂ اخلاص دس پاروں کی مثل ہے	؍؍
سورۂ اخلاص کا دس پاروں کی مثل ہونے کا سبب	؍؍

مضمون	صفحہ
پیر واستاد و سلطان سے شکایت غلیبت نہیں	۲۳۴
قل ھو اللہ کو ہمیشہ پڑھنے اور پسند کرنے والے کو اللہ دوست رکھتا ہے	۲۳۵
معوذتین کے مثل تعوذ پناہ کی کوئی سورۃ نہیں	۲۳۶
سوتے وقت اخلاص و معوذتین کو پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک کر جسم پر ملنا سنت ہے	،،
اور آسیب سے حفاظت	،،
قرآن کریم ، رحم اور امانت شفیع ہونگے	۲۳۷
جنت کے درجہ قرآن کی آیات کے برابر ہر آیت کی تلاوت پر ایک درجہ	۲۳۸
جسے بالکل قرآن یاد نہ ہو اس کا دل ویران گھر کی طرح ہے	،،
کلام الٰہی مثل ذات الٰہی تمام مخلوق کے کلام پر افضل ہے	۲۳۹
قرآن کریم کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں کا ثواب ہے	،،
دنیوی گفتگو مسجد میں حرام ہے	۲۴۰
قرآن کریم فیصلہ کن کتاب ہے	،،
جو قرآن پاک کے خلاف چلیگا ، اللہ تعالٰے اُسے گمراہ کردے گا	۲۴۱
قرآن کریم دافع ، اولم اور بے مثل ہے اس سے سیری نہیں ہوتی نہ پرانا پڑتا ہے	،،
قاری ، عالم ، مصنف ، داعی قرآن کی فضیلت	۲۴۲
عالم باعمل کے والدین کو نورانی تاج پہنایا جائیگا	،،
قرآن پاک کے آگ میں نہ جلنے کی بہترین توجیہ	۲۴۳
عالم قرآن اپنے گھر کے دس آدمیوں کی شفاعت کریں گے۔	،،
الحمد کا مثل توریت ، انجیل ، زبور بلکہ قرآن میں بھی نہیں	۲۴۴
بقدر ضرورت قرآن پاک یاد کرنا فرض ، اور پورا یاد کرنا فرض کفایہ	،،
عالم و قاری کا سینہ مشک کے تھیلے کی طرح ہے	۲۴۵
جو عالم و قاری عمل و تلاوت نہ کرے ، وہ سر بمہر تھیلہ ہے	،،
صبح و شام حٰم اور آیۃ الکرسی کا پڑھنے والا تمام آفات سے محفوظ رہے گا	۲۴۵
سورۂ کہف کے شروع کی آیات پڑھنے والا دجال سے محفوظ رہے گا	،،
سورۂ یٰسین قرآن کا دل ، اور دس بار قرآن ختم کرنے کا ثواب	۲۴۶
طٰہٰ اور یٰسین کو سن کر فرشتے بولے ، خوب ہیں وہ سینے اور زبان اور امت	۲۴۷
سورۂ دخان پڑھنے والے کے لئے ستر ہزار فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں	،،
جمعہ کی رات میں دخان پڑھنے والے کی مغفرت یقینی ہے	۲۴۸
تسبیح والی آیات غیر تسبیح والی ہزار آیتوں سے بہتر ہیں	،،
سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہے	،،
ایک صاحب قبر کا قبر میں سورۂ تبارک پڑھنا	۲۴۹
قبر پر چلنا پھرنا اور لیٹنا منع ہے	،،
سورۂ تبارک کا پڑھنے والا اعرابی خاتمہ اور تنگی گور و عذاب آخرت سے محفوظ رہے گا	،،
حضور ہمیشہ سونے سے پہلے الٓمٓ تنزیل اور تبارک تلاوت فرماتے	۲۵۰
اذا زلزلت نصف ، قل ھو اللہ تہائی اور قل یاایھا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے	،،
سوتے وقت سورۂ کافرون پڑھنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہوگا	،،
صبح شام اعوذ باللہ اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھنے والے کو شہید کا درجہ اور ستر ہزار فرشتے دعاگو۔	۲۵۰
دو سو بار سورۂ اخلاص پڑھنے سے قرض کے سوا پچاس سال کے گناہ معاف	۲۵۱
سونے کا طریقہ	،،
سوتے وقت سو بار سورۂ اخلاص پڑھنے والے کو اللہ قیامت میں اسکو داہنی طرف سے جنت میں داخل کریگا	۲۵۲
اخلاص کی تلاوت سے جنت واجب ہوجاتی ہے	،،
آندھی کے وقت سورۂ فلق وناس پڑھنا دافع آندھی ہے	،،
	۲۵۳
اخلاص و معوذتین ہر چیز کے لئے کافی ہیں	،،
قرآن کریم کا پرچار اور فرائض و نکات کا اظہار کرو۔	۲۵۴
نماز میں قرآن پڑھنا علاوہ نماز سے بہتر ہے	،،
تلاوت قرآن تسبیح و تکبیر سے بہتر ہے	،،
تسبیح خیرات سے ، خیرات روزہ سے ، روزہ آگ سے ڈھال ہے	،،
بغیر دیکھے تلاوت ہزار درجہ اور دیکھ کر دو گنا	۲۵۵
کن چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے	،،
قرآن پاک کی تلاوت اور موت کی یاد دل کی صفائی کا موجب ہے	۲۵۶
روزانہ موت کے یاد کرنے والے کو شہادت کا درجہ ملے گا۔	،،
اعظم سورۂ اخلاص و آیت آیۃ الکرسی ہے	،،
سورہ بقر کی آخری آیات اللہ کی رحمت کے خزانے ہیں اور کل بھلائی کو جامع	،،
سورۂ فاتحہ تمام بیماریوں کا علاج ہے	۲۵۷
آخر سورۂ آل عمران کی تلاوت سے تمام رات عبادت کا ثواب اور جمعہ کے دن پڑھنے پر فرشتے دعائیں کرتے ہیں	،،
بقر کی دو آخری آیتیں سیکھو عورتوں کو سکھاؤ	،،
جمعہ کے دن سورۂ ھود پڑھنا باعث برکت	
کہف دافع بلاء اور ایمان کو منور کرنیوالی	۲۵۸
الٓمٓ تنزیل نجات دینے والی ہے	،،
الٓمٓ تنزیل کی مداومت کرنیوالے کا قصہ	۲۵۹
حضرت عطاء کے متعلق امام اعظم کا فرمان	۲۶۰
ابتدائے دن میں تلاوت یٰسین سے قضائے حاجات و بخشش گناہ	،،
مرنے والے کے پاس یٰسین پڑھنے کا حکم	،،
سورۂ الرحمٰن عروس قرآن ، اور جنت میں اللہ اس کو پڑھ کر سنائے گا	۲۶۱
سورہ واقعہ پڑھنے والا کبھی فاقہ کش نہ ہوگا	،،
سرکار کو سبح اسم ربک الاعلیٰ بہت محبوب	،،
سورۂ اذا زلزلت کے پڑھنے سے دین و دنیا میں کامیابی ، اور ایک صحابی کا قصہ	۲۶۲

مضمون	صفحہ
الکم التکاثر ثواب میں ہزار آیتوں کی مثل ہے اس کی مختصر تشریح	۲۶۳
ہر دس بار اخلاص پڑھنے میں ایک جنتی محل ملیگا	〃
سورۂ عمران پھر تو ہم کافی محل تیار کرالیں گے	〃
روزانہ کی تلاوت کا ثواب	۲۶۴
باب آداب تلاوت	〃
قرآن کی نگرانی عالم حافظ قاری صاحب کریں ورنہ بھول جائیں گے	〃
قرآن کو نہیں بھولے بلکہ وہ بھلا دیا جاتا ہے	۲۶۵
قاضی کو کتب بینی کے لئے چھٹی دینی چاہئے	〃
تلاوت قرآن دل لگا کر کرو اور دل لگنے تک کرو	۲۶۶
حضور علیہ السلام کی تلاوت کیسی تھی	〃
قرآن خوش الحانی سے پڑھا جائے	〃
جو قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں	۲۶۷
قرآن سننا، سنانا دونوں سنت	〃
قرآن پڑھتے یا سنتے رونا سنت ہے	۲۶۸
سرکار کا خصوصیت سے ابی ابن کعب کو لم یکن کا سنانا	〃
قرآن کے دشمن سے قرآن کی حفاظت کرو	〃
حضور کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہونا سنت صحابہ ہے	۲۶۹
علاوہ نماز وصف جہاد احلقہ باندھنا بہتر اور سنت ہے	۲۷۰
قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو	〃
حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور ایک گویے کی حکایت	۲۷۱
جو قرآن کو پڑھ کر بھلائے وہ قیامت میں کوڑھی اٹھے گا۔	〃
قرآن عوام کو کتنے دن میں ختم کرنا چاہیئے اور بزرگوں نے کس طریقے سے ختم کئے	〃
آہستہ اور بلند آواز سے پڑھنے کے احکام و ثواب اور حلال و حرام کا بیان	۲۷۲
دکھلاوے دنیا کیلئے قرآن و تجوید سیکھنے آخرت میں محروم	۲۷۳
قرآن عرب لہجوں آوازوں سے پڑھو راگ موسیقی کے ساتھ نہ پڑھو	〃
قرآن کا تکیہ نہ بناؤ یعنی عمل و تلاوت میں سستی نہ کرو	۲۷۵
قرآن کا تکیہ لگانا، اسکی طرف پاؤں کرنا، دوسری کتاب اس پر رکھنا، فال وغیرہ کا حکم	۲۷۶
خوبیات تلاوت	
[illegible] قرأت اور اس کے احکام و فوائد	۲۷۷
سات قرأت کے بارے میں جھگڑا مت کرو، پہلے لوگ بھی یوں ہی ہلاک ہو گئے۔	۲۷۸
مختلف قرأت میں حضرت ابی کا تردد، اور حضور کا ان کے سینہ پر ہاتھ مارنا، اور پورا قصہ بیان فرمایا	۲۷۸
سبعہ احرف کی توجیہات میں علماء اصول و نحو و معانی اور صوفیاء کا اختلاف	۲۸۰
قرآن سنا کر سوال کرنا منع ہے، قیامت میں اسکے منہ پر گوشت نہ ہوگا	۲۸۲
بسم اللہ فصل سورۃ کیلئے اور اسکے دیگر مسائل	۲۸۳
ایک قراءت کا ایک قرأت سے انکار اور اس کو حد لگانا	〃
قرآن کتابی شکل میں جمع کرنیکا واقعہ اور شرح بدعت حسنہ	۲۸۴
کاتب وحی حضرات کے نام پاک	۲۸۵
قرآن تین بار جمع ہوا سرکار و صدیق و عثمان کے وقت میں	۲۸۶
حضرت عثمان کے قرآن جمع کرنیکا واقعہ	۲۸۷
حضرت ابن عباس کا حضرت عثمان سے سورۂ توبہ میں بسم اللہ نہ لکھنے کے متعلق سوال	۲۸۹
آیات کی ترتیب توقیفی ہے عقلی نہیں	۲۹۰
جمع صدیقی و عثمانی کا فرق	۲۹۱
باب، دعاؤں کا بیان	〃
دعا بہتر ہے یا رضاء بالقضاء دونوں پر عمل کی صورت	〃
سب نبیوں نے دنیا میں اپنی دعائیں استعمال کر لیں میں نے شفاعت کے لئے محفوظ رکھی ہے	۲۹۲
میری بددعا کو بھی امت کے حق میں رحمت کر	〃
ہر حاجت ہر دم اللہ تعالیٰ سے مانگو، وہ سب کچھ دے سکتا ہے	۲۹۳
جائز دعا ضرور قبول ہوتی ہے جلد بازی نہ کرے، دعا کرنا ہے دوست کیلئے اسکی عدم موجودگی میں، دعا پر فرشتہ آمین کہتا ہے، اس کا مثل اسے بھی ملے گا	۲۹۴
اپنی جان مال اولاد دوست وغیرہ کے حق میں بددعا نہ کرو، ممکن ہے وقت اجابت ہو	〃
دعا مانگو میں قبول کرونگا	۲۹۵
دعا عبادت کا مغز ہے	〃
اللہ کو دعا بہت پیاری ہے	۲۹۶
دعا قضا کو ٹال دیتی ہے اچھا سلوک عمر بڑھا دیتا ہے	〃
دعا کو مضبوطی سے پکڑو	〃
دعا کرو اللہ مانگی دیتا ہے، ورنہ کوئی آفت ٹالتا ہے	۲۹۷
اللہ سے فضل مانگو، مانگنا اسکو پسند ہے صبر کی امید رکھنے	〃
دعا نہ کرنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے	〃
جب اللہ نے دینا ہوتا ہے تو دعا کی توفیق دیتا ہے	〃
اللہ سے دین و دنیا کی عافیت مانگو	۲۹۸
بوقت ابتلاء دعا ضرور کرنی، ہر وقت دعا عبادت ہے	۲۹۸
لاپرواہ و غافل دل کی دعا قبول نہیں	۲۹۹
دعا میں ہاتھ کس طرح اٹھائے اور کہاں تک اٹھائے، پھر منہ پر پھیر لے	〃
اللہ خالی ہاتھ لوٹانے سے حیا فرماتا ہے	〃
حضور دعا کے بعد ہاتھ منہ پر ضرور پھیرتے تھے	۳۰۰
غائب کی دعا غائب کیلئے بہت جلد قبول ہوتی ہے	〃
حجاج سے دعا کو کہنا، انکا دعا کرنا سنت ہے	۳۰۱
دعا بوقت افطار، حاکم عادل و مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی	۳۰۱
اللہ قسم کے ساتھ فرماتا ہے اے مظلوم تیری ضرور مدد کرونگا	〃
تین دعائیں بلا شبہ مقبول، باپ، مسافر، مظلوم کی	۳۰۲
ہر بڑی چھوٹی حقیر سے حقیر چیز اللہ سے مانگو	〃
حضور دعا میں ہاتھ کہاں کہاں تک اٹھاتے تھے	〃
طریقہ دعا و استغفار و عاجزی و ابتہال و زاری	۳۰۳
اجابت دعا یا ذخیرہ آخرت یا دفع بلا	۳۰۴
پانچ دعائیں بہت مقبول ہوتی ہیں	〃
باب ذکر اللہ	۳۰۵
ذاکرین کو بوقت ذکر فرشتے رحمت ڈھانپتی ہے	〃
ان پر سکینہ اترتا ہے، اللہ ان کا ذکر کرتا ہے	〃
جس جگہ ذکر کیا جائے وہ جگہ گواہ ہے اور فخر کرتی ہے	۳۰۶
تفرید خلوت دنیا سے دوری ذکر اللہ اس کا مونس	〃
ذاکر زندہ غافل مردہ	۳۰۷
حی کا ذکر حیات ابدی بخشتا ہے	〃
اللہ کے بندے کے گمان کے نزدیک جیسا گمان کرے، ہر وقت یاد بندے کے ساتھ	〃
بندہ اگر ذکر خفی کرتا ہے تو اللہ بھی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہے	〃
اگر بندہ مجلس میں بلند آواز سے اسے یاد کرتا ہے تو وہ محفل میں اس کا ذکر کرتا ہے	〃
نیکی کا بدلہ دس گنا، گناہ ایک کا ایک، یا وہ بھی معاف	۳۰۸
جب بندہ نزدیک جاتا ہے تو اللہ اس سے بہت نزدیک ہو جاتا ہے	〃
علاوہ شرک سب کچھ بخشا جائے گا	〃
ولی سے دشمنی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اعلان جنگ فرماتا ہے	۳۰۹
ولی سے عداوت و اختلاف رائے کا فرق و حکم	〃

بغیر ادائے فرائض نوافل مقبول نہیں	۳۰۹
کثرت نوافل سے بندہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے	〃
جب بندہ محبوب ہو جاتا ہے تو اس کے کان آنکھ ہاتھ پاؤں مشیت ایزدی کے خلاف عمل نہیں کرتے	〃
اللہ اس کے ہر سوال کو پورا کرتا ہے	〃
ناری اور نوری طاقت کا فرق	۳۱۰
اللہ مومن کو موت پر راضی کر کے اس کی روح قبض کرتا ہے	〃
فرشتے ذاکرین کی محفلوں کو تلاش کرتے ہیں	〃
محفل ذکر کو فرشتے آسمان اول تک ڈھانپ لیتے ہیں	۳۱۱
اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے سوال و جواب	〃
اللہ کا فرشتوں کو گواہ بنا کر اعلان بخشش کرنا	۳۱۲
ذکر سننے والے بھی بخشے جاتے ہیں	۳۱۳
فوائد ہم نشینی	〃
دلیل ذکر بالجہر	〃
ذاکرین کے متعلق خدا سے عرض و معروض	۳۱۴
ذکر کے طفیل گنہگاروں کی بخشش	〃
اقرار گناہ خوف خدا عین تقویٰ ہے	۳۱۵
حضور کی صحبت سے علم عین الیقین نصیب ہوتا ہے	〃
حال ہمیشہ یکساں نہیں رہتا	〃
دوسری فصل	۳۱۶
سونا چاندی کی خیرات و جہاد سے ذکر بہتر ہے	۳۱۷
حدیث قدسی میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں	〃
ذکر اللہ جہاد اکبر ہے	〃
مرتے وقت زبان ذکر سے تر ہونی چاہیے	۳۱۸
ذکر کے حلقے جنت کی کیاریاں ہیں	〃
محفل بغیر ذکر کے حسرت اور بغیر ذکر کے سونا ندامت ہے	〃
مجلس بغیر ذکر، مردار گدھا کھانے والوں کی مجلس ہے	〃
کوئی مجلس بغیر ذکر و درود حسرت ہے	۳۱۹
علاوہ امر و نہی و ذکر ہر گفتگو وبال ہے	〃
دنیوی گفتگو سے دل سخت ہوتا ہے	۳۲۰
زیادہ ہنسنے سے دل سخت ہوتا ہے	〃
سخت دل والا اللہ سے دور، نہ مومن کامل نہ عارف و متقی ہو سکتا ہے	〃
بہتر مال، ذاکر زبان شاکر دل مومنہ بیوی ہے	〃
عالم بننا فرض کفایہ ہے	۳۲۲
جو شخص عالم دین نہ ہو سکے وہ ہمیشہ ذکر کرے	〃
قیامت کے دن ذاکر کا مرتبہ بہت بلند ہوگا	〃
غازی و شہید سے ذاکر درجہ میں بلند ہے	۳۲۳

شیطان دل کو چمٹتا ہے ذکر سے ہٹ جاتا ہے	۳۲۳
کافر کا دل ابلیس کا گھر ہے	۳۲۳
ذکر اللہ وسوسوں کا علاج ہے	〃
ذکر نور و روشنی ہے	〃
غافلوں میں ذاکر اندھیرے گھر میں چراغ کی طرح ہے	۳۲۴
بوقت موت ذاکر جنت و عاشق رویت کرتے ہیں	〃
ذاکر کو غافل اور جانوروں کی تعداد کے برابر ثواب ملتا ہے	〃
ذکر عذاب کو دفع فرماتا ہے	〃
بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر بخشنے سے مردے کو عذاب سے رہائی ملتی ہے	〃
بوقت ذکر اللہ ذاکر کے ساتھ ہوتا ہے	۳۲۵
ذاکر کی مصاحبت خدا کی مصاحبت ہے	〃
دل کی صیقل ورنگہال اللہ کا ذکر ہے	〃
غازی و شہید بھی ذاکر کے مرتبہ کو نہیں پاتا	〃
باب اسماء اللہ تعالیٰ	۳۲۶
ننانوے نام جپنے والا جنتی ہے	〃
اللہ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے	〃
فصل ثانی (دوسری فصل)	〃
جتنے نام اللہ کے، اتنے ہی حضور کے ہیں	〃
ننانوے اسمائے الٰہی کے مطالب و معانی	۳۲۷ تا
بے مثل و بے مثال	۳۳۲
اسم اعظم کیا ہے، اس کے وسیلے سے جب دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے	〃
اسم اعظم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم یا اللہ الذی لا الہ الا ھو رب العرش العظیم ہے	۳۳۳
اللہ کا جو نام خلوص دل سے لیا جائے وہ ہی اسم اعظم ہے	۳۳۴
قصہ یونس علیہ السلام، آیت کریمہ اسم اعظم ہے اور باعث نجات ہے	۳۳۵
ہر اونچا پڑھنے والا ریاکار نہیں	۳۳۶
ذکر بالجہر سنت ہے	〃
لا الہ الا انت احد صمد اسم اعظم ہے	〃
اس کے توسل سے دعا قبول ہے	〃
محدثین و علماء سے محبت بہتر نفرت لعنت	〃
باب تسبیح و تحمید و تہلیل	۳۳۷
چار کلمے باعث ثواب عظیم ہیں اور اللہ کو پیارے ہیں	〃
سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے سے	

گناہ معاف اگرچہ سمندر کے جھاگ برابر ہوں	۳۳۸
دو کلمے زبان پر ہلکے میزان میں بھاری، اللہ کو پیارے ہیں	۳۳۸
سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے ہزار نیکیاں ثبت اور ہزار گناہ معاف	۳۳۹
سو مرتبہ کلمہ توحید کے منافع و فضائل	۳۴۱
ذکر بالجہر کے فوائد و جواز	
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم	۳۴۲
جنتی خزانوں میں کا ایک خزانہ ہے	〃
خدا کی دین و کرم سے ظاہری باطنی طاقتیں ہو سکتی ہیں	۳۴۳
ہر صبح ایک فرشتہ تسبیح پڑھنے کا اعلان کرتا ہے	〃
لا الہ الا اللہ افضل اذکار ہے، اور دل کی جلاء کے لئے اکسیر ہے	〃
دعاؤں میں افضل دعاء الحمد ہے، الحمد و شکر کرنے والے جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے	۳۴۴
دعائے مرسلے اجواب کلمہ طیبہ دنیا و مافیہا سے افضل ہے اور سب سے بھاری	۳۴۵
کلمہ طیبہ اور لاحول پڑھنے والے کو جہنم کی آگ نہیں جلاتی	۳۴۶
تسبیح و گٹھلیاں شمار کے لئے استعمال کرنا جائز ہے	۳۴۷
وہ کلمے جو تمام مخلوق کی شمار کے برابر ثواب رکھتے ہیں	〃
جو چار کلمے سو بار پڑھے، اسے سو حج اور گھوڑے اور غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے	۳۴۸
دو کلمے میزان کا پلہ بھرنے والے ہیں	〃
کلمہ طیبہ براہ راست خدا تک پہنچتا ہے	〃
مخلص کا کلمہ عرش تک پہنچتا ہے	۳۴۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت کو سلام اور جنت میں باغ لگانے والے کلموں کی تلقین	〃
انگلیوں پر شمار کرنا، اور وہ گواہ ہوں گی	۳۵۰
خدا کو یاد نہ کرنے والا اس کی رحمت سے محروم ہے	〃
وظائف کی اجازت حاصل کرنا سنت ہے، یہ روحانی میوے ہیں	۳۵۱
وظائف کے بعد رحم و کرم اور فضل و مغفرت بھی طلب کیجیے	〃
موسم خزاں میں پتوں کی طرح چار کلمے گناہ جھاڑ دیتے ہیں	〃
ستر مصیبتوں کو ٹالنے والی دعا	۳۵۱

لاحول ننانوے بیماریوں کا علاج ہے ۳۵۲
لاحول پڑھنے والے کا اللہ والی وارث ہے ۳۵۳
تمام مخلوق کی عبادت تسبیح ہے "
باب، توبہ کرنا اور بخشش مانگنا "
توبہ واستغفار کے لغوی معنے ۳۵۴
توبہ واستغفار کے متعلق فرمانِ حضرت علی رض "
بیان، خیبر کی بہترین شرح "
میں روزانہ سوبار توبہ کرتا ہوں، اے لوگو تم
بھی توبہ کیا کرو "
اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا، تم بھی آپس میں ظلم
نہ کرو ۳۵۵
مجھ سے ہدایت، کھانا، لباس اور بخشش مانگو
میں دوں گا "
نیکی وبدی سے ہمارا ہی فائدہ ونقصان ہے ۳۵۶
رب کے خزانے غیر محدود ہیں، کوئی کمی نہیں ہوتی "
نیکی پر حمد وشکر، بدی پر اپنے نفس کو ملامت کرو ۳۵۷
ننانوے قتل کرنے والے بنی اسرائیل کی حکایت "
بزرگ مقام وبزرگان دین کی طرف منہ کرنے و
متوجہ ہونے سے مغفرت ہوتی ہے وہ عبادت ہے ۳۵۸
اگر تم گناہ بالکل نہ کرو تو تم کو فنا کر دوسری
گناہ کر کے معافی مانگنے والی قوم کو پیدا کریگا "
دو توبہ بند ہونے سے پہلے جب بھی توبہ کی جائے
اللہ قبول فرماتا ہے ۳۵۹
پشیمانی وتوبہ وعہد اجتناب شرائط قبولیت میں "
گنہگار کی حقیقی توبہ سے اللہ خوش ہوتا ہے ۳۶۰
بار بار گناہ وتوبہ کرنے والے کو اللہ اپنی امان
میں لے کر اس کا محافظ ہو جاتا ہے ۳۶۱
اس سید الاستغفار کا پڑھنے والا جنتی ہے ۳۶۲
بندہ جب اس گناہ کر تائب ہوتا ہے، تو وہ
ستار وغفار ہے ۳۶۳
شرک کے سوا تمام گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں "
فرمان خدا جو مجھے غفار جانتے میں اسے ضرور
بخشوں گا ۳۶۴
بوقت فجر استغفار کرنے والے کو تنگی وغم سے
نجات اور روزی کا بے حساب دیگا "

وہ گنہگار بہتر ہے جو توبہ کرے، توبہ سے دل صاف
ہو جاتا ہے ۳۶۵
گناہ سے دل پر سیاہ داغ، کفر سے زنگ اور
عداوت نبی سے دل لاعلاج ہو جاتا ہے "
نگاہ کرم وصحبت انبیاء واولیاء کے فوائد ۳۶۶
اندھے شیشوں میں خاص خاص ہی چمکتے ہیں "
غرغرہ موت سے پہلے تک توبہ قبول ہے روح
کے پاؤں کی طرف سے قبض ہونے کے فوائد "
شیطان کی کوشش ہمہ وقت جاری ہے
اللہ سے پناہ مانگنا ہے ۳۶۷
توبہ کا دروازہ ستر سال کی راہ چوڑا، اور
سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک کھلا رہیگا "
ہجرت وتوبہ سورج کے مغرب سے نکلنے تک ہوگی ۳۶۸
ایک عابد وگنہگار کا قصہ، گنہگار جنتی اور عابد
دوزخی "
کافر دیوانہ، کفار کی نابالغ اولاد جہنمی نہیں ۳۶۹
جو گناہ ندامت عجز انکسار پیدا کرے، وہ تکبر
والی عبادت سے بہتر ہے "
عبد النبی، عبد الرسول نام رکھنا جائز ہے ۳۷۰
بندوں کی نیکی وگناہ سے رب تعالیٰ کا فائدہ
یا نقصان نہیں ۳۷۱
اللہ سے ڈرنے والے کی بخشش لازمی ہے ۳۷۲
استغفار کے وہ الفاظ جو بدترین گناہوں کی
بخشش کے لئے مفید ہیں ۳۷۳
اولاد کی دعا واستغفار سے میت کو فائدہ ہوتا ہے ۳۷۴
مردے قبر میں پسماندگان کی دعا کے منتظر رہتے
ہیں "
زندوں کی دعا وصدقہ قبر والوں کو مثل پہاڑ
پیش ہوتا ہے ۳۷۵
خوبی والے وہ ہیں جو کثرت سے استغفار
کرتے ہوں "
چھوٹے گناہ کو بھی حقیر نہ جانو ۳۷۶
رب بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے ۳۷۷
روح، نفس، بدن کی بہترین مثال "
حضرت وحشی کا بارگاہ رسالت میں عرض و

معروض کا ایک قصہ ۳۷۸
شرک بندے اور رب کے درمیان آڑ ہے ۳۷۹
گناہ سے سچی توبہ کرنے والا بے گناہ کے
مثل ہے "
گناہ پر ندامت بھی توبہ ہے ۳۸۰
باب، متفرقات استغفار "
لوح محفوظ کے متعلق مختلف روایات رحمت "
غضب پر غالب ہے "
اللہ نے اپنی ایک رحمت سکان دنیا پر اتاری
باقی قیامت کے لئے رکھی ہیں ۳۸۱
ایک لفظ وقدم میں جنت ودوزخ ہے ۳۸۲
ایک گنہگار کی اپنی اولاد کو وصیت جلانے
کا قصہ "
اللہ اپنے بندوں پر شفیق ماں سے زیادہ
مہربان ہے ۳۸۳
جنت اللہ کے فضل سے ہے عمل سے نہیں ۳۸۴
ٹھیک رہو، پچھلی رات زیادہ نیکی کرو "
نیکی کے ارادے پر ایک نیکی کرنے کے بعد دس
سے سات سو گنے تک ۳۸۵
گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر ایک نیکی اور گناہ
کرنے پر ایک گناہ لکھا جاتا ہے "
جو گنہگار اللہ سے خوف کرے وہ جنتی ہے ۳۸۶
چڑیا کے بچوں کی حکایت ۳۸۷
عشق سراپا ہمت وجرأت اور شجاعت
ہے ۳۸۸
ایک عورت کا سرکار کی خدمت میں حاضر ہونا
اس کے سوال پر رونا اور فرمانا، اللہ تعالیٰ
صرف مشرک کو جہنم میں بھیجے گا ۳۸۹
جو بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا
ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا اعلان
فرماتا ہے۔ ۳۹۰
آسمان وزمین کے فرشتے دعائیں دیتے ہیں
انسانوں میں اس کی بزرگی کا چرچا ہوتا ہے "
تمام مسلمان جنتی ہیں ۳۹۱
فہرست مضامین ۳۹۲